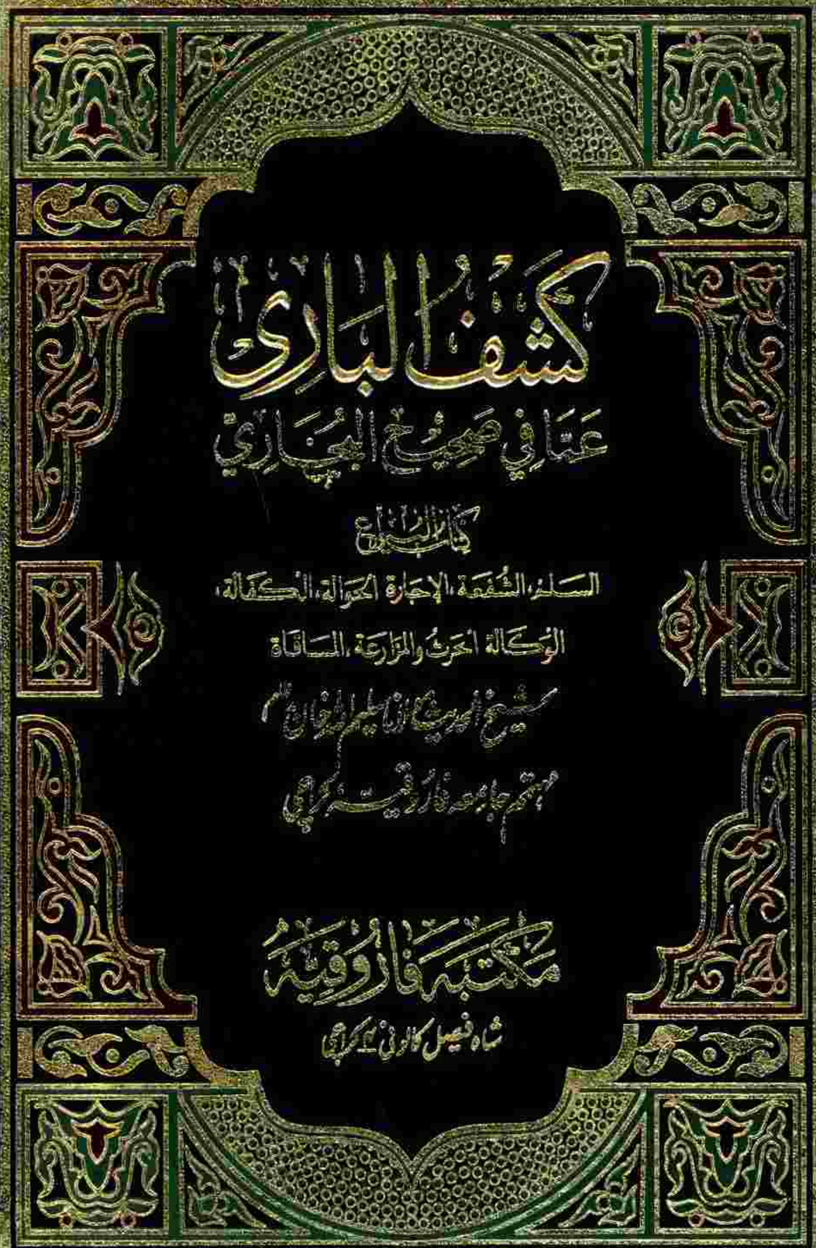

كشف الباري
عما في صحيح البخاري
كتاب البيوع
السلم، الشفعة، الإجارة، الحوالة، الكفالة،
الوكالة، الحرث والمزارعة، المساقاة
مكتبة فاروقية

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث، جامعہ دارالعلوم، کراچی

"کشف الباری عمانی صحیح البخاری" اردو زبان میں صحیح بخاری شریف کی عظیم الشان اردو شرح ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی نصف صدی کے تدریسی افادات اور مطالعہ کا نچوڑ و ثمرہ ہے، یہ شرح ابھی تدوین کے مرحلے میں ہے۔ "کشف الباری" عوام وخواص، علما وطلبہ ہر طبقے میں الحمدللہ یکساں مقبول ہو رہی ہے، ملک کی ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہم نے "کشف الباری" سے والہانہ انداز میں اپنے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، ذیل میں ان دونوں علماء کے یہ تاثرات شائع کیے جارہے ہیں۔

کشف الباری

صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال الله بقاء ہ بالعافیۃ) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمدللہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین انداز تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروح حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا اور اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس انداز تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ "کشف الباری" کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

جب پہلی بار "کشف الباری" کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا، لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف و متداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے "کشف الباری" کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر قاری بنالیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں "فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد "کشف الباری" کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یکجا ہو گئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ "کشف الباری" کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں، ان میں یہ **تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے**۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے۔ دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نور البشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دار العلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت و قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقهما الله تعالیٰ لأمثال أمثاله۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحب تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تا دیر بعافیت تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرت والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیل حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہو گئے۔ حضرت صاحب تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

تاثرات

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

حدیثِ رسول قرآن کریم کی شرح ہے

لقد من اللہ علی المؤمنین إذ بعث فیهم رسولا من أنفسهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیت صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا۔ یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھا ہے۔

"سمعت من أرضی من أهل العلم بالقرآن یقول: الحکمة سنة رسول اللہ ﷺ" (ص:۳۲)

''میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے''۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات'' (ج۴ص:۱۰) پر لکھا ہے "فکانت السنة بمنزلة التفسیر والشرح لمعانی أحکام الکتاب" "یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے''۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت "ربنا وابعث فیهم رسولا ....." کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الصواب من القول عندنا فی الحکمة أن العلم بأحکام اللہ التی لا یدرك علمها إلا ببیان الرسول صلی اللہ علیه وسلم، والمعرفة بها وما دل علیه من نظائره، وهو عندی مأخوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الباطل والحق۔

''ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے .....''

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إنی أوتیت القرآن ومثله معه "یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی کریم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کرکے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا..... ﴿واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمة.....﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمالِ دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مرادِ الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: "أنزلنا إلیك الذکر لتبین للناس ما نزل إلیهم" (سورۃ النحل) ''آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں''۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان

احکام کی تفسیر وتشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔۔۔"

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دین اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت وخصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت وتدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب "الفصل" میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

"خطبات مدراس" میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع ونقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علم حدیث کے سوفنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع وترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرین حدیث اور مستشرقین یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ وقلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب وتدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد وعادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۂ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب وتدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننه وایامه" ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کر دیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں، امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالٰی نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور "إن كتاب البخاري أصح الكتابين صحيحا، وأكثرهما فوائد" اور امام نسائی فرماتے ہیں "أجود هذه الكتب كتاب البخاري" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "حجة الله البالغة" (ص:۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اس کتاب کی عظمت کا

قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے" پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا"۔

اس کتاب میں جو خصوصیت اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے "لامع الدراری" کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی "ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں:

"فأصبح هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، فقضى العلماء أمامه الليالي والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال أسانيده، ومنهم الباحث في شرط البخاري فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص:٧ ج١)"

یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کر دیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابو سلیمان الخطابی المتوفی ٣٨٦ھ کی "أعلام الحديث" ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ٤٠٢ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ "مهلب بن أحمد بن أبي صفرة" المتوفی ٤٣٥ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد" ابو عبد اللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ٤٨٥ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابو الحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انہوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف "خطابی" کی شرح مطبوع ہے، اور اب "ابن بطال" کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ٦٧٦ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ٧٨٦ھ کی شرح" الكواكب الدراري" شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ٦٧٢ھ کی "شواهد التوضيح والتصحيح لمشكلات الجامع الصحيح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ٨٥٢ھ کی "فتح الباري" امام بدر الدین عینی المتوفی ٨٥٥ھ کی" عمدة القاري" علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ٩١١ھ کی "التوشيح" امام قسطلانیؒ کی "إرشاد الساري" علامہ نور الحق بن مولانا الشیخ عبد الحق محدث دہلوی المتوفی ١٠٧٣ھ کی "تيسير القاري" شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی "تیسیر القاری" کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الهادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح وحواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علم حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی و فارسی میں شروح لکھیں اور ان کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی، پھر ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدائی مطبوع اور متداول نسخوں میں چھپا، ان کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علمائے دیوبند کی ... خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کی ... ہے۔ جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح ستہ کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اور احادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی خدمات درس حدیث اور ان کے لائق تلامذہ کی درسی تقاریر بھی خدمت حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر "لامع الدراری" اور سنن ترمذی پر "الکوکب الدری" جو حضرت شیخ الحدیث کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمود کا حاشیہ اور سنن ابی داود پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلوی کے حواشی اور ابوداود پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح "بذل المجهود" سنن ترمذی اور سنن ابی داود پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داود پر حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور "الابواب والتراجم" "موطا امام مالکؒ" پر ان کی شرح "اوجز المسالک" موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی "تکملة فتح الملهم" اور "درس ترمذی" حضرت مولانا فخر الدین کی "ایضاح البخاری" اور "الابواب والتراجم" پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی "التعليق الصبيح" اور صحیح بخاری پر "الابواب والتراجم" مولانا عبدالجبار اعظمی کی "امداد الباری" شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی کا "حاشیہ مشکوۃ" حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کامل پوری کی "معارف ترمذی" اور اسی طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کر سکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظر انداز کر سکتا ہے۔

کشف الباری
صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصاً صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر "کشف الباری عما فی صحیح البخاری" ہے۔ یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں ڈشل بیگ ... کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آکر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب و ماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی غرض سے گیا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق و بزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب چلیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہم سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد جس والہانہ محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورۂ حدیث میں کرایا ''مشکوۃ المصابیح'' میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک اس امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن یہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ و مدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے، وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً تیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ درجے کا طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرز تدریس شاذ و نادر بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کر دینے والی شرح

بندہ تقریباً تیس سال سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے، والحمد للہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ متداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید ہی کوئی

شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے "کشف الباری" جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگرچہ علماء کا مشہور مقولہ ہے ..... "لایغنی کتاب عن کتاب" لیکن "ما من عام إلا وقد خص عنه البعض" کے قاعدے کے مطابق "کشف الباری" اس قاعدے سے مستثنی ہے، بلا مبالغہ حقیقۃً وواقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالی نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرہم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

"کشف الباری عما فی صحیح البخاری" کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔

۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے رد و قدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔

۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔

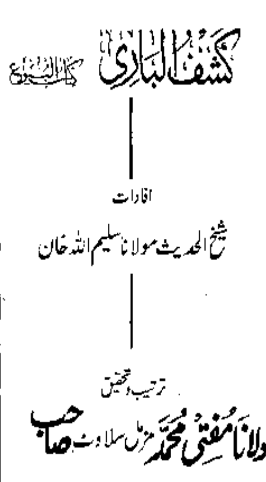
۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

حضرت کو اللہ تبارک وتعالی نے اپنے فضل وکرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔

☆☆☆☆

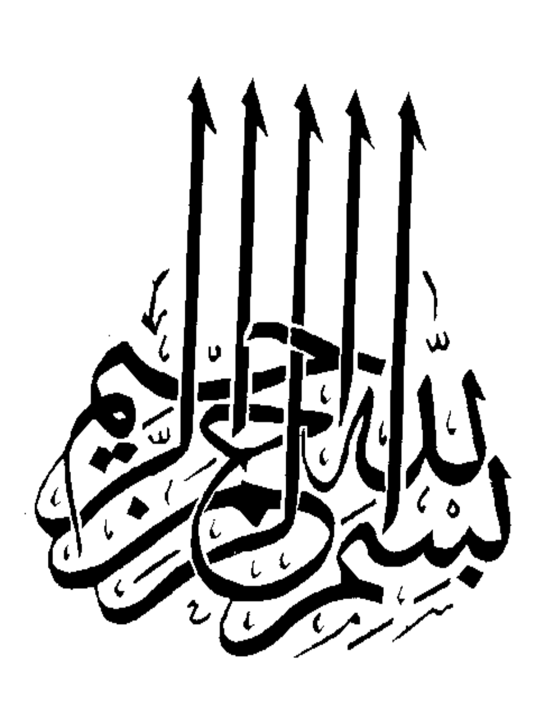
كتاب البيوع، السلم، الشفعة، الإجارة، الحوالة
الكفالة، الوكالة، الحرث والمزارعة، المساقاة



۱۴۳۳ھ/2012ء

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر 4
کراچی 75230، پاکستان
فون: 021-4575763
m_farooqia@hotmail.com


بسم الله الرحمن الرحيم



عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللهمّ لك الحمد شكراً ولك الفضل مناً، اللّهمّ لك الحمد ولك الشكر لا نُحصي ثناءً عليك أنت كما أثنيتَ على نفسك، والحمد لله الذي بعزّته وجلاله تتمّ الصالحات والهدى والصّلاة والسّلام على نبيّنا وحبيبنا وشفيعنا محمّدٍ سيّد السّادات وأحسن الورى.

امابعد! علم وعمل سے تہی دامن بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے کہ اس پر اور ساری ہی مخلوق پر اللہ رب العزت کے اتنے بے شمار انعامات واحسانات ہیں کہ ان کو گننا اور ان پر شکر بجالانا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، کہ توفیقِ شکر بھی تو انہی کی دین ہے اور من جملہ ان کے احسانات کے ہے۔

ہر موئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا ان کی عنایات سے کم ہے

اور پھر ابتداء ہی سے حدیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مقدس خدمت کا میسّر ہوجانا تو یقیناً ان نعمتوں میں سے ہے جو کہ مجالاتِ علمیہ دینیہ میں کام کرنے والوں کی منتہی خواہش ہوا کرتی ہے کہ ۔

أهلُ الحديثِ هُمُ أهلُ النبيّ وإن
لم يصحَبوا نفسَه أنفاسَه صحِبوا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت اقدس شیخ شیوخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو تمام صحت وعافیت نصیب فرمائے کہ جن کے وجودِ مسعود کی برکت سے بندے کو اپنی نااہلی کے باوجود یہ سعادتِ عظمیٰ نصیب ہوئی فللّٰه الحمد في الأولىٰ والآخرة.

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

عزیز قارئین! کشف الباری کی یہ جلد کتاب البیوع کے نصفِ آخر پر مشتمل ہے اور اس میں کتـــاب

السلم، کتاب الشفعة، کتاب الإجارة، کتاب الحوالة، کتاب الکفالة، کتاب الوکالة، کتاب الحرث والمزارعة اور کتاب المساقاة کے باب بیع الحطب والکلأ تک کی احادیث مبارکہ پر تحقیق وتخریج کا کام کیا گیا ہے، اور اُن تمام امور کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا تذکرہ استاذِ محترم حضرت مولانا نورالبشر صاحب زید مجدہم نے "بدء الوحی وکتاب الإیمان" کی جلدِ اول کی ابتداء میں بالتفصیل فرمایا ہے۔

یہ بات بالخصوص ملحوظِ خاطر رہے کہ اہلِ علم کے ہاں عمومی طور پر کتاب البیوع کے اور خاص طور پر سلم، شفعہ، اجارہ وغیرہ خشک مضامین کے طور پر پڑھے پڑھائے جاتے ہیں، لیکن آپ حضرات حضرت امام بخاری کے تراجمِ بدیعہ اور نیز ان ابواب میں لائی جانے والی احادیثِ متنوعہ، اور پھر حضرت شیخ الحدیث کی تقریرِ دلپذیر کی وجہ سے سلاست وحلاوت اور بقدرِ ضرورت نصائح کی ایسی چاشنی اور دلآویزی محسوس کریں گے کہ جو اُن مضامین کی خشکی کو یکسر محسوس نہ ہونے دے گی، حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالی اور حضرت شارح مدظلہم کے اس حسین علمی امتزاج پر امرأ القیس کا شعر بے ساختہ نوکِ قلم پر آجاتا ہے

إذا قامتا تضوّع المِسْكُ منهما
نسيمَ الصبا جاءَتْ بِرَيَّا القَرَنْفُلِ

یہ بات اہلِ علم وتحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی بھی املائی کاپی کی ترتیب وتخریج وتحقیق میں اضافے اور تراجیم وغیرہ ناگزیر ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی ان کی ضرورت پیش آئی، لیکن اللہ سبحانہ وتعالی حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی انتہائی اہم تدریسی وغیر تدریسی مشغولیات، نیز ناسازیٔ طبع کے باوجود تقریباً تمام ہی جلد پر نظرِ ثانی فرمائی اور استحسان وپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

بعض اہم اضافے تو حاشیہ میں شامل کر دیے گئے ہیں اور بعض ضروری وطویل ابحاث کو کتاب کے آخر میں ملحق کیا گیا ہے جن میں ثلاثیاتِ بخاری اور علوِ اسناد پر ایک اہم مضمون بھی شامل ہے اور اس میں بخاری شریف کی تمام ثلاثیات کو ان کے رُواۃ کے مسالک کے ساتھ یکجا ذکر کر دیا گیا ہے کہ جو تقریباً تمام ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے مذہب کی طرف منسوب ہیں اور اس سے رُوئے ارض کے سب سے بڑے مسلک یعنی مسلکِ احناف کی تائید واہمیت کا بیان مقصود ہے، خصوصاً اُن حضرات کے لئے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے درمیان مخالفت ثابت کرنے کے درپے ہیں، نیز "مختصر مختصر" کے عنوان سے

کتاب الموسوعۃ کی کتبِ مذکورہ کی اہم اصطلاحات کو بھی ان کے انگریزی ناموں اور تعریفات کے ساتھ شاملِ کتاب کیا گیا ہے، اور جلدِ مذکور میں ذکر کی جانے والی احادیث تک سُرعت سے رسائی کے لئے اطراف الحدیث کی فہرست کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

بندۂ ضعیف اپنی علمی بے مائیگی کا مکمل معترف ہے، اور شناورانِ علم وتحقیق اس میدان کی دِقتوں اور دشواریوں سے ناواقف نہیں ہیں، لہٰذا کمی وکوتاہی کا ہوجانا یقیناً ممکن ہے، اس لئے عزیز قارئین دورانِ مطالعہ کسی قسم کی غلطی پر مطلع ہوں، تو اس کو مرتب کی خامی تصور فرمائیں، نیز اپنے مفید مشوروں سے بھی مرتب کو آگاہ فرمائیں، تاکہ ان غلطیوں کا ازالہ کیا جاسکے اور آئندہ جلدوں کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی جاسکے۔

آخر میں بندہ دارالتصنیف کے مشرفِ اعلیٰ استاذ محترم، استاذ حدیث حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم کا بھی تہہ دل سے مشکور ہے کہ ان کی شفقتیں بھی اس بندۂ عاجز پر مسلسل ہیں، نیز مرتب برادرم عزیز، کشف الباری کے کمپوزر محترم عرفان انور صاحب کا اور اس علمی سفر میں معاونت کرنے والے تمام ہی احباب کا شکر گزار ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو اپنے شایانِ شان اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ آمین۔

عزیز قارئین سے خصوصی درخواست ہے کہ صاحبِ کشف الباری حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضہم کی صحت وعافیت کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں نیز مرتب اور اس کے عزیز واقارب کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ اس کام کو مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس کام کو مرتب، اس کے والدین اور تمام متعلقین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

محمد مزمل سلاوٹ

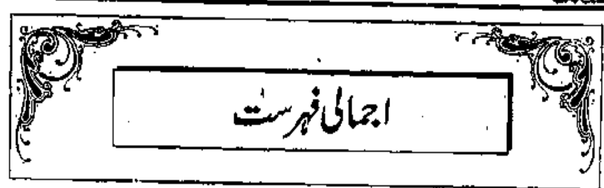
محمد مزمل سلاوٹ

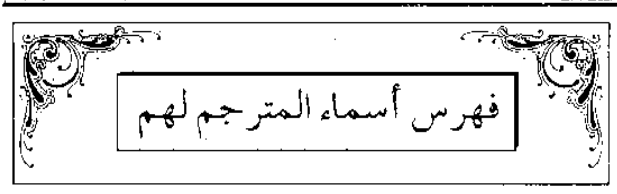
بن

محمد رفیق سلاوٹ عفا اللہ عنہما

استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

ورفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ


اجمالی فہرست



فهرس أسماء المترجم لهم

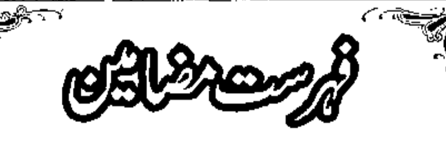
٩	أبو رافع القبطي رضي الله عنه	كتاب الشفعة	أيضاً	١٣٤
١٠	أبو عمران عبد الملك بن حبيب الأزدي الجوني البصريّ	كتاب الشفعة	أي الجوار أقرب	١٣٧
١١	يعلى بن مسلم بن هرمز المكيّ	كتاب الإجارة	باب إذا استأجر أجيراً الخ	١٦٩
١٢	يوسف بن محمد العُصفري الخراساني نزيل البصرة	أيضاً	باب إثم من منع أجر الأجير	١٧٧
١٣	كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المُزَنيّ	أيضاً	باب أجر السمسرة	٢٠٠
١٤	أبو المتوكل علي بن داودؒ	أيضاً	باب ما يعطى في الرقية	٢١٨
١٥	محمد بن جحادة أودي الكوفي أياميّ	أيضاً	باب كسب البغي والاماء	٢٣٦
١٦	علي بن حكم البُنانيّ	أيضاً	باب عسب الفحل	٢٤٠
١٧	محمد بن حمزه ابن عمرو أسلمى الحجازيّ	كتاب الكفالة	باب الكفالة في القرض والديون الخ	٢٧١
١٨	اشعث بن قيس بن معدى كرب بن معاوية كندى رضي الله عنه	ايضاً	ايضاً	٢٧٦
١٩	يوسف بن يعقوب بن سلمه الماجشونّ	كتاب الوكالة	إذا وكل المسلم حربياً في دار الحرب أو في دار الاسلام جاز	٣٢٧
٢٠	صالح بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف القُرشي الزهري المدنيّ	ايضاً	أيضاً	٣٢٨
٢١	عقبة بن عبد الغافر أذدى العَوْذيّ	كتاب الوكالة	إذا باع الوكيل شيئاً فاسداً فبيعهٔ مردوده	٣٧٧
٢٢	نعيمان بن عمرو بن رفاعة الأنصاريّ	أيضاً	باب الوكالة في الحدود	٣٩١

٢٣	عبد الله بن سالم أشعريؓ	كتاب المزارعة	باب ما يحذر من عواقب الإشتغال بآلة الزرع الخ	٤١٤
٢٤	أبو أمامة الباهليؓ	أيضاً	أيضاً	٤١٥
٢٥	حنظله بن قيس بن عمروؓ	أيضاً	باب	٤٤٣
٢٦	عمرو بن عوف المزنيؓ	أيضاً	من أحيا أرضاً مواتاً	٤٨٤
٢٧	ظهير بن رافعؓ	أيضاً	باب ما كان من أصحاب النبي يواسي بعضهم بعضا في الزراعة والثمرة	٥٠٤
٢٨	ربيع بن نافعؒ	أيضاً	أيضاً	٥٠٧
٢٩	كثير بن كثيرؒ	كتاب المساقاة	من رأى أن صاحب الحوض الخ	٦٠٦

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جونسخہ متن کے طور پر استعمال کیا ہے۔اس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع مکررہ کی نشان دہی کا بھی التزام کیا ہے۔اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اس کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے [ر] لگادیتے ہیں۔یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

2A



کشف الباری عما فی صحیح البخاری

کتاب البیوع

السلم، الشفعة، الإجارة، الحوالة، الکفالة، الوکالة، الحرث والمزارعة، المساقاة

صفحہ نمبر	عنوانات
۷۰	شیوخ وتلامذہ ....
۷۱	عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۷۱	شیوخ ....
۷۱	تلامذۃ ....
۷۲	أبو المنہال عبدالرحمن بن مطعم رحمہ اللہ تعالیٰ ....
۷۲	شیوخ ....
۷۲	تلامذہ ....
۷۳	قولہ: "من سلف في تمر" ....
۷۳	قولہ: "من سلف في تمر فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم" پر اشکال اور اس کا جواب ....
۷۴	علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب ....
۷۴	علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب ....
۷۵	ترجمۃ الباب سے مطابقت ....
۷۵	حدیث مذکور کی دوسری سند ....
۷۵	تراجم رجال ....
۷۵	حدثنا محمد ....
۷۶	وفات ....
۷۶	اساتذہ ....
۷۶	تلامذہ ....

صفحہ نمبر	عنوانات

باب: السلم في وزن معلوم

باب: السَّلم إلی من لیس عنده أصل

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

کتاب الشفعہ

باب: الشفعة فی مالم یُقسمْ فاذا وقعت الحدود فلا شفعة

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

کتاب الاجارۃ

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

باب من استأجر أجيراً فبيّن له الأجل ولم يبين العمل

باب إذا استأجر أجيراً على أن يقيم حائطاً يريد أن ينقض جاز

باب الإجارة إلى نصف النهار

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

باب ضریبۃ العبد وتعاهد ضرائب الاماء

باب خراج الحجام

عنوانات	صفحہ نمبر

باب عسب الفحل

باب اذا استأجر أرضاً فمات أحدهما

صفحہ نمبر	عنوانات

کتاب الحوالة

باب الحوالة وهل يرجع في الحوالة؟

باب إذا أحال على ملي فليس له رد

عنوانات	صفحہ نمبر

باب إن أحال على دين الميت جاز

كتاب الكفالة

باب الكفالة في القرض والديون بالأبدان وغيرهما

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

باب جوار أبی بکر في عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وعقده

باب الدین

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

باب وكالة الشاهد والغائب جائزة

باب الوكالة في قضاء الديون

باب إذا وهب شيئاً لوكيل او شفيع قوم جاز

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

باب إستعمال البقر للحرث

باب إذا قال: أكفني مؤونة النخل وغيره وتشركني في الثمر

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

باب ما يكره من الشروط في المزارعة

باب إذا زرع بمال قوم بغير إذنه وكان في ذلك صلاح لهم

باب أوقاف أصحاب النبي ﷺ وأرض الخراج ومزارعتهم ومعاملتهم

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

باب

باب إذا قال رب الأرض: أقرك ما أقرك الله ولم يذكر أجلا معلوماً فهما على تراضيهما

عنوانات	صفحہ نمبر

عنوانات	صفحہ نمبر

كتاب المساقاة (الشرب)

باب في الشرب وقول الله تعالى: ﴿وجعلنا من الماء كل شيء حيّ﴾

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

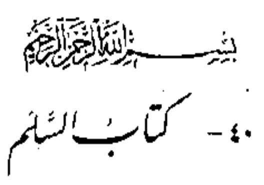
باب شرب الأعلیٰ قبل الأسفل

باب شرب الأعلیٰ إلی الکعبین

باب فضل سقی الماء

عنوانات	صفحہ نمبر

باب لاحمی إلا للہ ولرسولہ ﷺ



٤٠ - کتاب السلم

ماقبل کی کتاب سے مناسبت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "کتاب البیوع" سے فراغت کے بعد جو بیوع کے عام احکام پر مشتمل تھی، اب ایک خاص قسم کی بیع، بیع سلم کے احکام کو ذکر فرما رہے ہیں۔

مشروعیتِ بیع سلم

بیع سلم کی مشروعیت کتاب اللہ، سنتِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، اجماع و عقل سے ثابت ہے۔

کتاب اللہ سے ثبوت

١-﴿یایها الذین آمنوا إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمی فاکتبوه﴾(البقرة: ٢٨٢)

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی اس آیتِ مداینہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ "هذه الآیة نزلت في السلم خاصة" یعنی یہ آیت خاص طور پر بیع سلم کی اجازت کے لئے نازل ہوئی(١)۔

احادیثِ مبارکہ سے ثبوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت جو امام بخاری رحمہ اللہ تعالی و امام مسلم رحمہ اللہ تعالی نے نقل کی ہے:

"عن ابن عباس قال قدم رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم المدینة وهم یُسلفون في الثمار السنة والسنتین والثلاث فقال من أسلف في

(١) الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): ٣/٣٥٩، دار الکتاب العربي بیروت، ومعارف القرآن للشیخ الکاندهلوي رحمه الله تعالی: ١/٥٣٧، مکتبة المعارف، شهداد پور

شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم" متفق عليه(١).

یعنی: ''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، مدینہ والے پھلوں میں ایک اور دو اور تین سال کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی چیز میں بیع سلم کرے، تو کیل، وزن اور مدت مقرر کر کے سلم کرے''

اجماعِ امت

اور امت کا بھی اس کے جواز اور اباحت پر اتفاق ہے، صرف حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے انکار منقول ہے(۳)۔

نیز عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بیع سلم جائز ہونی چاہیے، اس لئے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مبیع فوری طور پر حاضر نہیں کی جاسکتی، لہٰذا اس کے لئے اگر اجل مقرر کر دی جائے تو مضائقہ نہیں، چونکہ جس وقت وہ مبیع دستیاب ہوتی ہے تو کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت مشتری کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ اور کبھی فی الحال بائع کو بیع کی طرف سخت احتیاج ہوتی ہے اور فی الحال مبیع پر قدرت بھی یقینی ہوتی ہے تو وہ اپنی اس حاجت کو بیع سلم کے ذریعے پورا کر سکتا ہے(۴)۔

''سلم'' کی لغوی واصطلاحی تعریف

سَلَم اور سَلَف دونوں ہم وزن اور ہم معنی ہیں، سَلَم، حجاز والوں کی لغت ہے اور سَلَف عراق والوں کی(۵)۔ تقدیم کے اعتبار سے اس بیع کو سلف اور تسلیم کے اعتبار سے سَلَم کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں ''بیع سلم''، ''بیع آجل بعاجل'' کو کہتے ہیں، یعنی اس میں آجل کی بیع عاجل کے ساتھ ہوتی ہے(۶)۔ مبیع آجل

---

(١) صحيح البخاري، كتاب: ٣٥، الباب: رقم الحديث: ٢٢٣٩، وصحيح مسلم، كتاب: ٢٢، باب: ٢٥، رقم: ١٦٠٤

(٢) فتح الباري: ٤/٥٣٩، قديمي

(٤) فتح القدير: ٧/٦٧، عثمانيه كوئٹه

(٥) عمدة القاري: ١٢/٨٧، رشيديه، لسان العرب: ٣/٣٨١

(٦) البناية: ١١/٤، حقانيه ملتان

ہوتی ہے اجل مقرر پر مشتری کے سپرد کی جاتی ہے اور ثمن مشتری وقتِ عقد میں بائع کو ادا کر دیتا ہے۔

بیعِ سَلَم میں مشتری کو "رب السلم" ثمن اور قیمت کو "راس المال" بائع کو "مسلم الیہ" اور مبیع کو "مسلم فیہ" کہتے ہیں۔

١ - باب : السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ .

ماپ مقرر کر کے عقدِ سلم کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ مسلم فیہ اگر مکیلی چیز ہے تو اس کے کیل کا علم بھی ضروری ہے(۱)۔

حدیثِ باب

٢١٢٤ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ ، أَوْ قَالَ : عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ، شَكَّ إِسْمَاعِيلُ ، فَقَالَ : (مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ) .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور لوگ کھجور میں ایک سال یا دو سال یا تین سال کی میعاد پر بیع سلم کیا کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے کھجور میں سلم کرے، وہ ماپ اور تول کو ٹھہرا کر کرے"۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٤٢٨

(٢١٢٤) أخرجه البخاري أيضاً في "باب السلم في وزن معلوم" رقم الحديث: ٢٢٤٠، وفي باب السلم إلى أجل معلوم، رقم الحديث: ٢٢٥٣، ومسلم في المساقاة، باب السلم، رقم الحديث: ٤١١٨-٤١٢١، والترمذي، في البيوع، باب ما جاء في السلف في الطعام والتمر، رقم الحديث: ١٣١١، وأبوداود، في الإجارة، باب في السلف، رقم: ٣٤٦٣، والنسائي في البيوع، باب السلف في الثمار، رقم الحديث: ٤٦٢٠، وابن ماجة في التجارات، باب السلف في كيل معلوم، رقم الحديث: ٢٢٨٠

تراجم رجال

عمرو بن زُرارة

عمرو بن زرارة بن واقد الکلابی ابومحمد النیسابوری رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۳۸ھ میں انتقال ہوا(۱)۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "المحدث الإمام الثبت المقرئ"(۲).

شیوخ وتلامذہ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہُشَیم، یحییٰ بن زکریا، سفیان بن عیینہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے حدیث نقل کرتے ہیں۔اور آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایات نقل کی ہیں (۳)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة"(٤).

علامہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة ثقة"(٥).

علامہ ابوالعباس سراج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كان مجاب الدعوة"(٦).

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۸، احادیث آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کی ہیں(۷)۔

إسماعيل بن عُلَيَّة

یہ اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۸)۔

---

(١) سير أعلام النبلاء: ٢/٢٩٤٩، بيت الأفكار الدولية، تهذيب التهذيب: ٣/٢٧١، موسسة الرسالة، بيروت، تقريب التهذيب: ٣/٧٦، دار المعرفة بيروت.

(٢) المصدر السابق

(٣) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

(٦) المصدر السابق

(٧) تهذيب الكمال: ١٥/٤٦٩

(٨) دیکھئے، كشف الباري: ٢/١٢

ابن أبي نجيح

یہ ابن ابی نجیح عبداللہ بن یسارؒ ہیں، ان کے حالات بھی کشف الباری، کتاب العلم، باب الفہم فی العلم میں گزر چکے ہیں(۱)۔

عبداللّٰہ بن کثیر

یہ عبداللہ بن کثیر الداری المکی، ابومَعبد القاری، مولی عمرو بن علقمۃ الکنانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابنائے فارس میں سے ہے، آپ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا (۳)۔

شیوخ

آپؒ درباس رحمہ اللہ تعالیٰ اور عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں) اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابوالمنہال، عبدالرحمٰن بن مطعم اور مجاہد بن جبر المکی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں (۴)۔

تلامذۃ

اور آپ سے اسماعیل بن امیۃ، اسماعیل بن عبداللہ، ایوب السختیانی، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ابی نجیح اور لیث بن ابی سُلیم وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، روایات نقل کرتے ہیں (۵)۔

محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كان ثقة" (٦)۔

---

(١) دیکھئے، كشف الباري: ٣/٢٦٠

(٢) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٥/٤٦٩، طبقات ابن سعد: ٥/٤٨٤

(٣) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

(٦) المصدر السابق

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "عبداللّٰه بن كثير ثقة" (۱).

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: "لم يكن بمكة أحدٌ أقرأ من عمير بن قيس، وعبداللّٰه بن كثير رحمهما اللّٰه تعالىٰ" مکہ مکرمہ میں حمید بن قیس اور عبداللہ بن کثیر سے بڑا قاری کوئی نہیں تھا (۲)۔

ابو المنهال عبدالرحمن بن مطعم

یہ بنانی مکی ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۰۶ھ میں ہوا (۳)۔

علامہ یحییٰ فرماتے ہیں: "بصريّ، كان ينزل مكة" (٤).

شیوخ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ براء بن عازب رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ایاس بن عبد مزنی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں (۵)۔

تلامذہ

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسماعیل بن امیہ، حبیب بن ابی ثابت، سلیمان الأحول، عامر بن مصعب، عبداللہ بن کثیر القاری اور عمرو بن دینار وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ احادیث نقل کرتے ہیں (٦)۔

ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "مكي ثقة" (٧).

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے (۸)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) دیکھیے، تهذيب الكمال: ١٧/٤٠٦.

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

(٦) تهذيب الكمال: ١٧/٤٠٦

(٧) الجرح والتعديل: ٥، الترجمة: ١٣٥٤

(٨) الثقات: ٥/١٠٨

ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كان ثقة قليل الحديث"(۱)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "أثنىٰ عليه ابن عيينةؒ خيراً"(۲)۔

عبدالله بن عباس رضي الله عنهما

ان کے احوال کشف الباری، کتاب بدء الوحی کے تحت گزر چکے ہیں(۳)۔

قوله "من سلف في تمرٍ"

یہاں ایک بات قابل غور ہے، کہ ہماری روایت میں "من سلف في تمر فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم" ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں "من سلف في ثمر" کا لفظ آیا ہے، یعنی تمر کے بجائے جو کہ مثناۃ ہے، ثمر کا لفظ ہے جو ثاء مثلثہ کے ساتھ ہے(۴)۔

ان حضرات رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اتباع میں کہا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں لکھا ہے، "وفي بعضها ثمر بالمثلثة"(۵)۔

لیکن ہماری گفتگو تو بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہو رہی ہے اور بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں یہ کہنا کہ اس میں "تمر" کے بجائے "ثمر" بھی وارد ہوا ہے، یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بھی طریق میں تمر کی بجائے ثمر کا ذکر نہیں ہے۔

---

(۱) طبقات ابن سعد: ٤٧٧/٥

(۲) التاريخ الكبير: ٥، الترجمة: ١١١٨

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٤٣٥/١، ٢٠٥/٢

(٤) شرح الكرماني رحمه الله تعالىٰ: ٨٥/١٠، عمدة القاري: ٨٨/١٢

(٥) الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي رحمه الله تعالىٰ: ٣١/٢

قوله: "من سلف في تمر فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم" پر اشکال اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین دمامینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"من سلف في تمر فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم".

اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ تمر کے لئے معیار شرعی "کیل" ہے، وزن نہیں ہے۔

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدرالدین دمامینی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ تمر کے بجائے ثمر ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ اگر ثمر ہوگا تو وہ اپنے عموم کی وجہ سے کیلی اور وزنی دونوں کو شامل ہوگا اور اگر تمر کا لفظ ہوگا تو اس میں کیل متعین ہے، پھر وہاں کیل اور وزن دونوں کا ذکر بے محل ہوگا۔ یہ بات علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ دمامینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب بتانے کے لئے ذکر فرمائی ہے(۱)۔

علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

اس کے بعد علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کی کہ تمر کے لفظ کے ہوتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم" کیوں فرمایا، یہ تاویل کی کہ یہاں کچھ مقدر ماننا پڑے گا، یعنی "من سلف في تمر مثلاً" تو مثلاً کا لفظ اب تمر اور غیر تمر سب کو شامل ہو جائے گا اور اس کے بعد وزن کا ذکر بے محل نہیں ہوگا، یا تقدیر عبارت اس طرح نکال لیں "من سلف في تمر أو غيره" تو اس صورت میں بھی وزن کا ذکر درست ہوگا(۱)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ واؤ، أو کے معنی میں ہے، یعنی "فليسلف في كيل معلوم أو وزن معلوم" اور مطلب یہ ہے کہ اگر کیلی چیز ہے تو اس کا کیل معلوم ہونا چاہیے یا اگر وہ وزنی چیز ہے تو وزن معلوم ہونا چاہیے(۲)۔

---

(۱) صحيح البخاري مع حاشية عليه للإمام أبي الحسن السندي رحمه الله تعالى: ۱/۳۷۱

(۲) إرشاد الساري: ۴/۱۱۷

لیکن یہ توجیہ جو علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے، یہ صحیح نہیں بنتی، اس لئے کہ روایت میں تو صرف تمر کا ذکر ہے اور اس کے مناسب کیل ہی ہے، وزن نہیں ہے، لہٰذا بہتر جواب وہی ہے جو علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کی دوسری سند

حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهٰذَا : (فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ) .
[۲۱۲۵ ، ۲۱۲۶ ، ۲۱۳۵]

یعنی امام بخاری فرماتے ہیں کہ "اسی حدیث کو ہم سے محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طریق سے بیان کیا ہے اور اس میں بھی یہی ہے کہ معین ماپ اور تول کے ساتھ" (۱)۔

تراجم رجال

حدثنا محمد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں شُرّاح کا اختلاف ہوا ہے، ابوعلی جیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "کسی نے ان کے بارے میں صراحت نہیں فرمائی کہ یہ کون ہے، میرے نزدیک یہ محمد بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ ہے"۔

علامہ کلاباذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۲)۔

محمد بن سلام بن الفرج رحمہ اللہ تعالیٰ

محمد بن سلام بن الفَرَج السُّلمي، مولاهم، ابو عبدالله البخاري، البيكندي ويقال: الباكندي ايضاً ويقال بالفاء ايضاً (یعنی فیکندی اور فاکندی)

(۱) مر تخريجه سابقاً

(۲) عمدة القاري: ۶۲/۱۲، فتح الباري: ۵۴۱/۴، إرشاد الساري: ۱۱۶/۴

وفات

ان کا انتقال ۲۲۵ھ میں ہوا۔

اساتذہ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ابراہیم بن عبدالرحمن الخوارزمی، ابواسحاق ابراہیم بن محمد الزاری، احمد بن بشیر الکوفی، اسماعیل بن جعفر، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن عیاش، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک اور محمد بن الحسن الشیبانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ

اور آپ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے بیٹے ابراهيم بن محمد سلام البيكندي المؤذب، احمد بن الضو، احمد بن عبدالرحمن، سليمان بن داؤد السمرقندي، طاهر بن محمود بن نضر، طفيل بن زيد (سفيان) اور عبيدالله بن عمرو بن حفص البزدوي وغيرهم رحمهم الله تعالی روایات کرتے ہیں(۱)۔

علامہ یحییٰ بن یحییٰ فرماتے ہیں:

"بخراسان كنزان، كنز عند محمد بن سلام البيكندي، وكنز عند اسحق بن راهويه"(۲).

"خراسان میں (علم کے) دو خزانے ہیں، ایک خزانہ محمد بن سلام بیکندی کے پاس اور ایک خزانہ اسحٰق بن راہویہ کے پاس"۔

عبید بن شریح فرماتے ہیں:

"كان محمد بن سلام من كبار المحدثين......"(۳).

ترجمہ: "محمد بن سلام کبار محدثین میں سے ہیں اور آپ کا (خدمتِ) حدیث

---

(۱) تهذيب الكمال: ۲۵/ ۳٤٠-۳٤۳

(۲) تهذيب الكمال: ۲۵/ ۳٤٠-۳٤۳

(۳) تهذيب الكمال: ۲۵/ ۳٤٠-۳٤۳

میں بڑا نام ہے"۔

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ "ثقات" میں کیا ہے(۱)۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوعصمۃ سہل بن متوکل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ:

"حدثني، فقال من أين أنت؟ فقلت من بخاري، فقال: ألم تسمع من محمد بن سلام مايكفيك"(۲)۔ یعنی" ابوعصمۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے حدیث پڑھائیں، انہوں نے پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ میں نے عرض کیا: بخاری سے، تو انہوں نے فرمایا کہ کیا محمد بن سلام رحمہ اللہ سے احادیث کا سُننا تمہارے لئے کافی نہیں ہے"۔

اسماعیل

یہ اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ ہیں (۳)۔

ابن ابی نجیح

یہ ابن ابی نجیح عبداللہ بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

۲ - باب : السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ .

تول ٹھہرا کر سلم کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد اور مناسبت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے باب قائم کیا تھا، "باب السلم في كيل معلوم" اگر مسلم فیہ مکیلات میں سے ہے تو کیل معلوم ہونا ضروری ہے اور اب امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتارہے ہیں کہ اگر مسلم فیہ موزونات میں سے ہو تو وزن معلوم ہونا ضروری ہے۔ گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تنبیہ فرمارہے ہیں کہ

(۱) كتاب الثقات: ۷۵/۹

(۲) تهذيب: ۲۱۳/۹

(۳) كشف الباري: ۱۲/۲۰

(۴) كشف الباري: ۳۰۲/۳

موزونات میں کیل کے ذریعے عقدِ سلم درست نہیں (۱)۔

۲۱۲۶/۲۱۲۵ : حدثنا صدقة : أخبرنا ابن عيينة : أخبرنا ابن أبي نجيح ، عن عبد الله بن كثير ، عن أبي المنهال ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قدم النبي ﷺ المدينة وهم يسلفون بالثمر السنتين والثلاث . فقال : (من أسلف في شيء ففي كيل معلوم ، ووزن معلوم ، إلى أجل معلوم) . (۲)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور لوگ کھجوریں دو برس، تین برس کی میعاد پر سلم کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی چیز میں کوئی سلم کرے تو معین ماپ اور معین تول اور معین میعاد پر کرے''۔

تراجم رجال

حدثنا صدقة

صدقۃ بن الفضل، ان کی کنیت ''ابوالفضل'' ہے، ''المروزی'' نسبت ہے، آپ کا انتقال امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ۲۲۰ھ کے کچھ بعد ہوا ہے (۳)۔ اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ۲۲۳ھ میں ہوا ہے (۴)۔

اساتذہ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اسماعیل بن علیہ، حجاج بن محمد، حفص بن غیاث، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، عبدالرحمٰن بن مہدی، وکیع بن الجراح اور یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل

---

(۱) عمدة القاري: ۱۲/ ٦٣

(۲) مر تخريجه في الحديث السابق

(۳) تهذيب الكمال: ۱۳/ ١٦٤

(٤) المعجم المشتمل، الترجمة: ٤٣٥

کرتے ہیں۔

تلامذہ

اور آپ رحمہ اللہ تعالی سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی، عبداللہ بن عبدالرحمن الداری، ابوقدامۃ عبیداللہ بن سعید السرخسی، عبیداللہ بن واصل البیکندی البخاری اور محمد بن نصر المروزی وغیرہم رحمہم اللہ تعالی روایات نقل کرتے ہیں۔

وہب بن جریر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ "جزى الله إسحاق بن راهويه وصدقة ويعمر عن الإسلام خيراً، أحيوا السنة بأرض المشرق". اللہ تعالی اسحاق بن راہویہ اور صدقہ بن فضل اور یعمر بن بشر کو اسلام کی جانب سے بہترین جزاء عطا فرمائے کہ انہوں نے سنت کو بلادِ مشرق میں زندہ کردیا(۱)۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالی نے ان کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے اور فرماتے ہیں "كان صاحب حديث وسنة"(۲)۔

یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "كان كخير الرجال"(۳)۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ثقة" نیز احمد بن سیار نے بھی آپ کی ثناء کی ہے(۴)۔

سفیان بن عیینہ

ابن ابی نجیح

ان دونوں حضرات رحمہما اللہ تعالی کا تذکرہ حدیثِ سابق میں ہو چکا ہے۔

تشریح حدیث

اگر مسلم فیہ مکیلات میں سے ہو تو کیل، اور موزونات میں سے ہو تو وزن معلوم ہونا چاہیے، یہ مسئلہ

(۱) تهذيب الكمال: ۱۳/۱٤٥

(۲) الثقات لابن حبان: ۸/۳۲۱

(۳) المعرفة: ۲/٤۲۰

(٤) تهذيب التهذيب: ۳/٤۱۷، كشف الباري: ۱/۲۳۸، كشف الباري: ۳/۳۰۲

اجماعی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی چیز مکیلی ہے اور اس میں بیع سلم وزن کے حساب سے کی جائے یا کوئی چیز وزنی ہے اور اس میں بیع سلم کیل کے حساب سے کی جائے اس میں حضراتِ فقہاء کا اختلاف ہے۔

بیان اختلافِ فقہاء

ہمارے فقہاء کا فتویٰ جواز کا ہے(۱)۔امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے اور صاحبِ کافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے دو قول منقول ہیں، ایک قول ہمارے موافق ہے اور دوسرا قول عدمِ جواز کا ہے(۲)۔امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر عرف تبدیل ہوگیا ہے یعنی کوئی چیز مکیلی تھی اب اس کا عرف وزنی کا ہوگیا یا کوئی چیز وزنی تھی اب اس کا عرف کیل کا ہوگیا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں(۳)۔ شوافع کے بھی دو قول ہیں، ان میں سے اصح قول جواز کا ہے(۴)۔

حدیثِ باب کا مقصد

اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "إلی أجل معلوم" کی زیادتی کو ذکر کیا ہے کہ اجل کا معین کرنا بھی عقدِ سلم کے لئے شرط ہے، نیز یہ روایت احناف کی دلیل بھی ہے کہ عقد سلم بیع مؤجل میں درست ہے، نہ کہ مبیع معجّل میں، جیسا کہ شوافع کا مسلک ہے(۵)۔وسیأتی تفصیله.

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "ووزنٍ معلوم" سے

(۱) بدائع الصنائع: ۵/۲۰۸، رد المحتار: ۷/۴۵۵، الأبواب والتراجم، ص: ۱۶۵.

(۲) المغني: ۱/۹۳۶

(۳) المغني: ۱/۹۳۶

(٤) ارشاد الساري: ٤/۱۱۷، المغني: ۱/۹۳۶

(۵) عمدة القاري: ۱۲/٦٢

واضح ہے(١)۔

حدیثِ مذکور کا دوسرا طریق

حدثنا عليٌّ: حدثنا سفيان قال: حدثني ابن أبي نجيح، وقال: (فليسلف في كيل معلوم، إلى أجل معلوم).

یہی حدیث مذکور علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے بھی منقول ہے اور اس میں یوں ہے کہ "معین ماپ اور معین میعاد سے بیع سلم کرے"۔

تراجم رجال

علی

یہ علی بن عبداللہ المدینیؒ ہیں(٢)۔

سفیان

یہ سفیان بن عیینہؒ ہیں(٣)۔

حدیث کے دوسرے طریق کا مقصد

اس میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بیع سلم کے لئے اجل کے مشروط ہونے پر تنبیہ فرما رہے ہیں۔

حدیثِ مذکور کا تیسرا طریق

(٢١٢٦): حدثنا قتيبة: حدثنا سفيان، عن ابن أبي نجيح، عن عبد الله بن كثير، عن أبي المنهال قال: سمعت ابن عباس رضي الله عنهما يقول: قدم النبي ﷺ، وقال:

(١) عمدة القاري: ٦٣/١٢

(٢) مر تخريجه في الحديث السابق

(٣) كشف الباري: ٢٩٧/٣

(٤) كشف الباري: ٢٣٨/١، كشف الباري: ٢٠١/٣

(٢١٢٦) مر تخريجه ايضاً في الحديث السابق

(في كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ). [ر: ۲۱۲٤](۱)

ترجمۂ حدیث گزر چکا ہے۔

تراجم رجال

قتیبه

یہ قتیبہ بن سعید ثقفیؒ ہیں(۲)۔ نیز بقیہ رجالِ حدیث کی تخریج بھی اسی باب میں گزر چکی ہے۔

اور اس طریق میں بھی عقدِ سلم کے لئے اجل کے مشروط ہونے پر تنبیہ ہے۔

۲۱۲۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ . وَحَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ . وَحَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ ، أَوْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ ، قَالَ : اخْتَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ ، فَقَالَ : إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ : فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ . وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ . [۲۱۲۸ ، ۲۱۲۹ ، ۲۱۳٦](۸)

حضرت عبداللہ بن ابی المجالد یا محمد بن ابی المجالد فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: عبداللہ بن شداد بن الہاد اور ابو بردہ عامر بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما نے سلم میں اختلاف کیا تو مجھے عبداللہ بن ابی اوفی صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کو بھیجا، میں نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں گیہوں اور جوار، منقے اور کھجوروں میں عقدِ سلم کیا کرتے

---

(۱) مرّ تخريجه في الباب السابق

(۲) كشف الباري: ۲/۱۸۹

(۸) وأخرجه البخاري ايضاً في باب السلم إلى من ليس عنده أصل، رقم الحديث: ۲۲٤٤، ۲۲٤٥، وباب السلم إلى أجل معلوم، رقم الحديث: ۲۲٥٤، ۲۲٥٥، وأبوداود في الإجارة، باب في السلف: ۳٤٦٤، ۳٤٦٥، والنسائي في البيوع، باب السلم في الزبيب: ٤٦١٩، وانظر كذلك في جامع الأصول، الباب السابع في السلم، رقم: ٤٢٤، وتحفة الأشراف، رقم: ٥١٧١

تھے اور میں نے عبدالرحمٰن بن ابزی صحابی رضی اللہ عنہ (۱) سے پوچھا، انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

تراجم رجال

ابو الولید

ابوالولید، ہشام بن عبدالملک الطیالسیؒ ہیں (۲)۔

شعبة

یہ شعبہ بن حجاجؒ ہیں (۳)۔

ابن أبی المجالد

عبداللّٰہ بن ابی المجالد ویقال : محمد بن ابی المجالد الکوفي، آپ مولیٰ عبداللّٰہ بن أبی أوفی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اساتذہ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبدالرحمٰن بن ابزی، مقسم اور وراد مولیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وعنہم سے روایات نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ

اور آپ سے اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدّی، اشعث بن سوار، اشعث بن ابی الشعثاء، حسن بن عمارۃ البجلی، شعبۃ بن الحجاج اور ابواسحاق الشیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں (۴)۔

---

(۱) آپ کا تذکرہ کتاب التیمم، باب التیمم ھل ینفخ فیھما میں گزر چکا ہے۔

(۲) کشف الباري: ۲/ ۳۸

(۳) کشف الباري: ۱/ ٦٧٨

(٤) تھذیب الکمال: ۲۸۸٦

یحییٰ بن معین اور ابو زرعۃ فرماتے ہیں: "ثقة" (۱).

ابو عبید آجری فرماتے ہیں: میں نے ابو داود رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ: امام شعبہ محمد بن ابی المُجالد سے حدیث بیان کرتے ہیں تو شعبہ اس میں خطا کرتے ہیں، صحیح عبداللہ بن ابی المجالد ہیں (۲)۔

بخاری شریف میں ان کی ایک ہی حدیث ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد تھے (۳)۔

تشریحِ حدیث

حضرت عبداللہ بن شداد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف اس بات میں ہوا تھا کہ آیا سلم کا معاملہ کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے یا نہیں، جس کے پاس مسلم فیہ فی الحال موجود نہیں ہے، تو اب وہ مسلم الیہ بن سکتا ہے یا نہیں، تو انہوں نے تحقیق کے لئے ابن ابی المجالد کو، عبداللہ بن ابی اوفی کے پاس بھیجا، انہوں نے جواب دیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں بیع سلم اشیاء مذکورہ میں کیا کرتے تھے اور پھر اگلے باب کی پہلی روایت میں اضافہ ہے کہ ہم یہ نہیں پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس وہ چیز موجود ہے یا نہیں؟ "ما کنا نسئلهم عن ذلك" لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اس بات کی تحقیق کرنا کہ مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ اس وقت موجود ہے یا نہیں، یہ ضروری نہیں اور جب یہ ضروری نہیں تو عقدِ سلم بھی اس پر موقوف نہیں۔

ایک اشکال اور جواب

بحثِ مذکورہ سے ایک اشکال بھی رفع ہو گیا، اشکال یہ تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے، "السلم في وزن معلوم" کا، اور اس روایت میں جو چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی وزنی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگلے باب میں روایت آرہی ہے، وہاں زبیب کی جگہ زیت کا

(۱) الجرح والتعديل: ٥/، الترجمة: ٨٠٨٤٤/الترجمة: ٤٥٨٨١

(۲) سؤالات أبي عبيد: ٣/٢٦٨

(۳) فتح الباري: ٤/٥٤٠

ذکر ہے اور وہ وزنی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اس کی طرف اس روایت کے ذریعے اشارہ کردیا ہے کہ اسی روایت کے بعض طرق میں زیت کا لفظ ہے جو کہ وزنی ہے(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اسی بحث سے حدیثِ باب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی واضح ہوگئی۔

۳ - باب : السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ .

ایسے شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال ہی نہیں ہے

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں دو مسئلے ہیں، ایک تو یہ کہ مسلم الیہ کے پاس عقد سَلَم کے وقت مسلم فیہ کا ہونا ضروری ہے یا نہیں، تو کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ عقد کے وقت مسلم فیہ کا مسلم الیہ کے پاس ہونا ضروری ہے، لہٰذا یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عقدِ سلم کے وقت سے حلول اجل تک مسلم فیہ کا بازار میں پایا جانا ضروری ہے یا حلولِ اجل کے وقت اس کا پایا جانا ضروری ہے۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ عقد کے وقت مسلم فیہ کا بازار میں دستیاب ہونا ضروری نہیں، حلولِ اجل کے وقت ضروری ہے۔ لیکن امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ عقد سلم کے وقت مسلم فیہ کا بازار میں دستیاب ہونا ضروری ہے اور اگر حلول اجل سے پہلے اس کا انقطاع ہوگیا تو یہ عقدِ سلم کے لئے مضر ہے، گویا کہ مسلم فیہ کو وقتِ عقد سے لے کر حضورِ اجل تک مسلسل دستیاب ہونا ضروری ہے(۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کے اس ترجمۃ الباب سے بظاہر تو ان لوگوں کی تائید ہو رہی ہے، جو کہتے ہیں کہ مسلم الیہ کے پاس عقد کے وقت مسلم فیہ کا ہونا ضروری نہیں، لیکن جیسا کہ مذکور ہوا کہ اس میں تو کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے، گویا جو دلیل امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے ترجمۃ الباب کے اندر پیش کی ہے، اس کے ظاہر سے جن حضرات کی تائید نظر آ رہی ہے، وہ حضرات کہیں ہیں ہی نہیں، اس لئے کہ تائید تو مقابلے میں ہوتی ہے اور یہاں تو کسی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وقتِ عقد میں مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ کا پایا جانا

(۱) فتح الباري: ٤/٤٣٠

(۲) فتح القدير: ٧/٧٨، المغني لابن قدامة: ١/٩٣٩

ضروری نہیں ہے، اختلافی مسئلہ تو دوسرا ہے کہ وقتِ عقد سے حلولِ اجل تک بازار میں مسلم فیہ کا پایا جانا ضروری ہے یا نہیں؟

لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ مسلم فیہ کا وقتِ عقد میں بازار میں موجود ہونا ضروری نہیں جیسے کہ جمہور کا مسلک ہے اور جو بات ظاہرِ ترجمہ سے سمجھ میں آرہی ہے، اس کو مراد نہ لیا جائے (۱)۔

۲۱۲۸/۲۱۲۹ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ : بَعَثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا . فَقَالَا : سَلْهُ . هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ ، فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ . قُلْتُ : إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ ؟ قَالَ : مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ . ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى . فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ : أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا .

محمد بن ابی المجالد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، یہ پوچھنے کے لئے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے زمانے میں گیہوں میں عقدِ سلم کیا کرتے تھے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں! ہم شام کے کاشت کاروں سے گیہوں، جو اور زیتون میں عقدِ سلم کیا کرتے تھے، ایک معین ماپ اور معین میعاد ٹھہرا کر، میں نے کہا ان لوگوں سے آپ عقدِ سلم کرتے تھے، جن کے پاس یہ اموال ہوتے تھے، انہوں نے کہا ہم یہ کچھ نہیں پوچھتے تھے، پھر ان دونوں نے مجھے عبدالرحمن بن ابزیٰ صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں نے ان سے بھی پوچھا، انہوں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں عقدِ سلم کیا کرتے تھے اور ہم ان سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے پاس کھیتی ہے یا نہیں۔

(۱) عمدة القاري: ۱۲/ ۶۵

(۲۱۲۸/۲۱۲۹) انظر الحديث السابق للتخريج

تراجم رجال

موسیٰ بن اسماعیل

یہ شیخ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

عبدالواحد

یہ عبدالواحد بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

الشیبانی

یہ ابواسحاق الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

محمد بن ابی المجالد

محمد بن ابی المجالد رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ باب سابق میں گزرا۔

عبداللہ بن شداد

یہ عبداللہ بن شداد بن الہادؒ ہیں (۴)۔

ابو بردۃ

یہ ابو بردہ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۵)۔

عبداللہ بن أبي اوفی

یہ عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ ہیں (٦)۔

---

(١) كشف الباري: ١/٤٣٣، ٣/٤٧٧

(٢) كشف الباري: ٢/٣٠١

(٣) صحيح بخاري، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض

(٤) حواله بالا

(٥) كشف الباري: ١/٦٩٠

(٦) صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء الامن المخرجين

عبدالرحمن بن أبزی

اورآپ عبدالرحمٰن بن ابزی الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۱)۔

حدیث مذکورکادوسراطریق

(۲۱۲۹) : حدثنا إسحٰق : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ عَبْدِاللهِ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ : بِهٰذَا ، وَقَالَ : فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ . وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ ، عَنْ سُفْيَانَ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ : وَالزَّيْتِ . حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ : فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ . [ر : ۲۱۲۷]

تراجم رجال

اسحق

یہ اسحٰق بن شاہین الواسطی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

خالد بن عبداللّٰہ

یہ خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الطحان الواسطی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

الشيباني

یہ ابواسحٰق سلیمان الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

یہ حدیث مذکورہ کادوسراطریق ہے۔اوراس میں "زیت" یعنی زیتون کاذکرنہیں ہے۔

(۱) كتاب التيمم، باب التيمم هل ينفخ فيها

(۲۱۲۹) مر تخريجه انفاً

(۲) كشف الباري، كتاب الحيض، باب الاعتكاف للمستحاضة

(۳) كشف الباري، كتاب الوضوء، باب من مضمض واستنشق من غرفة.

(٤) كشف الباري، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض

حدیثِ مذکورہ کا تیسرا طریق

"وقال عبداللّٰه بن الوليد عن سفيان قال حدثنا الشيباني وقال الزيت".

تراجم رجال

عبداللّٰه بن الوليد

یہ عبداللہ بن الولید ابو محمد العدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

سفیان

یہ سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

یہ حدیثِ مذکور کا تیسرا طریق ہے جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعلیقاً شیخ عبداللہ بن الولید رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں "زبیب" منقی کے بجائے "زیت" زیتون کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس تعلیق کو امام سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جامع میں علی بن حسن الہلالی عن عبداللہ بن الولید کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے (۳)۔

تشریحِ حدیث

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں بنیادی طور پر دو روایتیں ذکر کی ہیں، ایک عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی اور دوسری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی، ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم الیہ کے پاس وقتِ عقد مسلم فیہ کا ہونا ضروری نہیں، اس مسئلے میں تو جیسا کہ گزرا کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ وقتِ عقد میں مسلم فیہ کا بازار میں دستیاب ہونا ضروری ہے یا نہیں، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت اس سے ساکت ہے اور عبداللہ بن عباس رضی

---

(۱) كشف الباري، كتاب الحج، باب في رمي الجمار من بطن الوادي

(۲) دیکھیے، كشف الباري: ۲/۲۷۸

(۳) فتح الباري: ٤/٤٣١، تغليق التعليق: ٣/٢٧٥

اللہ عنہما کی آنے والی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابوالبختری الطائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نخلِ معین کی سَلَم کے بارے میں سوال کیا کہ اگر نخل معین میں سلم کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع النخل قبل بدو الصلاح سے منع کیا ہے۔

روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اور شارح بخاری ابن بطالؒ کا اشکال

بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی، اسی لیے بعض شراح بخاری نے کہہ دیا کہ یہ روایت ترجمۃ الباب پر منطبق نہیں ہے، چونکہ باب کا مقصد تو یہ بتانا تھا کہ عقد کے وقت مسلم فیہ کا بازار میں دستیاب ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بیع النخل قبل بدو الصلاح سے باب کا تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کا تعلق اگلے باب سے تھا، کسی کاتب نے غلطی سے اس باب میں ذکر کر دیا(۱)۔

ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ترجمہ ثابت کیا ہے وہ اس طرح کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سائل نے پوچھا کہ نخل معین کے اندر بیع سلم کی جاسکتی ہے یا نہیں، تو انہوں نے جواب میں نہی عن بیع النخل قبل بدو الصلاح کو ذکر کیا تو گویا یہ بتایا کہ نخل معین میں بیع سلم کرنا اگر بیع نخل قبل بدو الصلاح کے باب میں داخل ہے تو ناجائز ہے چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے، اس کا یہ مفہوم نکلے گا کہ اگر نخل غیر معین ہو اور اس میں بیع سلم کی جائے تو بیع نخل قبل بدو الصلاح کے باب میں داخل نہیں ہے، لہٰذا نخل غیر معین کے اندر سلم کرنے کی اجازت ہوگی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمہور علماء کی تائید فرمائی ہے اور یہ بتا دیا کہ وقتِ عقد مسلم فیہ کا بازار میں ہونا ضروری نہیں ہے، نخل غیر معین ہو اور اس کے اوپر پھل لگا ہوا ہو، ابھی بازار میں کٹ کر

(۱) شرح صحیح البخاري لابن بطال: ٦/٣٦٧

نہ آیا ہو، آپ اس میں بیع سلم کریں تو جائز ہے(۱)۔

ایک عجیب بات

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت سے ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مسلک ثابت کر رہے ہیں کہ مسلم فیہ کا وقتِ عقد سے حلولِ اجل تک موجود رہنا ضروری نہیں، حلولِ اجل کے وقت اگر مسلم فیہ پائی جا رہی ہے تو یہ کافی ہے، مگر اسی روایت سے احناف میں سے صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اپنے مسلک کا اثبات کیا ہے(۲)۔ یعنی جس چیز کے لئے ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت سے استدلال کیا، فقہائے احناف نے اس کے عکس کے لئے اسی روایت سے استدلال کیا ہے، ان کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب یہ پوچھا گیا کہ نخل معین کے اندر بیع سلم کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدوّ الصلاح سے پہلے بیع النخل سے منع فرمایا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ بیع قبل بدوّ الصلاح ممنوع ہے اور سوال بیع سلم کے اندر تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں اس روایت کو ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کے عموم میں بیع سلم کو بھی داخل کر رہے ہیں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چونکہ نخل کی بیع سلم کو اس میں داخل کیا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح بیع قبل بدوّ الصلاح ممنوع ہے، اس طرح نخلِ معین کی بیع سلم بھی ممنوع ہے، وجہ اس کی یہ ہے جیسے قبل بدو الصلاح پھل بازار میں دستیاب نہیں ہوتا اسی طرح اس صورت میں بھی پھل بازار میں دستیاب نہیں ہوتا تو ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلم فیہ بازار میں دستیاب نہیں۔

بہرحال اب اس روایت میں دونوں احتمال پیدا ہو گئے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمہ مجمل رکھا اور روایتیں دو پیش کر دیں، ایک ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی جس سے مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری نہیں معلوم ہوتا، دوسری ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس سے مسلم فیہ کا موجود ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے

---

(۱) فتح الباري: ٤/٥٤٥

(۲) فتح القدير: ۸۷/۷، ۸۹

اور امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ مجتہد کے حوالے کر دیا کہ یہ دو دلیلیں ہیں، آپ جس کو اولیٰ سمجھتے ہیں اس کو ترجیح دے دیجئے۔

احناف کی تائید

یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ احناف کی تائید کر رہے ہوں، اس لئے کہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت سے تو یہ معلوم ہوا کہ مسلم الیہ کے پاس مسلم فیہ کا ہونا ضروری نہیں، لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مسلم فیہ کا ہونا ضروری نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم فیہ کا سلم کے وقت بازار میں پایا جانا ضروری ہے کیونکہ اگر مسلم فیہ موجود نہ ہوئی تو یہ بیع قبل بدو الصلاح میں داخل ہو جائے گی، اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم فیہ کا دستیاب ہونا ضروری ثابت کیا، اور احناف کی تائید کی(۱)۔

ایک اور احتمال

لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری جمہور علماء کی تائید کر رہے ہوں اور انہوں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ثابت کیا ہو کہ مسلم فیہ کا وقتِ عقد پایا جانا ضروری نہیں، اس لئے کہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن شداد نے پوچھا: "هل كان أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يسلفون في الحنطة" کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حنطہ میں بیع سلم کیا کرتے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کرتے تھے اور ان کے ہاں یہ سوال نہیں ہوا کرتا تھا کہ مسلم فیہ موجود ہے یا نہیں، اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے کہ وہ یہ سوال نہیں کیا کرتے تھے کہ مسلم فیہ موجود ہے یا نہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ عقدِ سلم کے وقت مسلم فیہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہے اور اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو بظاہر اس کے خلاف پر دلالت کرتی تھی اور اس سے احناف کی تائید ہو رہی تھی، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت میں تاویل کی طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ روایت جمہور کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا

---

(۱) الأبواب والتراجم، ص: ١٦٥، مع زيادة

گیا تھا کہ آیا نخل معین میں بیع سلم کی جا سکتی ہے یا نہیں، اس کے جواب میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ ارشاد فرمائی کہ آپ نے قبل بدوالصلاح بیع کرنے سے منع کیا ہے۔ اور یہ منع اس لئے کیا گیا ہے کہ اس میں غرر ہے، اس بات کا اندیشہ ہے کہ پھل ضائع ہو جائے اور مشتری کا مال بھی ضائع ہو جائے اور نخل معین میں جب بیع سلم کی جائے گی تو اس میں بھی چونکہ یہ غرر ہے، اس بناء پر اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے ذریعے سے منع کیا، لیکن جہاں تک غیر معین نخل کا سوال ہے اس کے اندر اگر بیع سلم کی جائے گی، وہاں چونکہ غرر نہیں ہے، لہذا وہ جائز ہے تو گویا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کی تاویل امام بخاری نے بیان کر دی کہ وہ نخل معین کے بارے میں ہے، چونکہ وہاں اندیشۂ غرر ہے، اگر غیر معین نخل میں سلم کریں گے تو وہ جائز ہے اور مسلم فیہ تو اس صورت میں بھی بازار میں دستیاب نہیں ہوگا اور بیع سلم جائز ہوگی تو معلوم ہوا کہ عقد سلم کے لئے مسلم فیہ کا بازار میں پایا جانا ضروری نہیں۔

قوله "كُنّا نسلف نبيط أهل الشام......"

نبیط: نون کے فتحہ کے ساتھ اور باء کے کسرے کے ساتھ، اس کی جمع انباط ہے۔ یہ نبیط عرب کی ایک قوم تھی، جس کا نسب مخلوط ہو گیا تھا عرب وعجم سے، اور زبان بھی خالص عربی نہ رہی تھی یہ لوگ عام طور پر کھیتی وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے اور غلہ فروخت کیا کرتے تھے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کو نبیط اور انباط اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ انباط ماء میں معرفت ومہارت رکھتے تھے، یعنی زمین میں کس جگہ پانی زیادہ ہے اور آسانی سے نکل سکتا ہے اور کس جگہ پانی نکالنے میں مشکلات پیش آئیں گی (۱)۔

حدیث مذکور کا ایک اور طریق

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ: فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ.

یہ حدیث مذکور کا ایک اور طریق ہے، جس میں "زبیب" ہی کو ذکر کیا گیا ہے، بجائے "زیت" کے۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱۲/۶۶، والنهاية في غريب الحديث والأثر: ۲/۷۰٤

تراجم رجال

قتيبة

یہ قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

جرير

یہ جریر بن عبدالحمید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

۲۱۳۰ : حدَّثنا آدَمُ : حدَّثنا شُعْبَةُ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو قالَ : سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قالَ : سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ ؟ قالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ ، وَحَتَّى يُوزَنَ . فَقالَ الرَّجُلُ : وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ . قالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ : حَتَّى يُحْرَزَ .

ترجمہ حدیث: ”ابوالبختری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کھجور جو درخت پر لگی ہو، اس میں سلم کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت پر لگی کھجور بیچنے سے منع فرمایا ہے، جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے اور وزن کے لائق نہ ہو جائے، ایک شخص نے کہا: وزن سے کیا مراد ہے؟ جو شخص ان کے پاس بیٹھا تھا اس نے کہا: یعنی اندازہ کرنے کے لائق ہو جائے“۔

تراجم رجال

آدم

یہ آدم بن ابی ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

---

(۱) كشف الباري: ۱۸۶/۲

(۲) كشف الباري: ۲٦۸/۳

(۲۱۳۰) وأيضاً أخرجه البخاري رحمه الله تعالى في كتاب السلم، باب السلم في النخل، رقم الحديث: ۲۲٤۸، ۲۲٥۰، ومسلم في البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها بغير شرط القطع، رقم الحديث: ۳۸۷۳

(۳) كشف الباري: ٦۷۸/۱

شعبة

یہ شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عمرو

یہ عمرو بن مرة بن عبداللہ المرادی الجملی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الاذان، باب تسوية الصفوف عند الاقامة وبعدها میں گزر چکا۔

أبو البختري سعيد بن فيروز كوفي الطائي

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا(۲)۔

اساتذہ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ حارث اعور، حبیب بن ابی ملیکہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب، حضرت ابوبرزة اسلمی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کرتے ہیں، نیز مندرجہ ذیل حضرات سے مرسلاً روایات نقل کرتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ(۳)۔

تلامذہ

حبیب بن ابی ثابت، ابوالجحاف داود بن ابی عوف، زید بن جبیر، سلمہ بن کہیل، عبدالاعلیٰ بن عامر، عطاء بن سائب اور عمرو بن مُرّة وغیرہم رحمہم رحمہ اللہ تعالیٰ(۴)۔

---

(۱) كشف الباري: ۱/۶۷۸

(۲) دیکھئے تهذيب الكمال: ۱۱/۳٤، تاريخ البخاري الكبير: ۳/ترجمة ۱٦٨٤.

(۳) تهذيب الكمال: ۱۱/۳۲

(٤) حوالة سابقه

یحییٰ بن معین، ابوزرعۃ اور ابوحاتم فرماتے ہیں: "ثقۃ" (۱)۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں: میں اور ابوالبختری الطائی اور سعید بن جبیر ایک جگہ جمع ہوئے تو شیخ طائی رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے زیادہ علم والے اور فقیہ تھے (۲)۔

حضرت ہلال بن خباب فرماتے ہیں: "کان من أفاضل الکوفۃ"۔

تشریح حدیث

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سائل کے جواب میں یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل الاکل اور قبل الوزن یعنی کھانے اور وزن کرنے کے لائق نہ ہونے کی صورت میں درخت پر لگی ہوئی کھجور میں بیع سلم سے منع فرمایا ہے تو فوراً اشکال ہوا کہ نخل جب تک کہ وہ درخت پر لگی ہوئی ہے، اس وقت تک اس کے وزن کا کوئی امکان ہی نہیں ہے، یہاں قبل الوزن کی قید کیوں لگائی گئی؟ تو ایک صاحب جو ان کے بازو میں بیٹھے تھے، انہوں نے کہا: اس کا یہ مطلب نہیں جو آپ نے سمجھا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کہ اس کا اندازہ کیا جاسکے، یعنی وزن سے حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اندازہ لگانا مراد ہے۔ نیز اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اور دیگر ابحاث حدیثِ سابق کے ضمن میں گزر چکی۔

قوله (فقال الرجل) وقوله (قال رجل إلى جانبه)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ تو اس سائل کا نام معلوم ہوسکا اور نہ تفسیر کرنے والے کا (۳)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: سائل سے مراد خود ابوالبختری رحمہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں (۴)۔

---

(۱) حوالہ سابقہ، نیز الجرح والتعدیل: ٤/١، الترجمة: ٢٤١

(۲) حوالۂ مذکورہ

(۳) فتح الباري: ٤/٥٤٥

(٤) شرح الكرماني: ١٠/٨٨

وَقَالَ مُعَاذٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو : قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ ، مِثْلَهُ . [٢١٣١ ، ٢١٣٢ وانظر : ١٤١٥]

تراجم رجال

مُعاذ

یہ معاذ بن معاذ التیمی قاضی بصرہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ "کتاب الاذان، باب إذا اقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة" میں گزر چکا۔

شعبة

یہ شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

تعلیق کی تفصیل

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس تعلیق کو علامہ اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ، عن عبید اللہ بن معاذ عن أبیہ کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے (۲)۔ حدیثِ سابق میں تھا، قال شعبه أخبرنا عمرو قال سمعت أبا البختري قال سألت ابن عباس رضي الله عنهما" اور یہاں ہے کہ "شعبة عن عمرو قال أبوالبختري سمعت ابن عباس رضي الله عنه الخ". یعنی شعبہ رحمہ اللہ اس روایت کو عمرو بن مُرۃ رحمہ اللہ سے بصیغۂ إخبار اور عنعنہ دونوں طریقوں سے نقل کرتے ہیں۔

٤ – باب : السَّلَمِ فِي النَّخْلِ .

درخت پر جو کھجور لگی ہو اس میں عقدِ سلم کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثمارِ نخل کے اندر بیع سلم جائز ہے (۳)۔

---

(۱) كشف الباري: ١/٦٧٨

(٢) عمدة القاري: ١٢/٦٧، تغليق التعليق: ٣/٢٧٥

(٣) عمدة القاري: ١٢/٦٧، تغليق التعليق: ٣/٢٧٥

اس کے بعد وہی سوال پیدا ہوگا کہ قبل بدو الصلاح یہ سلم ہوگی یا بعد بدو الصلاح، یہ مسئلہ بالتفصیل گزر چکا۔

۲۱۳۲/۲۱۳۱ - حدثنا أبو الوليد: حدثنا شعبة، عن عمرو، عن أبي البختري قال: سألت ابن عمر رضي الله عنهما، عن السلم في النخل، فقال: نهي عن بيع النخل حتى يصلح، وعن بيع الورق نساء بناجز.

وسألت ابن عباس عن السلم في النخل، فقال: نهى النبي ﷺ عن بيع النخل حتى يؤكل منه، أو يأكل منه، وحتى يوزن. (۳)

ترجمۂ حدیث: ''ابوالبختری'' فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ کھجور جو درخت پر لگی ہو، اس میں سلم کرنے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: ''کھجور جب تک پکنے کو نہ آئے، اس وقت تک اس کا بیچنا منع ہے، اس طرح چاندی کو سونے کے بدلے میں جب ایک طرف نقد اور ایک طرف ادھار ہو بیچنا جائز نہیں۔ اور میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درخت پر لگی کھجور میں سلم کرنے کو پوچھا، انہوں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت پر لگی کھجور بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ کھانے اور وزن کرنے کے لائق نہ ہو جائے''۔

تراجم رجال

أبو الوليد

یہ أبو الولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

شعبة

یہ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) كشف الباري: ۳۸/۲

(۲) كشف الباري: ۶۷۸/۱

(۲۱۳۲/۲۱۳۰) أما رواية بن عمر رضي الله عنهما فقد مرّ تخريجه في كتاب الزكاة، باب من باع ثماره أو نخله أو –

عمرو

یہ عمرو بن مرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف الخ میں گزر چکا ہے۔

ابو البختری

ابوالبختری سعید بن فیروز طائیؒ کے احوال ماقبل کے باب میں مفصلاً بیان ہو چکے۔

لغات

النساء: بفتح النون وبالمد والقصر، یعنی تاخیر سے، اور ھا ریقال نسأت الشیء نسأ أنسأته إنساء، إذا أخرته(۱)، ناجز: حاضر،نَجَزَ یَنْجُزُ(ن) سے حاضر ہونے، حاصل ہونے کے معنی میں ہے(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔

تشریح حدیث

اس حدیث کے بعض مسائل پر بحث سابقہ باب میں گزر چکی، یہاں شراح بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو کہ شوافع میں سے ہیں، ایک مسئلہ کا اثبات کیا ہے کہ وہ اس روایت کو سَلَمِ حال پر محمول کرتے ہیں(۳)۔

ایک سلم مؤجل ہے جس کے جمہور قائل ہیں اور ایک سَلَمِ حال یعنی فوراً مسلم فیہ کو رب السلم کے

= أرضه أو زرعه، وقد وجب فيه العشر أو الصدقة الخ، رقم الحديث: ١٤٨٦، وأما مسند ابن عباس رضي الله عنه فقد مر تخريجه في الحديث السابق.

(۱) دیکھئے،النهاية: ٧٣٣/٢

(۲) دیکھئے،النهاية: ٧١٤/٢

(۳) فتح الباري: ٥٤٦/٤

حوالے کرنا۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے، لیکن احناف وجمہور علماء کے نزدیک سلَم کا مؤجل ہونا ضروری ہے جیسا کہ صریح نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ صحتِ سلَم کے لئے اشتراطِ اجل ضروری ہے(۱)۔

(۲۱۳۲) : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ : سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ ، فَقَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ ، وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ .

وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ ، أَوْ يُؤْكَلَ ، وَحَتَّى يُوزَنَ . قُلْتُ : وَمَا يُوزَنُ ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ : حَتَّى يُحْزَرَ . [ر : ۲۱۳۰]

تراجم رجال

محمد بن بشّار

یہ محمد بن بشار بن عثمان بصریؒ ہیں (۲)۔

غندر

یہ غندر محمد بن جعفرؒ ہیں (۳) اور دیگر رُواۃ کے احوال حدیثِ سابق میں گزر چکے ہیں۔

یہ اسی حدیثِ مذکور کا دوسرا طریق ہے۔ اور اس میں ہے "نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" جب کہ ابوذر اور ابوالوقت کی روایت میں ہے "نهى عمرؓ" علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا منع کرنا یا تو ان کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماع کی وجہ سے ہے اور یا ان کے اپنے اجتہاد کے سبب سے ہے (۴)۔

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲۱۲/۵

(۲) كشف الباري: ۲۵۸/۳

(۳) كشف الباري: ۲۵۰/۲

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۹۷/۱۲، فتح الباري: ٥٤٤/٤

٥ - باب : الكَفِيلِ فِي السَّلَمِ .

عقدِ سلم میں کفیل کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کے اختلاف کا بیان

کفیل اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ دَین کے ضائع ہونے اور ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو، رب السلم چونکہ مسلم الیہ کو نقد رقم دے رہا ہے اور مسلم الیہ مسلم فیہ بعد میں پیش کرے گا، تو جمہور کے نزدیک رب السلم کو یہ اختیار ہے کہ مسلم فیہ کے لئے کوئی کفیل مقرر کرلے، وہ اس بات کی ضمانت دے کہ مثلاً ایک مہینے بعد مسلم الیہ، مسلم فیہ رب السلم کے حوالے کردے گا اور اگر اس نے مسلم فیہ حوالہ نہ کیا تو رب السلم کے پیسے واپس کرے گا، تو جیسے دوسرے دیون کے اندر کفیل بنانا جائز ہے، یہاں بھی اس طرح جائز ہے(١)۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ عدم جواز کے قائل ہیں(٢)۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب کے ذریعے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔

٢١٣٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا يَعْلَى : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ . [ر : ١٩٦٢]

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رکھ دی''۔

---

(١) بدائع الصنائع: ٥/٥/٢١٤، المغني: ١/٩٤٥

(٢) المغني لابن قدامة المقدسي: ١/٩٤٥

(٢١٣٣) مرّ تخريجه في البيوع، باب الشراء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالنسيئة، رقم الحديث: ٢٠٦٨

تراجم رجال

محمد بن سلام

یہ محمد بن سلام بیکندیؒ ہیں(۱)۔

يعلی

یہ یعلی بن عبید الطنافسی الحنفی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب التیمم، باب التیمم ضربة واحدة میں گزر چکا۔

الأعمش

یہ الاعمش سلیمان بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابراهيم نخعی

یہ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

اسود

یہ اسود بن یزید النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا تذکرہ کتاب العلم، باب من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرۂ خیر بھی کشف الباری (۴) میں گزر چکا ہے۔

---

(۱) کشف الباري: ۹۳/۲

(۲) کشف الباري: ۲۵۱/۲

(۳) کشف الباري: ۲۵۳/۲

(٤) کشف الباري: ۲۹۱/۱

حدیثِ باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں ہے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ اگر کفالت سے ضمانت کو مراد لیا جائے تو مطابقت ہو جائے گی اس لئے کہ شی مرہون قرض کی حفاظت کے لئے ضامن ہے، اس لئے کہ اگر کسی وجہ سے قرض کی واپسی متعذر ہو جائے تو اس شی مرہون کو اس کے عوض بیچا جاسکتا ہے، نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفالہ کو رہن پر قیاس کیا ہے اور علتِ جامعہ دونوں کا بطورِ وثیقہ کے ہونا ہے(۱)۔

تشریحِ حدیث

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات کے قریب ابوغفاری یہودی سے تیس صاع جو ادھار لئے تھے اور اپنی لوہے کی زرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے پاس رہن رکھوائی تھی، اب ظاہر ہے کہ وہ رہن رکھنا بھی اس لئے تھا کہ دین کی ادائیگی کے لئے ایک وثیقہ ہو جائے اسی طرح کفیل بھی اسی لئے ہوتا ہے کہ پیسوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور ایک وثیقے کی شکل پیدا ہو جائے، تو ادھار میں جیسے کفیل مقرر کرنا، رہن رکھنا جائز ہے اسی طرح سلم میں بھی کفالت جائز ہے۔

٦- باب : الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ .

عقدِ سلم میں گروی رکھنا

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کا اختلاف

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کفالت کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد اب رہن کا مسئلہ بیان کررہے ہیں، کہ رب السلم، راس المال کے بدلے مسلم الیہ سے کسی چیز کو رہن رکھنے کا مطالبہ کرے تو جائز ہے اس لئے کہ کفالت، توثق کے لئے ہوتی ہے اور رہن بھی وثیقہ ہی کے لئے ہوتا ہے اور اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اگر مسلم الیہ وقتِ اجل میں مسلم فیہ پیش نہ کرسکے تو پھر اس کو پیسے دینے چاہیے، اب وہ اگر نہ پیسے دیتا ہے اور نہ مسلم

---

(۱) شرح الكرماني: ١٠/٩٠، عمدة القاري: ١٢/٦٨

عبدالواحد

یہ عبدالواحد بن زیادؒ ہیں (۱)۔

اعمش

یہ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

ابراھیم

یہ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

اسود

یہ اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

عائشہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، آپؓ کا ذکرِ خیر بھی گزر چکا (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت واضح ہے۔

تشریحِ حدیث

قوله (تذاكرنا عند ابراهيم الرهن في السَّلَف)

اس روایت میں ذکر ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رہن فی السلف کا تذکرہ ہوا، یہ روایت کتاب البیوع میں بھی گزری ہے (۵) وہاں رہن فی السلم کا ذکر تھا، بہرحال جب یہ تذکرہ ہوا تو

(۱) كشف الباري: ۲/۲٥۱

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۲٥۳

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٤/٥٥۳

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۲۹۱

(٥) صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب شراء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالنسيئة.

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت پیش کرکے بتادیا کہ سلم کے اندر رہن رکھنا جائز ہے، یعنی مسلم الیہ سے جب یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ راس المال کے بدلے میں اپنی کوئی چیز رب السلم کے پاس رہن رکھے تو یہ درست ہے، اس کے بعد یہ سمجھئے کہ یہ جو عرض کیا گیا تھا کہ کتاب البیوع کی روایت میں "رهن في السَّلَم" کا لفظ ہے اور یہاں "رهن في السَّلَف" کا لفظ ہے تو اس کے سلسلے میں تمام شراح حافظ ابن حجرؒ(۱)، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲)، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۳) وغیرہ وہاں یہ کہہ رہے تھے کہ وہاں سلم سے مراد، سلم لغوی ہے، سلم عرفی مراد نہیں ہے، اس لئے کہ سلم عرفی تو "بيع الدين بالعين" کو کہتے ہیں، تو وہاں یہ مراد نہیں صرف ادھار مراد ہے اور یہ سلم لغوی ہے۔

تسامحِ شراحِ بخاری

معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کی رائے تسامح پرمبنی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی سلم عرفی ہی کو مراد لیا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہاں یہ کتاب السلم چل رہی ہے اور اس میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے، اب ظاہر ہے کہ یہاں سلم عرفی ہی مراد ہے، سلم لغوی مراد نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں جو لفظ ذکر کیا ہے وہ ہے "رهن في السلف" کا اور کتاب البیوع میں جو لفظ ذکر کیا تھا وہ تھا "رہن فی السلم" کا، یہ عجیب بات ہے کہ جو لفظ صراحۃً ترجمہ کے مطابق تھا، اس کو تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب البیوع میں ذکر کیا اور جو لفظ محتمل تھا، یعنی "لفظِ سلف" اس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سلم میں ذکر کیا، اس محتمل لفظ کو یہاں کتاب السلم میں ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ سلف سے مراد سلمِ عرفی اور اصطلاحی ہے، سلم لغوی مراد نہیں ہے۔

ادلۂ فقہاء

جمہور "رهن في السَّلَم" کے جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إذا

(۱) فتح الباري: ٤/٣٨٣

(۲) عمدة القاري: ١١/١٨٢

(۳) إرشاد الساري: ٤/١٧، ١٨

فیہ، تو رب السلم شی مرھون کے ذریعے سے اپنا دین وصول کرسکتا ہے، جمہور کے نزدیک اس طرح رہن رکھنا جائز ہے، سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ، حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ رہن فی السلم کو ناجائز کہتے ہیں(۱)۔ جیسا کہ ان حضرات نے کفالہ فی السلم کو بھی ناجائز قرار دیا تھا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب میں جمہور کی تائید فرمائی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطور دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہی کو پیش کیا ہے، وہ روایت جیسے کفالت کے ثبوت میں مفید ہے، اسی طرح وہ رہن کے ثبوت میں بھی مفید ہے اور استدلال کی تقریر ماقبل میں گزر چکی۔

٢١٣٤ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ . فَقَالَ : حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ .
[ر : ١٩٦٢]

ترجمۂ حدیث: حضرت اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قرض میں گروی رکھنے کا تذکرہ کیا انہوں نے کہا، مجھ سے اسود بن یزید نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے معین وعدے پر غلہ خریدا تھا اور اپنے لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی تھی (۲)۔

تراجم رجال

محمد بن محبوب

محمد بن محبوب ابوعبداللہ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الغسل، باب تفریق الغسل والوضوء میں گزر چکا۔

---

(۱) المغني: ۱/۹٤٥

(٢١٣٤) مر تخريجه في البيوع، باب شراء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالنسيئة، رقم الحديث: ٢٠٦٨

(۱) كشف الباري: ۳/۲۰۱

تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾ (بقره: ۲۸۲، ۲۹۳) تو بیع سلم بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہے۔ اور بعض حضرات اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

فریق ثانی کی دلیل سنن ابی داود میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "من اسلم في شيء فلا يصرفه إلى غيره" اور اس سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ شئ مرہون رب السلم کے قبضے میں اس کی تعدی کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تو رب السلم، مسلم فیہ کے علاوہ سے اپنے حق کو وصول کرنے والا بن گیا وہذا لا یجوز، اور دوسری دلیل دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "من أسلم في شيء فلا يشترط على صاحبه غير قضائه" تو اولاً تو یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور ثانیاً اگر اس کو صحیح مان بھی لیں تو اس کو ایسی شرط پر محمول کیا جائے گا، جو مقتضائے عقد کے منافی ہو(۱)۔

۷ - باب: السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ.

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ، بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، مَا لَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

عقد سلم میں معیاد معین ہونی چاہئے، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور اسود اور حسن بصری رحمہما اللہ کا یہی قول ہے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کردی جائے، تو میعاد معین کر کے اس میں سلم کرنے میں قباحت نہیں، اگر یہ غلہ کسی ایسے کھیت کا نہ ہو جو ابھی پکا نہ ہو۔

تنقیح المذاہب

سلم کی دو قسمیں ہیں، ایک سلم حال اور ایک سلم مؤجل۔ سلم حال کا مطلب یہ ہے کہ مسلم الیہ فی الفور مسلم فیہ، رب السلم کے حوالہ کرے گا اور سلم مؤجل میں مدت مقرر ہوتی ہے۔

جمہور علماء سلم مؤجل کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ سلم کی ضرورت تو پیش ہی اس لئے آتی ہے کہ بعض اوقات مسلم فیہ کا فی الوقت حاضر کرنا دشوار اور مشکل ہوتا ہے، اس لئے اس میں اجل مقرر کی جاتی ہے، ورنہ اگر مسلم فیہ فی الحال دستیاب ہے اور فی الحال اس کا احضار اور تسلیم آسان ہے تو پھر سلم کا معاملہ کرنے کی کیا

(۱) عمدة القاري: ۱۲/۹۸، فتح الباري: ٤/٥٤٥

ضرورت ہے۔سیدھی سیدھی بیع ہی ہونی چاہیے،عام بیوع کی طرح۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سلم مؤجل کے ساتھ ساتھ سلم حال کے جواز کے بھی قائل ہیں(۱)۔

بہر حال جب سلم مؤجل ہوگی،تو اس میں کتنی اجل مقرر کی جائے گی،اس کے بارے میں اختلاف ہے،امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ایک ماہ یا اس کے قریب مدت ہونی چاہیے(۲)۔مالکیہ فرماتے ہیں کہ نصف ماہ کی مدت ہونی چاہیے(۳)۔حنفیہ کے اقوال اس میں مختلف ہیں،ایک قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح،دوسرا قول یہ ہے کہ کم از کم تین دن کی مہلت ہونی چاہیے،تیسرا قول یہ ہے کہ نصف یوم سے زائد ہو(۴)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمۃ الباب سے جمہور علماء کی تائید فرما رہے ہیں کہ سلم،مؤجل ہوگی نہ کہ حال۔اور یہ اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سلم حال کے لئے کوئی روایت ذکر نہیں کی اور نہ اس کی طرف کوئی اشارہ کیا(۵)۔

"قوله: وبه قال ابن عباس وابو سعيد والأسود والحسن الخ".

یعنی:یہ حضرات بھی جمہور ہی کے ساتھ ہیں''۔

تفصیلِ تعلیقات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفیان عن قتادۃ عن ایوب عن ابی حسان بن مسلم الأعرج کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۶)۔

---

(١) عمدة القاري: ١٢/٦٩، ٧٠، فتح الباري: ٤/٥٤٨

(٢) المغني لابن قدامة: ١/٩٣٧

(٣) بداية المجتهد، ص: ٦٠١

(٤) فتح القدير: ٧/٨٣

(٥) فتح الباري: ٤/٥٤٨، عمدة القاري: ١٢/٦٩

(٦) أخرجه الإمام الشافعي رحمه الله تعالىٰ في كتاب الأم: ٣/٨٠

حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طریق سے اس کو نقل کیا اور اس کی تصحیح کی ہے(۱)۔ اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے طریق سے اس کو موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق کو شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبیح العنزی الکوفی عن ابی سعید کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔ اسی طرح امام بیہقی نے سنن کبیر میں عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۴)۔

حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثوری عن ابی اسحق عنہ کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۵)۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیق کو شیخ سعید بن منصور نے ہشیم عن یونس بن عبید عنہ کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۶)۔

قوله (وقال ابن عمر لا بأس في الطعام الموصوف بسعرٍ معلومٍ إلى اجلٍ معلومٍ مالم يك ذلك في زرعٍ لم يبد صلاحه).

یہ تعلیق بھی جمہور کی تائید میں نقل فرمائی ہے۔ اور اس تعلیق کو امام مالک نے اپنی ''مؤطا'' میں ''عن نافع عنہ'' کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۷)۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی عبیداللہ بن عمر

---

(۱) رواه الحاكم رحمه الله تعالىٰ في مستدركه من هذا الوجه وصححه، الفتح: ٤/٤٣٥، وعمدة: ١٢/٦٩

(٢) وقال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: وروى ابن أبي شيبة من وجه آخر عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه الخ، فتح: ٤/٤٣٥

(٣) وقال العيني رحمه الله تعالىٰ: وتعليق أبي سعيد رضي الله عنه، وصله عبدالرزاق رحمه الله تعالىٰ، من طريق نُبيح العنزي الكوفي رحمه الله تعالىٰ عن ابي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه: (عمدة: ١٢/٦٦).

(٤) ٧/٢٥، كتاب البيوع، باب لايجوز السلف حتى يكون بثمنٍ معلومٍ الخ

(٥) كذا في الفتح: ٤/٤٣٥

(٦) قاله ابن حجر رحمه الله تعالىٰ، الفتح: ٤/٤٣٥

(٧) مؤطا مالك: ٢/٦٤٤، كتاب البيوع، باب السلف في الطعام

عن نافع کے طریق سے اس کو موصولاً نقل کیا ہے(۱)۔

۲۱۳۵ : حدثنا أبو نعيم : حدثنا سفيان ، عن ابن أبي نجيح ، عن عبد الله بن كثير ، عن أبي المنهال ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قدم النبي ﷺ المدينة وهم يسلفون في الثمار السنتين والثلاث ، فقال : (أسلفوا في الثمار في كيل معلوم ، إلى أجل معلوم) . وقال عبد الله ابن الوليد : حدثنا سفيان : حدثنا ابن أبي نجيح ، وقال : (في كيل معلوم ، ووزن معلوم) .

[ر : ۲۱۲٤]

تراجم رجال

أبو نعيم

یہ ابونعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

سفیان

یہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

ابن ابی نجیح

یہ ابن ابی نجیح عبداللہ بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

عبداللہ بن کثیر

یہ عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

---

(۱) قاله العيني، عمدة القاري: ۱۲/۹۹

(۲) كشف الباري: ۲/٦٦٩

(۳) كشف الباري: ۱/۲۳۸

(٤) كشف الباري: ۳/۳۰۲

(٥) كشف الباري، كتاب السلم، باب السلم في كيل معلوم

أبو المنهال

یہ عبدالرحمٰن ابوالمنہال رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب البیوع، باب التجارة في البر میں گزر چکا۔

ابن عباس

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا(۱)۔

حدیثِ مذکور کا ترجمہ اور تخریج باب السلم في کیل معلوم میں گزر چکی ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قولِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "إلی أجل معلوم" کی وجہ سے واضح ہے۔

قوله: (وقال عبدالله بن الوليد الخ)

یہ عبداللہ بن الولید العدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الحج، باب رمی الجمار من بطن الوادی میں گزر چکا۔

اس تعلیق کو "جامع سفیان" میں اسی طریق سے موصولاً نقل کیا گیا ہے(۲)۔

فائدۃ التعلیق

اس تعلیق میں تحدیث کا بیان ہے، جب کہ ماقبل طریق میں عنعنہ کا ذکر تھا(۳)۔

٢١٣٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ : أَرْسَلَنِي أَبو بُرْدَةَ وَعَبْدُ ٱللهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

---

(۱) كشف الباري: ١/٤٣٥، ٢/٢٠٥

(۲) عمدة القاري: ١٢/١٠٠، تعليق التعليق: ٣/٢٧١

(۳) فتح الباري: ٤/٥٤٧

ابنِ أَبْزَى وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى . فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ ، فَقَالَا : كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ . فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّأْمِ ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى . قَالَ : قُلْتُ : أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ ؟ قَالَا : مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ .

[ر : ۲۱۲۷]

تراجم رجال

محمد بن مقاتل

یہ محمد بن مقاتل مروزی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

عبداللہ

یہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

سفیان

یہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

سلیمان شیبانی

یہ سلیمان بن ابی سلیمان فیروز الشیبانی ابواسحق الکوفی رحمہ اللہ تعالی ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض میں گزر چکا۔

محمد بن ابی مجالد

محمد بن ابی مجالدؒ کا ذکرِ خیر باب السلم فی وزن معلوم میں گزرا۔

---

(۱) کشف الباري: ۳/۲۰٦

(۲) کشف الباري: ۱/٤٦٢

(۳) کشف الباري: ۲/۲۷۸

8A

ابو بردہ

آپ ابو بردہ عامر بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا تذکرہ باب السلم مَن لیس عندہ اصل میں گزرا۔

عبداللّٰہ بن شداد

آپ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی مذکورہ باب میں گزر چکا۔

عبدالرحمن بن ابزی

آپ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی مذکورہ باب میں گزر چکا۔

عبداللّٰہ

آپ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی مذکورہ باب میں گزر چکا۔
ترجمۂ حدیث وتخریج حدیث ماقبل میں باب السلم الی من لیس عندہ اصل میں گزر چکی۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "إلی أجل مسمی" کی وجہ سے ظاہر ہے۔

۸ - باب : السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ
سَلَم میں یہ میعاد لگانا کہ جب اونٹنی بچہ جنے

حلّ اللغات

تنتج: صیغہ مجہول کے ساتھ ہے، مراد ہے إلی أن تلد الناقۃ، یہاں تک کہ اونٹنی بچہ جنے۔

8B

يقال: نتجت الناقة إذا ولدت فهي منتوجة(۱) والنِّتاج: اسم "يجمع وضع الغنم والبهائم كلها، نَتَجَ يَنْتِجُ نَتْجاً إذا وَلِيَ نتاجها حتى وضعت"(۲). یعنی: جب (اونٹنی کے) بچہ جننے کا وقت قریب آجائے، یہاں تک کہ وہ بچہ جنے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور اختلاف فقہا

جمہور فقہاء اس بات پر تو متفق ہیں کہ عقد سلم میں اجل مقرر کی جائے گی، لیکن آیا ایسی اجل جو کہ مختمل ہو اور اس میں تقدم و تاخر کا امکان ہو، مقرر کی جا سکتی ہے یا اجل بالکل غیر مختمل اور متعین ہونی چاہیے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اکثر علماء کے نزدیک اجل متعین و غیر مختمل ہونی چاہیے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر اس طرح اجل مقرر کی جائے کہ ہم تمہیں مسلم فیہ اس وقت ادا کریں گے جب کھیتی کٹنا شروع ہوگی تو اب ظاہر ہے کہ کھیتی کا کٹنا کبھی دس دن مؤخر بھی ہو جاتا ہے اور کبھی دس دن مقدم بھی، تو گویا ان حضرات نے اس تقدم و تاخر کی اجازت دی ہے(۳)۔ مگر جمہور ان کے خلاف ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جمہور ہی کی تائید کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے، جس میں ہے کہ "كانوا يتبايعون الجزور إلى حبل الحبلة" کہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ اونٹ کو اس وعدے پر خریدتے کہ جب تک پیٹ والی یعنی حاملہ اونٹنی کا بچہ بڑا ہو کر جنے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو غایت قرار دینا ناجائز قرار دیا اور یہ ممانعت اس لئے فرمائی کہ اولاً تو ایسا ہونا ضروری نہیں، ثانیاً اس میں تقدم و تاخر ہونا عین ممکن ہے اور یہ منازعت کا سبب بن سکتا ہے(۴)۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱۲/۱۰۰

(۲) المغرب: ۲/۲۸۵

(۳) المغني لابن قدامة مقدسي رحمه الله تعالى: ۱/۹۳۷، إرشاد الساري: ٤/۱۲۲

(٤) الأبواب والتراجم للشيخ الكاندهلوي رحمه الله تعالى، ص: ۱٦٥

۲۱۳۷ : حدّثنا موسى بن إسماعيل : أخبرنا جويرية ، عن نافع ، عن عبد الله رضي الله عنه قال : كانوا يتبايعون الجزور إلى حبل الحبلة ، فنهى النبي ﷺ عنه . فسّره نافع : أن تنتج الناقة ما في بطنها . [ر : ۲۰۳٦]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "جاہلیت کے زمانے میں لوگ اونٹ کو اس وعدے پر خریدتے جب تک حاملہ اونٹنی کا بچہ بڑا ہو کر بچہ جنے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "حبل الحبلة" کا مطلب یہ ہے کہ اونٹنی اپنا بچہ جنے جو اس کے پیٹ میں ہے"۔

تراجم رجال

موسیٰ بن اسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

جُوَيْرِيَة

یہ جویریۃ بن اسماء ابن عبید الضبعی البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام میں گزرا۔

نافع

یہ نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں (۲)۔

عبداللہ

آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں (۳)۔

(۲۱۳۷) مرّ تخريجه في البيوع، باب بيع الغرر وحبل الحبلة، رقم الحديث: ۲۱٤۳

(۱) كشف الباري: ۱/٤۳۳، ۳/٤۷۷

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٤/٦٥۱

(۳) كشف الباري: ۱/٦۳۷

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "إلی حبل الحبلة" کے ذریعے سے ہے، کہ جس کا مطلب نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کے مطابق یہی ہے کہ یہاں تک کہ اونٹنی بچہ جنے اور دوسری تفسیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "إلی أن تلد الناقة وتلد ولدها" یعنی یہاں تک کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ بچہ بڑا ہو کر بچہ جنے(۱)۔



(۱) عمدة القاري: ۷۱/۱۲

بسم الله الرحمن الرحیم

٤١ - کتاب الشفعة

یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الشفعہ کو شروع کر رہے ہیں، ہمارے مدارس کے متداولہ نسخوں میں یہاں کتاب الشفعہ کا عنوان نہیں ہے(۱) اور بعض نسخوں میں یہاں کتاب الشفعہ کا عنوان ہے(۲) اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ذکر کرتے ہی ہیں۔

شفعہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغۃ: شُــفْــعَة، ش کے ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ ہے اور یہ "شفع" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ملا دینے اور ضم کرنے کے آتے ہیں۔ "مأخوذ من قولهم: كان وِتراً فشفعتُه بآخر، أي جعلته زوجاً له"(۳)۔

اصطلاحاً: اصطلاح میں شفعہ کہتے ہیں، "تملك البقعة جبراً على المشتري بما قام عليه"(٤)۔

یعنی: "بقعہ زمین کا ان داموں میں جن کے بدلے میں مشتری نے اس کو خریدا ہے، جبراً مالک بن جانا۔"

یعنی ایک آدمی نے ایک لاکھ روپے میں کوئی مکان خریدا، دوسرا آدمی اس مکان پر حق شفعہ دائر کرکے مشتری کی رضا کے بغیر اس کو ایک لاکھ روپے دے کر مکان کا مالک بن گیا، یہ شفعہ ہے۔

وجہ تسمیہ

شفعہ کو شفعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ شفیع اس مبیع (زمین، دار وغیرہ) کو جس کو حق شفعہ کے ذریعے سے

---

(۱) دیکھیے، صحيح البخاري: ۱/۳۰۰، طبع: قديمي

(۲) دیکھیے، عمدة القاري: ۱۲/۱۰۱، فتح الباري: ٥/٥٤٩

(۳) المُغرب: ۱/٤٤٨، طِلبة الطَلَبة في الاصطلاحات الفقهية الإمام نسفي رحمه الله تعالى، ص: ۲٥۳

(٤) الدرالمختار مع ردالمحتار: ٦/٢١٦

اس نے حاصل کیا ہے، اپنی زمین کے ساتھ ملانے والا اور ضم کرنے والا ہوتا ہے(۱)۔

’’شفعہ‘‘ میں فقہاء کے مذاہب کا بیان

ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ شفعہ جائز ہے اور علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے، صرف عبدالرحمٰن اصم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا انکار کرتے ہیں(۲)۔ وہ فرماتے ہیں کہ جوازِ شفعہ میں مالکان کا ضرر ہے اس لئے کہ جب مشتری کو یہ بات معلوم ہوگی کہ اس نے یہ چیز خریدی، اور حقِ شفعہ کی وجہ سے بعد میں زبردستی اس سے لے لی جائے گی، تو وہ مشتری خریداری سے ہی باز آئے گا اور اسی طرح شریک بھی خرید وفروخت سے باز رہیں گے۔ شریک فی حق المبیع، شریک فی نفس المبیع کے دعوائے شفعہ کے خوف سے خریدنے سے باز رہے گا۔

نیز بیع وشراء کے اندر تراضی ضروری ہے اور بیع شفعہ میں مشتری کی رضامندی شامل نہیں ہے، اس لئے اس کو جائز نہیں کہا جائے گا۔

جمہور کی طرف سے جواب

شفعہ کے جواز پر احادیثِ صریحہ صحیحہ موجود ہیں، نیز اس کے جواز پر جمہور علمائے امت کا اجماع ہے، ان کے انتہائی مضبوط دلائل ہوتے ہوئے ہم یقیناً یہ کہہ سکتے ہیں کہ شفعہ اس رضامندی کے قانون سے مستثنیٰ ہے، رہا خریداروں کا جوازِ شفعہ کی وجہ سے خریداری سے باز رہنے کا احتمال تو وہ مشاہدے کے خلاف ہے، آج تک امت میں شرکاء کی خرید وفروخت کا سلسلہ جاری وساری ہے اور کبھی احتمالِ جوازِ شفعہ اس سے مانع نہیں بنا(۳)۔

’’شفعہ‘‘ میں فقہاء کے مذاہب کا بیان

اس بات پر تو اتفاق ہے کہ غیر منقولہ اشیاء میں شفعہ ہوسکتا ہے، جیسے زمین، باغات وغیرہ۔ اب رہا یہ

---

(۱) هداية مع فتح القدير، كتاب الشفعة: ۲۹٤/۸

(۲) المغني لابن قدامة المقدسي رحمه الله تعالىٰ: ۱۱۹٤/۲، إعلاء السنن: ۵/۱۷

(۳) حوالة بالا مع زيادة يسيرة

کہ اشیاء منقولہ میں بھی شفعہ دائر ہو سکتا ہے یا نہیں تو جمہور علماء، ائمہ اربعہ کی مشہور روایات کے مطابق اگر زمین کے تابع ہو کر ان میں شفعہ کیا جائے، یعنی ضمناً وتبعاً تو جائز ہے اور بالاستقلال جائز نہیں، جیسے تعمیر و اشجار کے اندر زمین کے تابع ہو کر شفعہ کیا جا سکتا ہے، انفراداً تعمیر یا اشجار پر شفعہ نہیں کیا جا سکتا (۱)۔

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہر چیز میں شفعہ کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ عمارت ہو یا اشجار ہو اور یہی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی ایک روایت ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: منقولات میں سے صرف حیوانات میں عقدِ شفعہ کیا جا سکتا ہے اور کسی چیز کے اندر نہیں کیا جا سکتا (۲)۔

اشیاءِ منقولہ میں شفعہ کے بارے میں فقہاء کے مذاہب

پھر مستحقینِ شفعہ تین طرح کے ہیں:

۱- شریک فی نفس المبیع

۲- شریک فی حق المبیع

۳- جار۔

ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں: جار (پڑوسی) کے لئے کوئی حق شفعہ نہیں۔

امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شریک فی نفس المبیع مقدم ہے، اگر یہ شفعہ کا دعویٰ چھوڑ دے تو پھر شریک فی حق المبیع اور اگر یہ بھی چھوڑ دے تو ہمسایہ پڑوسی حق دار ہوگا (۳)۔

دلیل فریق اول

جو حضرات شفعۂ جار کا انکار کرتے ہیں، وہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی حدیثِ مذکور فی الباب سے استدلال کرتے ہیں۔

---

(۱) ارشاد الساري: ۵/۲۱٤، فتح الباري: ٤/٥٥١

(۲) حوالہ بالا

(۳) المغني لابن قدامة: ۲/۱۱۹٤، عمدة القاري: ۱۲/۷۲

"قضى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالشفعة في كل مالم يُقسَم فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة"(١).

یعنی: "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حکم دیا، جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو، جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ نہ رہے گا"۔

تو اس حدیثِ مذکور سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ صرف شریک فی نفس المبیع یا شریک فی حق المبیع کو شفعہ کا حق حاصل ہے اور جار کو حق شفعہ حاصل نہیں ہے۔

نیز یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حق شفعہ قیاس کے خلاف ثابت ہوا ہے، کیونکہ اس میں دوسرے کے مال پر جبراً، اور اس کی رضامندی کے بغیر ملکیت حاصل کرنا لازم آتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ امر مقتضیٰ قیاس کے خلاف ہے، تو شریعت نے اس میں صرف اسی جائیداد کے حق میں حق شفعہ باقی رکھا جو غیر تقسیم شدہ ہے، لہٰذا یہ حق موردِ شریعت تک محدود رہے گا، اور شفعۂ جوار، غیر مقسوم جائیداد کے معنی میں نہیں ہے، اس لئے کہ تقسیم کی مشقت اور مؤونت اور مصارف بائع پر اسی صورت میں لازم آتے ہیں جب کہ اصل یعنی ملکیت میں شرکت پائی جائے، فرع کی صورت کا اعتبار نہیں ہوگا، یعنی جب ملکیت تقسیم شدہ ہو، تو صرف پڑوس کی وجہ سے حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا۔

---

(١) وأخرجه البخاري ايضاً في البيوع، باب بيع الشريك من شريكه رقم: ٢٢١٣، وباب بيع الأرض والدرر والعروض مشاعا: ٢٢١٤، وفي الشركة، باب الشركة في الأرضين: ٢٢٩٥، وباب إذا قسم الشركاء الدور أو غيرها: ٢٤٩٦، وفي الحيل، باب الهبة والشفعة: ٦٩٧٦، وأخرجه مسلم: ١٦٠٨، في المساقاة، باب الشفعة، والترمذي: ١٣٧٠، في الأحكام، باب إذا حدت الحدود فلا شفعة و: ١٣٦٩، في الأحكام: باب الشفعة للغائب: ١٣١٢، وفي البيوع، باب ماجاء في أرض المشترك يريد بعضهم بيع نصيب بعض، وأبوداود: ٣٥١٣، ٣٥١٤، في البيوع، باب في الشفعة، والنسائي: ٤٦٥٠، في البيوع، باب بيع المشاع، و: ٤٧٠٥، باب الشركة في الرباع و: ٤٦٠٧، باب ذكر الشفعة وأحكامها.

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اگر شریک فی الملک کو حقِ شفعہ نہ دیا جائے تو ایک اجنبی خریدار کی صورت میں بائع پر تقسیم کے مصارف اور مشقت لازم آئے گی، جو اس پر بوجہ ثابت ہوگی، لہٰذا شریک کو حقِ شفعہ دیا گیا تاکہ بائع مصارفِ تقسیم کی مشقت سے بچ جائے، لہٰذا جوار کی بناء پر حقِ شفعہ ثابت نہیں ہوگا(۱)۔

دلیل فریقِ ثانی

یہ حضرات، ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، "الجار أحق بصَقَبِه"(۲)

قوله: "بصقبه" س اور ص دونوں کے ساتھ منقول ہے(۳)۔ ہمسایہ اپنی نزدیکی کی وجہ سے (شفعہ کا) زیادہ حق دار ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حدیثِ ابی رافع رضی اللہ عنہ سے جوازِ شفعہ پر استدلال کرنا درست نہیں اس لئے کہ اولاً تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ جار سے مراد شریک ہی ہو، اس لئے کہ بسا اوقات شریک بھی پڑوس میں ساتھ رہا کرتا ہے اور ثانیاً یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی رعایت کی جائے، اس پر صدقہ کیا جائے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے(۴)۔

جواب

لیکن ان حضرات کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے

---

(۱) دیکھئے، الهداية شرح بداية المبتدي: ۶۰۵/۷

(۲) واخرجه البخاري ايضاً، رقم: ۲۹۷۷، في الحيل، باب في الهبة والشفعة، و: ۶۹۸۰، باب احتيال العامل ليهدى له، وأبوداود: ۳۵۱۶، في البيوع، باب الشفعة، والنسائي: ۴۷۰۶، في البيوع، باب ذكر الشفعة وأحكامها.

(۳) تحفة الباري، كتاب الشفعة: ۹۴/۳

(۴) إرشاد الساري: ۲۱۶/۵، ۲۱۷

بعض طرق میں "الجار أحق بشفعته" کے الفاظ منقول ہیں، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''کتاب اختلاف الحدیث'' کے اندر بھی یہی روایت منقول ہے(۱)۔

اسی طرح مسند احمد، سنن ابی داود اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے کہ "جار الدار أحق بالدار"(۲) اس طرح خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ وبغوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ توجیہ کہ جار کا حق قرب کی وجہ سے ہوتا ہے اور آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور حسنِ سلوک کریں، صحیح نہ رہی۔

حنفیہ کی طرف سے ایک اور جواب

حنفیہ کی طرف سے اس کا ایک اور جواب یہ دیا جاتا ہے کہ "أحق" اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل کے صیغے کے استعمال کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ مفضل کو مفضل علیہ کے ساتھ نفس فضیلت میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ تو جب شریک شفعہ کا زیادہ حق دار ہوا تو کوئی ایسا بھی ہونا چاہیے کہ جو اس کے برابر حق دار نہ ہو، بلکہ اس کا حق کم ہو، اب ظاہر ہے کہ وہ جار (ہمسایہ) ہی ہوسکتا ہے اور اگر جار سے مراد آپ کے قول کے موافق شریک لے لیا تو پھر اس صورت میں کم حق رکھنے والے کی تعیین آپ کے لئے دشوار ہوجائے گی، اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اس سے مراد جار ہی ہے(۳)۔

بعینہ یہی اعتراض شوافع کی طرف سے احناف پر بھی ہوسکتا ہے کہ اگر جار مراد لیا گیا تو پھر مطلب ہوگا کہ جار کا حق تو زیادہ ہے، پھر وہ کون ہے جس کا حق اس سے کم ہے(۴)۔

احناف کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ "الجار أحق بسقبه" کے معنی یہ ہیں کہ وہ جار جو قریب ہے، اپنے قرب کی وجہ سے جار بعید کے مقابلے میں زیادہ حق رکھتا ہے، یعنی جار بعید کو حق شفعہ نہیں

(۱) كتاب اختلاف الحديث مع كتاب الأم: ٥/٤، دار المعرفة بيروت

(۲) أخرجه أحمد رحمه الله تعالى: ٨/٥، ١٢، ١٣، ١٧، ١٨، وأبوداود، كتاب البيوع، باب في الشفعة، حديث رقم: ٣٥١٧، والترمذي في كتاب الأحكام، باب ماجاء في الشفعة، حديث رقم: ١٣٦٨!

(۳) عمدة القاري: ٧٤/١٢، ٧٥، مع إضافة يسيرة.

(٤) إرشاد الساري: ٢١٦/٥

دیا جائے گا، بلکہ جارِ قریب کو اس کے قرب کی وجہ سے حق شفعہ دیا جائے گا، بہر حال یہاں مقابلہ تو ایک جار کا دوسرے جار سے ہو گیا، آپ نے تو شریک مراد لیا تھا تو جب ایک شریک کو آپ احق کہہ رہے ہیں، تو وہ دوسرا شریک کون ہے، جو "احق" نہیں ہے۔

مذہب احناف کی مزید تائید وتاکید

اس کے بعد ایک بات اور ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تاویل میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شریک ہے، حالانکہ اگر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کو تفصیل سے دیکھا جائے تو اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ یہ "جار" کا مسئلہ تھا، نہ کہ شریک کا اور یہ واقعہ تفصیل سے آگے آرہا ہے۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے روایتِ ابی رافع رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ دونوں دوگھروں کے اندر شریک تھے (۱)۔

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابورافع اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا معاملہ شرکت کا نہ تھا، ایسی بات نہیں تھی کہ جیسے ایک مکان کے اندر دو بھائی شریک ہیں، ایک ایک جزء کے اندر دونوں کی شرکت پائی جاتی ہے، بلکہ وہاں تو صورتحال یہ تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مکان علیحدہ تھا اور حضرت ابورافع کے دو کمرے علیحدہ اور مستقل تھے، لہٰذا ان کی حیثیت جار کی تھی، ان کو شریک قرار دینا درست نہیں (۲)۔

اس سے بھی زیادہ واضح بات یہ ہے کہ علامہ عمر بن شبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ مدینہ میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے دو مکان خریدنا چاہتے تھے، جو حضرت سعد رضی

---

(۱) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٦/٣٨٠

(۲) المتواري على تراجم أبواب البخاري للشيخ ناصر الدين احمد بن محمد المعروف ب ابن المنير السكندري، ص: ٢٥٢

اللہ عنہ کے مکانوں کے بالکل سامنے واقع تھے اور یہ مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف الصلوۃ والسلام کے دائیں جانب عمارت تھی، اس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکانات بھی تھے اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے بھی دو مکان تھے اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکانوں کے سامنے تھے اور درمیان میں دس گز کا فاصلہ تھا(۱)۔ایسی صورت میں یہاں شرکت کی بات کیسے درست ہوگی۔

نیز اس سے بھی واضح ایک روایت امام نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے، اس میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک زمین ہے، جس میں کوئی آدمی شریک نہیں ہے اور جس میں کسی آدمی کو تقسیم کا حق حاصل نہیں ہے، ہاں! البتہ یہ کہ اس کے جوار میں مکانات ہیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "الجار أحق بسقبه" (۲)۔

یہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالص جار کے سلسلے میں یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے، لہٰذا پھر یہ کہنا کہ حدیثِ مذکور شریک پر محمول ہے، درست نہیں۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ آگے یہ واقعہ نقل کررہے ہیں اور اس سے بھی یہ بات واضح طور پر معلوم ہوجاتی ہے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے شریک نہیں تھے، بلکہ ایک دوسرے کے جار تھے۔

فریقِ اول کی دلیلِ قیاسی کا جواب اور الزامی دلیل

اور ان حضرات کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ پڑوسی کی ملکیت دخیل یعنی خریدار کی ملکیت کے ساتھ اس طریقے سے متصل ہوگئی ہے کہ یہ اتصال اب مستحکم اور دائمی ہے، کرایہ دار یا عاریت پر لینے والے کے اتصال کی طرح عارضی اور محدود وقت کے لئے نہیں ہے، لہٰذا مالی معاوضہ پائے جانے کی صورت میں جار کو حق شفعہ حاصل ہوگا، اس صورت پر قیاس کرتے ہوئے جس میں شریعت کا حکم وارد ہوچکا ہے، یعنی غیر تقسیم شدہ جائیداد کے شریک کو جس طرح حق شفعہ حاصل ہے، اسی طرح جار کو بھی حاصل ہوگا، کیونکہ غیر تقسیم شدہ جائیداد کے شریک کے لئے تقسیم کی مشقت اور مصارف کے مدِ نظر شفعہ کا حق ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی طرح جار کے حق میں

---

(۱) فتح الباري: ٤/٥٥٢

(۲) أخرجه النسائي في باب ذكر الشفعة وأحكامها، حديث رقم: ٤٧٠٧، وابن ماجه، في أبواب الشفعة، باب الشفعة بالجوار، حديث رقم: ٢٤٩٦

نئے خریدار کے اتصال سے ممکنہ ضرر اور نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے حق شفعہ کے جواز کو برقرار رکھا جائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ملکیت کا اسی صفت یعنی دائمی اور استحکام کے ساتھ اتصال، اس بناء پر مورد شریعت میں سبب قرار دیا گیا ہے کہ پڑوس کے ضرر ونقصان کا ازالہ کیا جاسکے، کیونکہ پڑوس ہی تمام مضرتوں اور جھگڑوں کی اصل بنیاد ہوتی ہے، جیسا کہ عوام الناس میں یہ امر متعارف ہے، اور شفیع کو حق شفعہ دے کر فروخت شدہ جائیداد کا مالک بنادینے سے فساد کی بنیاد کو قطع کر دینا زیادہ مناسب امر ہے، اس لئے کہ اصیل یعنی شفیع کو اس کے آباء واجداد کے خطۂ زمین سے پریشان کرکے ہٹادینا ضرر اور نقصان کی بہت واضح اور قوی صورت ہے، یعنی اس ضرر اور اذیت سے بچاؤ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ پڑوسی کو کہا جائے کہ چونکہ تمہیں نئے خریدار کی جائیداد کے اتصال سے ضرر ہے، لہٰذا تم اپنے آباء واجداد کی زمین چھوڑ دو، اور کہیں اور چلے جاؤ، دوسری صورت یہ ہے کہ پڑوسی کو حق شفعہ دے دیا جائے تاکہ نئے خریدار کے بجائے وہ خود یہ جائیداد خرید لے، تاکہ مضرت سے بچ جائے، تو عقل ودانش کا تقاضا یہی ہے کہ پہلی صورت اختیار کرکے جار کو پریشان نہ کیا جائے کہ وہ اپنے آباء واجداد کی جگہ چھوڑ دے، کیونکہ اس میں اس کا نقصان ہی نقصان ہے، بلکہ اس کو حق شفعہ دیتے ہوئے اس مضرت ونقصان کا مداوا کیا جاسکتا ہے(۱)۔

اور جہاں تک اُن حضرات کا تقسیم کی مشقت اور مصارفِ شفعہ کو علت قرار دینے کا تعلق ہے، وہ درست نہیں، کیونکہ تقسیم کی مشقت اور ضرر تو مشروع ہے، یعنی شریعت کی طرف سے ایک ثابت شدہ امر ہے کہ شریکین میں سے ہر ایک کا حصہ تقسیم کرکے اسے دے دیا جائے، لہٰذا یہ چیز اس بات کی علت نہیں بن سکتی کہ دوسرے شخص کو بھی ضرر ونقصان میں مبتلا کر دیا جائے، بلکہ شفعہ کی اصل علت یہ ہے کہ شفیع کی جائیداد جس جائیداد کے ساتھ دائمی قرار کے ساتھ متصل ہے، اگر چاہے تو مالی معاوضہ دے کر حاصل کرلے، اور اپنی متصلہ جائیداد کے ساتھ ملادے، تاکہ مضرت ونقصان کا اندیشہ باقی نہ رہے(۲)۔

ایک اہم اشکال

پھر یہ سوال رہتا ہے کہ حدیثِ حضرت جابر رضی اللہ عنہ میں تو صاف ہے، "فإذا وقعت الحدود

(۱) دیکھئے، الهداية شرح بداية المبتدي: ۶/۷، بتفصيل

(۲) المصدر السابق، بتفصيل

بینھم فلا شفعة" یعنی جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

جواب

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب تقسیم واقع ہو جاتی ہے اور راستے جدا کر دیئے جاتے ہیں تو شرکت کی وجہ سے جو حق شفعہ حاصل تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے، اس سے جوار کے حق کی نفی مقصود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ جو زیادتی ہے، "فإذا وقعت الحدود الخ" اس کے وقف اور رفع میں اختلاف ہے، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو محمد بن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو مرفوع مانتے ہیں، لیکن ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد ابو حاتم سے یہ نقل کرتے ہیں کہ یہ موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے(۱)۔

اس میں ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر موقوف بھی ہو تو کیا ہوا، حنفیہ تو موقوف کو بھی حجت سمجھتے ہیں، لہٰذا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بھی حجت سمجھنا چاہیے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ موقوف کو اس وقت حجت سمجھتے ہیں جب روایات مرفوع سے اس کا تعارض نہ ہو اور یہاں تو "الجار أحق بسقبه" یا "الجار أحق بشفعته" یا "جار الدار أحق بالدار" چونکہ یہ روایات مرفوعہ موجود ہیں، اس لئے اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان کی تخریج اسی باب میں گزر چکی ہے۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک اور جواب

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل میں لفظ شفعہ شریک ہی کے لئے استعمال ہوتا تھا، جار کو اگرچہ وہی حق حاصل ہوتا تھا جو کہ شریک کو حاصل ہوتا تھا، لیکن اسے شفعہ نہیں بلکہ سقب یا حق الجار کہتے تھے، تو مذکورہ حدیث میں نفی لفظِ "شفعہ" کی ہو رہی ہے کہ حدود واقع ہو جانے کے بعد، اور راستوں کے الگ ہو جانے کے بعد اب کسی شریک کو حق شفعہ حاصل نہیں ہوگا، ہاں حق الجار ہوگا، جس کو دوسری حدیث میں سقب سے تعبیر کیا گیا ہے(۲)۔

---

(۱) عمدة القاري: ۷۲/۱۲

(۲) دیکھئے، فیض الباري: ۲۷۲/۳

١ - باب : الشُّفْعَةُ فِي مَا لَمْ يُقْسَمْ ، فَإِذَا وَقَعَتِ الحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ .

شفعہ اس جائداد میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوا ہو، پھر جب حدود واقع ہوجائیں تو شفعہ باقی نہیں رہتا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد، جمہور علماء کے مذہب کے مواقق شریک فی نفس المبیع کے لئے شفعہ کا اثبات ہے۔

٢١٣٨ : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ : فَإِذَا وَقَعَتِ الحُدُودُ ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ ، فَلَا شُفْعَةَ . [ر : ٢٠٩٩]

ترجمہ: ”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حکم دیا ہے، جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو، جب حد بندی ہوجائے اور راستے الگ الگ ہوجائیں تو پھر شفعہ نہ رہے گا“۔

تراجم رجال

مُسدَّد

یہ مُسدَّد بن مسرہد بن مسربل بن مرعبل الاسدی ابوالحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۲۸ھ) ہیں (۱)۔

عبدالواحد

یہ عبدالواحد بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

مَعْمر

یہ معمر بن راشد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

(٢١٣٨) مر تخريجه في هذا الباب

(١) كشف الباري: ٢/٢، الإيمان، باب من الإيمان ان يحب لأخيه مايحب لنفسه

(٢) كشف الباري: ٢/٣٠١، الإيمان، باب الجهاد من الإيمان

(٣) كشف الباري: ١/٤٦٥، بدء الوحي

الزهری

یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

أبو سلمه

یہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

جابر

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۳) کے احوال بھی گزر چکے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

حدیثِ مذکور سے متعلق فقہی مسائل کی بحث بالتفصیل گزر چکی۔

۲ - باب : عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ .

وَقَالَ الحَكَمُ : إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ .

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ : مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ ، وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا ، فَلَا شُفْعَةَ لَهُ .

بیع سے پہلے شفیع پر شفعہ کو پیش کرنا، اور حکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر شفیع نے بیع کی اجازت دے دی، بیع سے پہلے تو پھر اس کو شفعہ کا حق نہ رہے گا اور شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر جائیداد بیچی گئی اور شفیع وہاں موجود ہے لیکن اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کرام کے اختلاف کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں یہ مسئلہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنا مکان فروخت کرنا چاہتا ہے اور

(۱) كشف الباري: ۳۲٦/۱، بدء الوحي

(۲) كشف الباري: ۳۲۳/۲، باب صوم رمضان إحتساباً من الإيمان

(۳) كشف الباري: ۳٥/٤، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين

دوسرے شخص کو اس مکان پر حق شفعہ حاصل ہے تو اس بیچنے والے کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے اس پڑوسی یا شریک کے سامنے پیش کش کرے کہ میں یہ مکان بیچنا چاہتا ہوں اگر آپ لینا چاہتے ہیں تو لے لیجئے، اب اگر کسی نے شفیع کے سامنے اپنے معاملے کو پیش کیا اور وہ خریدنے پر آمادہ نہیں ہوا، بعد میں مالک نے اس کو بیچ دیا تو اب اس بیع کے بعد اگر شفیع اس میں حق شفعہ دائر کرنا چاہے تو دائر کر سکتا ہے یا نہیں، اس مسئلے میں اختلاف ہے، سفیان ثوری، حکم بن عتیبہ، ابوعبید، ابوخیثمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب شفیع نے پہلے اجازت دے دی تو پھر شفعہ کا حق ختم ہو گیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شفعہ کا حق تو بیع کے بعد ہوتا ہے اور مسئلہ مذکورہ میں مالکان نے بیع سے پہلے اجازت لی، تو ہو سکتا ہے کہ پہلے اس کی یہ رائے نہ ہو اور اب جب بائع نے مکان فروخت کیا ہے، اس کی رائے تبدیل ہو گئی ہو اور چونکہ حق شفعہ حاصل ہی بیع کے بعد ہوتا ہے، تو اب اگر وہ شفیع شفعہ کا دعویٰ دائر کرنا چاہے تو دائر کر سکتا ہے اور اس مکان کو لے سکتا ہے (۱)۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی دوسری روایت یہی ہے۔ جس کو موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مغنی میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ظاہر مذہب یہی ہے (۲)۔ گویا ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات پر متفق ہو گئے کہ اگر پہلے اجازت دے دی تو بیع کے بعد بھی شفیع حق شفعہ دائر کر سکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں فریق اول کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں، یعنی جب شفیع نے اجازت دے دی تھی تو شفعہ کا حق ختم ہو گیا، اب بیع کے بعد اس کو حق شفعہ دائر کرنے کی اجازت نہیں، اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں جو آثار نقل کئے ہیں، "وقال الحکم الخ" یعنی حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر شفیع نے بیع کی اجازت دے دی، بیع سے پہلے تو پھر اس کو شفعہ کا حق نہ رہے گا۔ "وقال الشعبی رحمه الله تعالى الخ" امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر جائیداد بیچی گئی اور شفیع وہاں موجود ہے لیکن اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا، تو شفعہ کا حق جاتا رہا، ان آثار سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فریق اول کی تائید کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں (۳)۔

---

(۱) المغني لابن قدامة رحمه الله تعالى: ۱۲۲۳/۲

(۲) حوالة سابقه

(۳) لامع الدراري: ۱۵۳/۶

ایک اور مسئلہ اختلافیہ

امام شعبیؒ کے اثر سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ شفیع کو فی الفور حق شفعہ دائر کرنا چاہیے، اگر وہ بیع کے علم کے بعد تاخیر کرتا ہے تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا، اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ شفیع بیع کا علم ہوتے ہی حق شفعہ کا دعوی کرے یا اسے تاخیر کا بھی حق حاصل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فی الفور شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے، اس لئے کہ "الشفعة لمن واثبها"(۱) یعنی شفعہ اسی کے لئے ہے، جو طلب مواثبت کرتا ہے اور فوری طور پر حق شفعہ طلب کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور "الشفعة كحل العقال"(۲) یعنی شفعہ تو ایسا ہے کہ جیسے رسی کھول دی، اگر اونٹ کی رسی کھول دی جائے تو اونٹ کہیں سے کہیں چلا جائے گا، اسی طرح اگر کسی کو معلوم ہوا کہ مکان کی بیع ہوئی ہے اور اس نے ڈھیل دے دی اور فی الفور شفعہ کا دعوی نہ کیا تو وہ مکان اسے نہیں ملے گا، نیز حق شفعہ ایک کمزور قسم کا حق ہے جو کہ اعراض کرنے سے باطل ہو جاتا ہے، لہذا فوری مطالبہ اور قیام شہادت دونوں لازم ہوں گے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اسے شفعہ میں رغبت ہے، اور وہ اعراض سے کام نہیں لے رہا، کیونکہ اسے قاضی کی عدالت میں مطالبۂ شفعہ کے ثبوت کی احتیاج بھی درپیش ہے، اور اس احتیاج کا ازالہ گواہی کے بغیر ممکن نہیں ہے(۳)۔ اور یہی یعنی فی الفور دعوی شفعہ کرنا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا منصوص قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک قول اسی طرح ہے، اور دوسرا قول امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور ایک روایت امام احمد بن حنبل کی یہ ہے کہ فی الفور دعوی شفعہ دائر کرنا ضروری نہیں، بلکہ تراضی کے ساتھ بھی دعوی شفعہ دائر کیا جا سکتا ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک تو یہی ہے کہ فی الفور دعوی کرنا ضروری نہیں ہے، اس میں تراضی کی گنجائش ہے، لیکن وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر اتنی مدت

---

(۱) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى في الدراية في تخريج أحاديث الهداية: ۲/۲۰۳، حديث الشفعة لمن واثبها، لم أجده، وإنما ذكره عبدالرزاق من قول شريح رحمه الله تعالى، وكذا قال الحافظ الزيلعي رحمه الله تعالى في نصب الراية: ۴/۱۷۶، وقال ابن الملقن: غريب (يعني لا يعلم من رواه، كما قال في المقدمة)، (خلاصة البدر المنير: ۲/۱۰۲)

(۲) أخرجه ابن ماجه: ۲/۸۳۵، كتاب شفعه، باب طلب الشفعة، الحديث: ۲۵۰۰، والبزار كما في نصب الراية: ۴/۱۸۶، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، والبيهقي رحمه الله تعالى: ۶/۱۰۸، كتاب الشفعة، باب في مسائل الشفعة، والخطيب في التاريخ: ۶/۵۷

(۳) دیکھئے، هداية شرح بداية المبتدى: ۷/۱۴

گزر جائے جس سے اندازہ ہو کہ شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا تو پھر اس کے بعد وہ دعویٰ شفعہ دائر نہیں کرسکتا(۱)۔

تفصیل تعلیقات

حَکَم بن عتیبہ کوفی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنَّف میں موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔ اور اسی طرح امام شعبی، عامر بن شراحیل کوفی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیق کو بھی ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنف میں موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔

۲۱۳۹ : حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قالَ : وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ، فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ ، إِذْ جاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ ، فَقَالَ سَعْدٌ : وَاللهِ ما أَبْتَاعُهُمَا ، فَقَالَ الْمِسْوَرُ : وَاللهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا ، فَقَالَ سَعْدٌ : وَاللهِ لَا أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً ، أَوْ مُقَطَّعَةً ، قالَ أَبُو رَافِعٍ : لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَمِائَةِ دِينَارٍ ، وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ) . ما أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَمِائَةِ دِينَارٍ . فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ . [٦٥٧٦ ، ٦٥٧٧ ، ٦٥٧٩ ، ٦٥٨٠]

حضرت عمرو بن شرید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا، اتنے میں مسور بن مخرمۃ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ایک مونڈھے پر رکھا، اتنے میں ابورافع رضی اللہ عنہ بھی آگئے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے کہا: اے

(۱) بداية المجتهد، ص: ٦٥٢، دار الكتب العلمية بيروت، المغني لابن قدامة المقدسي: ١/١٢٠٠، بيت الافكار الدولية بيروت

(۲) فتح الباري: ٤/٤٣٧، عمدة القاري: ١٠/٦٢

(۳) حوالۂ سابقه

(۲۱۳۹) الحديث اخرجه النسائي رحمه الله تعالىٰ في كتاب البيوع، رقم: ٤٦٢٣، وأبوداود في كتاب البيوع، رقم: ٣٠٥١، وابن ماجة رحمه الله تعالىٰ، في كتاب الأحكام، رقم: ٢٤٨٦، والإمام أحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده، رقم: ٢٢٧٥١، ٢٧٥٩٢٧، انظر كذلك في جامع الأصول، الباب السادس في الشفعة، رقم: ٤١٩.

سعد! تم میرے دونوں کمرے جو تمہارے گھر میں ہیں، خرید لو، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں تو نہیں خریدتا، مسور نے کہا (جو کہ ساتھ ہی کھڑے تھے): خدا کی قسم! تم کو خریدنا ہوگا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: (پھر ٹھیک ہے مگر) میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دوں گا اور وہ بھی کئی قسطوں میں یا اکٹھے (راوی کو شک ہوا ہے) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ کو تو ان گھروں کے پانچ سو دینار ملتے ہیں (جن کے پانچ ہزار درہم بنتے ہیں) اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ "ہمسایہ اپنی نزدیکی کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے"، تو میں تم کو یہ گھر چار ہزار درہم کے بدلے کبھی نہ دیتا، خصوصاً جب کہ مجھے ان کے پانچ سو دینار مل رہے ہیں، آخرکار حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے دو کمرے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیے۔

تراجم رجال

مكي بن ابراهيم

یہ مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد حنظلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ابن جريج

یہ ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجہا وترجیلہا میں گزر چکا۔

إبراهيم بن مَيْسَرة

یہ ابراہیم بن میسرۃ الطائفی ثم المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ، كتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة میں گزر چکا۔

عمرو بن الشريد

آپ عمرو بن الشرید بن سُوید الثقفی ابوالولید الطائفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

(۱) كشف الباري: ٤٦١/٣

اساتذه

سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس، حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم، ابورافع رضی اللہ عنہ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام) نیز اپنے والدِ محترم جو کہ صحابی ہیں حضرت شرید بن سُوید رضی اللہ عنہ سے بھی روایات نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ

ابراہیم بن میسرۃ طائفی، بکیر بن عبداللہ، صالح بن دینار، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یعلیٰ، عبداللہ بن عتبہ، عمرو بن شعیب، محمد بن میمون بن مُسیکہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں (۱)۔

احمد بن عبداللہ عجلی فرماتے ہیں: حجازی، تابعی، ثقۃ (۲)۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة" (٤).

سعد بن ابی وقاص

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ گزر چکا (۵)۔

مسور بن مخرمة

حضرت مسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس میں آچکا۔

---

(١) تهذيب الكمال: ٦٣/٢٢

(٢) الثقات، ص: ٤٢

(٣) ١٨٠/٥

(٤) تقريب التهذيب، ص: ٤٢٣، دار الرشيد، سوريا

(٥) كشف الباري: ١٧٣/٢

ابو رافع

حضرت ابورافع القبطی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام میں کئی اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں: ابراہیم اور بعض: اسلم اور بعض: ثابت وغیرہ(۱)۔ واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ ہی عرصے بعد مدینہ منورہ میں ہوا(۲)۔ جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا(۳)۔

منقول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ پھر جب حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خوشخبری دی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کر دیا(۴)۔

آپ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے تھے۔

تلامذہ

آپ سے آپ کے بیٹے رافع بن ابی رافع، عبیداللہ بن ابی رافع، معتمر یا مغیرہ بن ابی رافع اور حسن بن ابی رافع اور پوتے حسن بن علی بن ابی رافع، صالح بن عبیداللہ بن ابی رافع، فضل بن عبیداللہ بن ابی رافع نیز آپ کی اہلیہ محترمہ سلمی ام رافع روایات نقل کرتے ہیں۔ نیز حنین (داؤد بن حنین کے والد)، حسین بن ابی

(۱) تہذیب الکمال: ۲۳/۱ ۲

(۲) طبقات ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ: ۷۵/٤

(۳) ثقات: ۱۷/۲

(٤) طبقات ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ: ۷۲/٤

المغیرۃ، سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی سعید، سلیمان بن یسار، شرحبیل بن سعد، علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ، عمرو بن شرید، محمد بن المنکدر اور ابوسعید مقبری وغیرہم رحمہم اللہ بھی آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث نقل کرتے ہیں(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب قائم کیا تھا، "باب عرض الشفعة علی صاحبها قبل البیع" اور حدیث مذکور میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں: "اے سعد رضی اللہ عنہ! تم میرے دونوں کمرے جو تمہارے دار میں ہیں، خریدلو"۔ تو اس میں حق شفعہ کی وجہ سے ایک شریک کا دوسرے شریک کے سامنے بیع کے لئے عرض کرنا ہے(۲)۔

تشریح

اسی حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ پڑوسی کے لئے شفعہ کے اثبات پر استدلال کرتے ہیں، فریق مخالف تاویل کرتے ہیں کہ یہاں شریک فی نفس المبیع مراد ہے، اس لئے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو گھروں میں شریک تھے، اسی وجہ سے انہوں نے سب سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو گھر بیچنے کی پیش کش کی لیکن فریق مخالف کا یہ استدلال کرنا ظاہر حدیث ہی سے رد ہوجاتا ہے، اس لئے کہ حدیث میں صاف ہے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر میں سے دو کمروں کے مالک تھے، ایسا نہیں تھا کہ گھر کے کسی حصہ کے دونوں مشترکہ طور پر مالک ہوں(۳)۔

☆☆......☆☆

(۱) تهذيب الكمال: ۳۳/۳۰۱، ۳۰۲

(۲) عمدة القاري: ۱۲/۷۳

(۳) عمدة القاري: ۱۲/۷٤، فتح الباري: ٤/٥٥٢

٣ - باب : أيُّ الجِوَارِ أقْرَبُ .

کون سا ہمسایہ قریب ترین ہے (یعنی شفعہ کا زیادہ حق دار ہے)

٢١٤٠ : حدثنا حَجَّاجٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) . وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ : سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي ؟ قَالَ : (إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا) .

[٢٤٥٥ ، ٥٦٧٤]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے پہلے میں کس کو حصہ (ہدیہ) بھیجوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو(۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ترجمہ صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شفعۃ الجوار کے قائل ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ترجمہ ہی قائم نہیں کیا، بلکہ آگے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی نقل کی کہ فرماتی ہیں:

میں نے کہا، یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ہدیہ پیش کرنے میں کس کو مقدم رکھوں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا دروازہ آپ کے دروازے سے زیادہ قریب ہے، اس کا حق مقدم ہے(۲)۔

---

(١) أخرجه البخاري أيضاً في الأدب، باب حق الجوار في قرب الأبواب، وفي الهبة، باب بمن يبدأ بالهدية، وأخرجه أبوداود رحمه الله تعالى في سننه، في الأدب، باب حق الجوار، رقم: ٥١٥٥، وانظر جامع الأصول: ٦/٦٤٠، رقم الحديث: ٤٩٢٣.

(٢) إرشاد الساري: ٥/٢١٧، مع اضافه يسيرة

تراجم رجال

حجاج

یہ حجاج بن المنہال السلمی الأنماطی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

شعبه

یہ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

علی

یہ علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

شبابة

یہ شبابۃ بن سوار رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ان کا ذکر کتاب الحیض، باب الصلوۃ علی النفساء میں گزرا۔

أبو عمران

آپ ابوعمران عبدالملک بن حبیب الازدی ویقال الکندی، الجونی البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

اساتذہ

اُسَیر بن جابر، انس بن مالک، جندب بن عبداللہ البجلی، ابوفراس ربیعہ بن کعب الاسلمی، زہیر بن عبداللہ بصری، عبداللہ بن رباح انصاری، عبداللہ بن صامت اور ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں۔

(۱) کشف الباري: ۷٤٤/۲

(۲) کشف الباري: ۶۷۸/۱

(۳) کشف الباري: ۲٥٦/۳

(٤) ان کے تفصیلی احوال کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد: ۲۳۸/۷، تاریخ البخاری الکبیر، ترجمة ۱۳۳۰، تاریخ البخاري الصغیر: ۳۱۸/۱، ثقات لابن حبان رحمه الله تعالیٰ: ۱۱۷/۵، تهذیب الکمال: ۲۹۷/۱۸، سیر أعلام النبلاء: ۲٥٥/٥

تلامذہ

ابان بن زید العطار، جعفر بن سلیمان الضُبَعی، ابو قدامہ، حجاج بن فُرافصہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سلیمان التیمی شُعبہ بن حجاج اور صالح بن بشیر المُرّی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: "ثقة" (۱)۔

ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: "صالح" (۲)۔

محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "حسن الحديث" (۳)۔

وفات

عمرو بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ کا انتقال ۱۲۸ھ میں ہوا (۴)۔

بعض کہتے ہیں کہ ۱۲۹ھ میں ہوا (۵)۔

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۱۲۳ھ میں ہوا (۶)۔

طلحه بن عبدالله

یہ طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عبیداللہ بن معمر التیمی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۷)۔

---

(۱) الجرح والتعديل: ٥، الترجمة: ١٦٣٦

(۲) حوالہ سابقہ

(۳) المعرفة والتاريخ: ٢/٢٦٤

(٤) تهذيب الكمال: ١٨/٢٩٩

(٥) حوالۂ مذکورہ

(٦) الثقات: ٥/١١٧

(٧) كشف الباري: ٢/٤٨

عائشه

اورام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۱) کا تذکرہ گزر چکا۔

تشریح

یعنی ایسا بھی جار ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر کی دیوار آپ کے گھر کی دیوار کے ساتھ ملی ہوئی ہو، لیکن اس کا دروازہ مشرق میں اور آپ کا دروازہ مغرب میں ہو، وہ "اقربهما بابا" نہیں قرار دیا جائے گا، بلکہ اقربهما بابا وہ ہوگا جس کا دروازہ آپ کے دروازے سے قریب ہو، اگر چہ اس کی دیوار آپ کی دیوار سے ملی ہوئی نہ ہو۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس باب میں نقل کردی، حالانکہ اس کا شفعۃ الجوار سے تو کوئی تعلق نہیں ہے، یہاں تو عائشہ رضی اللہ عنہا ہدیہ کا مسئلہ دریافت فرمارہی ہیں (۲)۔

دیگر شراح بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کا اعتراض صحیح نہیں ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت یہاں یہ بتانے کے لئے پیش کی ہے کہ وہ جار جس کی دیوار آپ کی دیوار سے متصل ہے، لیکن اس کا دروازہ دوسری جانب میں ہے اور آپ کا دروازہ کسی اور جانب میں اور آپ کے اور اس کے دروازے کے درمیان مثلاً تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے، تو اس کو حق شفعہ میں ترجیح نہیں دی جائے گی، بلکہ جس آدمی کا دروازہ آپ کے دروازے سے پانچ یا دس گز کے فاصلے پر ہے، اگر چہ اس کی دیوار کا اتصال آپ کی دیوار سے نہ ہو، تو وہ آپ کا قریبی ہمسایہ قرار دیا جائے گا، اسی لئے امام بخاری اس روایت کو یہاں ابواب شفعہ میں لائے

(۱) كشف الباري: ۱/۲۹۱

(۲) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۶/۳۸۲

ہیں اور یہ کہنا کہ اس کا تعلق ہدیہ سے ہے، اس کی طرف تو سب ہی کا ذہن متبادر ہوتا ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے جو اس کو یہاں ذکر کیا ہے، وہ تو یہ بتانے کے لئے ہے کہ جس طرح ہدیہ میں "أقربهما بابا" کو احق قرار دیا گیا ہے، اسی طرح یہاں شفعہ کے باب میں بھی اسی کو احق قرار دیا جائے گا، جس کا دروازہ زیادہ قریب ہوگا(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "أي الجوار أقرب" سے واضح ہے۔

---

(۱) فتح الباري: ٤/٥٥٤، عمدة القاري: ١٢/٧٦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٢ - کتاب الاجارۃ

یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اجارے کے احکام بیان فرمارہے ہیں، بعض نسخوں میں اجارات جمع کے صیغے کے ساتھ ہے۔

اجارہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

اجارۃ فِعالۃ کے وزن پر ہے، لغۃً اجرۃ کا اسم ہے، جو کہ اجیر کے کرایہ کو کہتے ہیں(۱)۔

صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجارہ کی تعریف کی ہے: "عقد یرد علی المنافع بعوضٍ"(۱) یعنی اجارہ وہ عقد ہے جو منافع پر بعوض واقع ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے تعریف کی ہے: "تملیك المنافع بعوضٍ"(۲) یعنی اجارہ منافع کا بعوض مالک بنانا ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے: "بیع منفعة معلومة باجر معلوم" یعنی: اجارہ منافع معلومہ کی اجرت معلومہ پر فروخت کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وهذا أحسن"(۳).

اجارہ کا ثبوت

اجارہ قرآنِ مجید سے بھی ثابت ہے، "﴿إن خير من استأجرت القوي الأمين﴾(٤).

بے شک اچھا ملازم جس کو تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور ہو اور امانت دار۔

---

(۱) الهداية مع شرحه البناية: ٦٢١/٣، المغرب: ٢٨/١

(٢) قاله البسطامي في الحدود والأحكام، ص: ٩٦، من هامش طلبة الطلبة للإمام نسفي رحمه الله تعالى، ص: ٢٦١

(٣) عمدة القاري: ٧٧/١٢

(٤) القصص: ٢٦، دیکھئے، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي(٢٤١/١٣)، وفيه: "دليل على أن الإجارة كانت عندهم مشروعة معلومة، وكذلك كانت في كل ملة، وهي من ضرورة الخليقة، ومصلحة الخلطة بين الناس".

اور امت کا اس بارے میں اجماع بھی ہے کہ اجارہ جائز ہے(۱)۔

اور احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے بھی اس کا ثبوت ہے جیسا کہ روایات آگے آئیں گی۔

اور اگر چہ قیاساً اجارہ ناجائز معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں معقود علیہ منفعت ہے جو کہ عقد کے وقت موجود نہیں ہوتی، اور کسی آئندہ موجود ہونے والی چیز کی طرف تملیک کی اضافت کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ شی معدوم عقد کا محل نہیں ہوتی ہے(۲)۔

لیکن شریعتِ مطہرہ نے لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر عقد اجارہ کو جائز قرار دیا ہے(۳) کہ بعض اوقات آدمی اپنا کام خود نہیں کرسکتا، دوسرے کی ضرورت پیش آتی ہے اور دوسرا مفت کام کرنے پر تیار نہیں ہوتا، اس واسطے اس کی اجازت ہونی چاہیے کہ آدمی دوسرے کو اجرت دے کر کام کرائے۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ فقرا محتاج مال ہوا کرتے ہیں اور اغنیا محتاج اعمال، اب اگر اجارہ جائز نہ ہو تو لوگوں کو ان کے مصالح زندگی میں سخت تنگی پیش آئے گی۔

صرف عبدالرحمٰن بن الاصم جنہوں نے ماقبل میں شفعہ کو بھی ناجائز کہا تھا، وہ اس اجارے کو بھی ناجائز کہتے ہیں، لیکن ان کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے(۴)۔

١ - باب : أَسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ .

وَقَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «إِنَّ خَيْرَ مَنِ ٱسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ» /القصص:٢٦/ . وَالخَازِنِ الْأَمِينِ . وَمَنْ لَمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ .

نیک آدمی کو اجرت پر رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "بے شک اچھا ملازم جس کو تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور ہو (اور) امانت دار" اور امانت دار خازن کا بیان اور اس شخص کا بیان جو خواہش مند (طلب گار) کو عامل نہ بنائے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک وہم کا

(١) بداية المجتهد، ص: ٦١٦

(٢) ديكهئے، هداية شرح بداية المبتدى: ٦/٢٦٨

(٣) المصدر السابق

(٤) المغنى لابن قدامة: ٢/١٢٤٥

خاتمہ کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ نیک آدمی تو قابلِ تعظیم وتکریم ہے اور قابلِ تعظیم وتکریم آدمی کو اجیر رکھنا اس کے اکرام کے خلاف ہے، اس واسطے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ترجمۃ الباب قائم کرکے یہ بتایا کہ اجارے پر کام لینا اہانت نہیں ہے اور نہ ہی اکرام کے خلاف ہے(۱)۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اصل میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اجیر نیک وطاقت ور آدمی کو رکھنا چاہیے، اس لئے کہ اگر وہ نیک نہیں ہوگا تو خیانت کرے گا اور مال کو ضائع کرے گا اور بسا اوقات وہ جان کے درپے بھی ہوجاتا ہے، اور طاقت ور ہوگا تو اپنے کام کو پورے طریقے پر انجام دے گا۔

قوله تعالیٰ: ﴿إن خير من استاجرت﴾ کا مختصر پس منظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام بالقاءِ غیبی مصر سے مدین کی طرف روانہ ہوئے اور جب مدین کے قریب پہنچے تو ایک کنوئیں پر مجمع اور ہجوم دیکھا اور دو عفت مآب خواتین اپنی بکریاں لئے ایک طرف کھڑی تھیں اور چرواہوں کے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر لے جانے کا انتظار کررہی تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان پر رحم آیا اور پانی کھینچ کر ان کی بکریوں کو پلایا اور پھر کسی سایہ کی جگہ بیٹھ کر اپنے اللہ سے مناجات کرنے لگے اور ان لڑکیوں کی طرف کوئی التفات نہ کیا، دونوں لڑکیوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جوان وتوانا تو ایسا ہے کہ جس چٹان کو دس آدمی اٹھاتے ہیں، اس کو تن تنہا ہٹا دیا اور امانت ودیانت دپاک دامنی کا یہ حال ہے کہ ہماری مدد تو کردی مگر ہماری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا اور عبودیت کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا میں غرق ہے، گھر آئیں اپنے بوڑھے والد حضرت شعیب علیہ السلام کو سارا قصہ سنایا، حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلوالیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءِ ولادت سے اب تک سارا حال ان کو سنایا، حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو تسلی دی کہ ڈرو مت! تم نے ظالموں سے نجات پائی، بعد ازاں حضرت شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیوں میں سے ایک بولی، جن کا نام صفورا، تھا کہ اے والد بزرگوار اس کو اپنا نوکر رکھ لیجئے، تاکہ ہماری بکریاں چرایا کرے، تحقیق بہترین اجیر اور نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط اور توانا ہو اور امانت دار ہو قوت وتوانائی کا تو یہ حال کہ جو پتھر کئی آدمی سے نہیں اٹھ سکتا تھا، اس شخص نے تن تنہا اس کو نہایت سہولت سے اٹھا کر رکھ دیا اور امانت کا یہ حال کہ اس شخص نے مجھے پیچھے چلنے کو کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور زبان سے راستہ بتاتی چلو اور جس میں یہ دو خصلتیں ہوں، یعنی قوت اور امانت وہ خوب خدمت انجام دے گا (۲)۔

(۱) إرشاد الساري: ۵/۲۱۹

(۲) معارف القرآن: ۵/۳۰۸، ۳۰۹، للشیخ العلامة محمد ادریس کاندهلوی رحمه اللّٰه تعالیٰ

ترجمۃ الباب کے جزءِ ثانی کا مقصد

قولہ (الخازنُ الامینُ ومن لم یستعمل مَنْ ارادہ)

یہ ترجمۃ الباب کا دوسرا حصہ ہے اور اس کے دو اجزاء ہیں اور پھر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اجزاء کے لئے ایک ایک حدیث پیش کی ہے۔

اس میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو اجیر بننے کے لئے پیش کرے اور دوسرا شخص اس کو اجیر رکھنے سے انکار کرے تو اس کی اصل بھی سنت کے اندر موجود ہے، لیکن یہ بات بہرحال ذہن میں رہے کہ یہ کوئی قاعدہ وکلیہ نہیں ہے کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو پیش کرتا ہے، تو ضرورت اس بات کی داعی ہوتی ہے کہ اس کو اجیر رکھا جائے، آپ کو کسی کام کے لئے اجیر کی ضرورت ہے، اب آپ کو نہیں معلوم کہ کون شخص اس کام کے لئے موزوں وفارغ ہے، تو اگر ایسی صورت میں اجراء اپنے آپ کو پیش کریں گے تو آپ کو ان کی اہلیت وآمادگی کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے(۱)۔

اور پھر حضرتِ یوسف علیہ السلام نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے ذمہ لے لیا، "اجعلنی علی خزائن الأرض إنی حفیظ علیم"(۲)۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: (حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مالیات کے عہدے کو اس لئے اختیار کیا) تاکہ اس کے ذریعے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں، خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبرگیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں اور یہ کہ ہمدردی خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شانِ نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے، نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسلمانوں کی خیرطلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اس کی خواہش یا درخواست کرسکتا ہے اور

(۱) لامع الدراري: ۶/۱۵۷، ۱۵۸

(۲) یوسف: ۵۵

اگر حسبِ ضرورت اپنے بعض خصالِ حسنہ اور اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں(۱)۔ اور بعض احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کی تائید وارد ہوئی ہے۔

لیکن بعض صورتیں بے شک ایسی ہوتی ہیں کہ اُن میں اپنے آپ کو پیش کرنے والا شخص اس کام کے لئے مناسب نہیں ہوتا اور اس کی یہ طلب اس بات پر دال ہوتی ہے کہ وہ عہدے کا حریص ہے، اور اس کی نیت میں فساد ہے تو ایسے شخص کو یقیناً نہیں رکھنا چاہیے۔

۲۱٤۱ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الْخَازِنُ الْأَمِينُ ، الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ ، أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ) . [ر : ١٣٧١]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت دار خزانچی (داروغہ) جو اپنے مالک کی دلائی ہوئی رقم (پوری پوری) خوشی سے ادا کرے۔ اس کو بھی صدقہ کا ثواب ملے گا(۲)۔

تراجمِ رجال

محمد بن یوسف

یہ محمد بن یوسف بن واقد أبوعبداللہ فریابی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

---

(۱) تفسیر شیخ الإسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمه اللّٰه تعالیٰ، ص: ۳۲۱

(۲) أخرجه البخاري ايضاً في كتاب الزكاة، باب : اجر الخادم اذا تصدق الخ، الحديث: ۱٤۳۸، وفي كتاب الوكالة، باب وكالة الامين في الخزانة ونحوها، الحديث: ۲۳۱۹، واخرجه مسلم في كتاب الزكاة، باب اجر الخازن الامين الخ، الحديث: ۲۳٦۰، واخرجه ابوداود في كتاب الزكاة، باب اجر الخازن، الحديث: ۱٦۸٤، واخرجه النسائي في كتاب الزكاة، باب اجر الخازن إذا تصدق باذن مولاه، الحديث: ۲٥٥۹.

(۳) كشف الباري: ۲٥۲/۳

سفیان

یہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

أبوبردة

یہ ابو بردۃ بُرَید بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

ابو بردۃ

آپ حضرتِ ابو بردہ عامر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۳)۔

ابو موسیٰ اشعری

آپ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قولہ (الخازن الامین) سے ظاہر ہے۔

علامہ اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ وداؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حدیثِ باب پر اشکال

ان حضرات نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی پر اعتراض کیا ہے کہ وہ اس بابِ اجارہ میں یہ حدیث کیوں لائے، جب کہ حدیثِ مذکورہ میں اجارہ کا کوئی بھی ذکر نہیں ہے (۵)۔

جواب

علامہ ابن التین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی مراد وہ خازن ہے کہ جمع شدہ مال میں

(۱) كشف الباري: ۲/۲۷۸

(۲) كشف الباري: ۱/۶۹۰

(۳) كشف الباري: ۱/۶۹۰

(٤) كشف الباري: ۱/۶۹۰

(٥) فتح الباري: ٤/٥٥٦

اس کی اپنی کوئی شی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ وہ اجیر ہی ہوا کرتا ہے، یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ خزانچی دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک اعزازی اور دوسرا وہ جس کو اجرت پر رکھا جاتا ہے اور یہاں خازن کو عام ذکر کیا ہے، لہذا اس سے اجرت والا خازن مراد لیا جائے (۱)۔

۲۱٤۲ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خالِدٍ قالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ : حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ ، فَقُلْتُ : ما عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ ، فَقَالَ : (لَنْ - أَوْ : لَا - نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ) . [٦٥٢٥ ، ٦٧٣٠ ، ٦٧٣٧ ، ٦٧٣٨]

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (یمن سے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا، میرے ساتھ اشعری قبیلے کے دو مرد بھی تھے (انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی خدمت (منصب) کی درخواست کی) میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ خدمت (منصب) چاہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی ہم سے خدمت مانگے، ہم اس کو ہرگز خدمت نہیں دیتے (۲)۔

تراجم رجال

مسدد

یہ مسدد بن مسرہد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

---

(۱) عمدة القاري مع اضافة يسيرة: ۱۲/۷۸

(۲) الحديث اخرجه مسلم في كتاب الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها رقم: ٤٧١٨، النسائي في كتاب الطهارة، باب يستاك الإمام بحضرة رعيته رقم: ٤، وكتاب آداب القضاة، رقم: ٥٢٨٧، وابوداود في كتاب الخراج والأمارة والفئ، رقم: ٢٥٤١، وكتاب الأقضية، رقم: ٣١٠٨، وكتاب الحدود، رقم: ٣٧٩٠، والإمام أحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده، رقم: ١٨٦٨٧، ١٨٨٥٣، انظر كذلك في جامع الأصول، بعث أبي موسىٰ ومعاذ إلى يمن، رقم: ٦١٧٩.

(۳) كشف الباري: ۲/۲

يحيى

یہ یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

قرّة بن خالد

یہ قرۃ بن خالد ابومحمد سدوسی بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں۔ان کا ذکر کتاب مواقيت الصلاة، باب السمر في الفقه والخير بعد العشاء میں گزر چکا ہے۔

حميد بن هلال

یہ حمید بن ہلال بن ہبیرۃ عدوی بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں۔ان کا تذکرہ کتاب الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه میں گزر چکا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے جزء ثانی،"ومن لم يستعمل من اراده" کے ساتھ ظاہر ہے(۲)۔

۲ - باب : رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ .

قیراط تنخواہ پر بکریاں چرانا

قوله "قراريط" کی تحقیق

قراریط، قیراط کی جمع ہے اور قیراط نصف دانق کو کہتے ہیں، ایک دینار چھ دانق کا ہوتا ہے تو ایک قیراط ایک دینار کا بارہواں حصہ ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ ایک دینار کا بیسواں حصہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ ایک دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲

(۲) الأبواب والتراجم، ص: ۱٦٦

(۳) النهاية في غريب الحديث والأثر: ۴۳۸/۲، مجمع بحار الانوار: ۲۵۱/۴، عمدة القاري: ۷۹/۱۲

بعض حضرات نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہاں متعارف قراریط مراد نہیں ہے، بلکہ یہ مکہ مکرمہ میں کوئی جگہ تھی، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو ترجیح دی ہے، لیکن اس بات کو تسلیم کرنا مشکل ہے اس لئے کہ مکہ یا اس کے قرب وجوار میں اس نام کی جگہ کا کہیں پتہ نہیں چلتا (۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمۃ الباب کے ذریعے سے بکریاں چرانے کے عمل کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں (۲) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی بکریاں چرائی ہیں، جیسا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا، جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں (۳)۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار اونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے اور وہ بکریوں کے چرانے والے تھے اور داؤد علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے اور وہ بھی بکریوں کو چرانے والے تھے اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام اجیاد میں چرایا کرتا تھا (۴)۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں بھی چرائی ہیں، جیسا کہ باب کی روایت میں ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بکریاں چرانے میں حکمت

شارحین کرام فرماتے ہیں کہ "حضراتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا بکریاں چرانا امت کی گلہ بانی کا دیباچہ اور پیش خیمہ تھا، اس لئے کہ اونٹ اور گائے کا چرانا اتنا دشوار نہیں، جتنا کہ بکریوں کا چرانا دشوار ہے، بکری کمزور جانور ہے اور ضدی بھی ہے اب اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر سختی نہیں کی جاسکتی اور اس

(۱) فتح الباري: ٤/٥٥٧، إرشاد الساري: ٥/٢٢٢

(۲) الأبواب والتراجم، ص: ١٦٦

(۳) رواه البخاري في هذا الباب سيأتي تخريجه

(٤) عمدة القاري: ١٢/٨٠

کے ضدی ہونے کی وجہ سے اس کی مسلسل دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ بکریاں اس لحظہ اگر اس جانب ہیں تو دوسرے لحظہ میں دوسری جانب دوڑتی نظر آتی ہیں، گلہ کی کچھ بکریاں اس طرف دوڑتی ہیں اور کچھ دوسری طرف اور راعی ہے کہ ہر طرف دھیان رکھتا ہے کہ کوئی بھیڑیا وغیرہ تو ان کی فکر میں نہیں، چاہتا ہے کہ سب بکریاں مجتمع رہیں کہیں کوئی بکری گلہ سے الگ نہ رہ جائے اور بھیڑیا اس کو پکڑ لے جائے، صبح تا شام راعی اس فکر میں ان کے پیچھے پیچھے پریشان رہتا ہے، یہی حال انبیاء کرام علیہم الف الف صلوات وتسلیمات کا اپنی امتوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کی صلاح وفلاح کی فکر میں لیل ونہار سرگرداں رہتے ہیں، امت کے افراد تو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہائی شفقت ورافت سے ان کو دین حق کی طرف بلاتے رہتے ہیں اور امت کی اس بے اعتنائی سے ان حضرات کو جو تکلیف اور مشقت پہنچتی ہے اس پر صبر وتحمل فرماتے ہیں اور بایں ہمہ پھر کسی وقت دعوت وتبلیغ اور ارشاد وتعلیم سے اکتاتے اور گھبراتے نہیں۔

اور جس طرح بکریاں درندوں کے خونخوار حملوں سے بے خبر ہوتی ہیں اسی طرح امت نفس اور شیطان کے مہلکانہ حملوں سے بے خبر ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں نفس اور شیطان ان کو اچک کر نہ لے جائیں اور اپنی امت کی زبوں حالت دیکھ کر اندر ہی اندر گھلتے رہتے ہیں۔

﴿لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مومنين﴾(الشعراء: ۳)

''شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اس بات پر کہ وہ ایمان نہیں لائے''(۱)۔

۲۱۴۳ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ) . فَقَالَ أَصْحَابُهُ :

---

(۱) فتح الباري: ۵/۵۵۷، عمدة القاري: ۱۲/۸۰، إرشاد الساري: ۵/۲۲۲، تحفة الباري: ۳/۹۶، سيرة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم للشيخ كاندهلوي: ۱/۹۸، ۹۹

(۲۱۴۳) وأخرجه ابن ماجه في سننه، في كتاب التجارات، رقم: ۲۱۴۰، ولم يخرجه أحد من أصحاب الستة سوى البخاري وابن ماجة، أنظر جامع الأصول: ۴/۶۷۷، رقم الحديث: ۲۷۸۳.

وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: (نَعَمْ. كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ).

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا، جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی چرائیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! میں چند قیراط تنخواہ پر مکے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

تراجم رجال

احمد بن محمد مکی

یہ احمد بن محمد بن ولید بن عقبۃ ابن الازرق بن عمرو غسانی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن کا ذکر کتاب الوضوء، باب الاستنجاء بالحجارۃ میں گزرا۔

عمرو بن یحییٰ

یہ عمرو بن یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

عن جدہ

یہ سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی کتاب الوضوء، باب الاستنجاء بالحجارۃ میں گزرا۔

ابوھریرۃ

آپ صحابی مشہور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بالکل ظاہر ہے۔ "وھو قولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) ۱۱۵/۲

(۲) دیکھیے، کشف الباری: ۶۵۹/۱

"كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة".

۲ - باب: استئجار المشركين عند الضرورة، أو: إذا لم يوجد أهل الإسلام.

اگر کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو بوقتِ ضرورت مشرک کو مزدوری پر لگانا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو نیک اور صالح آدمی کو اجیر رکھنا چاہیے، لیکن اگر ضرورت کے وقت کوئی مسلمان نہ مل رہا ہو، تو غیر مسلم کو بھی اجیر رکھا جاسکتا ہے (۱)۔

علماء کے اختلاف کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بلا ضرورت مشرکین کو اجیر رکھنا جائز نہیں، لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ بلا ضرورت بھی مشرکین کو اجیر رکھا جاسکتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ روایت تو اتنی بات بتا رہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بضرورت مشرک کو اجیر رکھا، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ضرورت نہ ہو تو اس صورت میں مشرک کو اجیر نہیں رکھا جائے گا۔ نیز اس میں ان مشرکین کی اہانت وذلت بھی ہے کہ وہ اہل اسلام کی خدمت کریں (۲)۔

وَعَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَهُودَ خَيْبَرَ. [ر: ۲۱٦۵]

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودِ خیبر کو کاشت کرنے کے لئے دی تھی، چونکہ وہ اس کے ماہر تھے اور وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا اس لئے ضرورۃً ان یہودیوں کو اجیر رکھا گیا (۳)۔ جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں اثر منقول ہے:

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۸۰

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/ ۲۲۲، وشرح صحيح البخاري لابن بطال: ٦/ ۳۸۷، لامع الدراري: ٦/ ۱٦۱

(۳) حوالۂ بالا

"عن ابن شهاب قال: لم يكن للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم عمال يعملون بها نخل خيبر وزرعها فدعا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يهود خيبر فدفعها إليهم"(۱).

۲۱٤٤ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ ، ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ ، هَادِيًا خِرِّيتًا – الْخِرِّيتُ : المَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ – قَدْ غَمَسَ يَمِينَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ ، وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ ، فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا ، وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ ، فَارْتَحَلَا ، وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ ابْنُ فُهَيْرَةَ ، وَالدَّلِيلُ الدِّيلِيُّ ، فَأَخَذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ ، وَهُوَ طَرِيقُ السَّاحِلِ . [ر : ٤٦٤]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (ہجرت کا واقعہ نقل کرتے ہوئے) بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستی دِیل کے ایک آدمی کو نوکر رکھا جو کہ بنی عبد بن عدی کے خاندان میں سے تھا اور راستے بتانے میں خوب ہوشیار تھا اور اس نے اپنا ہاتھ (کسی چیز میں) ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے عہد کیا تھا کہ وہ کفارِ قریش کے دین پر ہے، دونوں حضرات (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس پر بھروسہ کیا اور اپنی اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں اور اس سے یہ طے کیا کہ تین راتوں کے بعد اونٹنیاں لے کر غارِ ثور پر آ، وہ حسبِ وعدہ تیسری رات کی صبح کو اونٹنیاں لے کر آ گیا، دونوں روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تھے (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام) اور وہ راستہ بتانے والا بنی دِیل کا شخص بھی تھا، چنانچہ وہ انہیں مکہ مکرمہ کے نچلے راستے سے یعنی سمندر کے

(۱) فتح الباري: ٥٥٨/٤

(٢١٤٤) وأخرجه البخاري، ايضاً في كتاب الأدب، باب هل يزور صاحبه كل يوم او بكرة وعشيا، الحديث: ٦٠٧٩، وفي كتاب اللباس، باب التقنّع، الحديث: ٥٨٠٧، ولم يخرجه أحد من أصحاب الأصول الستة سوى البخاري، وانظر تحفة الأشراف: ٩٣/١٢، الحديث: ١٦٦٥٣.

کنارے کنارے سے لے گیا۔

تراجم رجال

ابراھیم بن موسیٰ

یہ ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التیمی ابواسحٰق الفراء الرازی الصغیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجھا وترجیلہ میں گزر چکا ہے۔

هِشام

یہ ہشام بن یوسف الانباری الصنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی کتاب مذکورہ میں گزر چکا ہے۔

مَعْمر

یہ معمر بن راشد ازدی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

الزهري

یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عُروۃ

یہ عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

عائشة

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ بھی گزر چکا (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٤٦٥

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٥

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۱

قوله: "رجلاً مِن الدِّيل"

ابن اسحٰقؒ فرماتے ہیں، اس آدمی کا نام عبداللہ بن ارقم تھا، ابن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا اور مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس کا نام رقیط تھا(۱)۔

قوله "هَادِياً خِرِّيتاً"

"هادي" هدى الطريق سے ہے، یعنی راستہ بتانے والا، "خِرِّيت" علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الماهر، الذي يهتدي، لأخرات المفازة، وهي طُرُقها الخفية، ومَضايقُها وقيل: إنه يهتدي، لمثل خَرتِ الإبرة، من الطريق"(۲)، یعنی: "راستہ بتانے میں ماہر اور دشوار گزار و پرپیچ راستوں سے بھی واقف، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جیسے سوئی کا ناکہ باریک ہوتا ہے ایسے ہی خریت کو بھی باریک راستوں پر بڑا عبور ہوتا ہے۔

قوله "قد غَمَسَ يمينَ حِلْفٍ"

یہ اس لئے کہا کہ عرب کا دستور تھا کہ جب وہ کسی سے معاہدہ کرتے تھے تو فریقین اپنے ہاتھوں کو خلوق (ایک معروف خوشبو ہے جو کہ زعفران یا دیگر خوشبوؤں سے ملا کر بنائی جاتی ہے اور اس پر سرخ یا زرد رنگ غالب ہوتا ہے اور یہ عورتوں کی خوشبوؤں سے شمار ہوتی ہے)(۳)، یا خون یا پانی کے اندر ہاتھ ڈالتے ہیں منشأ یہ ہوتا ہے کہ ایک رنگ میں رنگ جائیں اور معاہدے میں مزید پختگی آجائے (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۸۱/۱۲

(۲) النهاية في غريب الحديث والأثر: ۴۷۸/۱

(۳) النهاية لابن الأثير: ۵۲۶/۱

(۴) دیکھئے، إرشاد الساري: ۲۲۳/۵

قولہ "وهو على دين كفار قريش"

اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ وہ آدمی کافر تھا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو معتبر سمجھا، چنانچہ اس کو اجیر مقرر کرلیا، تو معلوم ہوگیا کہ کافر کو اجیر بنانا جائز ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

٤ – باب : إِذَا ٱسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ، أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ ، أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ ، وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا ٱلَّذِي ٱشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ ٱلْأَجَلُ .

جب کوئی شخص کسی سے تین دن یا ایک ماہ یا چھ مہینے یا ایک سال کے بعد مزدوری لینے کا معاہدہ کرے اور وقتِ مقررہ آنے تک دونوں اپنے عہد پر قائم رہیں تو جائز ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ بتانا ہے کہ عقدِ اجارہ اور عمل میں اتصال ضروری نہیں ہے، آپ نے ایک آدمی سے آج عقد اجارہ کرلیا اور اس سے کہا کہ تین دن کے بعد آپ اپنا کام شروع کردیجئے، تو یہ جائز ہے۔ حدیث میں تو تین دن کا ذکر ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کو اور آگے بڑھا دیا کہ جب تین دن مؤخر کرسکتے ہیں تو مہینے اور سال کے لئے بھی مؤخر کیا جاسکتا ہے۔

فقہاء کرام کے اختلاف کا بیان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا تو یہی مسلک ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اور ان حضرات کی دلیل حدیثِ باب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو دیل کے ایک شخص کو اپنا راہ بر و دلیل مقرر کیا تھا اور اس سے کہا کہ تم تین دن کے بعد اونٹنیاں لے کر آجانا۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر اجرت ابھی نہیں دی گئی تو

مطلق جائز ہے اور اگر اجرت نقد دے دی گئی تو پھر اگر عمل کی مدت قریب ہے تو یہ فصل جائز ہے ورنہ جائز نہیں، اس لئے کہ اگر اجرت لے کر عمل کو طویل مدت پر رکھا گیا تو کوئی پتہ نہیں کہ آدمی زندہ بھی رہے یا نہ رہے، البتہ اگر مدت قلیلہ پر عمل کو رکھا گیا تو جائز ہے، کہ اس میں غالب گمان سلامتی کا ہے(۱)۔

شوافع فرماتے ہیں کہ اجارے کی دو قسمیں ہیں: ۱-اجارۂ عین، ۲-اجارۂ ذمہ۔

اگر اجارۂ ذمہ ہے تو اس وقت فصل جائز ہے، مثلاً ایک آدمی کے ذمے آپ نے ایک کام لگایا کہ ایک ماہ کے بعد میرا یہ سامان حیدرآباد پہنچانا ہے، تو وہ اگر ایک ماہ کے بعد پہنچا دے تو کوئی حرج نہیں، دوسرا اجارۂ عین ہے، مثلاً یوں کہے کہ میرا یہ سامان اس گھوڑے پر لاد کر آپ کو حیدرآباد پہنچانا ہے، پہلے گھوڑے کی قید نہیں تھی تو اب اس اجارے میں فصل کرنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جائز نہیں اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ معین گھوڑا مر جائے (۲)۔

٢١٤٥ : حدّثنا يَحْيَى بْن بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَتْ : وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلاً مِنْ بَنِي الدِّيلِ ، هَادِيًا خِرِّيتًا ، وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ . [ر : ٤٦٤](۳)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ہجرت کا واقعہ نقل کرتے ہوئے) فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی دیل کے ایک آدمی کو نوکر رکھا، جو راستہ بتانے میں خوب ہوشیار تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا، پس دونوں حضرات نے اپنی اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں اور اس سے یہ طے کیا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان حضرات کی سواریوں کو لے کر صبح سویرے غار ثور پر آ جائے''۔

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ١١٨/١٢

(۲) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/١٦٢، ١٦٣، اور دیکھئے فتح الباري: ٤/٥٦٠، وإعلاء السنن: ١٦/٢٠٩، والموسوعة الفقهية: ١/٢٥٦

(۳) مرّ تخريجه في الباب السابق

تراجم رجال

يحيىٰ بن بكير

یہ یحیٰ بن بکیر عبداللہ بن ابوزکریا رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ليث

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

عقيل

یہ عقیل بن خالد بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

ابن شهاب

یہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

عروة بن زبير

یہ عروۃ بن زبیر عوام رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

عائشة

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۶)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٥

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۱

(٦) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۱

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طور پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو دیل کے ایک شخص سے اس شرط پر عقدِ اجارہ کیا کہ وہ تین دنوں تک ان دونوں حضرات کی اونٹنیوں کی نگہداشت کر کے تیسرے دن غارِ ثور پر پہنچ جائے اور پھر ان حضرات کی راستوں میں رہبری کرے، جو کہ اس عقد سے مقصود بالذات ہے، اگرچہ حدیث میں ابتداءِ عمل تین دن کے بعد ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجلِ بعید کو اجلِ قریب پر قیاس کرتے ہوئے فرمادیا کہ اگر ابتداءِ عمل مہینے اور سال کے بعد ہو، پھر بھی عقدِ اجارہ جائز ہے(۱)۔

امام اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال اور اس کا جواب

اس تقریر سے وہ اشکال بھی حل ہوگیا جو کہ امام اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر کیا ہے کہ اس روایت سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوا، اس لئے کہ بنی دیل کے اس آدمی نے جس دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ معاملہ کیا تھا، اسی دن سے کام بھی شروع کردیا تھا اور وہ ان حضرات کی سواریوں کو لے کر چلا گیا تھا، پھر فصل کو اس روایت سے کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے(۲)۔ تو اس کا جواب ہوگیا کہ اصل معاملہ جس کے لئے اس کو اجیر رکھا گیا تھا، وہ راستے میں راہنمائی کا تھا، جو کہ تین دن بعد شروع ہوئی۔

٥ - باب : الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ .

غزوے میں مزدور رکھنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حالتِ غزوہ میں عقدِ اجارہ کے حکم کو بیان فرمارہے ہیں اور اور ایک شبہہ کا

---

(۱) عمدة القاري: ۱۲/۸۳

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٤٦٠

ازالہ فرما رہے ہیں کہ غزوہ چونکہ اعمالِ صالحہ میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کا مقصدِ اصلی ہے تو شاید غزوے کے اندر دوسرے سے کام لینا جائز نہ ہو اور اجیر رکھنے کی اجازت نہ ہو، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ترجمۃ قائم کرکے بتلادیا کہ غزوہ بے شک عبادات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہے، لیکن اگر دورانِ غزوہ کسی آدمی کو اپنی ذاتی خدمت کے لئے اجیر رکھ لیا جائے، تو جائز ہے(١)۔

٢١٤٦ : حدّثنا يعقوب بنُ إبراهيمَ : حَدَّثَنَا إسماعيلُ بْنُ عُلَيَّةَ : أخبرَنا ابنُ جُرَيْجٍ قال: أخبرَني عَطاءٌ ، عَنْ صَفْوانَ بْنِ يَعْلَى ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَيْشَ الْعُسْرَةِ ، فَكانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي في نَفْسِي ، فَكانَ لِي أَجِيرٌ ، فَقَاتَلَ إِنْسانًا ، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ ، فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ وَقالَ : (أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ في فِيكَ تَقْضَمُهَا – قالَ : أَحْسِبُه قالَ – كما يَقْضَمُ الْفَحْلُ) .

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جیش عسرۃ (غزوۂ تبوک) میں شریک تھا اور یہ میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ قابلِ اعتماد عمل تھا، میرا ایک مزدور بھی تھا، اس نے ایک شخص سے جھگڑا کیا اور ان میں سے ایک نے مدمقابل کی انگلی چبالی دوسرے نے جو اپنی انگلی اس سے چھڑائی تو پہلے کے آگے کے دانت بھی ساتھ چلے آئے اور گر گئے، اس پر وہ شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے دانت ٹوٹنے کا کوئی تاوان نہیں دلوایا، بلکہ فرمایا: کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں

(١) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٦٠ اور عمدة القاري: ١٢/٨٣

(٢١٤٦) وأخرجه البخاري ، أيضاً في كتاب الجهاد، باب الأجير، الحديث: ٢٩٧٣، وأخرجه ايضاً في كتاب المغازي، باب غزوه تبوك، الحديث: ٤٤١٧، وأخرجه ايضا في كتاب الديات، باب إذا عضّ رجلا فوقعت ثناياه، الحديث: ٤٥٨٤، وأخرجه النسائي في كتاب القسامة، باب ذكر الاختلاف على عطاء، الحديث: ٤٧٨٠، ٤٧٨١، ٤٧٨٣، ٤٧٨٤، وأخرجه ابوداود في كتاب الديات، باب في الرجل يقاتل الرجل فيدفعه عن نفسه، الحديث: ٤٥٨٤

چبانے کے لئے چھوڑ دیتا، راوی فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسا کہ اونٹ چبالیا کرتا ہے۔

تراجمِ رجال

یعقوب بن ابراهیم

یہ یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

اسماعیل بن علیه

یہ اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله میں گزر چکا۔

عطاء

یہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

صفوان بن یعلی

یہ صفوان بن یعلی بن امیہ التمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الحج، باب غسل الخلوق، ثلث مرات میں گزر چکا ہے۔

یعلی بن امیه

یہ یعلی بن امیہ ابو صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ان کا تذکرہ بھی مذکورہ کتاب میں گزر چکا ہے۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱۱/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱۲/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳۹/٤

B

قوله "جيش العسرة"

مراد غزوۂ تبوک ہے اور اس کو جیش العسرۃ کا نام اس لئے دیا گیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس غزوے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا تو تنگی کی حالت تھی اور گرمی انتہائی شدید تھی اور کھجوروں کے پکنے کا زمانہ تھا، ایسی حالت میں غزوے کے لئے نکلنا انتہائی شاق تھا، یہ غزوہ ۹ھ میں پیش آیا (۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

قولہ "فکان لی اجیر" سے حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے۔

فقہاء کا اختلاف

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر کوئی کسی شخص کو کاٹے اور وہ شخص اپنے دفاع کے لئے خود کو اس سے چھڑائے اور اس سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں، تو اس پر بالاتفاق کوئی قصاص نہیں، ہاں ضمان میں اختلاف ہے۔ احناف، حنابلہ، بعض شوافع اور اصح قول کے مطابق مالکیہ ضمان کو بھی ساقط کرتے ہیں، ان حضراتِ جمہور کی دلیل قرآن کریم کی آیت مبارکہ ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ (بقرہ: ۱۹۵) ہے، یعنی: "اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں" اور اپنی جان کو حملہ آور کے حوالے کر دینا، اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈال دینے کے مترادف ہے جو کہ ممنوع ہے اور اپنے نفس کی طرف سے دفاع واجب ہے اور ان حضراتِ جمہور کی دلیل حدیث باب بھی ہے، نیز یہ تو دفعِ صائل (حملہ آور) کے حکم میں ہے اس لئے کہ مصول علیہ پر جس طرح اپنی جان لینا یعنی خودکشی کرنا حرام ہے اسی طرح کسی دوسرے کے لئے اپنی جان کو یا کسی عضو کے کاٹنے کو مباح کر دینا بھی حرام ہے اور اس مصول علیہ پر اپنا دفاع کرنا واجب ہے اور جب اس نے وجوباً اپنا دفاع کیا اور صائل کا کوئی نقصان ہو گیا تو اس پر کسی حرج کا ضمان ثابت نہیں ہوگا۔ اور بعض شوافع اور بعض مالکیہ سقوطِ ضمان کے قائل نہیں ہیں (۲)، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر صائل (حملہ آور) مسلمان معصوم الدم

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۸٤ اور إرشاد الساري: ٥/ ۲۲٦

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۸٤، عون المعبود: ۱۲/ ۲۱٤، الموسوعة الفقهية الكويتية

ہے تو اس سے دفاع کرنا واجب ولازم نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے "کن کابن آدم" یعنی آپ، آدم علیہ السلام کے بیٹے "ہابیل" کی طرح ہوجائیں (جنہوں نے قابیل سے اپنا بچاؤ نہیں کیا تھا) اور اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے دشمنان سے قتال کو ترک کردیا تھا اور پہرے داروں کو بھی منع کردیا تھا حالانکہ انہیں یہ بات معلوم تھی کہ یہ دشمن ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ جَدِّهِ ، بِمِثْلِ هٰذِهِ الصِّفَةِ : أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ ، فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . [٢٨١٤ ، ٤١٥٥ ، ٦٤٩٨]

ترجمہ: عبداللہ بن ابی ملیکہ اپنے دادا سے بعینہ اسی طرح کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹا (دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو) اس کا دانت ٹوٹ گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا کوئی تاوان نہیں لیا۔

تفصیلِ تعلیق

ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تعلیق کو امام حاکم نے "الکنی" میں موصولاً ذکر کیا ہے (۱)۔

تراجمِ رجال

ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز جریج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا ذکر پچھلے باب میں گزر چکا۔

عبداللہ بن ابی ملیکۃ

یہ عبداللہ بن عبیداللہ ابن ابی مُلیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) أخرج هذا التعليق الحاكم ابو أحمد في الكنى عن ابى بكر بن أبي داود حدثنا عمرو بن علي حدثنا ابوعاصم عن ابن جريج عن ابن أبي مليكه عن أبيه عن جده عن أبي بكر رضى الله تعالىٰ عنه . عمدة القاري: ۸۵/۱۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۵۴۸/۲

قوله "عن جده"

ابوملیکہ کا نام زہیر بن عبداللہ بن جدعان ہے اور آپ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے مراد عبداللہ بن عبیداللہ بن زہیر ابوملیکہ بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ علامہ مزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اور عبداللہ بن عبداللہ بن عبداللہ ابوملیکہ بن زہیر بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ صاحب اصابہ نے اختیار کیا ہے تو قولِ اول کے مطابق "جدہ" کی ضمیر کا مرجع ابوملیکہ زہیر بن عبداللہ ہیں اور قولِ ثانی کے مطابق عبداللہ بن زہیر ہیں(۱)۔

٦ - باب : مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ .

لِقَوْلِهِ : «إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ - إِلَى قَوْلِهِ - عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ» /القصص: ٢٧-٢٨/ .

يَأْجُرُ فُلَانًا : يُعْطِيهِ أَجْرًا ، وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ : أَجَرَكَ اللهُ .

کسی شخص نے کوئی مزدور کیا اور مدت بھی طے کرلی لیکن کام کی کوئی تعیین نہیں کی، اس مسئلہ کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ہوتی ہے: "(حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا) میں چاہتا ہوں کہ بیاہ دوں تجھ کو ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے، اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس، پھر اگر تو پورے کردے دس تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر تکلیف ڈالوں، تو پائے گا مجھ کو اگر اللہ نے چاہا نیک بختوں سے۔ بولا یہ وعدہ ہو چکا میرے اور تیرے بیچ، جونسی مدت ان دونوں میں پوری کردوں، سو زیادتی نہ ہو مجھ پر اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اس چیز کا جو ہم کہتے ہیں" (قصص: ۲۷، ۲۸)

يأجر فلان

یعنی فلان اسے مزدوری دیتا ہے اور اسی سے ہے جو تعزیت کے موقع پر کہتے ہیں، آجرک اللہ (اللہ تعالیٰ تمہیں بدلہ دے)۔

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٢٦/٥

ترجمۃ الباب کا مقصد

اجارہ میں یہ ضروری ہے کہ اجارہ معلوم ہو اور معلوم ہونے کی پہلی صورت یہ ہے کہ اجل معلوم ہو، چاہے عمل معلوم ہو نہ ہو جیسے آپ نے کسی آدمی کو ایک ہفتے کے لئے اجیر رکھا، اب وہ ایک ہفتے آپ کا پابند رہے گا، جو کام آپ کرائیں گے کرے گا اور اس کی اجرت جو آپ نے مقرر کی ہے، وہ آپ کو دینی پڑے گی چاہے وہ کام کم کرے زیادہ کرے یا آپ اس سے کوئی کام نہ لیں۔ اور اجارہ معلوم ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ عمل معلوم ہو، چاہے اجل معلوم ہو نہ ہو، جیسا کہ آپ نے کسی کو کپڑا قمیص سینے کے لئے دے دیا، اب وہ شخص قمیص سینے کا پابند ہے، ہفتے کا پابند نہیں اگر وہ ایک دن میں آپ کو قمیص دے دیتا ہے تو وہ مستحق اجرت ہے، یہ دونوں صورتیں درست ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صورتِ اول کے اثبات کے لئے یہ ترجمہ قائم کیا ہے اور صورتِ ثانیہ کے لئے انہوں نے آئندہ ترجمہ قائم کیا ہے (۱)۔

ایک اشکال اور علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

اگر کوئی کہے کہ امام بخاری نے یہ باب کیوں قائم کیا، جب کہ انہوں نے اس باب میں کوئی حدیث بھی ذکر نہیں کی۔

جواب

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ معروف ہے، تراجم ابواب سے زیادہ تر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد مسائلِ فقہیہ کو بیان کرنا ہوتا ہے تو یہاں بھی وہ آیتِ مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے اس اجارہ کے جواز کو بیان کررہے ہیں (۲)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

علامہ مہلب فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقد اجارہ میں جہالتِ عمل پر اس آیت کے

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۸۵

(۲) شرح الكرماني: ۱۰/ ۱۰۰

ذریعے استدلال کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ عمل تو ان دونوں حضرات کے درمیان معلوم تھا، یعنی بکریاں چرانا، کھیتی کرنا وغیرہ اور اسی وجہ سے اس کو آیتِ مذکورہ سے حذف بھی کیا گیا۔

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

ابن منیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود جہالتِ عمل کے جواز کو بتلانا نہیں ہے، بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ عقدِ اجارہ کے جواز کے لئے صراحۃً عمل کو بتلانا ضروری نہیں ہے اور یہ بھی کہ قابلِ اتباع مقاصد ہوا کرتے ہیں نہ کہ الفاظ(۱)۔

تنبیہ

اس مہر مذکور کے عوض نکاح یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی، اکثر علماء کا یہی مسلک ہے، اس لئے کہ عام آدمیوں کے حق میں اتنی طویل مدت میں غرر اور دھوکے کا قوی اندیشہ ہے، نیز یہاں حضرت شعیب علیہ السلام نے کسی بیٹی کی تعیین بھی نہیں کی تھی، "احدی ابنتی ھاتین" اور ایسا نکاح بھی عند الجمہور جائز نہیں(۲)۔

قوله "يأجر فلانا الخ"

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿علی ان تأجرني ثماني حجج﴾ کی تفسیر ہے اور یہاں حسبِ عادت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشہور لغوی ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "مجاز القرآن" سے استفادہ کیا ہے(۳)۔

☆☆.....☆☆

---

(۱) إرشاد الساري: ۵/۲۲۷

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۸۵

(۳) حوالۂ بالا

٧ - باب : إِذَا ٱسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ .

اگر کوئی شخص کسی کو اس کام کے لئے مزدور رکھے کہ گرتی ہوئی دیوار کو وہ ٹھیک کردے تو جائز ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کا مقصد باب سابق میں بیان ہو چکا، قولہ: (یرید ان ینقض جاز) کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف روایت کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا ہے، ورنہ مقصد ان کا یہ ہے کہ عمل معلوم کے لئے اجیر مقرر کرنا جائز ہے، اب خواہ دیوار کو سیدھا کرنا ہو یا تنور یا فرش وغیرہ بنانا ہو، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر آپ نے کسی سے کہا کہ دیوار سیدھی کردو، دس روپے دیں گے، اب وہ اپنی کرامت کے ذریعے سے ذرا سا ہاتھ لگا کر اس کو سیدھا کردے تو آپ کو اس کو دس روپے دینے ہوں گے، آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

٢١٤٧ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ : أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ ، وَغَيْرُهُمَا قَالَ : قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ : قَالَ لِي ٱبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (فَٱنْطَلَقَا ، فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ - قَالَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ - فَٱسْتَقَامَ) . قَالَ يَعْلَى : حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ : (فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَٱسْتَقَامَ ، قَالَ : لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا) . قَالَ سَعِيدٌ : (أَجْرًا نَأْكُلُهُ) . [ر : ٧٤]

(٢١٤٧) واخرجه البخاري ايضاً في كتاب العلم، باب ماذكر في ذهاب موسىٰ في البحر إلى الخضر، رقم: ٧٤، وباب الخروج في طلب العلم، رقم: ٧٨، وباب مايستحب للعالم اذا سئل الخ، رقم: ١٢٢، وفي كتاب الشروط، باب الشروط مع الناس بالقول، رقم: ٢٧٢٨، وفي كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، رقم: ٣٢٧٨، وفي كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الخضر مع موسىٰ عليهما السلام، رقم: ٣٤٠٠، ٣٤٠١، وفي كتاب تفسير القرآن سورة كهف، باب واذ قال موسىٰ لفته الاية، رقم: ٤٧٢٥-٤٧٢٧، وفي كتاب الايمان والنذور، باب إذا حنث ناسياً في الأيمان الخ، رقم: ٦٦٧٢، وفي كتاب التوحيد، باب في المشيئة والإرادة، رقم: ٧٤٧٨، ومسلم في صحيحه: ١٠٣/٧، واخرجه أحمد في مسنده: ١١٨/٥، وابوداود -

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں) کہ پھر دونوں حضرات (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام) چلے تو انہیں ایک دیوار ملی، جو اب گرنے ہی والی تھی، سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے (دیوار درست کرنے کی کیفیت بتانے کے لئے) پس حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کھڑی کردی، یعلی بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ سعید بن جبیر نے فرمایا: خضر علیہ السلام نے دیوار کو ہاتھ سے چھوا وہ سیدھی ہوگئی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ اگر آپ چاہتے تو اس کی مزدوری لے سکتے تھے، سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ) کوئی ایسی مزدوری (آپ کو لے لینی چاہیے تھی جسے) ہم کھا سکتے (کیونکہ بستی والوں نے انہیں اپنا مہمان نہیں بنایا تھا)۔

تراجم رجال

ابراهيم بن موسیٰ

یہ ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابو اسحٰق الصغیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

هشام بن يوسف

یہ ہشام بن یوسف ابو عبدالرحمٰن قاضی الیمن رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن جُريج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

= رحمه الله تعالىٰ في سننه: ٤٧، والترمذي في جامعه: ٣١٤٩.

(۱) كشف الباري، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله

(۲) حوالۂ مذكوره

(۳) حوالۂ بالا

يعلى بن مسلم بن هرمز المكي

آپ سلیم بن مسلم بن ہرمز اور عبداللہ بن مسلم بن ہرمز کے بھائی ہیں۔

اساتذۂ کرام

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ابوالشعثاء جابر بن زید، سعید بن جبیر، طلق بن حبیب رحمہم اللہ تعالیٰ، عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد بن جبر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں

تلامذہ کرام

سفیان بن حسین، شعبۃ بن الحجاج، عبدالرحمن بن حرملہ اسلمی، عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج اور محمد بن المنکدر رحمہم اللہ تعالیٰ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں(۱)۔

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوزرعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة"(۲).

یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مستقیم الحدیث(۳).

علامہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے(۴)۔

محدثین کی بڑی جماعت نے آپ کی روایات نقل کی ہیں، سوائے ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے(۵)۔

عن ابی داود: يعلى بن مسلم بصرى، كان بمكة وهو غير يعلى بن مسلم المكي ذاك أخو حسن بن مسلم(٦).

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۳۲/٤٠٠

(۲) دیکھئے، الجرح والتعديل: ۹/، الترجمة: ۱۲۹۹

(۳) دیکھئے، المعرفة والتاريخ: ۳/۲٤٠، بحوالة تهذيب الكمال: ۳۲/٤٠

(٤) دیکھئے، الثقات: ۷/٦٥۳

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۳۲/٤٠٠

(٦) تهذيب التهذيب: ٤/٤٥١

ابوداؤد فرماتے ہیں: یعلی بن مسلم بصری ہیں، جو کہ مکرمہ میں رہا کرتے تھے اور وہ یعلی بن مسلم مکی کے علاوہ ہیں جو کہ حسن بن مسلم کے بھائی ہیں۔

عمرو بن دینار

یہ عمرو بن دینار قریشی اثرم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

سعید بن جُبیر

یہ سعید بن جبیر اسدی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن عباس

آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۳)۔

ابی بن کعب

آپ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قوله: (فوجدا جدارا يريد ان ينقض فاقامه) سے ماخوذ ہے (۵)۔

٨ – باب : الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ .

آدھے دن تک کے لئے مزدور رکھنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تین تراجم منعقد کئے ہیں، باب الاجارة إلى نصف النهار،

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٣٠٩

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٣٥

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٣٥

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ٣/٣٣٧

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٨٧

باب الإجارة إلى صلاة العصر اورباب الإجارة من العصر إلى الليل.

ان تینوں تراجم میں دو احتمال ہیں:

۱- امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اجارہ باجر معلوم الی اجل معلوم جائز ہے، چاہے اجل قلیل ہو یا کثیر۔

۲- اور یا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بعض نہار کا اجارہ جائز ہے، یعنی دن یا رات کے بعض حصے کے لئے اگر اجیر رکھا جائے تو یہ بھی جائز ہے، چاہے گھنٹے دو گھنٹے کے لئے ہی کیوں نہ ہو(۱)۔

۲۱٤٨ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ ، فَقَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةٍ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ ، ثُمَّ قَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ، ثُمَّ قَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى ، فَقَالُوا : مَا لَنَا ، أَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقَلَّ عَطَاءً ؟ قَالَ : هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ ؟ قَالُوا : لَا ، قَالَ : فَذٰلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ) . [ر : ٥٣٢]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری اور دوسرے اہل کتاب کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے ہوں اور کہا ہو کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے نصف النہار کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے نصف النہار تک) کام کیا، پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام نصاریٰ نے کیا اور پھر اس نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج کے ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط میں کون کرے گا؟ اور تم (اے امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو، اس پر یہود ونصاریٰ نے برا مانا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم کام تو زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے! تو پھر اس شخص

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٦٣

(٢١٤٨) سيأتي تخريجه في باب الإجارة إلى صلاة العصر

نے (جس نے مزدور رکھے تھے) کہا کہ: اچھا یہ بتاؤ کیا میں نے تمہارے حق میں کوئی کمی کی؟ سب نے کہا کہ نہیں (بلکہ ہمیں اپنا حق تو پورا مل گیا ہے)، اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل (و مہربانی) ہے میں جسے چاہوں دوں۔

تراجم رجال

سلیمان بن حرب

یہ سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشحی ابو ایوب بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

حماد

یہ حماد بن زید بن درہم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ایوب

یہ ایوب بن ابی تیمہ کیسان سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

نافع

نافع مولیٰ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۴)۔

ابن عمر

آپ مشہور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۱۰۵، تهذیب الکمال: ۱۱/۳۸٤، رقم: ۲۵۰۲.

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۱۹

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۲٦

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٦٥١

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦۳۷

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ "من یعمل لی من غدوۃ إلی نصف النہار علی قیراط" (میرے لئے ایک قیراط پر صبح سے نصف النہار تک کون کام کرے گا) سے صاف ظاہر ہے(۱)۔

اس حدیث پر تفصیلی کلام کے لئے کتاب مواقیت الصلاۃ، باب من ادرک رکعۃ من العصر ملاحظہ فرمائیں۔ اگرچہ متن میں ذرا سا تفاوت ہے، مگر اصل اور مقصود ایک ہی ہے۔

۹ - باب : الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ .

عصر کی نماز تک مزدور لگانا

ترجمۃ الباب کا مقصد

باب سابق میں گزرا۔

۲۱۴۹ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ ، مَوْلَى عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قَالَ : (إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، كَرَجُلٍ ٱسْتَعْمَلَ عُمَّالاً ، فَقَالَ : مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ، فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ، ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى ، وَقَالُوا : نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً ؟ قَالَ : هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا ؟ قَالُوا : لَا ، فَقَالَ : فَذٰلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ) . [ر : ۵۳۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاری: ۱۲/۸۸

(۲۱۴۹) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الجمعة، باب الطيب للجمعة، رقم: ۲۲۷۹، وأخرجه الإمام الترمذي في سننه، كتاب الأمثال عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، رقم: ۲۸۷۱، وابن حبان في صحيحه في كتاب التاريخ، رقم: ۶۶۳۹، والإمام أحمد، في مسنده، مسند المكثرين من الصحابة رضي الله تعالى عنه، باب مسند عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنه بن الخطاب، رقم: ۴۲۷۹، ۵۶۳۶، ۵۷۵۶.

مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک میری مزدوری کون کرے گا؟ تو یہودیوں نے ایک قیراط پر یہ مزدوری کی، پھر نصاریٰ نے ایک قیراط پر کام کیا اور پھر تم لوگوں نے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر کام کیا، اس پر یہود و نصاریٰ غصہ ہوگئے کہ ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوری ہمیں کم ملی، اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا تمہارا حق ذرہ برابر بھی مارا گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں، پھر اس شخص نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے، جسے میں چاہوں دوں۔

تراجم رجال

اسماعیل بن ابی اویس

ان کا نام عبداللہ بن عبداللہ بن اویس بن ابی عامر اصبحی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھانجے ہیں(۱)۔

مالك

یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

عبداللّٰہ بن دینار

آپ عبداللہ بن دینار مولی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں(۳)۔ نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر بھی حدیثِ سابق میں گزرا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱۱۳/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱۲۹/۱: ۸۰/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۶۵۸/۱: ۱۲۵/۳

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں تو صرف یہ وارد ہوا ہے کہ کسی آدمی نے کچھ لوگوں کو نصف النہار تک، ایک قیراط پر اجیر رکھنا چاہا، تو یہودیوں نے کہا کہ ہم یہ کام کریں گے اور اس کے بعد نصاریٰ کی باری آئی اور ان کو بھی ایک ایک قیراط پر رکھ دیا گیا، اس میں یہ نہیں ہے کہ نصاریٰ کب تک کے لئے اجیر رکھے گئے، تو پھر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے الاجارۃ الی صلاۃ العصر کس طرح ثابت کیا۔

جواب

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اسی روایت میں ہے: "انتم الذین تعملون من صلوۃ العصر الی مغارب الشمس" یہاں جو صلاۃ عصر سے مغرب تک کا وقت اس امت کے لئے ذکر کیا گیا ہے، اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ نصاریٰ نے جو کام کیا تھا، وہ صلوۃ عصر تک کے لئے تھا(۱)۔

۱۰ – باب : إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الْأَجِيرِ.

مزدور کو اس کی مزدوری نہ دینے والے کا گناہ

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترتیب کے لحاظ سے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو الاجارۃ من العصر إلی اللیل قائم کرنا تھا، لیکن انہوں نے تیسرے ترجمے کو مؤخر کیا اور دوسرے ترجمے کے بعد بظاہر یہ ایک بے جوڑ ترجمہ قائم کر دیا، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی عدم مناسبت کی وجہ سے اس کو الاجارہ من العصر إلی اللیل کے بعد ذکر کیا ہے(۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی تحسین فرمائی ہے۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباری: ٤/٥٦٤

(۲) دیکھئے، شرح صحیح البخاري لابن بطال: ٦/٣٩٨

وقال العینی رحمه الله تعالیٰ: قد أخر ابن بطال رحمه الله تعالیٰ

هذا الباب عن الباب الذی بعده وهو الأوجه فان فیه رعایة المناسبة(۱).

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجیہ

لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمے کو بیچ میں لاکر ایک نکتے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب کسی اجیر کو کام کے لئے مقرر کیا جائے تو یہ ضروری نہیں کہ انتہائے مدت ہی کے بعد اس کو مطالبۂ اجرت کا حق حاصل ہوگا، بلکہ مدت کی تکمیل سے پہلے ہی اجیر اپنی اجرت لینا چاہے، تو مطالبہ کرسکتا ہے اور جب وہ مطالبہ کرے تو اسے اجرت دینی چاہیے اور اگر کوئی نہیں دے گا تو وہ گناہ گار ہوگا(۲)۔

نیز امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ "أعطوا الأجیر أجره قبل ان یجف عرقه"(۳) مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دیا کرو۔

۲۱۵۰ : حدّثنا یُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : حَدَّثَنِي یَحْیَی بْنُ سُلَیْمٍ ، عَنْ إِسْمَاعِیلَ بْنِ أُمَیَّةَ عَنْ سَعِیدِ بْنِ أَبِي سَعِیدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (قالَ اللهُ تَعالَی : ثَلاثَةٌ أَنا خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ : رَجُلٌ أَعْطَی بِي ثُمَّ غَدَرَ ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِیرًا فَاسْتَوْفَی مِنْهُ وَلَمْ یُعْطِهِ أَجْرَهُ) . [ر : ۲۱۱٤]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین طرح کے لوگوں کا میں قیامت کے دن فریق بنوں گا، وہ شخص جس نے میرے نام پر

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۸۹/۱۲

(۲) دیکھئے، الأبواب والتراجم، ص: ۱۶۷

(۳) أخرجه ابن ماجه في كتاب الرهن، باب أجر الأجراء، رقم: ۲٤٤۳، والطحاوي في مشكل الآثار، رقم: ۲۰۰٤، والبیهقي في سننه الكبری في كتاب الإجارة، باب لاتجوز الإجارة حتی تكون معلومه لخ، رقم: ۱۱٤۳٤

(۲۱۵۰) أخرجه الإمام بخاری رحمه الله تعالیٰ، وایضاً في كتاب البیوع، باب اثم من باع حراً، ۲۲۲۷، وابن ماجه في كتاب الأحكام: ۲٤۳۳، واحمد في مسنده: ۸۳۳۸، انظر جامع الأصول، الفصل الثاني في احادیث مشتركة بین آفات النفس، نوع أول، رقم: ۹۳٦٤، وتحفة الأشراف، رقم: ۱۲۹۵۲.

وعدہ کیا پھر وعدہ خلافی کی اور وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی ہو اور وہ شخص جس نے مزدور کیا ہو، پھر کام تو اس سے پوری طرح لیا ہو لیکن اس کی مزدوری نہ دی ہو۔

تراجم رجال

یوسف بن محمد

یوسف بن محمد العصفری الخراسانی، نزیل البصرۃ، آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے(۱)۔

اساتذۂ کرام

سفیان ثوری، مروان بن معاویہ الفزاری اور یحییٰ بن سلیم الطائفی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے آپ روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

تلامذہ

امام بخاری، حرب بن اسماعیل کرمانی اور سعید بن عبداللہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۳)۔

ابوعبید آجری کہتے ہیں: سالت ابا داود رحمه الله تعالیٰ عن یوسف العُصفُری، فقال: ثقه، اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توثیق کی ہے(۴)۔

یحییٰ بن سُلیم

یہ یحییٰ بن سلیم الطائفی ابو محمد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ ابواب الوتر، باب ما جاء في

---

(۱) دیکھئے، تهذیب الکمال: ۳۲/۴۵۷

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

(٤) ان کے مزید احوال کے لئے دیکھئے، تهذیب الکمال: ۳۲/٤٥٨، وسؤالات الآجری: ۳/۲۳۸، والکاشف: ۳، الترجمة: ٦٥٦٠، وتهذیب التهذیب: ١١/٤٢٣، والتقریب، الترجمة: ۷۸۸۲

الوتر، کتاب البیوع، باب اثم من باع حراً میں گزر چکا۔

اسماعیل بن امیہ

یہ اسماعیل بن امیہ بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الزکاۃ، باب لاتؤخذ کرائم اموال الناس فی صدقۃ میں گزرا۔

سعید بن ابی سعید

یہ سعید بن ابی سعید المقبری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ابوہریرۃ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۲) کا تذکرہ بھی گزر چکا۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اپنے آخری جزء سے ظاہر ہے۔

نیز یہ حدیث مبارکہ کتاب البیوع، باب اثم من باع حراً میں گزر چکی ہے۔

۱۱ – باب : الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ .

وقت عصر سے رات تک کے لئے مزدور رکھنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

باب الاجارۃ إلی نصف النہار کے تحت گزر چکا

۲۱۵۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲۳٦/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٦٥٩/۱

(۲۱۵۱) إنفرد به الإمام البخاري رحمه الله تعالیٰ

أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا ، يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلاً يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ ، عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ ، فَعَمِلُوا لَهُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ ، فَقَالُوا : لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا ، وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ ، فَقَالَ لَهُمْ : لَا تَفْعَلُوا ، أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ ، وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلاً ، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا ، وَاسْتَأْجَرَ أَجِيرَيْنِ بَعْدَهُمْ ، فَقَالَ لَهُمَا : أَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هٰذَا ، وَلَكُمَا الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ ، فَعَمِلُوا ، حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالَا : لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ ، وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ . فَقَالَ لَهُمَا : أَكْمِلَا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمَا ، مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ ، فَأَبَيَا ، وَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ ، فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ ، وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا ، فَذٰلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هٰذَا النُّورِ) . [ر : ۵۳۳] (۱)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا ہو کہ سب اس کا کام صبح سے رات تک متعین اجرت پر کریں گے، چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام آدھے دن تک کیا، پھر کہا کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے، بلکہ جو کام ہم نے کردیا ہے وہ بھی غلط تھا، اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو، اپنا بقیہ کام پورا کرلو اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ، لیکن انہوں نے انکار کیا اور چھوڑ کر چلے آئے، اس کے بعد دو مزدور اور رکھے اور ان سے کہا کہ یہ دن پورا کرلو تو میں تمہیں وہی اجرت دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی، چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا، لیکن عصر کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے جو تمہارا کام کرلیا وہ بالکل بیکار تھا اور مزدوری بھی تم اپنے پاس ہی رکھو، جو تم نے ہم سے طے کی تھی، اس شخص نے ان سے کہا کہ اپنا بقیہ کام پورا کرلو، دن بھی اب تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے، لیکن وہ نہ مانے، پھر اس شخص نے ایک دوسری قوم کو مزدور رکھا کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس میں یہ کام کردیں، چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک، دن کے بقیہ حصے میں کام کیا اور دونوں فریقوں کی پوری مزدوری حاصل کرلی۔ پس یہی ان اہلِ کتاب

(۱) مر تخریجہ في باب الإجارة إلى صلاة العصر

کی اوران (مسلمانوں کی) مثال ہے جنہوں نے اس نور ہدایت کو قبول کرلیا۔

تراجم رجال

محمد بن العلاء

یہ محمد بن العلاء بن کریب ہمدانی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ابو اسامة

یہ ابواسامہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

بُرید

یہ برید بن عبداللہ بن ابی بردۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

ابو بُردة

آپ ابو بردۃ عامر یا حارث بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

ابو موسیٰ اشعری

آپ معروف صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله : استاجر قوماً أن يعملوا ...... حتى غابت

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٤١٣/٣

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٤١٤/٣

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٦٩٠/١، ٤١٧/٣

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ٦٩٠/١

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ٦٩٠/١

الشمس" سے واضح ہے۔

شرحِ حدیث

یہ حدیث مبارکہ اسی سند اور کچھ تفاوتِ متن کے ساتھ کتاب مواقیت الصلوۃ، باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت میں ہے: "قولہ (نحن کنا أکثر عملاً)" قاضی ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب الاسرار'' میں اس سے استدلال کیا ہے کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے، اس لئے کہ یہود ونصاریٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوری ہمیں کو کم ملی، تو ان کا عمل اسی وقت زیادہ ہوگا جب کہ ان کی مدت زیادہ ہو اور ان کی مدت تب زیادہ ہوگی جب نصف النہار سے لے کر مثلین تک ظہر کا وقت قرار دیا جائے اور پھر مثلین سے عصر کا وقت قرار دیا جائے۔

لیکن یہ استدلال چند وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے۔

۱- یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیانِ مواقیت کے لئے ارشاد ہی نہیں فرمائی، لہٰذا مواقیت کے سلسلے میں اس سے استدلال بے موقع ہے۔

۲- تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ عصر کا وقت اگر مثلِ اول سے بھی ہو، تب بھی وہ وقت جو زوالِ آفتاب سے مثلِ اول تک ہے، زائد ہے اس وقت سے جو اس کے بعد غروبِ آفتاب تک کا وقت ہے۔

۳- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "نحن کنا اکثر عملاً" یہود کا مقولہ ہو، نصاریٰ کا نہ ہو۔

۴- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کا مقولہ ہو اور دونوں کا وقت ملا کر پھر عصر سے غروب تک کے وقت سے زائد بتایا جا رہا ہو، بہرحال یہ روایت مثلین کے بعد عصر کا وقت شروع ہونے پر دلالت نہیں کرتی (۱)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

کتاب مواقیت الصلوۃ میں یہی روایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے اور اس کی

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۵/۷٦، فتح الباري: ۲/۵۰

ابتداء میں ہے "انما بقاؤکم فیما سلف قبلکم من الأمم" تواس میں ظاہر حدیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس امت کی بقاء امم سابقہ کے زمانے میں ہوئی ہے، اس لئے کہ فی ظرفیت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"ظاھرہ لیس بمراد...... وإنما معناہ: أن نسبتکم إلیھم کنسبة وقت العصر إلی تمام النھار".

حاصلِ جواب یہ ہوا کہ اس کا ظاہری معنی قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ فی بمعنی إلی ہے اور مضاف یعنی "نسبةً" محذوف ہے تو اب عبارت یوں ہوگی کہ:

"إنما بقاؤکم بالنسبة إلی ما سلف الخ".

یعنی اے امت محمدیہ! تمہاری مدتِ بقاء کی نسبت امم ماضیہ کے اعتبار سے وہی ہے جو نسبت عصر تا مغرب کے وقت کو پورے دن سے ہے(۱)۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

ان احادیثِ مبارکہ سے بظاہر مسلمانوں کی بقاء یہود و نصاریٰ سے کم معلوم ہوتی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی مدت زیادہ سے زیادہ دو ہزار سال ہے، اس پر تو پھر بھی اشکال نہیں، لیکن نصاریٰ کی مدت تو زیادہ سے زیادہ چھ سو سال ہے اور یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اب تک چودہ صدیاں گزار چکی ہے اور نامعلوم قیامت تک ابھی اور کتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے اور پھر یہود و نصاریٰ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا گیا "نحن کنا أکثر عملاً وأقل عطاءً" کہ ہم نے زیادہ کام کیا اور عطاء بھی ہمیں کو کم ملی۔ تو امتِ مسلمہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی مدت کا کم ہونا اور یہود و نصاریٰ کا زیادتی عمل کا شکوہ باعثِ اشکال ہے۔

اس کے جواب میں حضرات شراح فرماتے ہیں کہ یہاں امتوں کا تقابل نہیں ہے بلکہ افراد وآحادِ امت کا تقابل دوسری امتوں کے افراد سے ہے۔

(۱) دیکھیے، عمدة القاري: ۵/۷۵، فتح الباري: ۲/۴۹

اس لئے کہ اس امت کی اوسط عمر ۶۰ سے ۷۰ سال کے درمیان ہے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "عمر أمتي من ستين سنة إلى سبعين"(۱).

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی (اوسط) عمر ساٹھ سے ستر سال تک ہے۔

اور پچھلی امتوں کے افراد کی عمریں نہایت طویل ہوا کرتی تھیں۔

نیز ایک اور حدیث میں بھی افرادِ امت کا تقابل افرادِ امت سے بتلایا گیا ہے۔

"ما أعماركم في أعمار من مضى إلا كما بقي من النهار فيما مضى منه"(۲).

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہیں تمہاری عمریں گزری ہوئی امتوں کی عمروں کے مقابلے میں مگر جیسا کہ گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں دن کا بقیہ حصہ۔

۱۲ - باب: مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ، أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ.

کسی نے کوئی مزدور کیا اور وہ مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا پھر (مزدور کی اس چھوڑی ہوئی مزدوری میں) مزدوری لینے والے نے تصرف کیا اور اس میں اضافہ ہو گیا۔ اور وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے مال میں تصرف کیا اور اس میں اس کو نفع ہوا۔

---

(۱) جامع الترمذي: ۵۹/۲

(۲) أخرجه أحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده: ۱۱۶/۲

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمۃ الباب کے ذریعے سے ایک اختلافی مسئلہ بیان کررہے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے مال میں تصرف کرے اور اس سے نفع حاصل ہو تو آیا وہ نفع رب المال کا ہوگا یا عامل کا۔ یہ مسئلہ اجارے کے ساتھ خاص نہیں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے استیجار کا ذکر اس لئے فرمایا کہ روایت میں اس کی تصریح ہے(۱)۔

فقہاء کرام کا اختلاف

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کرام نے کلام کیا ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو یوسف، سفیان ثوری، لیث، اوزاعی، ربیعہ اور عطاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ نفع عامل کا ہوگا اور رأس المال وہ مالک کے حوالے کردے، لیکن اس عامل کے لئے مستحب ہے کہ وہ نفع صدقہ کردے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ، زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ نفع عامل کے لئے حلال نہیں ہے، لہذا وہ رأس المال مالک کو لوٹائے اور نفع کا وجوباً تصدق کرے، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ واسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ نفع رب المال کا ہوگا اور عامل نے جو دوسرے کے مال میں تصرف کیا ہے وہ اس کا ضامن بنے گا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تصرف کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ اسی مال معین سے جو مال دوسرے کا ہے، وہ سامان خریدتا ہے، اس صورت میں مال اور نفع دونوں رب المال کا ہوگا اور تصرف کی دوسری شکل یہ ہے کہ یونہی مطلقاً ایک معاملہ ہوا اور اس کے بعد جب دام دینے کا وقت آیا تو اٹھا کر دوسرے کے پیسے دیدیئے، اس صورت میں نفع عامل کا ہوگا اور رب المال کے مال میں تصرف کرنے کی وجہ سے عامل ضامن ہوگا (۲)، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بظاہر روایت باب سے امام احمد کے مسلک کی تائید فرمارہے ہیں، اس پر ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے عامل کو ضامن بھی قرار دیا تھا اور روایت میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اور یا تو یہ کہا جائے گا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک

(۱) الأبواب والتراجم، ص: ۱۶۷

(۲) دیکھئے، شرح صحیح البخاري لابن بطال رحمه الله تعالى: ۲۹۶/۶، عمدة القاري: ۱۳۰/۱۲

کی پہلی صورت کی تائید فرمائی ہے۔

۲۱۵۲ : حدثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزهري : حدثني سالم بن عبد الله : أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : (انطلق ثلاثة رهط وبين نفسيا . فقعلت حتى إذا قدرت عليها قالت : لا أحل لك أن تفض الخاتم إلا بحقه ، فتحرجت من الوقوع عليها . فانصرفت عنها وهي أحب الناس إلي وتركت الذهب الذي أعطيتها . اللهم إن كنت فعلت ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فيه ، فانفرجت الصخرة غير أنهم لا يستطيعون الخروج منها . قال النبي ﷺ : وقال الثالث : اللهم إني استأجرت أجراء فأعطيتهم أجرهم غير رجل واحد ترك الذي له وذهب ، فثمرت أجره حتى كثرت منه الأموال . فجاءني بعد حين ، فقال : يا عبد الله أد إلي أجري ، فقلت له : كل ما ترى من أجرك ، من الإبل والبقر والغنم والرقيق . فقال : يا عبد الله لا تستهزئ بي ، فقلت : إني لا أستهزئ بك . فأخذه كله فاستاقه فلم يترك منه شيئا ، اللهم فإن كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فيه . فانفرجت الصخرة فخرجوا يمشون) . [ر : ۲۱۰۲]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچھلی امت کے تین آدمی کہیں جارہے تھے، رات گزارنے کے لئے انہوں نے کسی غار میں پناہ لی اور اس کے اندر داخل ہوگئے، اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑھکی اور اس سے غار کا منہ بند ہوگیا، سب نے کہا کہ اب اس چٹان سے چھٹکارا ممکن نہیں مگر یہ کہ سب اپنے سب سے اچھے عمل کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، تو ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی، اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میں اُن سے پہلے کسی کو دودھ نہیں پلاتا تھا، نہ اپنے بال بچوں کو اور نہ اپنے مملوک (غلام وغیرہ) کو، ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں دیر

(۲۱۵۲) وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب البيوع، باب إذا اشترى شيئاً لغيره بغير إذنه فرضي، رقم: ۲۲۱۵، وأخرجه أيضاً في كتاب المزارعة والحرث، باب إذا زرع بمال قوم بغير إذنهم، رقم: ۲۳۳۳، وأخرجه مسلم في كتاب التوبة، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة الخ، رقم: ٦٨٨٤، ٦٨٨٥، ٦٨٨٦، وأبو داود في البيوع، باب في الرجل يتجر في مال الرجل بغير إذنه رقم: ۳۳۸۷، وانظر جامع الأصول: ۱۰/۳۱۵، رقم: ۷۸۲۲

ہوگئی اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ سوچکے تھے، مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ میں اُن سے پہلے اپنے بال بچوں یا کسی مملوک کو دودھ پلاؤں، اس لئے میں وہیں کھڑا رہا، دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کررہا تھا، یہاں تک کہ صبح ہوئی، اب میرے والدین بیدار ہوئے، پھر انہوں نے اس وقت اپنا شام کا دودھ پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کی مصیبت کو ہم سے ہٹا، (اس دعا کے نتیجہ میں) وہ چٹان اپنی جگہ سے کچھ ہٹی، مگر اتنا راستہ نہ بن سکا کہ نکلنا ممکن ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی، مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی، میں نے اسے اپنے نفس کے لئے تیار کرنا چاہا، مگر وہ مجھے انکار ہی کرتی رہی، اسی زمانہ میں پھر اسے کوئی سخت ضرورت ہوئی اور وہ میرے پاس آئی، میں نے اسے ایک سوبیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے ملے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اب جب میں اس پر قابو پاچکا تھا، اس نے کہا تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم اس مہر کو بغیر حق کے توڑو (یہ سن کر) میں اپنے بُرے ارادے سے باز آگیا اور وہاں سے چلا گیا حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا، اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کو حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کردے، چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی، لیکن وہ اب بھی اس سے باہر نہیں آسکتے تھے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تیسرے شخص نے دعا کی، اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے، پھر سب کو ان کی مزدوری دی، مگر ایک مزدور ایسا تھا کہ اپنی مزدوری چھوڑ گیا، میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگایا اور بہت کچھ منافع اس میں ہوگیا، پھر کچھ مدت بعد وہی مزدور میرے پاس آیا، کہنے لگا، اے اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے، میں نے کہا یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو، اونٹ، گائے، بکری اور غلام سب تمہاری مزدوری ہی ہے، وہ کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھ سے

مذاق نہ کرو، میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا، چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لے لیا اور اپنے ساتھ لے گیا، ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی، اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کردے، چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ سب باہر نکل آئے۔

تراجم رجال

ابو الیمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

شعیب

یہ شعیب بن ابی حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

زھری

یہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

سالم بن عبداللّٰہ

یہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں (۴)۔

عبداللّٰہ بن عمر

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۴۷۹

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۴۸۰

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲۶

(۴) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۱۲۸

(۵) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۶۳۷

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت تیسرے شخص کے دعائیہ الفاظ کے ذریعے واضح ہے۔

قوله: "إني استاجرت فأعطيتهم أجرهم الخ"(۱)۔

تشریح

یہ حدیث کتاب البیوع، باب إذا اشتری شیئاً لغیرہ بغیر إذنه فرضي میں گزر چکی ہے اور آگے کتاب احادیث الأنبیاء، باب حدیث الغار میں بھی انشاء اللہ آئے گی۔

امام مہلب رحمہ اللہ تعالیٰ کا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر اشکال

امام مہلب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے، حدیثِ مذکور اس کے لئے مستدل نہیں بن سکتی، اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے مزدور کی مزدوری سے تجارت کی اور اس میں نفع حاصل کیا اور پھر جب وہ آیا تو اس کو سارا نفع بطور تبرع و احسان کے دے دیا، جب کہ اس پر لازم تو صرف اس کی مزدوری دینی ہی تھی(۲)۔

فوائدِ حدیث

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکور سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔

۱- اس میں پچھلی امت کے لوگوں کے اعمال کا تذکرہ ہے، تاکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو بھی اس سے ترغیب ہو جائے۔

۲- فضولی کی بیع کے جواز کا اثبات ہے۔

۳- اور کراماتِ اولیاء کا اثبات ہے۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۲۹

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۶

۴-اور والدین کی فضیلت اور ان کے ساتھ تعظیم وشفقت کرنے کا بیان ہے۔

۵-ہر ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے استحباب کا بیان ہے۔

۶-نیز یہ بھی کہ اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توسل کیا جاسکتا ہے۔

۷-اس میں محرمات پر قدرت رکھنے کے باوجود اس سے بچنے اور پاکیزگی پر قائم رہنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۸-امانت کی ادائیگی کی فضیلت ہے۔

۹-قبولیتِ توبہ کا ذکر ہے۔

۱۰-اور اس شخص کے عند اللہ مقبول ہونے کا ذکر ہے جو برائی کا ارادہ کرکے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ترک کرے۔

۱۱-اور اللہ تعالیٰ سے وعدے کو پورا کرنے کے سوال کا بیان ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا﴾ (الطلاق: ۲) اور فرمایا کہ: ﴿ومن يتق الله يجعل له من أمره يسرا﴾ (الطلاق: ٤)(١).

---

(١) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٣٦، ٣٧

(اضافہ از مرتب)

حدیثِ مذکور کے ضمن میں بعض حضرات نے دو اور اہم مسائل پر بھی بحث فرمائی ہے۔

۱-میراث کا مسئلہ　　　　۲-پراویڈنٹ فنڈ کا مسئلہ

میراث کا مسئلہ

کسی شخص کا انتقال ہوا، جائیداد ودکان وغیرہ ترکہ میں چھوڑا، کوئی ایک وارث بعد میں ان میں تصرف کرتا رہا اور نفع کماتا رہا، اب اس نفع کا کیا حکم ہے، صرف اس تصرف کرنے والے وارث کا ہے یا تمام ورثہ شریک ہوں گے۔

عامۃ الفقہاء جن میں احناف بھی شامل ہیں، تو یہی فرماتے ہیں کہ اس وارث نے متروکہ جائیداد میں یہ تصرف دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر کیا ہے، لہٰذا یہ کسب خبیث ہے اور واجب التصدق ہے۔

بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ جو بھی نفع ہوا، وہ اصل مالک کا ہے، لہٰذا وارثِ عامل نے جتنا بھی نفع کمایا، سب ورثہ اس =

= میں شریک ہوں گے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اور دوسرے نے اس میں تصرف کرکے نفع کمایا تو اس کو بڑھانے کے بعد اپنے پاس کچھ نہیں رکھا، بلکہ سب کچھ اسی اجیر کو جو اصل مالک تھا، دے دیا۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ بطور احسان وتبرع کے کیا، اس لئے اس کو اخلاص سے بھرے ... نیک کام میں شمار کیا گیا، اگر من حیث الفریضہ وہ سب کچھ اس اجیر کو واپس کرتا تو نیکی کے عمل والی شان اس کی نہ ہوتی، لیکن جب خود وہ اس کو اپنی زندگی کا سب سے نیک عمل شمار کرکے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے توسل اختیار کر رہا ہے تو معلوم ہوگیا کہ اس نے جو کچھ بھی دیا، وہ بطور احسان وتبرع کے دیا، نہ کہ من حیث الوجوب ادا کیا۔

متاخرین احناف کا قول

علامہ رافعی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چونکہ خبث صاحب مال کے حق کی وجہ سے آیا ہے، لہٰذا اگر وہ صدقہ کرنے کے بجائے صاحب مال کو دے دے تب بھی صحیح ہو جائے گا، چنانچہ وراثت والے مسئلے میں اگر کسی ایک وارث نے مال متروکہ میں تصرف کیا، جب کہ حق سارے ورثہ کا تھا، تو اس میں اصل حکم تو یہی ہے کہ جو کچھ نفع ہوا، اس کا تصدق کرے، لیکن اگر تصدق نہ کرے بلکہ ورثہ کو دے دے تو بھی اس کا ذمہ ساقط ہو جائے گا، بلکہ یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ اس سے تمام ورثہ فائدہ اٹھالیں۔ (دیکھئے، انعام الباری: ۶/ ۳۳۸)۔

پراویڈنٹ فنڈ کا مسئلہ

اس حدیث مبارکہ سے استیناس کرتے ہوئے بعض حضرات نے پراویڈنٹ فنڈ کے مسئلے کو بھی ذکر کیا ہے، پراویڈنٹ فنڈ یہ ہوتا ہے کہ سرکاری اداروں اور بعض پرائیویٹ اداروں میں بھی یہ رواج ہے کہ ملازمین کی تنخواہ میں سے کچھ حصہ ہر ماہ کاٹ لیا جاتا ہے اور وہ رقم ایک فنڈ میں جمع کی جاتی ہے، جس کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں، اس پھر اس جمع شدہ رقم میں محکمہ بھی اپنے کچھ پیسے لگا کر اضافہ کرتا ہے، پھر اس رقم کو کسی نفع بخش کام میں لگاتے ہیں اور عام طور سود کے کام میں لگاتے ہیں، پھر اس نفع کو بھی اس فنڈ میں جمع کرتے رہتے ہیں اور جب ملازم کی ملازمت ختم ہو جاتی ہے تو اس فنڈ میں جتنی رقم جمع ہوتی ہے وہ اس ریٹائرڈ ملازم کو یا اس کے ورثہ کو دے دی جاتی ہے، اب جہاں تک اصل رقم کا تعلق ہے، وہ تو ملازم کا حق ہے اور اس کے لینے میں بالاتفاق کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اسی رقم پر حکومت نے جو اضافہ کیا تو اس پر اشکال ہوتا ہے کہ محکمہ نے جو رقم کاٹی، وہ اس پر دین ہے، اب اگر محکمہ اپنی طرف سے کچھ دیتا ہے تو وہ دین پر زیادتی ہے اور دین پر زیادتی سود ہے، نیز اس کو جب کسی سودی کام میں لگاتے ہیں =

= اور اس پر اضافہ ہوتا ہے وہ بھی سود ہے، تو بعض حضرات فقہاء کی رائے یہی ہے کہ جتنی رقم تنخواہ سے کاٹی گئی، اتنی ہی لینا جائز ہے اور اس سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔

بیشتر فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ ملازم اپنی اصل رقم بھی لے سکتا ہے اور محکمہ نے اپنی طرف سے جو اضافہ کیا وہ بھی لے سکتا ہے، کیونکہ محکمہ جو اضافہ وتبرع کر رہا ہے وہ اگر چہ اس اصل رقم کے اوپر کر رہا ہے، جو کہ اس نے ملازم کی تنخواہ سے وضع کی تھی، لیکن یہ زیادتی واضافہ کسی جانب سے بھی مشروط فی العقد نہیں کیا گیا، جب کہ ربٰی تو اسی صورت میں بنتا ہے کہ جب عقدِ دین میں جانبین سے زیادتی کو مشروط کیا جائے اور مسئلہ مذکورہ میں زیادتی فی الدین مشروط نہیں بلکہ محکمہ کی جانب سے یک طرفہ تبرع ہے اور یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے دائن کو دین سے کچھ زیادہ دے دے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حسن قضاء ثابت ہے، پھر اس رقم کے ساتھ سود کا جو معاملہ کیا گیا، اس سلسلے میں یہ حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ محکمہ نے اپنی طرف سے کیا ہے تو وہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں ہے، ملازم کی تنخواہ میں سے جو ملازمہ کٹوتی ہوتی رہی وہ ابھی اس کی ملکیت میں آئی ہی نہیں، کیونکہ اجرت پر ملکیت، بعد القبض ہی متحقق ہوتی ہے اور صورت مسئولہ میں قبل القبض ہی تنخواہ کو وضع کر دیا گیا تو یہ منہا شدہ تنخواہ محکمہ کی ملکیت میں ہے، محکمہ اس میں جو کچھ بھی تصرف کر رہا ہے، اگر چہ سودی کاروبار میں لگاتا ہے، وہ محکمہ کی طرف سے ہے، جو کہ جانبین سے مشروط بھی نہیں تھی، تو محکمہ جب بھی یہ رقم ملازم کو دے گا، تو گویا اپنے خزانے سے دے گا...... ملازم کے حق میں تو سب تبرع ہی تبرع ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

''پراویڈنٹ فنڈ میں نصف رقم عطیہ ہوتی ہے اور نصف ملازم کی تنخواہ میں سے وضع کی ہوئی ہوتی ہے، چونکہ وہ بھی ملازم کے قبضے میں آنے سے پہلے وضع کر لی جاتی ہے، اس لئے اس کا سود اور نصف رقم عطیہ کا سود دونوں مل کر عطیہ کا حکم لے لیتی ہے اور نصف رقم وضع شدہ سے زائد جو رقم ملتی ہے وہ سب عطیہ ہی قرار پاتی ہے، بینک کا سود اس سے مختلف ہے، دونوں میں بین فرق یہ ہے کہ بینک میں اپنے قبضے سے نکال کر رقم جمع کی جاتی ہے، اس لئے اس کا سود حقیقۃً سود ہوتا ہے''۔

ایک اور استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

''پروایڈنٹ فنڈ اور اس پر سود لینا اور اپنے صرف میں لانا جائز ہے، کیونکہ وہ حقیقۃً سود کے حکم میں نہیں ہے''۔

(دیکھئے، کفایت المفتی: ۸/۹۵، ۹۶)–

۱۳ - باب : مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ ، وَأُجْرَةِ الحَمَّالِ .

جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کی اور پھر اسے صدقہ کر دیا اور بار برداری کی اجرت

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی آدمی صدقہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہیں،

=حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ بھی پراویڈنٹ فنڈ کے جواز پر ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالہ ''پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ اور سود کا مسئلہ'' میں بالتفصیل تحریر فرمایا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

(دیکھئے امداد الفتاوی: ۳/ ۱۴۸، ۱۴۹)۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

> ''یہ جزو تنخواہ ملازم نے خود جمع نہیں کیا، بلکہ یہ سلسلہ حکومت نے اپنے قانون کے پیش نظر جاری کیا ہے، جس سے ملازم کی خیر خواہی مقصود ہے، جب تک اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہو، یہ ملازم کی ملکیت نہیں، لہذا اس پر جو کچھ اضافہ ملتا ہے یہ بھی سود نہ ہوگا، بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض محکموں میں ملازمت ختم ہونے پر حسن کارکردگی کے صلہ میں پینشن ملتی ہے، اس کو بھی سود نہیں کہا جاسکتا''۔

اور ایک استفتاء (جو پراویڈنٹ فنڈ ہی کے متعلق تھا) کے جواب میں فرمایا کہ ''یہ سود میں داخل نہیں''۔ (دیکھئے، فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/ ۳۹۳، ۳۹۴)

لیکن صاحب تکملہ فتح الملہم مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم کی رائے اب الگ ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ ''حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت یہ فتویٰ دیا تھا، اس میں اور آج کے حالات میں تھوڑا فرق ہوگیا ہے، اس لئے یہ فتویٰ نظر ثانی کا محتاج ہے، اس وقت محکمہ جو کچھ کرتا تھا، اپنے طور پر کرتا تھا، اس میں ملازم کا کوئی دخل نہیں تھا اور اب طریقہ یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کو چلانے کے لئے خود محکمہ کی طرف سے ایک کمیٹی بنادی جاتی ہے کہ اس فنڈ کو چلائیں، تو جو کمیٹی ہے وہ ملازمین کی نمائندہ اور وکیل ہوگئی، اس کا قبضہ مؤکل کا قبضہ ہے قبضہ ہونے کے بعد وہ اس کی ملکیت میں آگئی، اب اگر یہ اس کو کسی سودی معاملات میں چلائیں تو یہ خود ملازم چلارہا ہے، لہذا اس کے لئے لینا جائز نہیں ہونا چاہیے۔ انتہی۔ (دیکھئے، انعام الباری: ۲/ ۴۵۱)۔

وہ جاکر مزدوری کرتا ہے اور بوجھ اپنی کمر پر لاد کر کچھ پیسے کما کر صدقہ کرتا ہے تو اس کے لئے ایسا کرنا درست ہے اور غالبًا اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس میں بظاہر اذلالِ نفسِ مسلم کی صورت پائی جاتی ہے اور آدمی کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے، تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کا جواب دیا ہے(۱)۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ "خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی"(۲) یعنی آدمی کا وہ صدقہ زیادہ بہتر ہے جو غناءِ نفس کے ساتھ ہو، یعنی صدقہ کرنے کے بعد وہ پریشان نہ ہو، تو صورتِ مذکورہ میں کہ ایک شخص بازار میں جاکر مزدوری کرے، پھر صدقہ کرے آیا یہ صدقہ تو "عن ظهر غنی" نہیں ہوگا، تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں بتا رہے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "أی الصدقة أفضل؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جهد المقل" یعنی فقیر آدمی اگر مشقت اٹھا کر تصدق کی فضیلت حاصل کرتا ہے تو یہ بہت بڑی بات ہے(۳)، رہا یہ کہ "خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی" اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا دل غنی ہونا چاہیے، اگر کوئی غریب آدمی صدقہ کررہا ہے اور پیسے اس کے پاس زیادہ نہیں ہیں، لیکن اس کا دل مطمئن ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اور ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "أجرة الحمال" کا لفظ بڑھا دیا، اس میں غالبًا اشارہ اس طرف ہے کہ حمّال کا پیشہ جائز ہے اور اس میں اجرت لینا بھی جائز ہے۔

۲۱۵۳ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ ، انْطَلَقَ

---

(۱) دیکھئے، لامع الدراری: ۱۷۲/۶

(۲) أخرجه البیهقي رحمه الله تعالیٰ في سننه الکبری: ۲۰۲/۴، حدیث رقم : ۷۷۶۹

(۳) المصدر السابق، حدیث رقم: ۷۷۷۲

(٤) الأبواب والتراجم، ص: ۱٦۷

(۲۱۵۳) أخرجه البخاري أیضاً في کتاب الزکاة، باب: اتقوا النار ولو بشق تمرة والقلیل من الصدقة: ۱٤۱۵، وأخرجه مسلم في کتاب الزکاة، باب: الحمل أجرة یتصدق بها الخ: ۲۳۵۲، والنسائي في کتاب الزکاة، باب: جهد المقل، رقم: ۲۵۲۸. وانظر في جامع الأصول، سورة براءة، رقم: ٦۵۷

أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ . وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ . قَالَ : مَا نَرَاهُ يَعْنِي إِلَّا نَفْسَهُ .
[ر : ١٣٥٠]

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم کرتے تو بعض لوگ بازار جا کر بار برداری کرتے، ایک مُد مزدوری ملتی (اور اس میں سے صدقہ کرتے) اور بلاشک آج اُن ہی کے پاس لاکھ لاکھ (درہم و دینار) ہیں، ابووائل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہمارا خیال ہے کہ ان کی مراد اپنی ذات ہی تھی۔

تراجم رجال

سعید بن یحییٰ

یہ سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان بن سعید بن العاص اموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

یحییٰ بن سعید

یہ یحییٰ بن سعید اموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

أعمش

یہ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

شقیق

یہ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۸۹

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۸۹

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۲۵۱

(۴) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۵۵۹

ابو مسعود انصاری

اور حضرت ابومسعود عقبۃ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۱) کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس کے معنی سے ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو فقرائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی سنا اور صدقہ کا عظیم الشان اجر دیکھ کر ان کی بھی تمنا ہوئی کہ اللہ کے راستے میں خرچ کریں تو وہ بازار جاکر لوگوں کے سامان کی بار برداری کر کے اجرت کماتے اور اس کو صدقہ کرتے اور یہی ترجمۃ الباب کا مطلب ہے(۲)۔

یہ حدیث "كتاب الزكوة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة الخ" میں بھی گزر چکی ہے۔

١٤ - باب : أَجْرِ السَّمْسَرَةِ .

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ : بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ ، فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ .

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ : إِذَا قَالَ : بِعْهُ بِكَذَا ، فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ ، أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ، فَلَا بَأْسَ بِهِ .

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ) .

دلالی کی اجرت

ابن سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن رحمہم اللہ تعالیٰ دلالی پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں خیال کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ کپڑا اتنی قیمت میں بیچ دو، جتنا زیادہ ہوگا وہ تمہارا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کہا

(۱) دیکھیے، کشف الباري: ۷٤۸/۲

(۲) دیکھیے، عمدة القاري: ۱۳۱/۱۲

کرا تنے میں اسے بیچ لاؤ، جتنا نفع ہوگا وہ تمہارا ہے، یا (یہ کہا) کہ میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہوگا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اپنی شرائط پر قائم رہیں۔

لغات

السَّمْسَرَة

بیع وشراء کو کہتے ہیں، سِمسَار اس شخص کو کہتے ہیں جو نفاذ بیع کے لئے بائع ومشتری میں واسطہ بنے، یعنی دلال، سِمسَار کی جمع سَماسِرة آتی ہے (۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کا اختلاف

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی بتارہے ہیں کہ دلالی پر اجرت جائز ہے، ہاں! حدیث باب کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اشارہ کردیا کہ ان کے ہاں سمسرہ کے جواز کے لئے ایک خاص شرط ہے کہ حاضر، بادی کے لئے اجرت لے کر بیع نہ کرے، بقیہ تمام صورتوں میں اگر وہ دلالی پر اجرت لے رہا ہے، تو جائز ہے (۲)۔

سمسرہ کی متداول صورت یہ ہے کہ آپ کسی کو کہیں کہ اگر آپ میری چیز کا گاہک لے کر آئیں تو میں آپ کو مثلاً ۳۰۰ روپے دوں گا، اب اگر وہ اگلے ہی دن بھی مشتری لے کر آگیا تو اس کو ۳۰۰ روپے ملیں گے اور اگر نہ لا سکا تو چاہے کئی مہینے گزر جائیں، وہ ایک روپے کا بھی حق دار نہیں ہوگا، اس میں مدت عام طور پر معلوم نہیں ہوتی۔

شوافع، مالکیہ، حنابلہ اس کے جواز کے قائل ہیں، بشرطیکہ اجرت معلوم ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے عدمِ جواز منقول ہے (۳)۔

(۱) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۱/ ۸۰۵

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۱۳۲، ۱۳۳، والأبواب والتراجم، ص: ۱۶۷، فتح الباري: ٤/ ٥٧٠

(۳) دیکھئے، إعلاء السنن: ۱٦/ ۲۰۱، عمدة القاري: ۱۲/ ۱۳۲

ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سمسرہ کی دو قسمیں ہیں:

۱-اجارہ،　　۲-جعالۃ

اجارے کی صورت یہ ہے کہ اس میں مدت مقرر ہو مثلاً میرے مکان کے لئے ایک مہینے میں کوئی مشتری تلاش کرو، ایک مہینے تک تم میرے اجیر رہو گے اور میں تمہیں اس کی اجرت مثلاً تین ہزار روپے دوں گا، اب اگر وہ پندرہ دن میں مشتری لے آیا تو وہ اسی حساب سے اجرت کا حق دار ہوگا یعنی اس کو اب ۱۵۰۰ روپے اجرت ملے گی، تو یاد رہے کہ سمسرہ کی یہ صورت درحقیقت اجارہ ہی ہے اور یہ عندالاحناف بھی جائز ہے، گویا اس صورت کے جواز پر سب فقہاء کا اتفاق ہے، جہاں تک جعالہ کا تعلق ہے تو اس میں مدت مقرر نہیں ہوتی، بلکہ تکمیلِ عمل سے بحث ہوتی ہے اور یہی صورت سمسرہ کی ہمارے دیار میں متعارف ہے، جیسا کہ گزرا(۱)۔ اور احناف کے نزدیک اس صورت کے عدم جواز کی وجہ بھی بظاہر یہی ہے کہ اس کو اجارہ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اجارہ میں معقود علیہ یا تو عمل ہوتا ہے یا مدت، تکمیل عمل سے بحث نہیں ہوتی ہے، مثلاً مسئلہ مذکورہ میں جعالہ کی صورت میں اگر آپ بائع کے لئے گاہک لے آئیں تو تین ہزار روپے ملیں گے اور آپ مہینوں تلاش کر کر کے تھک ہار جائیں آپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا، ہاں تکمیلِ عمل پر آپ کو اجرت دے دی جائے گی۔

متاخرین فقہاء احناف نے اس کو بھی جائز قرار دیا ہے(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، إعلاء السنن: ١٦/٢٠١، عمدة القاري: ١٢/١٣٢

(۲) إعلاء السنن: ١٣/٤٠، المغني لابن قدامة: ٦/٣٥٠

(اضافہ از مرتب)

بعض فقہائے عصر کی رائے

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ "مجھے جعالہ (یعنی سمسرۃ کی رائج صورت) کے عدم جواز پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوئی صریح قول نہیں ملا، البتہ کیونکہ جوازِ جعالہ پر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوئی روایت موجود نہیں ہے اس لئے عام طور پر فقہاء نے یہ سمجھا کہ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے، ورنہ دلائل کی روشنی میں قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ ﴿ولمن جاء به حمل بعير﴾ سے جعالہ کا جواز واضح ہے، اسی واسطے متاخرین حنفیہ نے سمسرہ کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے، اگرچہ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ لکھا ہے کہ "سمسرہ" جائز نہیں ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے =

= تصریح کی ہے کہ سمسرہ جائز ہے" (دیکھئے، انعام الباری: ۶/۴۵۵)

کمیشن ایجنٹ کا مسئلہ

آج کل عام طور پر فیصد کے اعتبار سے اجرت طے کی جاتی ہے، مثلاً بائع یا وہ ایجنٹ خود کہتا ہے کہ فلاں چیز کو بیچ دینے پر اس کے ثمن میں سے پانچ فیصد، میں لوں گا، آج کل کی اصطلاح میں اس کو کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) کہتے ہیں۔

بعض حضرات جو سمسرۃ کو جائز سمجھتے ہیں، اس کو ناجائز کہتے ہیں اس لئے کہ سمسرۃ درحقیقت ایک عمل کی اجرت ہے اور سمسار کا عمل ثمن کی کمی بیشی سے کم وبیش نہیں ہوتا، وہ تو مشتری کی تلاش میں ہے، اب اگر ثمن ۵۰،۰۰۰ ہے، یا ۱۰۰۰، اس کو اتنا ہی عمل کرنا پڑتا ہے، البذا اس میں اس کو ثمن کی مقدار کے ساتھ مربوط کرکے اس کا فیصد مقرر کرنا جائز نہیں، لیکن مفتی بہ قول کے مطابق اس طرح فیصد پر عقد اجارہ کرنا جائز ہے۔

اسی طرح صاحب تکملۃ فتح الملہم زید مجدہم کی رائے بھی یہ ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے بعض متاخرین سے نقل کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ اجرت کا عمل کی مقدار کے مطابق ہونا ضروری نہیں، بلکہ عمل کی قدر و قیمت اور عمل کی حیثیت کے لحاظ سے بھی اجرت میں فرق ہوجاتا ہے، اس کی مثال علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے یہ دی ہے کہ ایک شخص چمڑے میں سوراخ کرتا ہے اور ایک شخص موتی میں سوراخ کرتا ہے، اب چمڑے میں سوراخ کرنے والے اور موتی میں سوراخ کرنے والے کے عمل میں محنت کے اعتبار سے کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، لیکن موتی کے اندر سوراخ کرنے والے کے عمل کی قدر و قیمت زیادہ ہے، بنسبت چمڑے میں سوراخ کرنے والے کے، تو عمل کی قدر و قیمت کا بھی لحاظ ہوتا ہے (دیکھئے حاشیہ ابن عابدین: ۶/۶۳، وفتاوی السعدی: ۲/۵۲۵)

اسی طرح مثلاً بعض لوگ جو گاڑیوں کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں، ان کے دلال، بروکر ہوتے ہیں، بالفرض مہران گاڑی بیچی جو مثلاً ڈھائی لاکھ روپے کی ہے، اس پر ایجنٹ نے ایک فیصد کمیشن لیا جو کہ ڈھائی ہزار روپے ہیں، اسی طرح اگر اس ایجنٹ نے شیورلیٹ گاڑی بیچی جو مثلاً پچاس لاکھ کی ہے، تو اس کا ایک فیصد کمیشن بھی یقیناً بہت زیادہ ہے، تو چونکہ اس عمل کی قدر و قیمت زیادہ ہے اس لئے زیادہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یعنی فیصد کے حساب سے بھی سمسرۃ کی اجرت لینا جائز ہے (دیکھئے، انعام الباری: ۶/۴۵۷)

تعلیقات کی تفصیل

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے حفص عن اشعث عن محمد بن سیرین کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۱)۔

عطاء رحمہ اللہ تعالی کے اثر کو بھی امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالی نے وکیع ثنا لیث ابوعبدالعزیز کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۲)

ابراہیم رحمہ اللہ تعالی کے اثر کو بھی امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالی نے عن الحکم وحماد عن ابراہیم کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۳)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ہشیم عن عمرو بن دینار عن عطاء کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۴)۔

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی کے دوسرے قول کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے ہشیم عن یونس عن محمد بن سیرین رحمہم اللہ تعالی کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۵)۔

اور یہ تمام تعلیقات مذکورہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے دلالی کی اجرت کے جواز میں پیش

= حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی کی رائے

حضرت مفتی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

''.....البتہ اگر دلالی کی رقم متعین ہو یا جنس کی قیمت سے فیصد کے حساب سے دلالی متعین ہو، مثلاً جنس جتنے میں فروخت ہو، اس میں سے پانچ فیصد دلال لے گا تو جائز ہے'' (دیکھئے، احسن الفتاوی: ۷/۲۷۴)

(۱) تغليق التعليق: ۳/۲۸۰، عمدة القاري: ۱۰/۸۵

(۲) تغليق التعليق: ۳/۲۸۰، عمدة القاري: ۱۰/۸۵

(۳) تغليق التعليق: ۳/۲۸۰، عمدة القاري: ۱۰/۸۵

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۰/۸۵، فتح الباري: ٤/٤٥١

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۰/۸٦، تغليق التعليق: ۳/۲۸۱

فرمائی ہیں۔

قوله "المسلمون عند شروطهم"

اس حدیثِ مبارکہ کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ولید بن رباح کے طریق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً ذکر کیا ہے (۱) اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جامع میں (۲) اور امام اسحٰق نے بھی اپنی مسند میں کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن أبیہ عن جدہ کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے:

"المسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرّم حلالاً أو أحل حراماً" (۳).

اس حدیث مذکور کی سند میں ایک راوی کثیر بن عبداللہ ہیں، جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

"کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مُزَنی رحمہ اللہ تعالیٰ" کا تعارف

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بکر بن عبدالرحمٰن المزنی البصری، رُبَیح بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نافع مولیٰ ابن عمر اور اپنے والد عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات بیان کرتے ہیں۔

اور آپ سے ابراہیم بن علی رافعی، ابواسحٰق فزاری، اسحٰق بن ابراہیم حُنینی، اسحٰق بن جعفر علوی، خالد بن مَخلَد قطوانی، عبداللہ بن نافع الصائغ، عبداللہ بن وہب مصری، ابوالجعد عبدالرحمٰن بن عبداللہ سُلمی، عبدالعزیز بن محمد دراوردی، محمد بن عمر الواقدی، محمد بن فُلَیح، ابوغزیہ محمد بن موسیٰ انصاری قاضی المدینہ، مَعن بن عیسیٰ قزاز اور یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، سنن أبي داود، باب في الصلح، رقم الحديث: ٣٥٩٤

(۲) دیکھئے، الجامع الترمذي، ١٣٥٢

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ١٣٣/١٢

(٤) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٣٦/٢٤

آپ پر محدثین نے سخت تنقیدی کلام کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "منکر الحدیث، لیس بشيء" (۱)۔ ابوخیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ: "لا تحدث عنه شيئاً" (۲) یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "کثیر ضعیف الحدیث" (۳)۔ ایک اور جگہ فرمایا: "لیس بشيء" (٤)۔

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا تو فرمایا: "کان أحد الکذابین" اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ذاك أحد الکذابین" ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "واهي الحدیث" (٥)۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابن خزیمہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ان کی روایت کو بہت زیادہ گرا ہوا نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ ان حضرات کی نظر میں کذاب ہے، جیسا کہ تہذیب الکمال میں ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ کی اس روایت کے بارے میں پوچھا جو کہ جمعہ کے دن کی مقبول گھڑی کے بارے میں وارد ہوئی ہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

> "حدیث حسن إلا أحمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ کان یحمل علی کثیر، یضعفه، وقد روی یحیی بن سعید انصاری رحمه الله تعالیٰ یعني علی امامته عن کثیر بن عبدالله" (٦)۔

---

(۱) الجرح والتعدیل: ۷/، الترجمة: ۸۵۸

(۲) الکامل لابن عدی: ۹/۳

(۳) تاریخ لعباد الدوري رحمه الله تعالیٰ: ۲/٤۹٤، بحواله تهذیب الکمال

(٤) تاریخ لعباد الدوري رحمه الله تعالیٰ: ۲/٤۹٤، بحواله تهذیب الکمال

(٥) دیکھئے، تهذیب الکمال: ۲٤/۱۳۸

(٦) دیکھئے، تهذیب الکمال: ۲٤/۱۳۹

یعنی: ''ان کی حدیث حسن درجے کی ہے، مگر یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو انتہائی ضعیف قرار دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی جلالتِ قدر کے باوجود کثیر بن عبداللہ سے روایت نقل کرتے ہیں''۔

البتہ غلطیاں ان کی رواتیوں میں ہوئی ہیں اور آپ کثرتِ خطاء کے ساتھ موصوف ہیں تو یہ حضرات ان کی روایت کو استشہاد میں پیش کرتے ہیں۔

تعلیقِ مذکورہ کا مقصد

"المسلمون عند شروطهم" سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانوں کے ہاں اگر اس طرح کا طریق رائج ہے اور وہ ایسی شرائط کے ساتھ دلالی کیا کرتے ہیں جو شرعاً جائز ہیں اور اجرت کا تقرر کرکے اس پر اجرت لیتے ہیں تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۱)۔

۲۱۵٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ . قُلْتُ : يَا ابْنَ عَبَّاسٍ ، مَا قَوْلُهُ : (لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ) . قَالَ : لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا . [ر : ۲۰۵۰]

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر قافلے والوں سے ملنے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے، میں نے پوچھا اے ابن عباس! ''شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے'' کا کیا مطلب ہے، انہوں نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے لئے دلال نہ بنیں۔

---

(۱) دیکھئے ارشاد الساري: ۲۳۷/۵

(۲۱۵٤) وأخرجه مسلم في كتاب البيوع: ۲۷۹۸، والترمذي رحمه الله تعالىٰ في كتاب البيوع: ۱۲۲٤، وأبوداود في كتاب البيوع: ۲۹۸۲، وابن ماجة في كتاب التجارات: ۲۱٦۸، وانظر في جامع الأصول، الفصل الخامس في النهي عن بيع الحاضر لبادي، وتلقي الركبان، رقم: ۳۵۳.

تراجم رجال

مسدَّد

یہ مسدد بن مُسرہد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عبد الواحد

یہ عبدالواحد بن زیاد بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

مَعْمَر

یہ معمر بن راشد ازدی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

ابن طاؤس

یہ عبداللہ بن طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا ذکر کتاب الحیض، باب المرأة تحیض بعد الإفاضة میں گزر چکا۔

عن أبیه

اور ان کے والد طاؤس بن کیسان یمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین الخ میں گزر چکا۔

عبداللہ بن عباس

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما(۴) کا تذکرہ بھی گزر چکا۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲، ٤/٥٨٨

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۳۰۱

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٤٦٥، ٥/٣٢١

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٤٣٥

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "قوله: لا یکون له سمسارا" سے واضح ہے(۱)۔

اشکال

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے تو سمسار کی اجرت کے جواز پر ترجمۃ الباب قائم کیا ہے اور حدیث میں تو ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سمسار کی اجرت کے عدم جواز کو بتارہے ہیں تو حدیث اور ترجمۃ الباب میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا انکار یہ ایک خاص صورت میں ہے یعنی جب کوئی شہری کسی دیہاتی کا دلال بنے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر کوئی شہری کسی شہری کا یا دیہاتی کسی دیہاتی کا دلال بنے تو جائز ہے، گویا عدم جواز کی صورت مخصوص ہے اور بقیہ تمام صورتیں تو جائز ہیں (۲)۔

حدیث مذکور کتاب البیع، باب النہی عن تلقی الرکبان میں بھی گزر چکی ہے۔

☆☆.....☆☆

۱۵ - باب : هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الحَرْبِ .

کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کرسکتا ہے؟

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی یہ بتارہے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کے یہاں ملازمت کرے اور اجارہ پر اپنے آپ کو پیش کرے تو کیا یہ جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے استفہام کے ساتھ ترجمہ قائم کیا

(۱) إرشاد الساري: ۵/۲۳۷

(۲) المصدر السابق

ہے اور روایت جونقل کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے، اس لئے کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالی عنہ نے عاص بن وائل کی تلوار بنائی تھی اور کتاب التفسیر کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالی عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے یہاں استفہام کا لفظ کیوں نقل کیا، اس کے متعلق ایک بات تو یہ کہی جا سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالی عنہ نے تو ضرورت و مجبوری کی وجہ سے یہ کام کیا تھا، نیز اس وقت تو مکہ مکرمہ دارالاسلام تھا ہی نہیں بلکہ دارالحرب تھا اس لئے وہ مشرک کے یہاں کام کرنے پر مجبور تھے، اب اگر ایسی مجبوری نہ ہو تو پھر بھی اس قسم کے اجارہ کو جائز کہا جائے گا یا نہیں تو اس میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کو تردد ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے "ھل" کا لفظ لا کر اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض فقہاء کسی مشرک کے یہاں اجارے پر کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے کہ اس میں اذلالِ نفسِ مسلم لازم آتا ہے، بہر حال جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ مشرک کے یہاں مزدوری کی جا سکتی ہے(۱)۔

فقہاء کا اختلاف

علامہ مہلب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کسی مسلم کا مشرک کے لئے اپنے نفس کو اجارہ پر پیش کرنا مکروہ ہے، مگر ضرورتِ شدیدہ میں دو شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱- وہ عمل شریعتِ مطہرہ میں جائز ہو۔

۲- اس میں مسلمانوں کا ضرر نہ ہو۔

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ مشرکوں کی دکانوں وغیرہ میں کام کرنا تو سب ہی فقہاء کے ہاں جائز ہے، ان کے گھروں میں ان کی خدمت کرنے کو فقہاء نے اذلالِ نفسِ مسلم کی وجہ سے مکروہ کہا ہے(۲)۔

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ٥٧١/٤، وعمدة القاري: ١٣٤/١٢، وإرشاد الساري: ٢٣٨/٥

(۲) دیکھئے شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٤٠٣/٦، وعمدة القاري: ١٣٤/١٢

حدیث باب

۲۱۵۵ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ : حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ : كُنْتُ رَجُلاً قَيْنًا ، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ : لَا وَاللهِ لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ . فَقُلْتُ : أَمَا وَاللهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا . قَالَ : وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ . قَالَ : فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ ، فَأَقْضِيكَ . فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَوَلَدًا» .
[ر : ۱۹۸۵]

ترجمہ: حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کا کام کیا، جب میری بہت سی مزدوری اس کے ذمہ ہوگئی تو میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا، اس نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہاری مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو، میں نے کہا خدا کی قسم! یہ تو اس وقت بھی نہیں ہوگا جب تم مرکر دوبارہ زندہ ہوں گے، اس نے کہا کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا ہاں! اس پر وہ بولا کہ پھر وہیں میرے پاس مال واولاد ہوں گی تو میں وہیں تمہاری مزدوری دے دوں گا، اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی، ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری نشانیوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال واولاد دی جائے گی''۔

تراجم رجال

عمر بن حفص

یہ عمر بن حفص بن غیاث رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الغسل، باب المضمضة والاستنشاق في الجنابة میں گزرا۔

(۲۱۵۵) أخرجه مسلم في صحيحه، كتاب القيامة والجنة والنار، حديث رقم: ۵۰۰۳، والترمذي في سننه، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، حديث رقم: ۳۰۸۶، وأحمد في مسنده، أول مسند البصريين، حديث رقم: ۲۰۱۵۶، ۲۰۱۶۳، وانظر في جامع الأصول، سورة مريم، رقم: ۷۱۹

أعمش

یہ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

مسلم

یہ مسلم بن صُبَیح ہمدانی ابوالضحی عطار کوفی ہیں، ان کا تذکرہ "کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ في الجبة الشامية" میں گزرا۔

مسروق

یہ مسروق بن اجدع رحمہ اللہ تعالی ہیں(۲)۔

خَبّاب

اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالی عنہ کا ذکر "کتاب الاذان، باب رفع البصر إلی الإمام في الصلاۃ" میں گزر چکا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: فعملت للعاص بن وائل" سے واضح ہے(۳)۔

حدیثِ مذکور کتاب البیع، باب ذکر القین والحداد میں گزر چکی اور ان شاء اللہ تفسیر سورۂ مریم میں بھی آئے گی۔

١٦ – باب : ما يُعْطَى في الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (أَحَقُّ ما أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ) . [ر : ٥٤٠٥]

---

(۱) كشف الباري: ۲/۲۵۱

(۲) كشف الباري: ۲/۲۸۱

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/۲۳۸

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ، إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ. وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ: السُّحْتُ: الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

''قبائل عرب میں سورۂ فاتحہ کے ذریعے جھاڑ پھونک پر جود یا جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا کہ کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ اس پر اجرت لی جائے، امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معلم کو پہلے سے طے نہ کرنا چاہیے (کہ پڑھانے پر مجھے اتنی تنخواہ ملے) البتہ جو کچھ اسے دیا جائے، لے لینا چاہیے، حکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص سے نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو، حسن رحمہ اللہ تعالیٰ (اپنے معلم کو) دس درہم دیا کرتے تھے، ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ قسّام (بیت المال کا ملازم جو تقسیم پر معمور ہو) کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ (قرآن کی آیت میں) ''سُحت'' فیصلہ میں رشوت لینے کے معاملے میں ہے اور لوگ (اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے''۔

حلِ لغات

''الرُّقْيَة: باب ضرب سے مصدر ہے، رَقَاه الراقي رُقيةً ورَقْياً أي عوذه ونفث، یعنی جھاڑ پھونک کرنا، تعویذ گنڈا کرنا، آسیب زدہ کا اثر زائل کرنا(۱)۔

أحياء: حيّ کی جمع ہے، یعنی زندہ، باقی، فعال، جماعت، صلہ، طائفہ اور یہاں یہی آخری معنی مراد ہے(۲)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رقیہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ گویا کہ متفق

(۱) دیکھئے، المعرب: ۱/۳٤۳

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٧٢

علیہا ہے اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں بالاتفاق رقیہ پر اجرت لینا جائز ہے اور احناف کے یہاں بھی اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے کہ یہ من باب المداواۃ والعلاج ہے(۱)۔

"الإجارة في القُرَب" یعنی طاعات پر اجرت لینے میں فقہاء کے اختلاف کا بیان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب کے نزدیک طاعت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، یعنی ہر وہ عبادت جو مسلمان کے ساتھ مخصوص ہے، اس پر اجارہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ظاہر روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ، ضحاک بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ، زہری رحمہ اللہ تعالیٰ، اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوقلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواز کے قائل ہیں(۲)۔

طائفہ ثانیہ یعنی حضراتِ مجوزین کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت مذکورہ ہے جو کہ امام بخاریؒ نے بطور تعلیق کے ذکر فرمائی ہے:

"أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب الله"(۳) ہے یعنی: "سب سے زیادہ تم جس پر اجرت لینے کے حق دار ہو، وہ کتاب اللہ ہے"۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الطب میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

اور ان حضرات کی ایک اور دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتِ باب ہے(۴)۔

اس کا جواب احناف اور دیگر حضرات کی طرف سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ ارشادات رُقیہ کے بارے میں ہیں اور اس میں اجرت لینا تو ہمارے یہاں بھی جائز ہے، اس لئے کہ یہ از قبیل

(۱) دیکھئے فيض الباري: ۲۷۶/۳

(۲) المغني: ۱۲۹۵/۱، معارف السنن: ۲۴۰/۲

(۳) دیکھئے فتح الباري: ۵۷۲/٤

(٤) سياتي تخريجه

تعلیم وعبادت نہیں ہے بلکہ ازقبیلِ مُداوات وعلاج ہے اوراس پر اجرت لینا سبھی کے یہاں جائز ہے(۱)۔

احناف ودیگر حضرات کے مزید دلائل

۱-حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے اہل صفہ میں سے بعض کو قرآن مجید اور کتابت سکھلائی، مجھے ان میں سے کسی نے ایک کمان پیش کی، میں نے سوچا کہ یہ معمولی سی چیز ہے اور پھر میں جہاد میں اس سے کام لوں گا، اس خیال سے میں نے اس کو لے لیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إنْ كنت تحب أن تطرق طوقاً من نارٍ فاقبلها" یعنی: "اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جہنم کی آگ کا ایک طوق تمہیں پہنایا جائے تو لے لو" (۲)۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اجرت علی الطاعات جائز نہیں۔

۲-حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ آخری بات جس کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد لیا، یہ تھی کہ میں اذان کے لئے کبھی بھی ایسا مؤذن مقرر نہ کروں جو کہ اذان پر اجرت لیتا ہو(۳)۔

۳-حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إقروا القرآن" اور اس میں آخر میں ہے: "ولا تأكلوا به" (٤).

---

(۱) دیکھئے، المغني: ۱/۱۲۹۵

(۲) أخرجه ابوداود في سننه في كتاب الإجارة، باب في كسب المعلم، رقم الحديث: ۳٤۱٦، وابن ماجه في سننه في كتاب التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن، رقم الحديث: ۲۱۵۷

(۳) أخرجه ابوداود في كتاب الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين: ۵۳۱، والترمذي في كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهية أن يأخذ المؤذن على الأذان أجراً: ۲۰۹

(٤) أخرجه أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ في مسنده: (۳۳/۳۹، رقم الحديث: ۱۵۹۲۸)، و (۳۳/٤۵، رقم الحديث: ۱۵۹۳٤)، وأخرجه الطبراني في الأوسط: ۲۲/۳۹، في من اسمه المقدام، رقم الحديث: ۹۰٦۸، والبيهقي في شعب الإيمان: ٦/۱٤۹، رقم الحديث: ۲۵۱٦، والإمام الطحاوي رحمه الله تعالىٰ في =

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات باب الرقیۃ والدواء والعلاج سے متعلق ہیں اور یہ مذکورہ روایات، تعلیم وعبادت سے متعلق ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔

متأخرینِ احناف کا فتویٰ

لیکن پھر انقلاباتِ زمانہ اور تغیرِ احوال کی وجہ سے، بامرِ مجبوری حضراتِ احناف نے استحسانا جواز کا فتویٰ دیا، اس لئے کہ اس زمانے میں دینی امور کے سلسلے میں سستی، لاپرواہی اور غفلت کا دور دورہ ہے اگر اذان، امامت، تعلیمِ قرآن وغیرہ امور میں عقدِ اجارہ کو ممنوع قرار دیا جائے تو حفظِ قرآن اور دینی تعلیم کے سلسلے ختم ہو جانے کا شدید اندیشہ ہے اور اب اسی جواز کے قول پر مشائخ کا فتویٰ ہے(۱)۔

= شرح معانی الآثار، کتاب النکاح، باب التزویج علی سورۃ من القرآن، رقم الحدیث: ۳۹۷۶

(۱) (اضافہ از مرتب)

اجرۃ علی الطاعات کے جواز کے سلسلے میں متأخرینِ احناف کے اقوال

صاحب البحر الرائق کا قول

"وهو أي عدم أخذ الأجر على الأذان قول المتقدمين، أما على المختار للفتوى في زماننا فيجوز أخذ الأجرة للإمام والمؤذن والمعلم والمفتي كما صرحوا به في كتاب الإجارات الخ". (دیکھئے البحر الرائق: ۱/۲۵٤)

یعنی: "اور یہ اذان پر اجرت کے عدم جواز کا قول متقدمین کا ہے، بہرحال ہمارے زمانے میں مفتی بہ قول جواز کا ہے، لہٰذا امام، مؤذن اور مفتی کی اجرت لینا جائز ہے، جیسا کہ کتاب الاجارات میں فقہاء (متأخرین) نے تصریح فرمائی ہے"۔

صاحب ہدایہ کا قول

"وبعض مشايخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم؛ لأنه ظهر التواني في الأمور الدينية، ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن، وعليه الفتوى". (دیکھئے: الهداية شرح بداية المبتدي: ٦/٢٩٧)

یعنی: "ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیمِ قرآن پر اجارہ کو مستحسن رکھا ہے، کیونکہ=

= دینی امور میں سستی ظاہر ہوچکی، پس (اب اس جواز کے قول سے) باز رہنے سے حفظِ قرآن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے"۔

صاحب کفایہ کی رائے

"فإن المتقدمين من أصحابنا بنوا هذا الجواب على ما شاهدوا في عصرهم من رغبة الناس في التعليم بطريق الحسنة ومروءة المتعلمين في مجازاة الإحسان من غير شرط، وأما في زماننا، فقد انعدم المعنيان جميعاً الخ". (دیکھئے، الكفاية: ۸/۴۱)

یعنی: "یقیناً ہمارے متقدمین فقہاء نے اس (عدمِ جواز کے) قول کو اس لئے اختیار کیا تھا کہ ان حضرات نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے تعلیم دینے میں لوگوں کی رغبت کا مشاہدہ کیا تھا، اسی طرح بغیر کسی شرط کے بہترین بدلہ دینے کے اعتبار سے متعلمین کی مروت وغیرت کو بھی دیکھ لیا تھا اور بہرحال ہمارے زمانے میں یہ دونوں معانی معدوم ہوچکے ہیں الخ"۔

ملحوظة

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اصل مذہب کے مطابق مطلقاً عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، خواہ کوئی عبادت ہو، لیکن حضرات متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے اس قاعدۂ کلیہ سے چند چیزیں مستثنیٰ کی ہیں اور پھر یہ تصریح فرمادی ہے کہ استثناء انہی چیزوں میں ہے، باقی عبادات وطاعات اپنے اصلی حکم پر ہیں کہ ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں تراویح میں قرآن سنا کر اس پر پیسے لینا بھی جائز نہیں اس لئے کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی ختمِ قرآن اور تراویح کو مستثنیات میں شامل نہیں کیا ہے۔

اس سلسلے میں اہلِ فتاویٰ کی آراء

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

"متاخرینِ فقہاء حنفیہ نے امامت کی اجرت لینے دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، پس اگر امام مذکور سے معاملہ امامت نماز کے متعلق ہوا تھا، تو درست تھا لیکن قرآن مجید تراویح میں سنانے کی اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے، اگر معاملہ قرآن مجید کے لئے ہوا تھا تو ناجائز تھا"۔

حضرت مفتی صاحب نے ایک اور استفتاء کے جواب میں فرمایا:

"بلا تعیین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج =

تعلیقات کی تفصیل

قوله "وقال ابن عباس رضی الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم "الخ

اس حدیث کو کتاب الطب میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً ذکر کیا ہے(۱)۔

قوله: "وقال الشعبي لا يشرط المعلم إلا أن يعطى شيئاً فليقبله"

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ تعلیق موصولاً ذکر کی گئی ہے۔ حدثنا مروان بن معاوية عن عثمان ابن الحارث عن الشعبي قال الخ"(۲)۔

قوله: "وقال الحكم لم اسمع احداً كره أجر المعلم"

یہ حکم بن عتیبہ ہیں اوران کی تعلیق کو علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''جعدیات'' میں موصولاً نقل کیا

= اور حد جواز میں داخل ہوسکتی ہے، شیرینی کی دونوں صورتیں بوجہ ان عوارض کے جو پیش آتے ہیں اور تقریباً لازم ہیں، مکروہ ہیں الخ''۔ (دیکھئے، کفایت المفتی: ۳۹۵/۲، ٤١٠)

صاحب فتاویٰ محمودیہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

سوال: رمضان میں ختم کے سلسلہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں، حافظ کو دینے کے لئے، شیرینی و چراغاں کرنے کے لئے، آیا وہ لوگ ثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟ یا اپنے گناہوں میں چندہ دے کر اضافہ گناہوں کا کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ کو اجرت دینا حرام ہے، روشنی زیادہ بدعت ہے؟

جواب: بدعت اور ناجائز کام کے لئے چندہ دینا ناجائز ہے، لقوله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (مائدة: ۲)"(١٦)۔ (دیکھئے فتاوى محموديه: ٣٤٢/٧)

حضرت مفتی عبدالستار صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے

رمضان میں حفاظ کو ختم تراویح پر پیسے دینے کے متعلق حضرت فرماتے ہیں:

''یہ پیسے کپڑے مشابہ اجرت کے ہیں، لہٰذا حضرات فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، کسی دوسرے موقع پر خدمت کر لی جائے تو گنجائش ہے، مسافر حافظ کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیے''۔ (دیکھئے، خیر الفتاوى: ٥٣٦/٢)

(۱) أخرجه البخاري في كتاب الطب، باب الشروط في الرقية بفاتحة الكتاب، حديث رقم: ٥٧٣٧

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ٨٩/١٠

ہے، حدثنا علي بن جعد قال حدثنا شعبه قال ..... وسألت الحكم الخ(۱)۔

لیکن حَکَم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ میں نے کسی سے نہیں سنا کہ وہ معلم کی اجرت کو مکروہ سمجھتا ہو، یہ ان کے علم کے اعتبار سے ہے، ورنہ عبداللہ بن شقیق سے منقول ہے کہ "یکرہ أرش المعلم، فإن أصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کانوا یکرهونه ویرونه شدیداً"(۲) یعنی عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو مکروہ سمجھتے تھے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کو مکروہ سمجھتے اور اس میں سختی کیا کرتے تھے اور متقدمین احناف، زہری، اسحق وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو اس کو ناجائز کہتے ہیں(۳)۔

قوله (وأعطى الحسن دراهم عشرة)

ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے "طبقات" میں حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس اثر کو موصولاً ذکر کیا ہے۔

اخبرنا عفان حدثنا حماد بن سلمة حدثنا یحیی بن سعید بن أبي الحسن البصري الخ"(٤)۔

ان کے بھتیجے کو ایک معلم قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے بھتیجے مچل گئے کہ ہم اپنے معلم کو کچھ ہدیہ پیش کریں گے تو حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کو پانچ درہم دے دیجئے، اس پر بھتیجے نے مزید اصرار کیا تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دس درہم پورے کر دیئے۔

قوله: ولم ير ابن سيرين بأجر القسام بأساً الخ

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ اثر کو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً نقل کیا ہے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٤٥٤

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٣٨

(۳) دیکھئے، حوالۂ مذکورہ

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٤٥٤

(٥) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٧٣، وعمدة القاري: ١٢/١٣٩

حلِ لغات

قسام: جومقسوم لہم کی اجازت سے کوئی مشترکہ چیز اُن میں تقسیم کروائے۔ اوراس پر ان سے اجرت لے(۱)۔

السُّحتُ: السُّحت سے مشتق ہے یعنی "إهلاك واستئصال" اور سحت کہتے ہیں حرام کو، "الذي لايحل كسبه؛ لأنه يَسْحت البركة أي: يذهبها" یعنی جس کا کمانا حرام ہواوراس کوسحت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حرام مال برکت کو لے جاتا ہے(۲)۔

الرشوۃ: بضم الراء وكسرها ويقال بالفتح ايضاً من الرشاء، یہ راء کے زیراورپیش دونوں طرح صحیح ہے اورایک قول "زبر" کا بھی ہے اور یہ اصل میں مأخوذ ہے، رشاء سے بمعنی وہ رسی جس کے ذریعے پانی تک پہنچا جائے چونکہ رشوت کے ذریعے انسان (عموماً) ناحق کو حاصل کرتا ہے، اس لئے اس کو رشوت کہا جاتا ہے(۳)۔

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ سے قسام کی اجرت کے سلسلے میں منقول روایاتِ مختلفہ اوران میں تطبیق

یعنی ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ قسام کی اجرت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، جب کہ عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اُن سے عدمِ جواز نقل کیا ہے، اسی طرح ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مصنف میں ان سے کراہت نقل کی ہے، ابن سعد کی ایک روایت سے ان مذکورہ روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے، وہ اس طرح کہ اس روایت میں ہے: "كان يكره أن يشارط القسّام" یعنی: "امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ قسام کی اجرت کو اس وقت مکروہ سمجھتے تھے، جب کہ وہ اشتراط کے ساتھ لی جائے اوراگر بغیر اشتراط کے وہ قبول کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے، النهاية: ۱/۷۵۸

(۲) دیکھئے، النهاية: ۱/۶۵۶، طلبة الطلبة، ص: ۲۰۷

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۴/۵۷۲، وإرشاد الساري: ۵/۲۲۹

(۴) دیکھئے، فتح الباري: ۴/۵۷۳، وتغليق التعليق: ۳/۲۸۵

قسام کی اجرت کے مسئلے میں اختلاف

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مکروہ ہے، اس لئے کہ قسام کو اجرت بیت المال سے ملا کرتی تھی، تو انہوں نے اس کے لئے دوسری اجرت لینے کو مکروہ قرار دیا، علامہ سحنون نے بیت المال کے امور میں فساد کے پیدا ہونے کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا اور دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے(۱)۔

۲۱۵۶ : حدثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا ، حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ، فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَوْ أَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا : يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ ، إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ ، وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : نَعَمْ ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرْقِي ، وَلٰكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا ، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا ، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ ، فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ : «الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ . قَالَ : فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : اقْسِمُوا ، فَقَالَ الَّذِي رَقَى : لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ ، فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا . فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ ، فَقَالَ : (وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ) . ثُمَّ قَالَ : (قَدْ أَصَبْتُمْ ، اقْسِمُوا ، وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا) . فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ .

وَقَالَ شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ : سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ : بِهٰذَا [۴۷۲۱ ، ۵۴۰۴ ، ۵۴۱۷]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۵۷۳/۴، وتغليق التعليق: ۲۸۵/۳

(۲۱۵۶) وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار، رقم: ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، والترمذي في كتاب الطب عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، رقم: ۱۹۸۹، وأبوداود في كتاب البيوع، رقم: ۲۹۶۵، وفي كتاب الطب، رقم: ۳۴۰۱، وانظر في جامع الأصول، الفصل الثاني في رقى مسنونة عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه، رقم: ۵۷۱۰

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر میں تھے، دورانِ سفر عرب کے ایک قبیلے میں ان کا قیام ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ قبیلے والے انہیں اپنا مہمان بنالیں، لیکن انہوں نے انکار کیا، اتفاق سے اسی قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلے والوں نے اپنی سی، ہر کوشش کر ڈالی، لیکن سردار کو کچھ نفع نہ ہوا، ان کے کسی آدمی نے کہا کہ ان لوگوں کو بھی دیکھنا چاہیے جو ہمارے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، ممکن ہے (سردار کے علاج کے لئے) کوئی چیز ان کے پاس نکل آئے، چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے، ہم نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی، کچھ فائدہ نہ ہوا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، بخدا! میں اسے جھاڑ دوں گا، لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لئے کہا تھا اور تم نے انکار کر دیا تھا، اس لئے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا، آخر بکریوں کے ایک ریوڑ پر ان کا معاملہ طے ہوا، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے گئے اور الحمد رب العالمین پڑھ کر اس پر دَم کیا (ایسا محسوس ہوا) گویا کسی کی رسی نکال دی گئی ہو اور وہ اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا، پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی، کسی نے کہا کہ اس کو تقسیم کرلو، لیکن جنہوں نے جھاڑا تھا وہ بولے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری سے پہلے اس میں کوئی تصرف نہ کرو، پہلے ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کرلیں اس کے بعد دیکھیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا حکم دیتے ہیں، (تاکہ اس کے مطابق عمل کرلیں) چنانچہ سب حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورہ فاتحہ تعویذ ہے، پھر فرمایا تم نے ٹھیک کیا، تم لوگ تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ مقرر کرو اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

تراجم رجال

ابوالنعمان

یہ ابوالنعمان محمد بن فضل السدوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ابو عوانہ

یہ ابوعوانہ الوضاح بن عبداللہ یشکری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابو بشر

یہ ابوبشر جعفر بن إیاس یشکری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

ابوسعید

یہ ابوسعید، سعد بن مالک خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

أبو المتوکل

یہ علی بن داوٗد یا ابن دؤاد ہیں، ان کی کنیت ابوالمتوکل الناجی القرشی البصری ہے، بنی ناجیۃ بن سامۃ بن لوی بن غالب سے تعلق کی بناء پر ناجی کہلاتے ہیں۔

اساتذہ

حضرت جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی آپ روایات نقل

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۷٦٨/۲

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۴۳٤/۱

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۷۱/۳

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۸۲/۲

کرتے ہیں(۱)۔

تلامذہ

اسماعیل بن مسلم عبدی، بکر بن عبداللہ مزنی، ثابت بنانی، ابوبشر جعفر بن ابی وحشیہ، خالد الحذاء، سلیمان بن علی ربعی، عاصم احول، علی بن زید بن جدعان، قتادہ، مثنّی بن سعید ضُبعی ولید بن مسلم عنبری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ: ''میں ابوالمتوکل میں خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتا(۳)۔

حضرت ابوزرعہ، علی بن مدینی، نسائی، یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ثقۃ''(۴)۔

ابن حبان نے بھی ''ثقات'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے(۵)۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "أبو المتوكل الناجي البصري، محدث، إمام"(٦).

علامہ عجلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تابعي، ثقة"(٧).

بعض حضرات نے أبوالمتوکل کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شمار کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ

(١) تهذيب الكمال: ٢٠/٤٢٥

(٢) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٢٠/٤٢٥

(٣) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٢٠/٤٢٥

(٤) الجرح والتعديل: ٦/، رقم الترجمة: ١٠١٤

(٥) المصدر السابق

(٦) كتاب الثقات: ٥/١٦٦، نقلاً عن تهذيب الكمال

(٧) دیکھئے، سير أعلام النبلاء: ٥/٨

(٨) دیکھئے، الثقات للعجلي: ٢/٤٢٢

نے ان کی سخت تردید کی ہے، کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ تابعین میں سے ہیں، نہ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے(۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپؒ کا انتقال ۱۰۸ھ میں ہوا(۲) اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بارے میں دوسرا قول ۱۰۲ھ بھی نقل کیا گیا ہے(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "قوله: فانطلق يتفل عليه ويقرأ الحمد لله رب العالمين" سے واضح ہے(۴)۔

قوله: قال شعبة

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الطب میں موصولاً ذکر کیا ہے(۵)۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام شعبہ کے اس طریق کو تحدیث کے صیغے کے ساتھ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی موصولاً ذکر کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الطب میں اس طریق کو نقل کیا ہے، لیکن عنعنہ کے ساتھ، بہرحال اس سے اشارہ ہوگیا کہ حدیث مذکور عنعنہ وتحدیث دونوں طرق سے وارد ہے(۶)۔

☆☆......☆☆

---

(۱) دیکھئے، الإصابة: ۴۸/۳

(۲) دیکھئے، تقريب التهذيب: ۶۹۴/۱

(۳) دیکھئے، من له رواية في الكتب الستة: ۳۹/۲، تهذيب الكمال: ۴۲۹/۲

(۴) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۳۹/۱۲

(۵) المصدر السابق

(۶) دیکھئے، فتح الباري: ۵۷۷/۵

١٧ - باب : ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ ، وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ .

غلام کے محصول اور لونڈیوں کے محصولات پر نگرانی رکھنے کا بیان

لغات

ضَریبة: علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ما یؤدي العبدُ إلی سیده من الخَراج المقرّر علیه، وهي فعیلة بمعنی مفعولة وتجمع علی ضرائب"(١).

یعنی ضریبہ وہ خراج، محصول ہے، جو آقا اپنے غلام پر مقرر کرے اور پھر غلام اس کو ادا کرے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ عبد پر ضریبہ لگانے کے جواز کو ذکر فرما رہے ہیں، یعنی اگر آپ کا کوئی غلام ہے اور اس کو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مثلاً تم درزی کا کام جانتے ہو، لہذا تم کپڑے سیا کرو اور جو بھی تمہیں آمدنی ہو، اس میں سے یومیہ، ہفتہ واری یا ماہانہ اتنی رقم ہمیں دے دیا کرو، اس کے بعد جو بچے اس میں تمہیں اختیار ہے، ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ہے "تعاهد ضرائب الإماء" یعنی باندیوں پر جو بھی خراج اور محصول مقرر کیا جائے، تو اس بات کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے کہ کہیں باندیاں وہ محصول حرام کے ذریعے سے ادا نہ کریں، اس لئے کہ باندیاں کمزور وضعیف ہوتی ہیں تو ہو سکتا ہے کہ جائز وحلال طریقے سے وہ اس رقم کو فراہم نہ کر سکیں جو ان کے ذمہ لازم کی گئی ہے، تو پھر وہ حرام میں مبتلا ہو جائیں اگر چہ یہ گمان عبید میں بھی ہے، لیکن چونکہ اماء میں اغلب ہے، اسی لئے "تعاهد" کا لفظ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ضرائب الإماء" کے ساتھ بڑھا دیا(٢)۔

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے کہ تعاہد ضرائب اماء کا مسئلہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

---

(١) دیکھئے، النهایة: ٧٥/٢

(٢) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٤٣/٥

نے اسی ضریبۃ العبد کے مسئلے سے جس کا حدیثِ باب میں ذکر ہے، استنباط فرمایا ہے، اس لئے کہ جب غلاموں کے محصول کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تخفیف کا حکم دیا ہے، تو باندیوں کے سلسلے میں تو نزاکت اور زیادہ ہوتی ہے کہ وہ کمزور، ضعیف ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر ان باندیوں پر ضریبہ زیادہ مقرر کردیا گیا تو ان کے فسق وفجور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ بہت زیادہ ہوگا، تو اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطریقِ اولیٰ تعاہدِ ضرائبِ اماء کو ثابت کیا(۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اثر کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تاریخ میں ابوداود احمری رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدائن تشریف لائے تو انہوں نے ایک خطبہ دیا اور اس میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ "تعاهد وضرائب إمائكم" تو اسی کے پیشِ نظر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ترجمہ تعاہد ضرائب الاماء قائم کیا ہے(۲)۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ جو ابواب ہیں، یہ باب فی الباب کی قبیل سے ہیں، آگے ایک باب آئے گا "باب ماجاء في كسب البغي والاماء"، وہ ہے اصل باب اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو وہاں صراحۃً ثابت کیا ہے، اس لئے یہاں اس کے ثبوت کی کوشش کرنا تکلف سے خالی نہیں ہے اور بابِ مذکور تو باب فی الباب کی قبیل سے ہے اور اصل باب آگے آرہا ہے اور اسی سے یہ ترجمہ ثابت ہوگا اور وہ اس طرح ثابت ہوگا کہ کسب بغی کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ بغی زانیہ کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ زنا اور اس کی اجرت حرام ہے، تو باندیوں پر اگر ضرائب مقرر کئے جائیں تو ان کے لئے کہاں جائز ہوگا کہ حرام طریقے سے ضریبہ وخراج حاصل کریں، لہذا اس کا تعاہد وخیال

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٤//٥٧

(۲) المصدر السابق

کرنا موالی کے لئے بے حد ضروری ہے کہ وہ ان باندیوں کے ضرائب میں تخفیف کریں اور اتنی مقدار نہ کریں جو ان کے لئے ناقابلِ تحمل ہو اور وہ حرام میں مبتلا ہو جائیں (۱)۔

۲۱۵۷ : حدّثنا محمّدُ بنُ يُوسُفَ : حدّثنا سُفْيانُ ، عن حُمَيْدٍ الطّويلِ ، عن أنسِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه قال : حجَمَ أبو طيبةَ النّبيَّ ﷺ ، فأمرَ له بصاعٍ ، أو صاعَيْنِ من طعامٍ ، وكلّمَ مواليَهُ ، فخفّفَ عن غلّتِهِ أو ضريبتِهِ . [ر : ۱۹۹٦]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک صاع یا دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے گفتگو کی جس کے نتیجے میں انہوں نے ان کے خراج کو کم کر دیا۔

تراجم رجال

محمد بن يوسف

یہ محمد بن یوسف بیکندی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) دیکھئے، لامع الدراری: ۱۸۱/۵

(۲۱۵۷) وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب البيوع، باب ذكر الحجام، رقم: ۲۱۰۲، باب من اجرى أمر الأمصار على مايتعارفون بينهم في البيوع الخ، رقم: ۲۲۱۵، وفي كتاب الإجارة، باب خراج الحجام، رقم: ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، وباب من كلّم موالي العبد أن يخففوا عنه من خراجه، رقم: ۲۲۸۱، وفي كتاب الطب، باب الحجامة من الداء، رقم: ۵۶۹۶، وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب حل أجرة الحجامة، رقم: ۱۵۷۷، والإمام مالك في موطئه، كتاب الإستئذان، باب ماجاء في الحجامة واجرة الحجام، وأبوداود في كتاب البيوع، باب في كسب الحجام، رقم: ۳۴۲۴، والترمذي في كتاب البيوع، باب ماجاء في الرخصة في كسب الحجام، رقم: ۱۲۷۸۰

(۲) دیکھئے، کشف الباری: ۳۸۷/۳

سفیان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

حمید الطویل

یہ حمید الطویل ابوعبیدہ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

انس بن مالك

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۳) کا تذکرہ گزر چکا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے۔

۱۸ - باب : خَرَاجِ الحَجَّامِ .

حجام کی اجرت کا بیان

حلِ لغات

حَجَم: (مِن نَصَرَ) پچھنا لگانا یعنی سینگی کے ذریعے خراب خون چوسنا، سینگی لگانا، حِجَامہ رحِجام، پچھنے لگانے کا پیشہ، حَجّام، پچھنے لگانے والا، مَحْجَم: پچھنے لگانے کی جگہ، ج: مَحَاجِم، مِحْجَم: پچھنے لگانے کا آلہ، وہ شی جس میں خونِ فاسد جمع کیا جائے، ج: مَحاجِم(٤).

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۳۸، ۱۰۲/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۵۷۱/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٤/۲

(٤) دیکھئے، المغرب: ۱۸٤/۱

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب تو مطلق ذکر کیا ہے، لیکن روایتِ باب سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جمہور کے ساتھ ہے یعنی حجام کے لئے حجامت پر مزدوری لینا جائز ہے۔

علماء کے اختلاف کا بیان

جمہور علماء، احناف، مالکیہ، شافعیہ، حضرت ابن عباس، عکرمہ، قاسم، ابوجعفر محمد بن علی ربیعہ اور یحییٰ انصاری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا مسلک یہی ہے کہ حجامت پر اجرت لینا اور اس کو استعمال کرنا بلاکراہت جائز ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے ایک قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی کراہت کے بارے میں نقل کیا ہے کہ عقد و شرط کے ساتھ حجامت کی اجرت مکروہ ہے، ہاں بغیر عقد و شرط کے اگر حجام کو کچھ دے دیا جائے تو وہ اس کو اپنے جانوروں کے چارے، غلاموں کے کھانے اور اس طرح کے دیگر کاموں میں استعمال کر سکتا ہے۔ ہاں خود کھانا اس کے لئے پھر بھی جائز نہیں، گویا کہ حجام اگر غلام ہے تو اس کے لئے اجرت کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے اور اگر حُر ہے تو اس کے لئے مکروہ ہے۔ اس طرح یہ کراہت کا قول حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی نقل کیا گیا ہے (۲)۔

ان حضرات کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حجام کی اجرت کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "كسب الحجام خبيث" حجام کی اجرت تو حرام ہے، "أطعمه ناضحك ورقيقك" اور تم اس اجرت کو اپنی اونٹنی اور غلام کو کھلا دو (۳)۔

جمہور کے دلائل

جمہور علماء کی دلیل وہ تمام احادیث ہیں جو خود امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور دیگر اصحاب صحاح

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲٤۲

(۲) دیکھئے، المغني: ۱/۱۲۸۸

(۳) أخرجه الإمام مسلم في صحيحه، رقم الحديث: ۱۵٦۸

نے نقل فرمائیں ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت بھی دی، اس سے معلوم ہوا کہ پچھنے لگوانا اور اس پر اجرت دینا جائز ہے، اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے دیتے، جیسا کہ خود حدیث باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت دی اور اگر ایسا کرنا مکروہ ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجام کو اجرت نہ دیتے۔

اشکال اور اس کا جواب

اب رہا یہ کہ جن روایات سے کراہت معلوم ہوتی ہے، تو جمہور علماء اسے کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں۔ علامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روایات نہی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "أطعمه رقيقك" یہ خود حجام کی اجرت کی اباحت پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ غلام بھی بہر حال آدمی ہیں اور ان پر بھی وہ تمام محرّم چیزیں ویسے ہی حرام ہیں، جیسا کہ احرار پر حرام ہیں، نیز اس کو کسب خبیث کہنے سے بھی حرام ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لہسن اور پیاز کو بھی "خبیثین" فرمایا باوجودیکہ یہ چیزیں مباح ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آزاد مرد کے لئے اس پیشے کو اس عمل کی خساست و دناءت کی وجہ سے ناپسند فرمایا ہے(۱)۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کراہت پر دلالت کرنے والی روایات منسوخ ہیں، لیکن نسخ کے دعوے کے لئے تاریخ کی تعیین ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے(۲)۔

احادیث باب

۲۱۵۹/۲۱۵۸ : حدثنا موسى بن إسماعيل : حدثنا وهيب : حدثنا ابن طاوس ، عن

(۱) دیکھئے، المغني: ۱/۱۲۸۸

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٧٩

(۲۱۵۸/۲۱۵۹) مر تخريجه في الباب السابق

أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الحَجَّامَ .

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا تھا اور پچھنا لگانے والے کو اس کی اجرت بھی دی تھی۔

تراجم رجال

موسیٰ بن اسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل التمیمی المنقری ابوسلمہ التبوذکی البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

وھیب

یہ وہیب بن خالد ابوبکر الباہلی البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

ابن طاؤس

یہ عبداللہ بن طاؤس بن کیسان یمانی ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الحیض ، باب المرأة تحیض بعد الافاضة میں گزرا۔

عن ابیه

یہ طاؤس بن کیسان یمانی جندی حمیری ہیں، ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین الخ میں گزرا۔

ابن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ گزر چکا(۳)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٤٣٣

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱۱۸/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٤٣٥

(۲۱۵۹): حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ. [ر: ۱۹۹۷]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا تھا اور پچھنا لگانے والے کو اس کی اجرت بھی دی تھی، اگر اس میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اجرت نہ دیتے۔

تراجم رجال

مُسدد

یہ مسدد بن مُسَرہد اسدی بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

يزيد بن زُريع

یہ یزید بن زریع تمیمی عیشی، ابو معاویہ بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں۔ان کا ذکر خیر کتاب الوضوء، باب غسل المني وفركه الخ میں گزرا۔

خالد

یہ خالد بن مہران الحذاء رحمہ اللہ تعالی ہیں(۲)۔

عكرمة

یہ عکرمہ مولی ابن عباس رحمہم اللہ تعالی ہیں(۳)۔

(۲۱۵۹) مرّ تخريجه في الباب السابق

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۴، ۵۸۸/۴

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۳۶۱/۳

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳۶۳/۳

۲۱٦۰ : حدثنا أبو نعيم : حدثنا مسعر ، عن عمرو بن عامر قال : سمعت أنسا رضي الله عنه يقول : كان النبي ﷺ يحتجم ، ولم يكن يظلم أحدا أجره .

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کی اجرت کے معاملے میں کسی بھی ظلم کو ہرگز روا نہیں رکھتے تھے (یعنی اسی لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوانے کی اجرت بھی پوری دی تھی)۔

تراجم رجال

ابو نعیم

یہ ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

مِسْعَر

یہ مسعر بن کدام بن ظہیر ہلالی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب الوضوء، باب الوضوء بالمد میں گزرا۔

عمرو بن عامر

یہ عمرو بن عامر انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا ذکر کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث میں گزرا۔

انس

آپ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۲)۔

(۲۱٦۰) وأخرجه الإمام مسلمؒ في صحيحه، كتاب السلام، باب لكل داء دواء، رقم: ۱۵۷۷، وأخرجه أصحاب الستة سوى البخاري ومسلم أيضا، ولكن بألفاظ مختلفة، انظر جامع الأصول: ۷/۵۴۳، رقم: ۵٦۷۴.

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲/٦٦۹

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۴

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

ان احادیثِ مذکورہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

۱۹ - باب : مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ .

جس نے کسی غلام کے مالکوں سے غلام کے خراج میں کمی کے لئے گفتگو کی

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی غلام کے ذمے خراج مقرر کیا گیا اور آپ یہ محسوس کریں کہ وہ زیادہ ہے اور اس کی فراہمی میں غلام کو دشواری ہوتی ہے تو آپ اس کے مالک سے تخفیف کی سفارش کرسکتے ہیں۔

اور یاد رہے کہ اگر خراج کی مقدار زیادہ تو ہے لیکن وہ غلام سعی وکوشش کرے تو وہ اتنی مقدار فراہم کرسکتا ہے تب تو یہ سفارش مستحب ہوگی اور اگر خراج کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ اس کی طاقت سے باہر ہے تو پھر یہ سفارش کرنا لازم ہوگا(۱)۔

حدیثِ باب

۲۱٦۱ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ ، وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ ، أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ ، وَكَلَّمَ فِيهِ ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيبَتِهِ . [ر : ۱۹۹٦]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پچھنا لگوانے والے غلام (ابوطیبہ) کو بلایا، انہوں نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک صاع یا دو

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱٤٥/۱۲

(۲۱٦۱) مرّ تخريجه في باب ضريبة العبد وتعاهد ضرائب الإماء.

صاع یا ایک مد یا دو مد (راوی حدیث شعبہ کو شبہ تھا) غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے گفتگو کی، جس کے نتیجے میں ان کا خراج (محصول) کم کر دیا۔

تراجم رجال

آدم

یہ آدم بن ابی ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

شعبة

یہ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

حميد الطويل

یہ حمید بن ابی حمید الطویل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

أنس

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت واضح ہے۔

٢٠ – باب : كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ .

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ .

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ١/٦٧٨

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ١/٦٧٨

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٥٧١

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٤

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ /النور : ۳۳/. فَتَيَاتِكُمْ : إِمَاؤُكُمْ.

زانیہ اور باندی کی کمائی، ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے نوحہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو ناپسندیدہ قرار دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "اپنی باندیوں کو جب کہ وہ پاک دامنی بھی چاہتی ہوں، زنا کے لئے مجبور نہ کرو تا کہ تم اس طرح دنیا کی زندگی کے سامان کو بہم پہنچا سکو اور اگر کوئی شخص انہیں مجبور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر جبر کئے جانے کے بعد (انہیں) معاف کرنے والا، ان پر رحم کرنے والا ہے اور امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی آیتِ مبارکہ میں ﴿فتیاتکم﴾ إمائکم کے معنی میں ہے، یعنی تمہاری باندیاں۔

حل اللغات

البغي: يقال بغت المرأة تبغي بغياً من ضرب، إذا زنت (زنا کرنا) فهي بغيّ اور اس کی جمع بغایا آتی ہے۔ اور اماء یہ أمة کی جمع ہے(۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری نے بغي کو عام ذکر کیا، چاہے آزاد عورت ہو یا باندی، اسی طرح أمة کو بھی عام ذکر کیا چاہے زانیہ ہو یا پاک دامن اور صراحۃً اس کا حکم بیان نہیں کیا، اس بات کی طرف تنبیہ کرتے ہوئے کہ زنا کا پیشہ تو مطلقاً ہر ایک کے لئے ممنوع ہے، باقی لونڈیوں کے لئے فسق وفجور کے ذریعہ سے کسب کرنا تو یقیناً حرام ہے اور دیگر حلال ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے کسب کرنا جائز ہے(۲)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تعلیق کو علامہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدثنا سفیان عن أبي هاشم عن ابراهيم کی سند سے موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱٤٦/۱٤

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱٤٦/۱۲، وفتح الباري: ٤٦٠/٤

(۳) المغرب: ۸۰/۱، وعمدة القاري: ۱٤٦/۱۲

تشریح

ظاہر ہے کہ بغی کی اجرت حرام ہے، اس لئے کہ زنا حرام ہے، تو اسی طرح نوحہ اور تغنی بھی حرام ہے، تو نائحہ اور مغنیہ کی اجرت بھی حرام ہوئی۔

شانِ نزول

زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے، عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں، جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا، ان میں سے بعض مسلمان ہوگئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا، اس پر وہ ملعون زدوکوب کرتا تھا، یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی اور اسی شانِ نزول کی رعایت سے مزید تقبیح وشناعت کے لئے ﴿إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ (اگر وہ چاہیں بچے رہنا) اور ﴿لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (کہ تم کمانا چاہو اسبابِ دنیا کی زندگانی کا) کی قیود بڑھائی ہیں، ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے، خواہ لونڈیاں یہ کام رضا ورغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے، ہاں! اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور ۔ لک محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی مجبور کریں تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی دلیل ہے(۱)۔

قوله (وقال مجاهد رحمه الله تعالىٰ : فتياتكم اى امائكم)

امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبد بن حمید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن ابی نجیح عن مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے نقل کیا ہے(۲)۔

۲۱٦۲ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ . [ر : ۲۱۲۲]

---

(۱) دیکھئے، تفسیر عثمانی، النور: ۳۳

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٤٤٦

(۲۱٦۲) أخرجه البخاري أيضاً في البيوع، باب ثمن الكلب، وفي الطلاق، باب مهر البغي والنكاح الفاسد، –

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کے زنا کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔

تراجم رجال

قتيبة

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

مالك

یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن شهاب

یہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

ابوبكر بن عبدالرحمن

یہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا ذکر کتاب أبواب الاذان، باب التكبير إذا قام من السجود" میں گزرا۔

= وفي الطب، باب الكهانة، وأخرجه مسلم في المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، رقم: ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ومالك في موطئة في البيوع، باب ماجاء في ثمن الكلب، وأبوداود في البيوع، باب في أثمان الكلب، رقم: ۳۴۸۱، والترمذي، في البيوع، باب ماجاء في ثمن الكلب، رقم: ۱۲۷۶، والنسائي في البيوع، باب بيع الكلب.

(۱) دیکھیے، كشف الباري: ۱۸۹/۲

(۲) دیکھیے، كشف الباري: ۸۰/۲

(۳) دیکھیے، كشف الباري: ۳۲۶/۱

أبو مسعود

اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "قوله: "ومهر البغي" سے واضح ہے۔

یہ حدیث "کتاب البیوع، باب ثمن الکلب" میں بھی گزر چکی ہے۔

٢١٦٣ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ . [٥٠٣٣]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندیوں کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا۔

تراجم رجال

مسلم بن إبراهيم

یہ مسلم بن ابراہیم فراہیدی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

شعبة

یہ شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٢/٧٤٨

(٢١٦٣) أخرجه البخاري أيضاً في الطلاق، باب مهر البغي والنكاح الفاسد، وأبوداود في البيوع، باب كسب الإماء، رقم: ٣٤٢٥، وانظر جامع الأصول: ١٠/٥٨٧

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٢/٤٥٥

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٧٨

محمد بن جُحادة

یہ محمد بن جُحادة اَودی، کوفی، اُیامی رحمہ اللہ تعالی ہیں۔

اساتذہ

ابان بن ابی عیاش، اسماعیل بن رَجاء، اَنس بن مالک، ابوالجوزاء، اوس بن عبداللہ رَبعی، حضرت حسن بصری، رجاء بن حیوہ، سَلَمہ بن کُہیل، سلیمان الاعمش، سماک بن حرب، عطاء بن ابی رَباح، عَطِیّہ عَوفی، عُمر و بن دینار، عمرو بن شعیب، قتادہ، منصور بن معتمر اور نافع مولی عمر رضی اللہ تعالی عنہم سے آپ نے علم حاصل کیا(۱)۔

تلامذہ

ان کے بیٹے اسماعیل بن محمد بن جُحادة، اسرائیل بن یونس، زیاد بن خیثمہ، داؤد بن زِبرِقان، زُہیر بن معاویہ، زید بن ابی اُنیسہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبۃ بن حجاج، مِسْعَر بن کِدام وغیرہم رحمہم اللہ تعالی نے آپ سے روایات نقل کی ہیں(۲)۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: محمد بن جُحادة من الثقات(۳).

ابوحاتم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ثقة صدوق(٤).

امام نسائی فرماتے ہیں: ثقہ(۵)۔

ابن حبان نے ان کو "ثقات" میں ذکر کیا ہے(٦)۔

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٢٤/٥٧٦-٥٧٨

(۲) دیکھئے العلل ومعرفة الرجال: ١/٢٤٨، بحواله حاشية تهذيب الكمال

(۳) دیکھئے، كتاب الجرح والتعديل: ٧/، الترجمة: ١٢٢٧، (ايضاً)

(٤) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٢٥/٥٧٨

(٥) كتاب الثقات: ٧/٤٠٤

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: "ثقة" (۱)۔

أبو حازم

یہ ابوحازم سلمان اشجعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابو ہریرہ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ گزر چکا (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔

۲۱ - باب: عَسْبِ الْفَحْلِ.

نر کی جفتی پر اجرت

حل اللغات

عَسْب: یقال عَسَبَ الفَحلُ الناقةَ مِن ضَرَبَ یعسِبها عَسْباً، نر کا مادہ کے ساتھ جفتی کرنا (۴)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

عَسْب الفحل سے مراد وہ کرایہ ہے جو نر کی جفتی پر لیا جاتا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ نر کے جفتی کرنے کے عمل کو کہتے ہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: جفتی سے جو پانی خارج ہوتا ہے، اس کو عسب

(۱) نقلاً عن حاشیة تهذیب الکمال: ۵۷۷/۲٤

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱۰۱/٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۶۵۹/۱

(٤) دیکھئے: المغرب: ۶۱/۱

کہتے ہیں(۱)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی کا کوئی نر جانور آپ لیں اور اپنی مادہ کو اس کے ذریعے حاملہ کرائیں تو اس کی اجرت جائز نہیں ہے، حرام ہے(۲)۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے ترجمہ میں اگرچہ حکم کی طرف اشارہ نہیں کیا، لیکن روایت چونکہ حرمت کی بیان کی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالی بھی اس کو جائز نہیں سمجھتے۔

فقہاء کرام کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ نر اپنی مادہ کے ساتھ اتنی مرتبہ جفتی کرے گا، مثلاً چار مرتبہ یا آٹھ مرتبہ تو ایسا کرنا جائز ہے اور اس پر اجرت لی جا سکتی ہے(۳)۔ یعنی جب کہ عمل ومنفعت ومدت معلوم ومتعین ہو تو دیگر منافع کے اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی جائز ہے۔

جمہور کا استدلال

جمہور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی اس روایتِ باب سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عسب الفحل سے منع فرمایا ہے۔

نیز اول تو یہ معلوم ہونا انتہائی متعذر ہے کہ نزدات کتنی ہوں گی، دوسری بات یہ بھی نہیں معلوم کہ پانی خارج ہوگا بھی یا نہیں، تیسری بات یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ پانی محل میں پہنچے گا یا نہیں، ایسی صورت میں جب ہر چیز مجہول ہے تو پھر اس کی قیمت کیسے لی جا سکتی ہے(۴)۔

(۱) ان اقوال کے لئے دیکھئے: إرشاد الساري: ٥/٢٤٧

(۲) دیکھئے: فتح الباري: ٤/٥٨٢

(۳) دیکھئے: بداية المجتهد ونهاية المقتصد: ٥/١٣٩

(٤) دیکھئے: شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٦/٤١٢، وإرشاد الساري: ٥/٢٤٧، والمغني لابن قدامة المقدسي: ١/١٢٩٣

جمہور کے مزید دلائل

"عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ثمن الکلب وعسب الفحل"(۱).

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور نر کی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔

"عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن کل ذی مخلب من الطیر وعن ثمن المیتۃ وعن لحم الحمر الأھلیۃ وعن مھر البغی وعن عسب الفحل وعن میاثر الأرجوان"(۲).

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر پنجوں والے پرندے، مُردار کی قیمت، پالتو گدھوں کے گوشت، زانیہ کی کمائی، نر کی جفتی پر اجرت اور ارجوان کی بنی ہوئی گدیوں سے منع فرمایا ہے۔

عسب الفحل پر کرامۃً کچھ دے دینا جائز ہے

البتہ کرامۃً کچھ دے دینا جائز ہے، مثلاً کچھ لوگ اپنی گھوڑی کو کسی کے پاس، اس کے عمدہ واصیل قسم کے گھوڑے سے جفتی کرانے کے لئے لائے اور پھر اس کو کرامۃً کچھ روپے دے دیئے، جس کی کوئی مقدار متعین نہیں، تو ایسا کرنا جائز ہے(۳)۔

اس لئے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ قبیلہ بنی کلاب کے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عسب الفحل کے بارے میں پوچھا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا، انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ صورت ہوتی ہے کہ ہم اپنے جانوروں کو دوسروں کو دے دیتے ہیں، ان کی گھوڑیوں اور اونٹنیوں کو حاملہ بنانے کے لئے، اس کے بعد وہ بطور کرامت ہمیں کچھ دے دیا کرتے

---

(۱) أخرجه النسائي، کتاب البیوع، باب ضراب الجمل: ۳۱۱/۷، وأخرجه أحمد: ۲۹۹/۲، ۵۰۰

(۲) أخرجه الھیثمي في مجمع الزوائد: ۹۰/٤، وقال الھیثمي: رواه عبدالله بن احمد ورجاله ثقات

(۳) دیکھئے المغني لابن قدامة: ۱۲۹۳/۱

ہیں تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے(۱)۔

۲۱٦٤ : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ .

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نر کی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔

تراجم رجال

مسدّد

یہ مُسَدد بن مُسَرہد رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

عبدالوارث

یہ عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

اسماعیل بن ابراهیم

یہ اسماعیل بن ابراہیم ابن علیہ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۴)۔

علی بن حَکَم بُنانی

ان کی کنیت ابوالحکم ہے، اور آپؒ بصری ہے (۵)۔

---

(۱) أخرجه الترمذي، في كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية عسب الفحل، رقم الحديث: ۲۷٤: ۱۷۳/۳، والنسائي، كتاب البيوع، باب ضراب الفحل: ۳۱۰/۷

(۲۱٦٤) أخرجه احمد: ۱٤/۲، وأبوداود في كتاب البيوع والاجارات، باب في عسب الفحل، رقم الحديث: ۳٤۲۹، والترمذي في كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية عسب الفحل، رقم الحديث: ۱۲۷۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲، ٥۸۸/٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳٥۸/۳

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱۲/۲

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٤۱٤/۲۰

اساتذہ

ابراہیم نخعی، حضرت انس بن مالک، ضحاک بن مزاحم، عبداللہ بن ابی مُلیکہ، عبدالملک بن عُمیر، ضحاک بن یقظان، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن شعیب، میمون بن مہران، نافع مولیٰ ابن عمر اور ابوعثمان نہدی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں(۱)۔

تلامذہ

اسماعیل بن عُلیہ، جریر بن حازم، جعفر بن سلیمان ضُبَعی، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سعید بن زید، سعید بن ابی عَروبہ، شعبہ بن حجاج، عبدالوارث بن سعید، علی بن فضل، عُمارہ بن زاذان، مَعمر بن راشد، ہشام بن حسان اور ہشام الدستوائی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ليس به بأس"(۳)۔

ابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لا بأس به، صالح الحديث"(٤)۔

ابوداؤد اور نسائی فرماتے ہیں: "ثقة"(٥)۔

ابن حبان نے ان کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے(٦)۔

محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "علی بن حکم بنانی عمدہ لوگوں میں سے ہیں اور ثقہ ہیں(۷)۔

دوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لم يذكره يحيى رحمه الله تعالى إلا بخير"(۸)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) تهذيب الكمال: ٢٠/٤١٤

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

(٦) المصدر السابق

(۷) طبقات ابن سعد: ٧/٢٥٦

(۸) التاريخ للدوري: ٢/٤١٦، بحواله حاشية تهذيب الكمال: ٢٠/٤١٤

ابن شاہین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ثقہ" (۱)۔

اور بزار اور ابن نمیر نے بھی ان کی توثیق کی ہے (۲)۔

وفات

آپ کا انتقال ۱۳۱ھ میں ہوا (۳)۔

نافع

یہ نافع مولی ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۴)۔

عبداللہ بن عمر

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا تذکرہ گزر چکا (۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت انتہائی واضح ہے۔

۲۲ – باب: إِذَا ٱسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا.

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ.

وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا.

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ. وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ.

کسی شخص نے زمین اجارہ پر لی، پھر فریقین میں سے ایک کا انتقال ہو گیا

(۱) ثقات لابن شاهين، الترجمة: ۷٦۱، بحواله حاشية تهذيب الكمال: ۲۰/٤۱٥

(۲) حاشية تهذيب الكمال: ۲۰/٤۱٥

(۳) تهذيب الكمال: ۲۰/٤۱٤

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٤/٦٥۱

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ۱/٦۳۷

امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مدت متعینہ پوری ہونے تک میت کے ورثہ کے لئے یہ جائز نہیں کہ مستاجر کو بے دخل کریں، امام حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اجارہ اپنی مدت متعینہ تک باقی رہے گا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا اجارہ آدھوآدھ کی بٹائی پر یہودیوں کو دیا تھا، پھر یہی اجارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک باقی رہا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شروع خلافت میں بھی، اور کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نیا اجارہ کیا ہو۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کرام کا اختلاف

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ احد المتعاقدین کے فوت ہوجانے کی وجہ سے عقد اجارہ فسخ ہوجاتا ہے یا باقی رہتا ہے (۱)۔

جمہور علماء امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، اسحٰق، ابوثور اور ابن المنذر وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر احد المتعاقدین فوت ہوجائے تو اس کی وجہ سے عقد اجارہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ باقی رہتا ہے۔

جب کہ حضرات احناف، سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ، اور ابولیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں عقد اجارہ فسخ ہوجاتا ہے (۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث باب کے ذریعے جمہور کی تائید کررہے ہیں اور یہودِ خیبر کا معاملہ پیش فرما رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودِ خیبر سے مزارعت کا معاملہ کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فوت ہوجانے کے بعد بھی وہ اجارہ برقرار رہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیداوار کا نصف ان سے وصول کرتے رہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جب تک کہ ان کو جلا وطن نہیں کیا، اس وقت تک پیداوار کا نصف ان سے وصول کرتے رہے، اس سے معلوم ہوا کہ احد المتعاقدین کے فوت ہوجانے کی وجہ سے عقدِ اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱۲/ ۱۵۰

(۲) دیکھئے المغني لابن قدامة: ۱/ ۱۲۵۹، وبداية المجتهد: ۵/ ۱۵۱

احناف کی طرف سے جمہور کو جواب

احناف کی طرف سے جمہور کو کئی جوابات دیئے گئے ہیں:

۱- احد المتعاقدین کے فوت ہونے کی وجہ سے اجارہ جب فسخ ہوتا ہے جب کہ متعاقد نے اپنے لئے عقد کیا ہو، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو امام المسلمین تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی طرف سے وہ عقد اجارہ کیا تھا، اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد وہ اجارہ ختم نہیں ہوا، کیونکہ مسلمان تو موجود تھے (۱)۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر موجر یا مستاجر میں سے کوئی مر جائے، جب کہ عقد اجارہ اس نے اپنے ہی لئے کیا ہو، احناف کے ہاں اجارہ فسخ ہو جائے گا، مؤجر کے مرجانے کی صورت میں اس لئے فسخ ہوگا کہ اس کے مرنے کے بعد وہ شئ اس کے ورثہ کی ملک ہوگئی اور مستاجر اگر اس شئ سے منفعت حاصل کرتا ہے تو غیر کی ملک سے انتفاع حاصل کرنا لازم آئے گا اور یہ ممنوع ہے۔

مستاجر کے انتقال کی صورت میں اجارہ اس لئے فسخ ہوگا کہ اس صورت میں مالک غیر سے جو کہ مستاجر کے ورثہ کی ہے، اجرت کی ادائیگی لازم آئے گی، اور یہ بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر عقد اجارہ کسی غیر کے لئے منعقد کیا گیا ہو تو احد المتعاقدین کی موت کی صورت میں یہ اجارہ فسخ نہیں ہوگا، جیسا کہ بیان ہوا (۲)۔

۲- دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ اجارہ تھا ہی کہاں، وہ تو خراج مقاسمہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود خیبر کے ساتھ جنگ لڑی، جنگ کے بعد وہ زمین ساری کی ساری مسلمانوں کی ہوگئی، مسلمانوں کی ہو جانے کے بعد اس زمین پر کافروں کو بسایا گیا اور ان کے اوپر یہ لازم کیا گیا کہ تمہیں اتنا خراج پیش کرنا ہوگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ خراج ساقط نہیں ہوا (۳)۔

---

(١) دیکھئے، إعلاء السنن: ١٦/٤١٥

(٢) دیکھئے، هداية شرح بناية البناية: ٦/٢٣٠

(٣) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٥٢

۳- تیسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عملاً اس عقد کی تجدید کردی تھی، اگرچہ قولاً نہیں کی، اس لئے کہ اس زمین کو ان کے پاس برقرار رکھا، ان کو وہاں سے خارج نہیں کیا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کو برقرار رکھ کر تجدید فرمادی اور تجدید اگر قولاً ہو تو بھی معتبر ہے اور فعلاً وعملاً ہو تو بھی وہ معتبر ہوتی ہے، تو اس لئے وہ اجارہ فسخ نہیں ہوا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آنے والی تعلیق میں یہ بات بھی محتمل ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں ایوب عن ابن سیرین کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۱)۔

اور اس تعلیق سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ اور المتعاقدین میں سے کسی کے انتقال کے بعد مرنے والے کے رشتہ داروں کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ فریق آخر کو جو کہ زندہ ہے، مدت اجارہ کے پورا ہونے سے پہلے اجارہ سے خارج قرار دیں، یعنی اجارہ بدستور باقی رہے گا۔

ان اقوال کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنّف میں موصولاً نقل کیا ہے(۲)۔

اور ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ عقدِ اجارہ مدتِ اجارہ کے اختتام تک باقی رہے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی اراضی (یہودیوں کو) آدھی پیداوار پر دی تھی، یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بھی نافذ رہا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی عہدِ خلافت میں بھی اور یہ کسی نے بھی بیان نہیں کیا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقدِ اجارہ کے معاملے کی تجدید کی ہو۔

(۱) دیکھئے فتح الباري: ٤/٥٨٤

(۲) المصدر السابق

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تعلیق کو اسی باب میں جویریة بن اسماء عن نافع کے طریق سے مسنداً ذکر فرمایا ہے۔

احناف کی طرف سے اس کے جوابات اسی باب میں گزر چکے۔

۲۱٦٥ : حدثنا موسى بن إسماعيل : حدثنا جويرية بن أسماء ، عن نافع ، عن عبد الله رضي الله عنه قال : أعطى رسول الله ﷺ خيبر اليهود : أن يعملوها ويزرعوها ، ولهم شطر ما يخرج منها . وأن ابن عمر حدثه : أن المزارع كانت تكرى على شيء ، سماه نافع لا أحفظه . وأن رافع بن خديج حدث : أن النبي ﷺ نهى عن كراء المزارع . وقال عبيد الله ، عن نافع ، عن ابن عمر : حتى أجلاهم عمر .

[۲۲۰۳ ، ۲۲۰٤ ، ۲۲۰٦ ، ۱۳٦٦ ، ۲٥۷۱ ، ٤۰۰۲]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (خیبر کے یہودیوں کو) خیبر کی اراضی دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں اور پیداوار کا آدھا خود لے لیا کریں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اراضی کچھ عوض لے کر اجارہ پر دی جاتی تھیں اور نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عوض کی تعیین بھی کر دی تھی لیکن مجھے (جویریہ بن اسماء) یاد نہیں رہا۔

---

(۱) تغليق التعليق: ۲/۲۸۸

(۲۱٦٥) وأخرجه البخاري أيضاً في المزارعة، باب المزارعة بالشطر ونحوه وباب إذا لم يشترط السنين في المزارعة، وباب المزارعة مع اليهود، وفي الشركة، باب مشاركة الذمي والمشركين في المزارعة، وفي الشروط، باب الشروط في المعاملة، وفي المغازي، باب معاملة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أهل خيبر، وأخرجه مسلم في المساقاة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع، رقم: ۱٥٥۱، وأبوداود في الخراج، باب ماجاء في حكم أرض خيبر، رقم: ۳۰۰۸، وأخرجه ابن ماجة، مختصراً في الرهون، باب معاملة النخيل والكرم، رقم: ۲٤٦۷.

تراجمِ رجال

موسیٰ بن اسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی، بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

جویریه بن اسماء

یہ جُویریۃ بن اسماء بن عبید بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

نافع

یہ نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

عبداللّٰہ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ گزر چکا (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بظاہر "قوله: "اعطى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خيبر بالشطر الخ" سے ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ترجمۃ الباب کا اثبات نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ خیبر کے یہود پر زمین کی پیداوار میں سے حصہ مقرر کرنا، مزارعت اور مساقاۃ کی قبیل سے نہیں تھا، بلکہ بطور

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۴۷۷/۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٦٥١/٤

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٦٣٧/١

خراجِ مقاسمہ کے تھا، جس کی تفصیل گزر چکی (۱)۔

قوله: وأن رافع بن خديج(۲) حدث الخ

پہلے "حدثه" کہا گیا، ضمیر کے اثبات کے ساتھ اور اب ضمیر کو حذف کرتے ہوئے "حدث" فرمایا، تاکہ تنبیہ ہو جائے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت نافع کو تو بالخصوص حدیث بیان کی تھی، بخلاف حضرت رافع کے (۳)۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اراضی مزارعہ قبولِ اجارہ سے منع کیا تھا۔

قوله: وقال عبيد الله عن نافع عن ابن عمر

یہ عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴) اور حضرت نافع وحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے تذکرے بھی اسی باب میں گزر چکے (۵)۔

عن ابن عمر حتى اجلاهم عمر

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ (خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہاں کی زمین کا معاملہ چلتا رہا) یہاں تک کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

اس تعلیق کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً بیان کیا ہے (۶)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۵۲، ۲۵۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۶۶

(٤) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت۔

(٥) دیکھئے، صحیح المسلم، كتاب المساقاة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع، رقم: ۳۹۳۶.....۳۹٤٤

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۳ - کتاب الحوالات

حوالہ، تحویل سے ماخوذ ہے اور اس کے لغوی معنی نقل کرنے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں حوالہ کہتے ہیں، "نقل الدین من ذمۃ إلی ذمۃ" یعنی: ''مقروض کا ادائے قرض کی ذمہ داری دوسرے کی طرف منتقل کرنا'' (۱)۔

حوالہ کی شرعی حیثیت

حوالہ کرنا جائز ہے شرعاً وعقلاً۔

کتاب مذکور کی احادیث اس کے شرعی ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ محتال علیہ اپنے اوپر ایسی چیز کو لازم کرتا ہے، جس کو سپرد کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے، اور ایسی چیز کا التزام جس کو سپرد کرنے پر قدرت ہو، درست ہے اس لئے کفالہ کی طرح حوالہ بھی درست ہوگا (۲)۔

اور یاد رہے کہ حوالہ صرف دیون میں درست ہوگا، اس لئے کہ حوالہ کا معنی نقل اور تحویل کے ہیں، اور یہ نقل وتحویل دیون میں تو ممکن ہے، لیکن اعیان میں ممکن نہیں، کیونکہ دَین غیر متعیَّن ہوتا ہے، لہٰذا اس کو محتال علیہ بھی ادا کرسکتا ہے، جب کہ عین چونکہ متعین ہوتی ہے، لہٰذا اس کو وہی شخص ادا کرسکتا ہے، جس کے پاس وہ عین موجود ہو، تو معلوم ہوا کہ دیون کا حوالہ کرنا تو جائز ہے، مگر اعیان کا حوالہ جائز نہیں ہے (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، طلبۃ الطلبہ، ص: ۲۸۹

(۲) دیکھئے، هدایۃ شرح بدایۃ المبتدي: ۳۲۸/۵

(۳) المصدر السابق

یہاں چند الفاظ قابلِ غور ہیں۔ مسائل کا سمجھنا ان پر موقوف ہے۔ بسا اوقات ان میں خلط ہو جانے کی وجہ سے مسائل سمجھ میں نہیں آتے۔

الف۔محتال بہ یا محال بہ دین کو کہتے ہیں۔

ب۔مُحِیل مدیون کو۔

ج۔محتال دائن کو

د۔محتال علیہ یا محال علیہ جو اس حوالہ کو قبول کرے یعنی جس کے ذمہ اس دین کی ادائگی کی گئی ہے(۱)۔

١ – باب : فِي الْحَوَالَةِ ، وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ .

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ : إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ . فَيَأْخُذُ هٰذَا عَيْنًا وَهٰذَا دَيْنًا ، فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ .

حوالہ کے مسائل، کیا حوالہ میں محتال (دائن) محیل (مدیون) کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور حسن بصری اور قتادہ نے فرمایا کہ جب کسی کی طرف دین منتقل کیا جارہا تھا تو اگر اس وقت وہ خوش حال تھا تو جائز ہے (یعنی حوالہ پورا ہو گیا اور رجوع جائز نہیں، اور اگر مفلس ہو تو جائز ہے) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ "شرکاء یا اہلِ میراث نے اس طور پر صلح کر لی کہ کچھ لوگ نقد مال لیں اور کچھ لوگ قرض" تو (اس تقسیم کے بعد) اگر دونوں شرکاء میں سے کسی ایک کا حصہ ہلاک ہو گیا تو اب وہ دوسرے سے وصول نہیں کر سکتا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ کیا حوالہ ہو جانے کے بعد محتال (دائن)، محیل (مدیون) کی طرف رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا، اس لئے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، طِلبۃ الطلبۃ، ص: ۲۸۹، وفیہ قال الإمام النسفي رحمه الله تعالى: "ولا يقال المُحتال له؛ لأنه لا حاجة إلى هذه الصلة وإن كان يتكلم به المُتفقِّهة" والمغرب: ۲۳۵/۱. وفيه قال صاحب المغرب: "وقول الفقهاء للمحال (المحتال له) لغوٌ لا حاجة إلى هذه الصلة".

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۵٤/۱۲

فقہاء کے اختلاف کا بیان

۱-امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محتال کو محیل پر رجوع کرنے کا حق دو صورتوں میں ہے: پہلی صورت یہ ہے کہ محتال علیہ مفلس ہو کر مر جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ حوالہ کا انکار کر دے اور قاضی کے ہاں جا کر قسم کھالے۔ یہی مسلک امام ابو یوسف، امام محمد، شریح، نخعی، شعبی اور عثمان البتی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی ہے(۱)۔

اور ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حوالہ کی وجہ سے محیل کا بریٔ الذمۃ ہونا محتال کے حق کی سلامتی کے ساتھ مقید ہے، کیونکہ حوالہ سے یہی مقصود ہے کہ محتال کا حق صحیح وسالم طریقے سے محفوظ ہو جائے، لیکن جب یہ شرط یعنی محتال کے حق کی سلامتی، مفقود ہو گئی، تو حوالہ فسخ ہو گیا اور محتال کا حق محیل پر لوٹ آیا، اور جب محتال کا حق محیل پر لوٹ آیا تو محتال کو اس سے رجوع کا حق بھی حاصل ہو گیا، جیسا کہ مبیع کا صحیح وسالم ہونا، بیع کے اندر مشروط ہوتا ہے، اگرچہ لفظوں میں مذکور نہ ہو، مثلاً ایک شخص نے کوئی چیز خریدی، اور قبل القبض وہ ہلاک ہو گئی، تو عقد فسخ ہو جائے گا اور مشتری کا حق ثمن میں لوٹ آئے گا(۲)۔

۲-نیز حضرات صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تیسری صورت بھی ہے کہ حاکم محتال علیہ کے افلاس کا حکم لگا دے اور اس کو محجور علیہ قرار دے دے کہ اب تمہیں کسی تصرف کا اختیار نہیں ہے(۳)۔

۳-امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، عبید رحمہ اللہ تعالیٰ، لیث رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوثور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حوالہ کرنے کے بعد محتال کو محیل پر رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں، چاہے محتال علیہ مفلس قرار دیا جائے یا مر جائے یا حوالہ کا انکار کرنے کے بعد قسم کھالے(۴)۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ محیل کا بریٔ الذمۃ ہونا مطلقاً ثابت ہے، اور اس میں اس طرح کی کوئی قید نہیں کہ اگر محتال کا حق ہلاک ہوتا ہو تو محیل بریٔ الذمۃ نہیں ہوگا، بہرحال جب محیل کا بری ہونا مطلقاً ثابت

---

(۱) دیکھئے، بدایۃ المجتهد: ۲۹٤/٥، الهدایة شرح بدایة المبتدی: ٥/ ۳۲، فتح الباري: ٥٨٦/٤، عمدة القاري: ١٥٤/١٢

(۲) الهدایة شرح بدایة المبتدی: ٥/ ۳۳، ۳۱

(۳) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق

ہے تو کسی صورت میں محیل پر قرضہ نہیں لوٹے گا(۱)۔

۴-امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھا جائے گا کہ جس روز حوالہ کیا گیا تھا، اس دن محتال علیہ غنی تھا یا فقیر، اگر غنی تھا تو محتال کو محیل کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر فقیر تھا اور محیل نے اپنے علم کے باوجود محتال کو نہیں بتایا، تو اس صورت میں گویا اس نے محتال کو دھوکہ دیا ہے، لہذا محتال کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ محیل پر رجوع کرے۔

۵-امام حسن رحمہ اللہ تعالیٰ، امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک قول کے مطابق امام شریح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حوالہ کفالہ کی طرح ہے، لہذا محتال کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو محتال علیہ سے مطالبہ کرے اور چاہے تو محیل سے مطالبہ کرے محتال کا حق الرجوع الی المحیل ساقط نہیں ہوتا(۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختیار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ان مذاہب خمسہ میں سے کس کو اختیار فرما رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفالہ کو کتاب الحوالہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور کفالت میں مکفول لہ کو حق ہوتا ہے کہ چاہے وہ کفیل سے مطالبہ کرے اور چاہے تو مکفول عنہ سے، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حوالہ کے اندر بھی یہی صورت ہوگی، یعنی وہ مذہب خامس کی طرف مائل ہیں اور محتال کو اختیار ہے کہ چاہے تو محتال علیہ سے مطالبہ کرے اور چاہے تو محیل سے مطالبہ کرے(۳)۔

لیکن یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مذہب رابع، یعنی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ والے مذہب کو اختیار کیا ہے، اس لئے کہ انہوں نے نقل کیا ہے (قال الحسن وقتادہ إذا کان یوم احال علیہ ملیأ جاز) یعنی اگر محتال علیہ جس روز حوالہ کیا گیا ہے، اگر مالدار تھا تو یہ حوالہ ٹھیک ہے، معلوم ہوا کہ اگر وہ مالدار نہیں تھا بلکہ فقیر تھا اور محیل نے

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے بدایۃ المجتہد: ۲۹۴/۵، فتح الباري: ۵۸٦/٤، عمدۃ القاري: ۱۵٤/۱۲، وارشاد الساري: ۲۵۱/۵

(۳) دیکھئے فتح الباري: ۵۸٦/٤

دھوکہ دے کر محتال کو اس کے پیچھے لگا دیا تو پھر یہ حوالہ ٹھیک نہیں ہوگا، لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت حسن وقتادہ کے اس اثر کو پیش کرنا اس بات پر دال ہے کہ وہ مذہب رابع کی طرف مائل ہیں(۱)۔

وقال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما یتخارج الشریکان الخ

لغۃً: تــخـــارج، خــــرُوج سے ہے، دستبرداری ودست کشی کو کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں "مصالحة الورثة على إخراج بعض منهم بشيء معين مِنَ التركة" کو تخارج کہتے ہیں(۲)۔ یعنی تمام ورثہ (یا شرکاء) متفق ہوکر ایک وارث (یا شریک) کو کچھ مال دے کر میراث سے نکال دیں۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق شرکت میں تخارج کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً کسی کے اپنے شریک کے ساتھ کاروبار میں پچاس ہزار روپے لگے ہوئے ہیں، اس میں پچیس ہزار تو سامان اور نقد کی صورت میں ہیں اور پچیس ہزار ادھار میں، اب یہ شریک اس شرکت کو چھوڑتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ جب وہ کاروبار کو ختم کریں گے تو مال تقسیم ہوگا، ایک نے کہا کہ یہ ادھار میں وصول کروں گا، اسے یہ لالچ ہے کہ یہ نقد وکیش مل جائیں گے اور دوسرے نے سامان لے لیا کہ ادھار کا کیا بھروسہ، یہ سامان ابھی نقد مل رہا ہے، یہ تخارج ہوگا۔ اب یہ ہوا کہ جس نے سامان لیا تھا، وہ رہا مزے میں اور جس نے ادھار وصول کرنے کی ذمہ داری اٹھائی تھی، اس کو پچیس میں سے کل پندرہ ہزار ہی وصول ہوئے، دس ہزار مارے گئے، اب وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے تو صرف پندرہ ہزار وصول ہوئے اور آپ نے پچیس ہزار کا سامان لیا ہے، لہٰذا آپ اسے تقسیم کریں تاکہ دونوں برابر ہو جائیں، تو یہ ایسا نہیں کہہ سکتا اور اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو تو وہ قرضہ سارا کے سارا مل گیا اور جس نے سامان، ونقد لیا تھا، رات کو چور آئے سارا سامان لے گئے، بیس ہزار کا سامان سارا چلا گیا، کیش کے صرف پانچ ہزار بچ گئے، اب یہ کہنے لگے کہ مجھے تو پانچ ہزار ہی ہاتھ لگے ہیں، باقی بیس تو چوری میں چلا گیا، لہٰذا اب آپ اپنے پچیس ہزار میں سے بانٹو اور میرے اور اپنے پیسے برابر کرو، تو یہ ایسا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٨٦

(۲) دیکھئے، التعریفات للجرجاني، ص: ٤٦

اہلِ میراث کے تخارج کی تشریح

اسی طرح تخارج اہل میراث کا بھی ہوتا ہے، مثلاً والد کا انتقال ہوا، اس کے دو بیٹے ہیں اور مال متروکہ کی بعینہ سابقہ ترتیب ہے کہ پچاس ہزار اس نے چھوڑے ہیں، پچیس ہزار عین اور پچیس ہزار دین ہیں، عین ایک نے لے لیا اور دین دوسرے کے حصے میں آیا، پھر اس تخارج کے بعد ان میں سے کسی کا حصہ ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے شریک سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم اپنا مال دوبارہ تقسیم کردو، تاکہ میں اور تم دونوں برابر ہو جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کا مقصد

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ اثر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کی تردید کے لئے پیش کیا ہے، اس لئے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ حوالہ کرنے کے بعد محتال کو محیل کی طرف رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، سوائے چند صورتوں کے کہ ان میں رجوع کیا جاسکتا ہے، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب محتال پہلے راضی ہو گیا تھا کہ میں محتال علیہ سے اپنا پیسہ وصول کروں گا، اب اگر وہ ضائع ہو رہا ہے تو ہونے دو، جیسا کہ وہاں تخارج میں ایک کا حصہ ضائع ہو گیا، گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے نے مسئلہ کو تخارج پر قیاس کیا ہے(۱)۔

تعلیقات کی تفصیل

حضرات حسن وقتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے اقوال، اثرم رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن اور مصنف میں نقل کیے ہیں(۲)۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو علامہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنف میں "حدثنا ابن عيينه عن عمرو بن دينار عن عطاء" کے طریق سے ذکر کیا ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٥٥، فتح الباري: ٤/٥٨٦

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٨٦، عمدة القاري: ١٢/١٥٤

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٨٦

٢١٦٦ : حدّثنا عَبْدُ اللّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّهِ ﷺ قالَ : (مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ) . [٢١٦٧ ، ٢٢٧٠]

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار کی طرف سے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔

تراجم رجال

عبداللّٰہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

مالك

امام معروف امام مالک رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

ابو الزناد

یہ عبداللہ بن ذکوان ابی الزناد رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

(٢١٦٦) وأخرجه مسلم في صحيحه، في كتاب المساقاة، باب تحريم مطل الغني: ٣٩٧٨، حديث رقم: ٢٩٢٤، والترمذي، في كتاب البيوع عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، والنسائي، في كتاب البيوع، حديث رقم: ٤٢٠٩، ٤٦١٢، وأبوداود في كتاب البيوع، باب في المطل، حديث رقم: ٢٩٠٣، وأحمد في مسنده، حديث رقم: ٧٠٣٤، ٧٢٢٦، ٧٨٢٨.

(١) دیکھئے، كشف الباري: ١١٣/٤

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٢٩٠/١، ٨٠/٢

(٣) دیکھئے، كشف الباري: ١٠/٢

أعرج

یہ اعرج عبدالرحمن بن ہرمز رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ابوھریرہ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۲)۔

حل اللغات

مطل: من نَصَرَ مَطَلَ الحَبْلَ مَطْلًا، رسی کو دراز کرنا۔مطل الحدید لوہا ڈھالنا اور اسی سے "المَطْل بالدَّين" ماخوذ ہے، یعنی کسی کا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا۔یقال مَطَلَه ومَاطَلَه بحقه (۳).

أُتْبِعَ: بابِ افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے، یقال أُتْبِعَ فلان بفلان فلاں کا حوالہ فلاں پر کر دیا گیا۔تَبِيع: جس کے ذمہ آپ کا مال ہو (۴)۔

فَلْيَتْبَع: سَمِعَ سے امر کا صیغہ ہے، مطیع وفرمانبردار ہونا، پیچھے چلنا، بعض حضرات اس کو بتشدید التاء بابِ افتعال سے پڑھتے ہیں، وقال صاحب الصحاح: وكذلك اتَّبَعْتُهُمْ وهو افتعلتُ (٥).

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله (فإذا أُتبِع أحدكم الخ)" سے واضح ہے (٦)۔

---

(١) دیکھئے، کشف الباري: ١١/٢

(٢) دیکھئے، کشف الباري: ٦٥٩/١

(٣) دیکھئے الصحاح: ص: ٩٩٣

(٤) الصحاح، ص: ١٢٤

(٥) المصدر السابق

(٦) دیکھئے عمدة القاري: ١٥٥/١٢

قوله (فَلْيَتْبع)

جمہور علماء کے نزدیک یہاں صیغۂ امر استحباب کے لئے ہے(۱)، یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائن کو ترغیب دے رہے ہیں کہ اگر کوئی غنی کسی مدیون کی طرف سے حوالہ قبول کرتا ہے تو اس دائن کو بھی مان لینا چاہیے۔ اور اکثر حنابلہ، ابوثور، ابن جریر اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر وجوبی ہے اور بعض حضرات کے نزدیک یہ امر ارشادی ہے، یعنی بطور مشورہ کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن یہ قول شاذ ہے(۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "مطل الغني ظلم" ان تمام لوگوں کو شامل ہے، جن پر کوئی حق لازم ہو اور وہ اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیں، جیسے کہ بیوی کا حق شوہر پر اور غلام کا حق آقا پر اور رعایا کا حق حاکم پر اور اس طرح برعکس(۳)۔

۲ - باب : إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ .

جو کسی مالدار پر حوالہ کرے تو اسے رد کرنا جائز نہیں، اور جس کو کسی غنی پر حوالہ کیا جائے، تو حوالہ قبول کرے۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ پر کسی کا قرض ہو اور آپ نے اس کو کسی مالدار شخص کے حوالے کر دیا اور وہ آپ کی طرف سے اس کا ضامن بھی بن گیا پھر اس کے بعد اگر آپ مفلس ہو گئے تو اس کو چاہیے کہ وہ حوالہ والے شخص سے اپنے دین کا مطالبہ کرے اور اس سے لے۔

تنبیہ

یہ باب صحیح بخاری کے نسخوں میں سے صرف علامہ فربری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے میں ہے(۴)۔

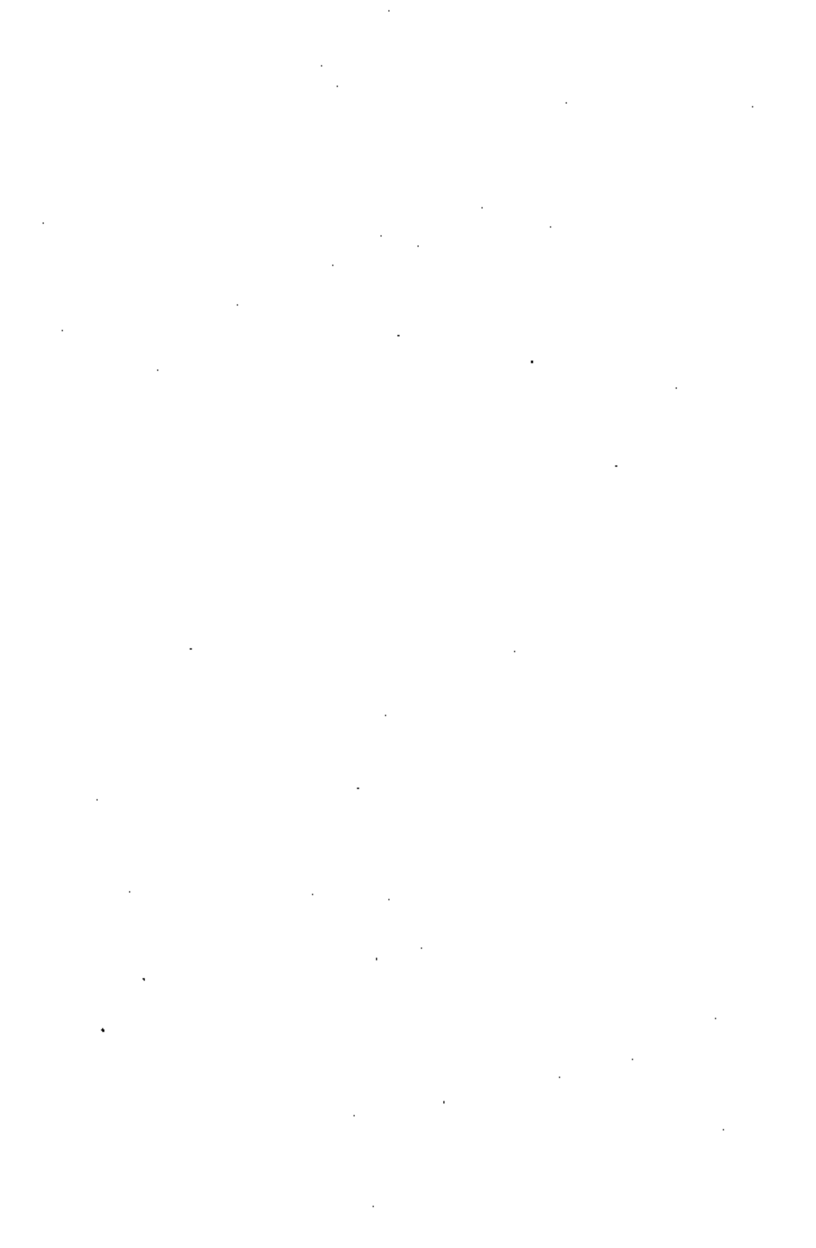
---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٥٨٧/٤

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٥٦/١٢، فتح الباري: ٥٨٧/٤

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ٥٨٨/٤

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٥٤/٥، وعمدة القاري: ١٥٧/١٢





نے یہ ضمانت دے دی کہ آپ کا قرضہ وہ ادا کردے گا، یہاں تک تو ٹھیک ہے، اس کے بعد آگے کہتے ہیں کہ "فإن أفلست" اگر آپ مفلس ہوجائیں، آپ تو مفلس پہلے ہی تھے اسی لئے تو دین نہیں دے رہے تھے اور اپنے دین کا دوسرے پر حوالہ کیا تھا، بات تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ وہ محتال علیہ مفلس ہوجائے، غرضیکہ یہاں یہ عبارت "فإن أفلست الخ" مہمل اور بیکار ہے اور یہی وجہ ہے کہ مصری نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ اور نہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے میں ہے اور نہ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ، قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخوں میں ہے(۱)۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اس عبارت کو نہیں ہونا چاہیے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ افلاسِ محیل کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے، فقہ میں اس کی جزئیات تو موجود ہے کہ محتال علیہ اگر مفلس ہوجائے تو کیا ہوگا، لیکن اس کی جزئیات کہ محیل اگر مفلس ہوجائے، فقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے(۲)۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کی ایک حکمت بیان فرمائی ہے کہ محتال علیہ کے پیچھے پڑنا اور اس سے مطالبہ کرنا اس وقت ہے، جب کہ محیل مفلس ہو اور اگر محیل مفلس نہ ہو تو اس صورت میں محتال کو اختیار ہے کہ چاہے وہ محیل سے مطالبہ کرے اور چاہے تو محتال علیہ سے مطالبہ کرے، یہ اور بات ہے کہ حنفیہ کا مسلک دوسرا ہے، لیکن اس عبارت کا مفہوم یہی نکلتا ہے اور ظاہر ہے یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک رجوع کے بارے میں وہ ہو، جو مذہب خامس

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۴/۵۸۸، إرشاد الساري: ۵/۲۵۳، عمدة القاري: ۱۲/۱۵۷، وشرح الکرماني: ۱۰/۱۱۷

(۲) دیکھئے فیض الباري: ۳/۲۸۱

ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے بیان کیا تھا کہ جس طرح مکفول کو کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے، اسی طرح حوالہ کے اندر محتال کو محتال علیہ اور محیل دونوں سے مطالبہ کا حق ہے (۱) اور اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کا مسلک رجوع کے بارے میں مذہب راجح ہے جو امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا تھا، تو پھر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی کی تقریر اس پر منطبق نہیں ہوگی۔

٢١٦٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ ، وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ) . [ر : ٢١٦٦]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار کی طرف سے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالے کیا جائے، تو اسے قبول کرنا چاہیے۔

تراجم رجال

محمد بن يوسف

یہ محمد بن یوسف بیکندی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

سفيان

یہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

---

(۱) لامع الدراري: ٦/١٧٩

(٢١٦٧) مرّ تخريجه في الباب السابق

(۲) دیکھیے، کشف الباري: ٣/٣٨٧

(۳) دیکھیے، کشف الباري: ٢/٢٧٨





نہیں ہے۔

بعض حضرات مثلاً ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ "فخالف ابو حنيفة رحمه الله تعالى هذا الحديث"(۱) یعنی امام ابوحنیفہ نے یہاں حدیث کی مخالفت کی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تنبیہ

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنا انتہائی سوءِ ادب اور گستاخی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے متورع ومحتاط شخص ایک صحیح وثابت حدیث پر واقف ہوجانے کے باوجود اس کی مخالفت کریں (جب کہ ان کا مسلک تو احادیث ضعیفہ کے مقابلے میں بھی قیاس کو چھوڑ دینے کا علماء میں معروف ہے)۔ اس لئے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر عمل ترک فرمادیا ہے اور ترکِ عمل کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے ہاں ثابت نہیں یا وہ اس سے واقف نہ ہوسکے یا ان کے نزدیک اس حدیث کا منسوخ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اور چار ابواب کے بعد آنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس حدیثِ مذکور کے نسخ پر دلالت بھی کررہی ہے۔ "قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "أنا اولى بالمؤمنين من أنفسهم الخ"(۲)۔ یعنی میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں، اس لئے اب جو مسلمان بھی وفات پاجائے اور وہ مقروض رہا ہو، تو اس کا دین میرے ذمہ ہے لیکن جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس کے ورثہ کا حق ہے۔ اس طرح اور بھی کئی احادیث ہیں جو اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میت کے دَین کا التزام کرنے میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق کے مقتضیٰ کی وجہ سے تبرعاً واحساناً تھا، نہ کہ ایسا کرنا وجوباً ولازماً تھا (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٦/٤١٩

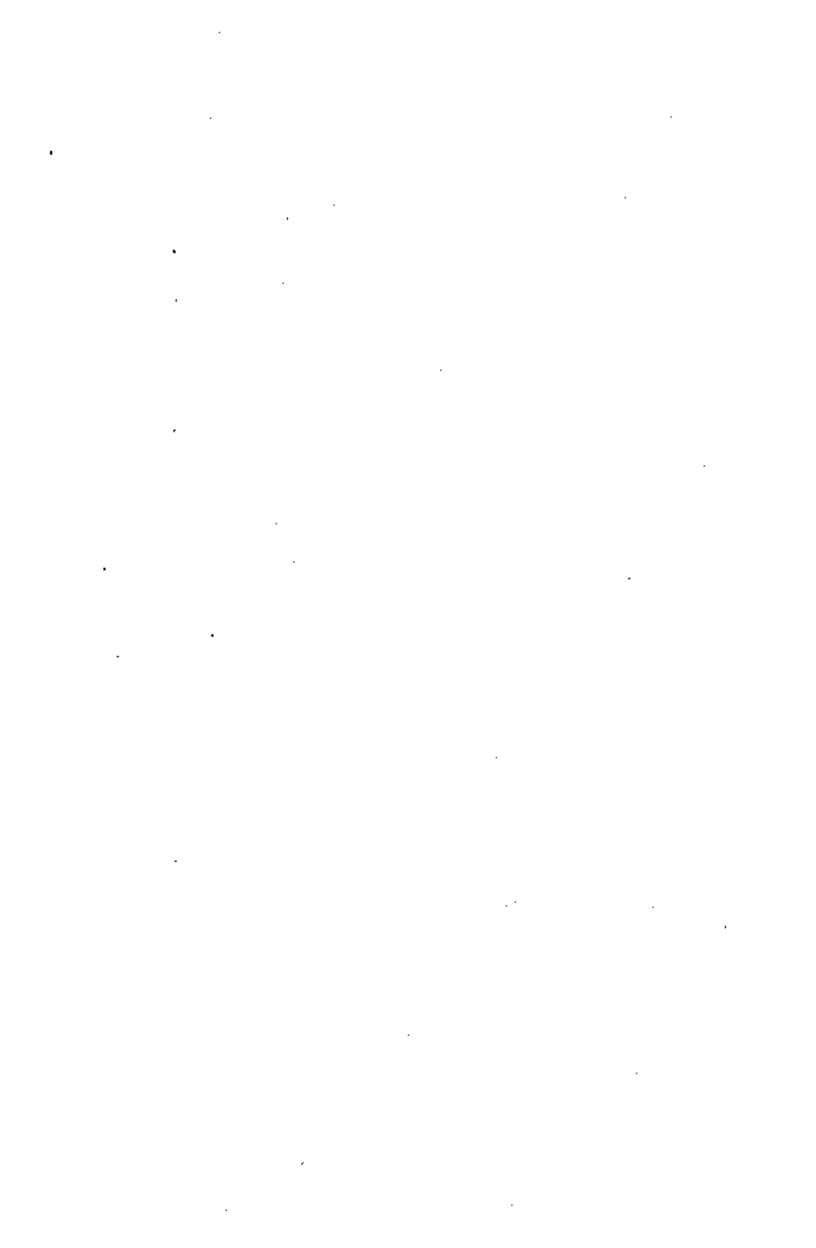
(۲) سيأتي تخريجه

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٦٠

٢١٦٨ : حدثنا المكي بن إبراهيم : حدثنا يزيد بن أبي عبيد ، عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه قال : كنا جلوسا عند النبي ﷺ إذ أتي بجنازة ، فقالوا : صل عليها ، فقال : (هل عليه دين). قالوا : لا ، قال : (فهل ترك شيئا). قالوا : لا ، فصلى عليه. ثم أتي بجنازة أخرى ، فقالوا : يا رسول الله ، صل عليها ، قال : (هل عليه دين). قيل : نعم ، قال : (فهل ترك شيئا). قالوا : ثلاثة دنانير ، فصلى عليها. ثم أتي بالثالثة ، فقالوا : صل عليها ، قال : (هل ترك شيئا). قالوا : لا ، قال : (فهل عليه دين). قالوا ثلاثة دنانير ، قال : (صلوا على صاحبكم). قال أبو قتادة : صل عليه يا رسول الله وعلي دينه ، فصلى عليه. [٢١٧٣]

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، کہ ایک جنازہ لایا گیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض تھا؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بتایا کہ نہیں! کوئی قرض نہیں تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: میت نے کچھ ترکہ بھی چھوڑا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، نہیں (کوئی ترکہ بھی نہیں چھوڑا)، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، حضرت اس کی نمازِ جنازہ بھی آپ پڑھا دیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا، کسی کا قرض بھی میت پر تھا؟ عرض کیا گیا کہ تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا: کچھ ترکہ بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بھی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر تیسرا جنازہ لایا گیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ ان کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: نہیں! اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اور ان پر کسی کا قرض بھی تھا؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: ہاں! تین دینار تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا: اپنے ساتھی کی نمازِ

(٢١٦٨) وأخرجه أحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده، رقم: ١٥٩١٣، والنسائي في سننه، كتاب الجنائز، رقم: ١٩٣٥، وانظر تحفة الأشراف: ٤٧/٤





بسم الله الرحمن الرحيم

٤٤ - كتاب الكفالة

كفالة: لغۃً ضم کرنے اور ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرعیہ میں "ضم الذمة إلى الذمة في المطالبة" یعنی ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ملانے کو کہتے ہیں (۲) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفالہ ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ دین میں ملانے کو کہتے ہیں، لیکن صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعریفِ اول کی تصحیح کی ہے (۳)۔ نیز کفالة کو حمالة، ضمانة اور زعامة بھی کہتے ہیں۔

اب یہاں چند الفاظ کا ذہن نشین کر لینا مسائل کے سمجھنے میں آسانی کا باعث ہے۔

کفیل: کفالت کرنے والا۔

مکفول عنه: جس کی طرف سے کفالت کی جائے۔

مکفول به: جس چیز کی کفالت کی جائے۔

مکفول له: جس کے لئے کفالت کی جائے (۴)۔

١ - باب: الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا.

قرض و دین کے معاملہ میں کسی کی شخصی وغیرہ (مالی) ضمانت لینا

قرض و دَین میں فرق

قرض و دَین میں فرق یہ ہے کہ دَین "ما وجب في الذمة" کو کہتے ہیں، یعنی جو بھی کسی کے ذمے

(۱) دیکھئے، بداية المجتهد: ٥/٢٨٤

(۲) دیکھئے، موسوعة كشاف اصطلاح الفنون والعلوم: ٢/١٣٦٨

(۳) دیکھئے، نصب الراية مع الهداية: ٤/١٥٥

(٤) دیکھئے، حلبة الطلبة للنسفي رحمه الله تعالیٰ مع تخريج شيخ خالد عبدالرحمن علك، و كشاف اصطلاحات =

میں واجب ہو، خواہ وہ کسی بھی وجہ سے واجب ہو جائے، مثلاً: کوئی چیز خریدی اور اس کا ثمن ذمہ میں واجب ہوگیا، یہ دَین ہے، یا کسی کی کوئی چیز غصب کرلی اور وہ تلف ہوگئی تو اس کی قیمت بھی ذمہ میں دَین ہے، یا قصداً کسی کی کوئی چیز ضائع کردی تو اس کی قیمت بھی ذمہ میں دَین ہے، ان تمام صورتوں میں چونکہ ثمن اور قیمت ذمے میں عائد ہوتی ہے، اس لئے اس کو دَین کہتے ہیں اور قرض میں یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے اپنی ضرورت کے لئے پیسہ طلب کرتا ہے اور وہ اس کو دے دیتا ہے، قرض خاص ہے اور دین عام ہے(۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتارہے ہیں کہ قرض ودین کے معاملات میں کفالت کرنا جائز ہے اور کفالہ بالأبدان وغیرہا کا لفظ بڑھا کر امام بخاری نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کفالہ بالأبدان اور کفالہ بالمال دونوں جائز ہیں، اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور علماء یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، لیث، ثوری اوزاعی اور امام احمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کفالہ بالابدان کے جواز کے قائل ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول جدید عدم جواز کا ہے اور داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مسلک ہے(۲)۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہرحال جمہور کے مسلک کی تائید کی ہے اور کفالہ بالابدان کے جواز کے لئے دو آثار بھی پیش کئے ہیں۔

عدمِ جواز کے قائلین کی دلیل

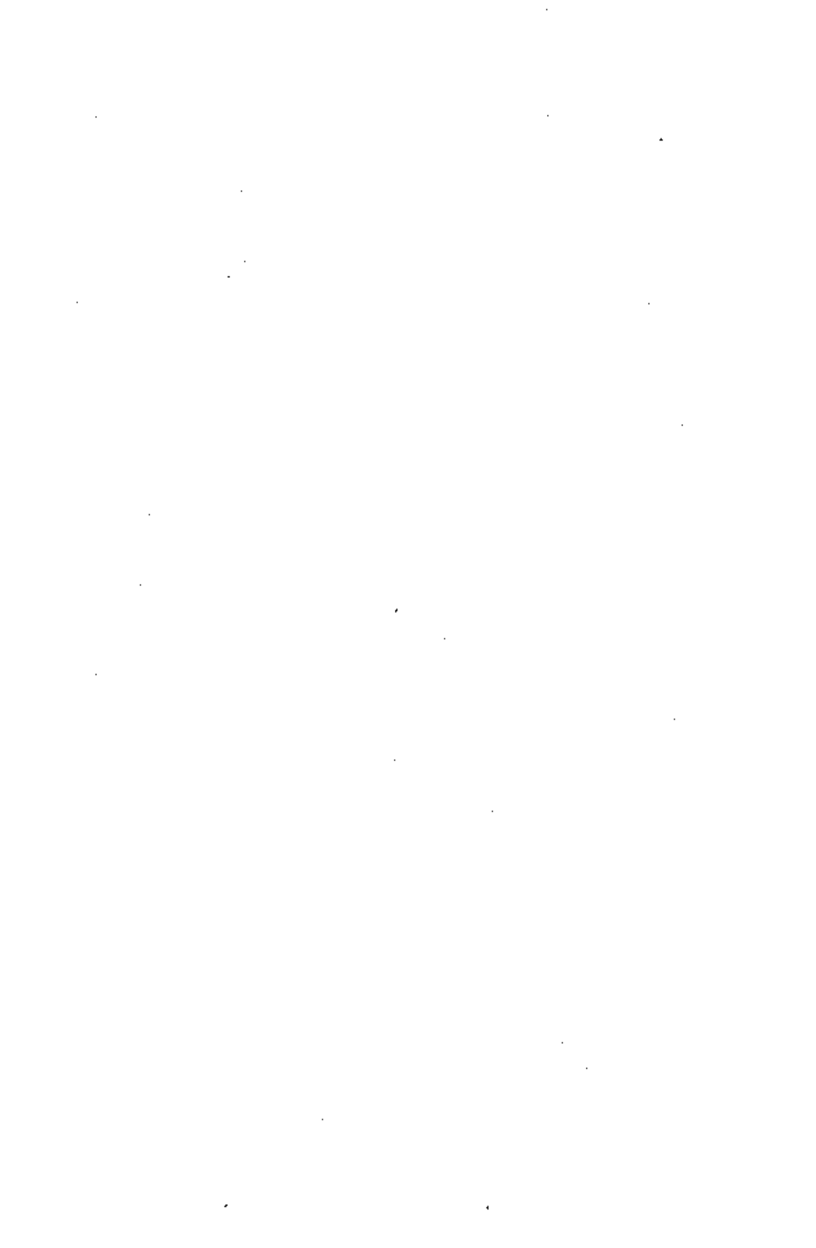
"لأنه كفل بما لا يقدر على تسليمه إذ لا قدرة له على نفس المكفول به بخلاف الكفالة بالمال؛ لأن به ولاية على مال نفسه"(۳).

= الفنون والعلوم: ۱۳٦۸/۲

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/٦۱۱؛ إرشاد الساري: ٥/۲٥۷.

(۲) دیکھئے، بداية المجتهد: ٥/۲۸٥

(۳) دیکھئے، نصب الراية مع الهداية: ٤/١١٥؛ الموسوعة الفقهية: ۳٤/۳۰٦





اسلمی، ابوالوقاد عبداللہ بن ذکوان، کثیر بن زید اسلمی رحمہم اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں (۱)۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ثقات'' میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیا ہے (۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی استشہاداً آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد نے سنن میں اور امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے (۳)۔

ابومحمد علی بن احمد ابن حزم ظاہری اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن یہ ابومحمد ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تشدد ہے اور ان کے اس قول پر نکیر کی گئی ہے۔

کما قال ابن حجر رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: ضعفہ ابن حزم رحمہ اللّٰہ تعالی وعاب ذلك علیہ القطب الحلبي رحمہ اللّٰہ تعالیٰ وقال لم یضعفہ قبلہ احد انتھی وقال ابن قطان رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: لا یعرف حالہ"(٤).

حمزة بن عمرو

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کتاب الصوم، باب الصوم في السفر والإفطار میں گزر چکا۔

تشریح

یہاں اس حدیث میں بڑا اختصار ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا

(۱) دیکھئے، حوالۂ مذکورہ

(۲) دیکھئے، الثقات لابن حبان رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: ۳٥٧/٧

(۳) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۹٦/۲٥

(٤) دیکھئے، تهذيب التهذيب: ۱۲٧/۹

18.

تھا، یہ ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے سنا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا، "اذی صدقۃ مال مولاك" تو اپنے مولیٰ کے مال کا صدقہ کر اور بیوی یہ کہہ رہی تھی کہ "بل انت فاد صدقۃ مال ابنك" تو اپنے بیٹے کے مال کا صدقہ کر، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی، تو انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور معلوم کیا کہ قصہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ اصل میں اس کی بیوی کی ایک باندی تھی، اس نے اپنی بیوی کی باندی سے وطی کر لی تھی اور اس وطی سے باندی کے یہاں ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا، بعد میں بیوی نے اس باندی کو آزاد کر دیا تھا اور وہ آزاد شدہ باندی مرگئی، اس باندی کی طرف سے اس کے بیٹے کو کچھ مال بطور ورثہ کے ملا تھا، اس مال کے بارے میں بیوی اور شوہر میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کیا تھا، میں تو تجھے بالضرور رجم کروں گا، تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا مقدمہ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش ہو چکا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا ہے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اچھا اس کے لئے کوئی کفیل لاؤ، میں خود اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کروں گا، ابھی تو مجھے کچھ کام ہے، یہ کہیں ادھر ادھر نہ ہو جائے، تو تم میں سے کوئی اس کا کفیل بن جائے، کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حاضر کرے گا اور یہ کفالت بالابدان تھی۔ چنانچہ وہ لوگ کفیل ہو گئے پھر اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ قصہ انہوں نے نقل کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے اس کو یہ سمجھ کر کہ یہ ناواقف و بے خبر تھا، سو کوڑے مار کر چھوڑ دیا(۱)۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اشکال تھا کہ یہ تو شادی شدہ محصن اور مسلمان ہے اس کو تو رجم کرنا چاہیے تھا صرف کوڑے لگا کر کیسے چھوڑ دیا گیا۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوگوں سے اس کا حاضر ضامن (کفیل) بننے کا مطالبہ

(۱) مرّ تخریجہ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وقال ابوالزناد وعن محمد بن حمزۃ بن عمرو الاسلمی۔

کرنے سے کفالہ بالابدان کی مشروعیت مستنبط ہوتی ہے۔

B

"كما قال الشيخ القسطلاني رحمه الله تعالىٰ : "واستنبط من هذه القصة مشروعية الكفالة بالأبدان فإن حمزة رضي الله تعالىٰ عنه صحابي وقد فعَلَه ولم ينكره عليه عمر رضي الله تعالىٰ عنه مع كثرة الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم حينئذ"(۱).

فقہائے کرام کے اختلاف کا بیان

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی باندی کے ساتھ وطی کرے، تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی اور اس کو رجم کیا جائے گا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر بیوی نے اپنی باندی کو اس کے لئے حلال کر دیا تھا تو پھر رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ سو کوڑے مار کر چھوڑ دیا جائے گا اور اگر بیوی نے اپنی باندی کو اس کے لئے حلال نہیں کیا تھا تو اس صورت میں اس کو رجم کیا جائے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے تو حلال سمجھ کر (کہ میری بیوی کی چیز ہے تو گویا میری چیز ہے) اس کے ساتھ وطی کر لی تھی، تو اس صورت میں حد جاری نہیں کی جائے گی، یعنی اس کو رجم نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ یہ کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ حرام ہے، اس کے باوجود میں نے اس کے ساتھ وطی کی ہے تو پھر اس کو رجم کیا جائے گا(۲)۔

تعزیر میں کوئی حد مقرر ہے یا نہیں؟

قوله: (وكان عمر جلده مائة) ...... یہ شخص محصن تھا اور اس نے زنا کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو صرف سو کوڑے مار کر چھوڑ دیا اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہوئے امام مالک، ابوثور، امام

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۲۵۸/۵

(۲) دیکھئے، لامع الدراري مع تعليقات الشيخ محمد زكريا رحمه الله تعالىٰ : ۲۰۱/٦

ابو یوسف، امام طحاوی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تعزیر میں کوئی حد مقرر نہیں ہے اور امام اگر چاہے تو وہ حدود سے بھی تجاوز کرسکتا ہے۔

لیکن قاضی ابو یوسف کا قول مشہور اور جمہور کے نزدیک تعزیر کی حد غیر محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے کوڑے مقرر ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دس سے زیادہ کوڑے تعزیر میں نہیں لگائے جائیں اور یہی امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور دوسری روایت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ تعزیر میں حد سے تجاوز نہیں کیا جائے گا اور یہی علامہ خرقی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مختار ہے اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے(۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ ہو کہ اگر زانی محصن ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ میرے لئے حرام ہے پھر تو اس کو رجم کیا جائے گا اور اگر وہ جاہل اور ناواقف ہو تو پھر تعزیر کے سو کوڑے لگا کر اس کو چھوڑ دیا جائے گا(۲)۔

وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ : لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ : اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ ، فَتَابُوا ، وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ . وَقَالَ حَمَّادٌ : إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ، وَقَالَ الْحَكَمُ : يَضْمَنُ

یعنی حضرت جریر رحمہ اللہ تعالیٰ اور اشعث رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرتدوں کے بارے میں کہا کہ ان سے توبہ کرائے اور ان سے کفیل (ضامن) لیجئے (کہ دوبارہ مرتد نہ ہوں گے) پس انہوں نے توبہ کی اور ان کی ضمانت خود انہیں کے قبیلہ والوں نے دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر کو علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۱۶۲، لامع الدراري: ۶/۲۰۰

(۲) دیکھئے فتح الباري: ۴/۵۹۲

نے موصولاً ومفصلاً نقل کیا ہے(۱)۔

تراجمِ رجال

جَرِیر

یہ حضرت جَرِیر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۲)۔

أشعث بن قیس بن مَعد یکرب بن مُعاویة کِندی

ابو محمد ان کی کنیت ہے، صحابیت کا شرف بھی حاصل ہے(۳)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند احادیث نقل کی ہیں، صحاحِ ستہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریباً چار احادیث روایت کی گئی ہیں(۴)۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت نقل کی ہے(۵)۔

تلامذہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابراہیم نخعی، جریر بن عبداللہ بَجلی، ابووائل شقیق بن سَلَمة اَسَدی، عامر شعبی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن عدی کِندی، قیس بن حازم، ابواسحاق سَبیعی اور ابوبصیر عَبدی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں۔

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر میں کوفہ میں مقیم ہوگئے تھے، وہیں ایک گھر بنایا اور پھر وہیں ۶۳ سال کی عمر میں ۴۰ھ یا ۴۱ھ کے آخر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا(۶)۔

---

(۱) دیکھئے، السنن الکبری للبیهقي: ٦/٧٧، تغلیق التعلیق: ٤/٢٩٠

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٢/٧٦٤

(۳) دیکھئے، تهذیب الکمال: ٣/٢٨٦

(٤) دیکھئے، أطراف للمزی: ٨/١١

(٥) حوالة بالا

(٦) الطبقات لابن سعد: ٦/١٣، ١٤، تهذیب الکمال: ٣/ من ٢٨٦–٢٩٥، وتهذیب التهذیب: ١/٨، تقریب التهذیب: ١/٩١

ابن مسعود

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۱)۔

اثرِ مذکور کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

مذکورہ اثر کا ترجمۃ الباب سے تعلق "قولہ: وکفلھم" سے واضح ہے(۲)

تشریح

یہ اثر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے(۳) کہ حضرت حارثہ بن مُضرّب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، سلام کے بعد ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا کہ میں بنوحنیفہ کی مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا تو وہاں کے مؤذن عبداللہ بن نواحہ کو میں نے سنا کہ وہ اذان میں کہہ رہا تھا "أشھد أن مُسیلمة رسول اللّٰه" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ان بنوحنیفہ کے لوگوں کو پکڑ وایا، مصنّف ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ ایک سو ستر آدمی تھے(۴)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن نواحہ کی گردن تو اسی وقت اڑا دی اور باقی لوگوں کے بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے اور حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ان سے توبہ کروا لیجئے اور ان سے کفیل لے لیجئے پھر یہ کسی قسم کی گڑبڑ نہیں کریں گے، چنانچہ ان سے توبہ کرائی گئی اور ان کے خاندان والے ان کے کفیل بن گئے کہ آئندہ یہ لوگ اس طرح کی حرکت نہیں کریں گے۔

تنبیہ: ہمارے نسخے میں استغثم ہے یہ غلط ہے، صحیح "اِستَتِبْھم" ہے جیسا کہ شُرّاحِ بخاری کے

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲۵۷/۲

(۲) عمدۃ القاري: ۱۶۳/۱۲

(۳) ہیر تخریجہ تحت قول المصنف وقال ابن جریر والاشعث لعبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه الخ

(٤) دیکھئے فتح الباري ۵۹۳/٤، عمدۃ القاري: ۱۶۳/۱۲

نسخوں میں واقع ہوا ہے۔

اب یہ سمجھئے کہ یہ جو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر ذکر فرمایا ہے، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفالت بالابدان کو ثابت کیا ہے اور حاصلِ استدلال کا یہ ہے کہ جب حدود کے اندر کفالت بالابدان جائز ہے تو اموال اور دیون کے اندر تو بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ باقی یہ مسئلہ اپنی جگہ غور طلب ہے کہ اس کا تعلق کفالت سے ہے بھی یا نہیں، یہ تو ویسے استیثاق کی صورت ہے اور اعتماد کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا، چونکہ کفالت میں بھی کفیل اعتماد ہی کے لئے لیا جاتا ہے، اسی واسطے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفالت بالابدان کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے اس استیثاق کی صورت کو پیش کر دیا اگر چہ اس میں حقیقی کفالت موجود نہیں ہے(۱)۔

کیا حدود میں کفالت بالابدان جائز ہے؟

اب اس کے بعد ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ اگر کسی شخص پر حد واجب ہوئی ہو تو اس کا کفیل بالبدن کوئی شخص ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اکثر علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ یہاں کفالہ بالبدن جائز نہیں ہے، خواہ ان حدود کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے، یہی مسلک امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، قاضی شریح، حسن، اسحٰق بن راہویہ، ابوعبید اور ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اور یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ان حدود میں سے ہے جو کہ حقوق اللہ سے متعلق ہیں اور جو حدود حقوق العباد سے متعلق ہیں، اس میں ان کے دونوں قول ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں: "لا كفالة في حدود الآدمي ولا لعان" یعنی: "حدود اور لعان میں کوئی کفالہ نہیں ہے"۔ اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: "تجوز الكفالة بمن عليه حق أو حد؛ لأنه حق الآدمي فصحت الكفالة به كسائر حقوق الآدميين"(۲)۔ یعنی: "جس شخص پر کوئی حق یا حد لاگو ہو، اس کا کفالہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ آدمی کا حق ہے، لہٰذا دیگر حقوق کی طرح اس میں بھی کفالہ جائز ہے"۔

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۲۵۸/۵، عمدة القاري: ۱۶۳/۱۲

(۲) دیکھئے، المغني لابن قدامة مقدسي رحمه الله تعالى: ۱۰۵۸/۱

وقال حماد إذا تكفل بنفسٍ الخ

حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کی شخصی ضمانت دی پھر اس کا انتقال ہوگیا تو (انتقال ہونے کی وجہ سے) اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور حکم بن عتیبہ نے فرمایا کہ ذمہ داری اب بھی اس پر باقی رہے گی۔

حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ اور حکم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیقات کو امام اثرم نے شعبہ عن حماد والحکم کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۱)۔

تراجم رجال

حماد

یہ حماد بن ابی سلیمان مسلم اشعری کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲) جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشائخ میں سے ہیں(۳)۔

حکم

یہ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

فقہاء کا اختلاف

اس تعلیق میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شخص کا کفیل بالنفس اور کفیل بالبدن بن جائے، اب اگر وہ شخص (مکفول بہ) فوت ہو جائے، تو ایسی صورت میں کفیل کے ذمہ کوئی مطالبہ ہوگا یا نہیں۔ تو امام ابوحنیفہ، امام شافعی، شریح، شعبی، حماد بن ابی سلیمان اور حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفیل کے ذمہ کوئی مطالبہ نہیں، چونکہ اصیل کے ذمہ نہیں رہا، وہ فوت ہوگیا تو پھر کفیل کے ذمہ کیا رہے گا۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٥٩٣/٤

(۲) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الوضوء، باب قرأة القرآن بعد الحدث وغيره

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ١٦٣/١٢

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٤١٦/٤

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ بالنفس کی بقاء، مکفول بنفسہ کی بقاء پر موقوف ہے، تو اس کی موت کفالہ کو ختم کردے گی، اس لئے کہ جب مکفول بنفسہ مرگیا تو کفیل کا اس کو حاضر کرنے سے عاجز ہونا ثابت ہوگیا، اور جب کفیل مکفول بنفسہ کو حاضر کرنے سے عاجز ہوجائے تو کفالہ بالنفس ساقط ہوجاتا ہے اور کفیل اس کفالہ سے بری الذمۃ ہوجائے گا، دوسری دلیل یہ ہے کہ جب مکفول بنفسہ مرگیا تو اس سے حاضر ہونا ساقط ہوگیا، اور جب اس سے حاضر ہونا ساقط ہوگیا، تو کفیل سے اس کو حاضر کرنا بھی ساقط ہوجائے گا، کیونکہ براءتِ اصیل، براءتِ کفیل کو واجب کرتی ہے (۱)۔

امام مالک، حکم اور لیث بن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کفیل اس مال کا ذمہ دار ہوگا، جو مکفول بہ کے ذمہ ہے (۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو نقل کرکے کوئی فیصلہ نہیں کیا، لیکن ان کے متعلق مشہور یہ ہے کہ جب وہ کوئی اختلافی مسئلہ بیان کرتے ہیں اور اس میں دو آثار پیش کرتے ہیں تو جس اثر کو وہ پہلے لایا کرتے ہیں، وہی ان کے نزدیک مختار ہوتا ہے تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حماد بن ابی سلیمان کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو ترجیح ہوگی۔

تعلیق کی تفصیل

قال ابوعبداللّٰہ: وقال اللیث حدثنی جعفر بن ربیعۃ الخ...... حضرت لیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تعلیق پر کلام، کتاب البیوع کے شروع میں "باب التجارۃ فی البحر، حدیث رقم: ۲۰۶۳" کے ضمن میں اور "کتاب الزکاۃ، باب مایستخرج من البحر حدیث رقم: ۱۴۹۸" کے ضمن میں گزر چکا ہے اور ان میں اس تعلیق کے موصول ہونے کی تصریح کی گئی ہے (۳)۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس تعلیق کو امام اسماعیلی، امام نسائی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی سندوں سے موصولاً ذکر کیا ہے (۴)۔

(۱) دیکھئے، الهدایة شرح بدایة المبتدی: ۲۷۹/۵

(۲) دیکھئے، المغنی لابن قدامة مقدسی: ۱۰۶۱/۱

(۳) دیکھئے، تغلیق التعلیق: ۲۹۱/۳

(۴) دیکھئے، فتح الباری: ۵۹۳/۴

٢١٦٩ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ هُرْمُزَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : (أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ ، فَقَالَ : ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ ، فَقَالَ : كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا ، قَالَ : فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ ، قَالَ : كَفَى بِاللّٰهِ كَفِيلاً ، قَالَ : صَدَقْتَ ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا ، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا ، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ : اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ ، فَسَأَلَنِي كَفِيلاً فَقُلْتُ : كَفَى بِاللّٰهِ كَفِيلاً ، فَرَضِيَ بِكَ ، وَسَأَلَنِي شَهِيدًا فَقُلْتُ : كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا ، فَرَضِيَ بِكَ ، وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ ، وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا ، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ ، وَهُوَ فِي ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي أَسْلَفَهُ ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا ، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ ، فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ ، فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ ، قَالَ : هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ : أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ ، قَالَ : فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ ، فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ دِينَارٍ رَاشِدًا) . [ر : ١٤٢٧]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
روایت نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا

(٢١٦٩) أخرجه البخاري ايضاً في كتاب الزكاة، باب مايستخرج من البحر، رقم: ١٤٩٨، وفي كتاب البيوع، باب التجارة في البحر، رقم: ٢٠٦٣، وفي كتاب في الاستقراض واداء الديون والحجر والتفليس، باب إذا أقرضه إلى أجل مسمى أو اجله في البيع، رقم: ٢٤٠٤، وفي كتاب في اللقطة، باب إذا وجد خشبة في البحر أو سوطا او نحوه، رقم: ٢٤٣٠، وفي كتاب الشروط، باب الشروط في القرض، رقم: ٢٧٣٤، وفي كتاب الاستئذان، باب ممن يبدأ في الكتاب، رقم: ٦٢٦١، واخرجه محمد بن فتوح الحميدي في "الجمع" في أفراد البخاري: ١٧٩/٣، وأخرجه أحمد في مسنده: ٣٤١/٧٦، ويُنظر جامع الأصول، كتاب القصص، ٧٨٢٦/٢.

تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرضہ مانگا تو اس نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاؤ، جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو، قرض مانگنے والے نے کہا کہ گواہ کی حیثیت سے تو بس اللہ ہی کافی ہے، پھر انہوں نے کہا اچھا کوئی کفیل (ضامن) لاؤ، قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن کی حیثیت سے بھی بس اللہ ہی کافی ہے، انہوں نے کہا کہ آپ نے سچی بات کہی، چنانچہ ایک متعین مدت تک کے لئے انہیں قرض دے دیا، یہ صاحب قرض لے کر بحری سفر پر روانہ ہو گئے اور پھر اپنی ضروریات کو پورا کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی، تا کہ وہ اس پر سوار ہو کر متعینہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکیں (اور ان کا قرض ادا کر دیں) لیکن کوئی سواری نہ ملی، آخر انہوں نے ایک لکڑی لی اور اس میں ایک سوراخ بنایا، پھر ایک ہزار دینار اور ایک خط اپنی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (لکھ کر) اس سوراخ میں ڈال دیا اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے سمندر پر لے آئے، پھر کہا: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ضامن کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، تو وہ تجھ پر راضی ہو گیا تھا اور اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا کہ گواہ کی حیثیت سے اللہ ہی کافی ہے تو وہ تجھ سے راضی ہو گیا تھا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری مل جائے جس کے ذریعے میں اس کا قرض مدت معینہ تک پہنچا سکوں، لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی، اس لئے اب میں اس کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں (کہ تو اس کو پہنچا دے) پھر اس نے وہ لکڑی سمندر میں بہا دی یہاں تک کہ وہ لکڑی سمندر میں داخل ہو گئی اور وہ صاحب واپس چلے آئے اگرچہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کسی طرح کوئی سواری (کشتی وغیرہ) ملے جس کے ذریعے اپنے شہر جا سکیں، (دوسری طرف) وہ صاحب جنہوں نے قرضہ دیا تھا، اسی تلاش میں (بندرگاہ) کی طرف نکلے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو، لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، جس میں مال تھا، انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی، پھر جب اسے چیرا تو اس

میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی، پھر وہ صاحب جن کو انہوں نے قرض دیا تھا (کچھ دنوں کے بعد) قرض خواہ کے یہاں ایک ہزار روپے لے کر آئے اور کہا کہ بخدا میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں، لیکن اس دن سے پہلے جب میں یہاں پہنچنے کے لئے سوار ہوا، مجھے کوئی سواری نہیں ملی تو قرض خواہ نے پوچھا، اچھا یہ بتاؤ کیا کوئی چیز بھی آپ نے میرے نام پر بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا، آپ کو بتا تو رہا ہوں کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا، جس سے میں آج پہنچا ہوں، اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ تعالی نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا، پس آپ خوش وخرم (کامیابی کے ساتھ) اپنے ہزار دینار لے کر لوٹ جائیں۔

تراجم رجال

ابو عبداللہ

ابوعبداللہ سے مراد امام محمد بن اسماعیل بخاری خود ہیں۔

لیث

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

جعفر بن ربیعۃ

یہ جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ قرشی مصری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

عبدالرحمن

یہ عبدالرحمن بن ہرمز اعرج رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ١/٣٤٤

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب التيمم، باب التيمم في الحضر إذا لم يجد الماء الخ

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٢/١١

ابوهريره

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ گزر چکا(۱)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: فسألني كفيلاً" سے واضح ہے(۲)۔

"شرائع من قبلنا" ہماری شریعت میں حجت ہیں یا نہیں؟

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اس قصے کو کفالہ بالدیون کے سلسلے میں پیش کیا ہے، لیکن یہ استدلال مبنی ہے اس بات پر کہ "شرائع من قبلنا" کو اس شریعت مطہرہ کے لئے حجت مانا جائے، اور یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، جماہیر علماء یعنی حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں:

"انه شرع لنا، ثابت الحكم علينا، إذا قص الله تعالى ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم لنا من غير انكار".

یعنی شرائع من قبلنا جب اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جانب سے ہمارے لئے بیان کی جائے اور اس پر کوئی نکیر بھی وارد نہ ہو تو وہ ہمارے لئے حجت ہوتی ہے(۳)۔

یہاں پر بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سارا قصہ بیان کیا اور نکیر نہیں فرمائی، معلوم ہوا کہ کفالۃ بالدیون میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرات شوافع شرائع من قبلنا کو حجت قرار نہیں دیتے(۴)۔

☆☆.....☆☆

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ١/٦٥٩

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٦٤

(۳) دیکھئے، ردالمحتار: ١/٦٣، شرح العناية على الهداية مع فتح القدير: ١/٤٣٧، الموسوعة الفقهية: ١٨/٢٦

(٤) دیکھئے، ردالمحتار: ١/٦٣، شرح العناية على الهداية مع فتح القدير: ١/٤٣٧، الموسوعة الفقهية: ١٨/٢٦

۲ - باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ» .

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "جن لوگوں سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ہے، ان کا حصہ ادا کرو"

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ کفالت میں، کفیل غیر کے مال کا التزام اپنے ذمہ کیا کرتا ہے لہٰذا یہ لزوم کفیل کے ذمے ہو جائے گا اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسے حلف اور معاہدے کی وجہ سے میراث کا استحقاق لازم ہو جایا کرتا تھا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پرانے زمانے میں یہ دستور تھا کہ کئی آدمی آپس میں معاہدہ کر لیا کرتے تھے اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا تھا "دمی دمك وحربی حربك وترثني وأرثك" الخ، میرا خون تیرا خون ہے، میری جنگ تیری جنگ ہے، تو میرا وارث ہوگا اور میں تیرا وارث ہوں گا۔ اسی طرح اگر تو جنایت کرے گا میرے ذمے میں آئے گی اور میں جنایت کروں گا تو تیرے ذمے میں آئے گی وغیرہ اور جب اس طرح کا حلف و معاہدہ ہو جاتا تھا تو اس کے بعد جب ان حلفاء میں سے کوئی شخص مر جاتا تھا تو اس کا حلیف اس کا وارث ہوا کرتا تھا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ جیسے حلف اور معاہدے میں میراث جاری ہوا کرتی تھی اور ایک دوسرے کا ذمہ دار ہو جایا کرتا تھا، اسی طرح کفالت کے اندر بھی کفیل ذمہ دار بنتا ہے، لہٰذا اس کے ذمے ہوگا کہ مکفول عنہ کی طرف سے مکفول لہ کو دین ادا کرے(۱)۔

۲۱۷۰ : حدَّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ إِدْرِيسَ ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : «وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ» . قَالَ : وَرَثَةً : «وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ» . قَالَ : كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ، يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ ، لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ ، فَلَمَّا نَزَلَتْ : «وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ» نَسَخَتْ . ثُمَّ قَالَ : «وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ» إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ ، وَيُوصِي لَهُ . [٤٣٠٤ ، ٦٣٦٦]

(۱) دیکھیے، إرشاد الساري: ٥/٢٦٢، عمدة القاري: ١٢/١٦٦

(٢١٧٠) أخرجه البخاري أيضاً في التفسير سورة النساء، باب ﴿ولكل جعلنا موالي﴾ الآية، رقم: ٤٥٨٠، وفي كتاب الفرائض، باب ذوي الأرحام، رق: ٦٧٤٧، وأخرجه أبوداود في سننه، باب نسخ ميراث العقد بميراث =

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "اور ہر کسی کے لئے ہم نے مقرر کردیئے ہیں، موالی" یعنی وارث "اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا" اس کا قصہ یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے (اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کروادیا) تو مہاجر انصاری کا ترکہ پاتا، اور انصاری کے ناطے داروں کو کچھ نہ ملتا، اس بھائی چارے کی وجہ سے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرادیا تھا، جب یہ آیت اتری، ﴿ولكل جعلنا موالي﴾ تو اس نے "والذين عاقدت ايمانكم" کو منسوخ کردیا، اب "والذين عقدت ايمانكم" سے (مراد صرف) مدد، اعانت اور خیر خواہی رہ گئی اور ان کو ترکہ میں سے حصہ ملنا جاتا رہا، البتہ وصیت ان کے لئے ہوسکتی ہے۔

تراجم رجال

۱- صلت

یہ صلت بن محمد بن عبدالرحمٰن خارکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- ابواسامہ

یہ ابواسامہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- ادریس بن یزید

ادریس بن یزید بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن اَلاوْدی زعافری کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے (۳)۔

= الرحم، رقم: ۲۹۲۲، والنسائي في الكبرى، حديث رقم: ۵۵۲۳، دیکھئے، جامع الأصول: ۱/۶۵۵، ۲/۶٤۰

(۱) كشف الباري، كتاب الصلاة، باب إذا لم يتم السجود

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۳/٤١٤

(۳) دیکھئے: تهذيب الكمال: ۱/۳۳۲

اساتذہ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ابان بن تغلب، اسماعیل بن رجاء، حبیب بن ابی ثابت، حکم بن عتیبہ، سلیمان اعمش، سماک بن حرب، طلحہ بن مصرّف، عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید، عدی بن ثابت، عطیہ بن سعد عوفی، علقمہ بن مرثد، عمرو بن مرۃ، قابوس بن ابی ظبیان اور اپنے والد یزید بن عبدالرحمٰن اَوْدی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۱)۔

تلامذہ

اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایوب بن سوید رملی، ابواسامہ، رحیل بن معاویہ، سفیان ثوری، حمزہ بن ربیعہ، ابوشہاب عبدربہ بن نافع حناط، علی بن غراب فزاری، علی بن محمد بن زرارۃ، عمرو بن ابی سلمہ تنیسی، محمد بن عبید طنافسی، وکیع بن جراح، یحییٰ بن زکریا اور آپ کے بیٹے عبداللہ بن ادریس وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

یحییٰ بن معین اور امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ثقۃ(۳)۔

اسی طرح امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثـقـة"(٤) اور امام ابن حبان نے بھی آپ کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے(۵)۔

عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (امیر المؤمنین فی الحدیث) نے کہا کہ آپ کے والدِ محترم نے مجھے بڑا نفع پہنچایا(٦)۔

---

(١) المصدر السابق

(٢) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٣٣٢/١، ٣٣٣

(٣) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٣٣٢/١، ٣٣٣

(٤) دیکھئے، تهذيب التهذيب: ١٠١/١

(٥) دیکھئے، كتاب "الثقات": ٧٨/٦

(٦) دیکھئے، تهذيب التهذيب: ١٠١/١

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ثقة من السابعة" (۱)۔

٤- طلحه

یہ طلحہ بن مصرِّف بن عمرو کوفی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

٥- سعيد بن جبير

آپ مشہور تابعی سعید بن جبیر کوفی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

٦- ابن عباس

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا (۴)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔

تشریح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہمانے دو آیات تلاوت فرمائی، پہلی آیت میں تو "مــوالــی" کی شرح فرمائی کہ اس سے مراد ورثہ ہیں اور یہ کہ یہ آیت ناسخ ہے اور اس کے بعد دوسری آیت کی تلاوت کی، وہ آیت منسوخ ہے اور اس کے بعد پھر وضاحت کی کہ مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کرادی تھی، اس کا اثر یہ ہوا کہ اگر کوئی انصاری مرجاتا تھا تو اس کا مہاجر بھائی، اس کا وارث ہوا کرتا تھا اور انصاری کے ذورحم محرم جو رشتہ دار ہوتے تھے وہ وارث نہیں ہوا

---

(۱) دیکھئے، تهذيب التهذيب: ۱/ ٦٣

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب البيوع، باب التنزه من الشبهات

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٤/ ٤١٨

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/ ٤٣٥، ٢٠٥

کرتے تھے، یہ تقریر اس صورت میں ہوگی جب کہ "المهاجرُ" کو رفع کے ساتھ اور "الانصاریَّ" کو نصب کے ساتھ پڑھا جائے۔

اور اگر "المهاجرَ" کو نصب کے ساتھ اور "الانصاریُّ" کو رفع کے ساتھ پڑھیں گے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اس مواخاۃ کا اثر یہ ہوا کرتا تھا کہ اگر کوئی مہاجر فوت ہوجایا کرتا تھا تو اس کا وارث وہ انصاری بھائی ہوا کرتا تھا، جس کے ساتھ مواخاۃ ہوئی ہے اور مہاجر کا ذی رحم رشتہ دار وارث نہیں ہوا کرتا تھا(۱)۔ بہر حال پھر یہ حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد ﴿ولكل جعلنا موالي مما ترك الوالدان والأقربون﴾ والی آیت کے ذریعے منسوخ ہوگیا۔

قوله "وقد ذهب الميراث ويوصى له"

اس کے بعد یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ نسخ صرف میراث میں ہوا ہے، باقی وہ جو آپس میں خیر خواہی وحسنِ سلوک وامداد واعانت کا معاہدہ کیا کرتے تھے، وہ اپنی جگہ پر بھی باقی ہے، اسی لئے فرمایا کہ "وقد ذهب الميراث ويوصى له" کہ میراث تو چلی گئی، وصیت اب بھی اس کے لئے کی جاسکتی ہے(۲)۔

۲۱۷۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَآخَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ .
[ر : ۱۹٤٤]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مکہ مکرمہ سے) ہجرت کرکے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھائی چارہ کرادیا۔

---

(۱) دیکھئے، لامع الدراري: ۲۰۳/٦

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱٦۸/۱۲

(۲۱۷۱) مرّ تخريجه في كتاب البيوع، باب ماجاء في قول الله تعالىٰ: ﴿فإذا قضيت الصلوة فانتشروا في الارض﴾ الآية، حديث رقم: ۲۰٤۹

تراجم رجال

۱ — قتیبه

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۲ — اسماعیل

یہ اسماعیل بن جعفر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

۳ — حمید

یہ حمید بن ابی حمید الطویل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

٤ — انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ بھی ماقبل میں گزر چکا(۴)۔

اس حدیث سے غرض سابقہ معاہدوں اور حلف کا جب کہ وہ تعاون علی الحق اور نیکی کے کاموں پر مشتمل ہوں، اسلام میں اثبات ہے(۵)، نیز اس حدیث پر کلام کتاب البیوع کے اوائل میں گزر چکا(٦)۔

۲۱۷۲ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ : حَدَّثَنَا عاصِمٌ قالَ :

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱۸۹/۲

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۲۷۱/۲

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۵۷۱/۲

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٤/۲

(٥) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٩٦، إرشاد الساري: ٥/٢٦٣

(٦) انظر: كتاب البيوع، باب ما جاء في قول الله تعالى: ﴿فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الارض﴾ الأية، حديث رقم: ٢٠٤٩

(٢١٧٢) وأخرجه مسلم في صحيحه في كتاب فضائل الصحابة، باب مواخاة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين اصحابه رضي الله تعالىٰ عنهم، حديث رقم: ٦٤١٠، وأخرجه امام ابوداود، في سننه في كتاب [illegible] =

قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ) . فَقَالَ : قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي . [٥٧٣٣ ، ٦٩٠٩]

ترجمہ: حضرت عاصم بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جاہلیت کے عہد و پیمان اسلام میں نہیں، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش اور انصار میں خود میرے گھر میں عہد و پیمان کرایا تھا۔

تراجم رجال

۱- محمد بن صبّاح

یہ محمد بن صباح بن سفیان دولابی ابوجعفر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- اسماعیل بن زکریا

یہ اسماعیل بن زکریا ابوزیاد اسدی خلقانی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- عاصم

یہ عاصم بن سلیمان تمیمی ابوعبدالرحمٰن الاحول رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤- انس

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

- باب في الحلف، حديث رقم: ٣٩٢٦. وانظر في جامع الأصول، النوع الثاني في الحلف والإخاء، رقم: ٤٨٠٠، وتحفة الأشراف، رقم: ٣٢٠٢

(١) دیکھئے، كشف الباري، أبواب الأذان، باب من استولى قاعداً في وتر من صلوته

(٢) دیکھئے، كشف الباري، كتاب البيوع، باب ماذكر في الأسواق

(٣) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الانسان

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٤

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔

قولہ "لاحلف في الإسلام"

"لا حلف في الإسلام الخ" کا مطلب یہ ہے کہ جو جاہلانہ رسم ورواج پر مشتمل حلف کا طریقہ تھا، اسے تو اسلام نے گوارا و پسند نہیں کیا، اس کے علاوہ ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک، مدد و اعانت پر حلف وعہد و پیمان کو باقی رکھا اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین کے درمیان ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے مواخات کرائی اور پھر مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار میں مواخات کرائی، ہاں! میراث کے سلسلے میں جو عہد و پیمان کا ایک سلسلہ تھا، اس کو بعد میں منسوخ کردیا گیا(۱)۔

٣ - باب : مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ .
وَبِهِ قَالَ الحَسَنُ .

جو شخص میت کے قرض کی ضمانت کرے، وہ رجوع نہیں کرسکتا اور امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اگر کوئی شخص میت کا کفیل بن گیا، تو اب اس کو رجوع کا حق حاصل نہیں، وہ کفیل اپنی کفالت سے رجوع نہیں کرسکتا، اس لئے کہ یہ کفالت لازمہ ہے، دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر میت کی طرف سے کوئی کفیل بنا، پھر وہ میت کا دین ادا کردے تو ادائیگی دین کے بعد وہ کفیل میت کے ترکہ سے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا، تو اس کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہے(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٥٩٧

(۲) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/٢٠٦، ٢٠٧

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ پہلا مطلب ای وصیت کے مقصد سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے(۱)
اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالی نے صرف پہلا مطلب ای بیان کیا ہے(۲)۔

فقہاء کا اختلاف

اگر دوسرا مطلب مراد لیا جائے تو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، جمہور علماء جن میں صاحبین رحمہما اللہ تعالی اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالی بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ جو شخص میت کا کفیل بن گیا اور اس نے دین کو ادا کر دیا تو اب اس کو میت کے ترکے میں سے رجوع کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے تو رجوع کی نیت سے کفالت کی تھی تو اس صورت میں اس کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، ورنہ نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میت نے اگر مال چھوڑا ہے تو بمقدار دین، رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، ورنہ کفالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے، یعنی دین کی ادائیگی کو اس کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، رجوع کرنے کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالی بھی عدم رجوع کے قائل ہیں(۳)۔

٢١٧٣ : حدَّثنا أبو عاصِمٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا ، فَقَالَ : (هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ) . قَالُوا : لَا ، فَصَلَّى عَلَيْهِ ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى ، فَقَالَ : (هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ) . قَالُوا : نَعَمْ ، قَالَ : (صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ) . قَالَ أَبُو قَتَادَةَ : عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ . [ر : ٢١٦٨]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا، نماز جنازہ پڑھانے کے لئے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پوچھا، کیا اس پر قرض تھا؟ لوگوں نے کہا، نہیں! آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی، پھر دوسرا جنازہ لایا گیا، آپ

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٥٩٨/٤
(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٦٤/٥
(۳) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٤٥٣/٦، لامع الدراري: ٢٠٧/٦
(٢١٧٣) مرّ تخريجه في كتاب الحوالة، في باب إذا احال دين الميت على رجل جاز

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا اس پر قرض تھا؟ لوگوں نے کہا، جی ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو، ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کا قرض میں نے اپنے اوپر لے لیا، تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔

تراجم رجال

۱- ابو عاصم

یہ ابو عاصم النبیل ضحاک بن مَخْلَد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- یزید

یہ یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- سلمہ بن اکوع

یہ معروف صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قولہ: قال ابوقتادة علیٰ دینہ" کے ذریعے واضح ہے (۴)۔

اس حدیث پر تفصیلی کلام کتاب الحوالۃ میں گزر چکا (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۱۵٦

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٤/۱۸۲

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٤/۱۸۳

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱٦٦

(٥) دیکھئے، كتاب الحوالة، باب إذا أحال دين الميت على رجل جاز

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اور علامہ عینی کا اس پر رد

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ثلاثیات میں سے آٹھویں حدیث ہے(۱)، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حدیث کتاب الحوالہ میں گزری ہے، لہٰذا یہ آٹھویں، ثلاثی نہیں ہے بلکہ ساتویں ہی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الحوالہ اور کتاب الکفالہ میں اس حدیث کو بطور مستدل اس لئے پیش کیا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک حوالہ اور کفالہ متحد المعنی ہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک متقارب المعنی ہیں(۲)۔

٢١٧٤ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو : سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ قَدْ جاءَ مالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا) . فَلَمْ يَجِئْ مالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَلَمَّا جاءَ مالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى : مَنْ كانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ ، أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ لِي كَذَا وَكَذَا ، فَحَثَى لِي حَثْيَةً ، فَعَدَدْتُهَا ، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ ، وَقالَ : خُذْ مِثْلَيْهَا . [٢٤٥٨ ، ٢٥٣٧ ، ٢٩٦٨ ، ٢٩٩٣ ، ٤١٢٢]

---

(۱) دیکھئے شرح الكرماني رحمه الله تعالىٰ لصحيح البخاري: ١٢٣/١٠

(۲) دیکھئے عمدة القاري: ١٦٩/١٢

(٢١٧٤) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الهبة، باب إذا وهب هبة أو وعد الخ، رقم: ٢٤٥٨، وفي كتاب الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين، رقم: ٢٩٦٨١، وفي أبواب الجزية والموادعة، باب ما أقطع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من البحرين، رقم: ٢٩٩٣، وفي كتاب المغازي، كتاب قصة عمان وبحرين، رقم: ٤١٢٢، وأخرجه مسلم في الفضائل، باب ماسئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شيئاً. قط فقال لا، رقم: ٢٣١٤، وأخرجه احمد في مسند جابر بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنهما، رقم: ١٤٧٢، والطحاوي في مشكل الآثار، باب بيان مشكل ماروى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيما الخ، رقم: ٣٠٤، وفي مسند الشافعي رحمه الله تعالىٰ، في كتاب قسم الفيء، رقم: ١٤٠٧، وفي مسند أبي يعلى، في مسند جابر رضى الله تعالىٰ عنه، رقم: ١٩٦٦، وأخرجه الحميدي في مسنده في أحاديث جابر بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنهما، رقم: ١٢٣٣، وأخرجه البيهقي في سننه، في كتاب قسم الفيء والغنيمة باب بيان مصرف أربعة اخماس الفيء الخ، رقم: ١٢٥٢٥، وابن أبي شيبة في مصنفه: ٢٥٣/٦، =

ترجمہ: (حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اگر بحرین کا خراج آئے گا تو میں تجھ کو اس طرح اور اس طرح (یعنی دونوں لپ بھر کر) دوں گا، پھر بحرین کا خراج آنے سے پیشتر ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، (جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں) بحرین سے مال آگیا تو انہوں نے منادی کروادی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس سے کچھ وعدہ کیا ہو، یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کا کچھ قرض ہو تو وہ حاضر ہو، میں یہ منادی سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا، میں نے کہا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اتنا اتنا مال دینے کا وعدہ فرمایا تھا، انہوں نے ایک لپ بھر کر مجھ کو روپے دے دیئے، میں نے ان کو گنا تو پانچ سو نکلے، انہوں نے کہا کہ اس کے دوگنا اور لے لے۔

تراجم رجال

۱ – علی بن عبداللہ

یہ علی بن عبداللہ بن جعفر المعروف بابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲ – سفیان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳ – عمرو

یہ عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

= نیز دیکھئے، جامع الأصول: ۹۳۸۲/۱، ۹۲۶۸/۱۱

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲۹۷/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۳۳۸/۱، ۱۰۲/۳

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳۰۹/٤

٤- محمد بن علی

یہ محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

٥- جابر بن عبداللہ

یہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب وقائم مقام تھے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دَین کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لی، تو یہ ظاہر ہے کہ کفالت ہوئی، لہٰذا معلوم ہوا کہ کفالة عن المیت جائز ہے (۳)۔

بحرین، بصرہ و عمان کے درمیان ایک جگہ ہے اور وہاں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے عامل مقرر تھے (۴)۔

٤ - باب : جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ .

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں (ایک کافر کا) امن دینا اور ان سے عہد کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب کو ایک خاص وجہ سے ذکر فرمایا ہے، جِوار کہتے ہیں کسی کو پناہ دینے کو اور اس میں تین آدمی ہوتے ہیں، ایک مُجیر (پناہ دینے والا)، ایک مجار (جس کو پناہ دی جائے) اور

(۱) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء الا من المخرجين الخ

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب صب النبي صلى الله عليه وسلم وضوءه الخ

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۱۷۰

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۱۷۰

ایک مجار منہ، جس کے ضرر سے بچنے کے لئے یہ پناہ لینے والا پناہ لیتا ہے اور پناہ دینے والا پناہ دیتا ہے، کفالت کے اندر بھی یہی تین چیزیں ہوتی ہیں، کفیل، مکفول لہ اور مکفول عنہ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قاعدہ یہ تھا کہ مجار کو مجار منہ کی طرف سے مجیر کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی، اسی لئے ابن الدغنہ کی وجہ سے قریش نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذاء پہنچانے سے ہاتھ کھینچ لیا، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ اسی طرح کفالت کے اندر مکفول لہ کی طرف سے مکفول عنہ کو کفیل کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی اور "في عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" کی قید یہ بتانے کے لئے لگائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ابن الدغنہ کے ساتھ اس عہد و پیمان میں شرکت کی تھی اور اس کے جوار میں داخل ہو گئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ سکوت کے ذریعے سے تائید کر کے اس کی تقریر فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ معتبر ہے اور جب یہ معتبر ہے تو کفالت بھی معتبر ہے، کہ اس کی نوعیت بھی بالکل اسی طرح کی ہوتی ہے(۱)۔

۲۱۷۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَتْ : لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ .

وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ

(۱) دیکھئے الأبواب والتراجم لشيخ الحديث العلامة زكريا الكاندهلوي رحمه الله تعالىٰ، ص: ۱٦۹

(۲۱۷۵) أخرجه البخاري ايضاً في أبواب المساجد، باب المسجد يكون في الطريق من غير ضرر بالناس، رقم: ٤٦٤، وفي كتاب فضائل الصحابة، باب هجرة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واصحابه إلى المدينة، رقم: ۳٦۹۲، وابن حبان في صحيحه، في كتاب التاريخ، باب بدء الخلق، رقم: ٦۲۷۷، والإمام احمد في مسنده: ٦/۱۹۸، في حديث سيدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنه، رقم: ۲٥٦٦۷، ولم يُخرج هذا الحديث سوى الإمام البخاري رحمه الله تعالىٰ من أصحاب الكتب الستة انظر تحفة الأشراف: ۱۳/٤۰۰، رقم الحديث: ۱٦٥٥۲، جامع الأصول، رقم الحديث: ۹۲۰۳

الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ ، بُكْرَةً وَعَشِيَّةً ، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ ، وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ ، فَقَالَ : أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَخْرَجَنِي قَوْمِي ، فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ فَأَعْبُدَ رَبِّي . قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ : إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ ، فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ ، فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ . فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ ، فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ ، فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ ، فَقَالَ لَهُمْ : إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يُكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ . فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ ، وَآمَنُوا أَبَا بَكْرٍ ، وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ : مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ ، فَلْيُصَلِّ ، وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ ، وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ ، وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا . قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ ، وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ ، ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ ، يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً ، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ ، فَقَالُوا لَهُ : إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ ، وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ ، وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ ، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا ، فَأْتِهِ ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ ، وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الِاسْتِعْلَانَ . قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ ، فَقَالَ : قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي ، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ . قَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللّٰهِ . وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ، رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ) . وَهُمَا الْحَرَّتَانِ . فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا ،

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (عَلَى رِسْلِكَ ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي) . قَالَ أَبُو بَكْرٍ : هَلْ تَرْجُو ذٰلِكَ بِأَبِي أَنْتَ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ . [ر : ٤٦٤]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کہ زوجہ محترمہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے اپنے ماں باپ کو پہچانا، تو ان کو اسلام ہی کے دین پر پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن کے دونوں کناروں یعنی صبح وشام ہمارے پاس نہ آتے ہوں، جب مسلمانوں کو کافروں کی طرف سے سخت تکلیف ہونے لگی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ برک الغماد نامی جگہ پہنچے تو ان کو ابن الدغنہ ملا جو قارہ قبیلے کا سردار تھا، اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اب میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی زمین کی سیر کروں اور اس کی عبادت کرتا رہوں، ابن الدغنہ نے کہا کہ تم جیسا آدمی نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے، تم تو جو چیز لوگوں کے پاس نہیں وہ ان کو کما کے دیتے ہو (یعنی غریب پرور ہو) اور صلہ رحمی کرتے ہو اور بال بچوں کا بوجھ اپنے اوپر اٹھا لیتے ہو اور مہمان کی ضیافت کرتے ہو اور حادثوں میں حق کی مدد کرتے ہو، (یعنی حق بات پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبت کا دفاع کرتے ہو) اور میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، چلو تم اپنے شہر لوٹ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ پس ابن الدغنہ نے بھی سفر کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر مکہ مکرمہ آیا، قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا، دیکھو! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص اور وہ یہاں سے نکل جائے یا نکالا جائے (سخت افسوس کی بات ہے) تم ایسے شخص کو نکالتے ہو، جو غریب کی پرورش کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بال بچوں کا بوجھ اپنے اوپر اٹھا لیتا ہے، مہمان کی ضیافت کرتا ہے اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے، (یعنی حق پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی انسان پر آنے والی مصیبت کا دفاع کرتا

ہے) پس قریش کے کافروں نے ابن الدغنہ کی پناہ منظور کی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امن دیا، مگر ابن الدغنہ سے کہا کہ تم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں، وہیں نماز پڑھا کریں اور جو چاہیں وہ پڑھیں اور ہم کو (نماز اور قرآن پڑھ کر) تکلیف نہ دیں اور نہ علانیہ پڑھیں کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہمارے بیٹے اور عورتیں فتنے میں نہ پڑ جائیں، ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سب کہہ دیا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس دن سے) اپنے گھر میں عبادت کرنے لگے اور علانیہ یا کسی اور جگہ نماز اور قرآن پڑھنا چھوڑ دیا، پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے سامنے صحن میں ایک مسجد بنالی اور باہر نکل کر وہاں نماز پڑھنا اور قرآن پڑھنا شروع کیا (اور جب وہ قرآن پڑھتے) تو مشرکوں کی عورتیں اور بچے ان پر ہجوم کرتے اور تعجب سے ان کو دیکھتے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رونے والے آدمی تھے، جب وہ قرآن پڑھتے تو وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکتے تھے، قریش کے سردار یہ کیفیت دیکھ کر گھبرائے اور ابن الدغنہ کو کہلا بھیجا، وہ مکہ مکرمہ آیا، کفارِ قریش نے اس سے کہا، ہم نے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کریں، لیکن انہوں نے اس شرط کے خلاف مکان کے صحن میں مسجد بنائی اور علانیہ نماز اور قرآن پڑھتے ہیں، ہم کو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے فتنے میں نہ پڑ جائیں (تم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو) کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اگر نہ مانیں اور علانیہ عبادت کرنا چاہیں تو ان سے کہو کہ تمہاری امان سے نکل آئے، کیونکہ ہم کو تمہاری امان توڑنا اچھا معلوم نہیں ہوتا اور ہم تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علانیہ عبادت کبھی بھی نہیں کرنے دیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر ابن الدغنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، تم جانتے ہو، میں نے جس شرط پر ذمہ لیا تھا، یا تو تم اپنی شرط پر قائم رہو یا میرا ذمہ واپس کر دو کیونکہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ عربوں میں یہ چرچا ہو کہ میرا ذمہ توڑا گیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو تم اپنا ذمہ واپس لے لو اور

میں اللہ تعالیٰ کی امان پر راضی ہوں اور ان دنوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مکہ مکرمہ میں تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ مجھ کو خواب میں تمہاری ہجرت کا مقام بتلا دیا گیا ہے، میں نے ایک کھاری (شور) زمین دیکھی ہے، جہاں کھجور کے درخت ہیں، جو کالی پتھریلی زمینوں کے بیچ میں ہے (یعنی مدینہ منورہ کے دونوں پتھریلے کنارے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر جس نے ہجرت کی، اس نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور کچھ لوگوں نے جو پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، یہ کیا کہ مدینہ منورہ آگئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہجرت کی تیاری کی، تب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو! میں سمجھتا ہوں کہ مجھ کو بھی (خدا کی طرف سے) ہجرت کی اجازت ملے گی، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کو امید ہے کہ ایسی اجازت ملے گی؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اسی لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ہجرت کریں گے اور اپنی دونوں اونٹنیوں کو چار مہینے تک ببول کے پتے کھلائے۔

تراجم رجال

۱- یحیی بن بکیر

یہ یحییٰ بن بکیر ابوزکریا مخزومی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۲- لیث

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباری: ۱/۳۲۳

(۲) دیکھئے، کشف الباری: ۱/۳۲٤

۳–عقیل

یہ عُقَیل بن خالد بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

٤– ابن شِہاب

یہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

٥– عروہ بن الزبیر

یہ عروہ بن زبیر بن العوام رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

"قال ابوصالح حدثنی عبداللّٰہ" سے کون مراد ہیں؟

ابونعیم، اصیلی اور جیانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابوصالح سے مراد سلیمان بن صالح مروزی ہیں، جن کا لقب سلمو یہ ہے اور آپ کے شیخ عبداللہ سے مراد عبداللہ بن مبارک ہیں اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی قول کو ذکر کیا ہے(٤)۔

اور علامہ اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابوصالح سے مراد عبداللہ بن صالح کاتب لیث ہیں اور آپ کے شیخ عبداللہ سے مراد علی ابن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(٥)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قول کی تصحیح کی ہے، اس لئے کہ "ابن السکن عن الفربری عن البخاری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ" والی روایت میں صراحۃً منقول ہے کہ "قال أبو صالح سلمویہ حدثنا عبداللّٰہ بن مبارک رحمہ اللّٰہ تعالیٰ"(٦).

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٥، ۳/٤٥٥

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۱، ۲/٤۳٦

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٦۰۱، عمدة القاري: ۱۲/۱۷۲، إرشاد الساري: ٥/۲٦۷

(٥) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٦۰۱، عمدة القاري: ۱۲/۱۷۳، إرشاد الساري: ٥/۲٦۷

(٦) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٦۰۱، عمدة القاري: ۱۲/۱۷۳، إرشاد الساري: ٥/۲٦۷

٦– سليمان بن صالح ليثي

آپ کی کنیت ابوصالح ہے اور آپ "سلمویہ" سے معروف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام سلیمان بن داود ہے(۱)۔

اساتذہ

آپ اوس بن عبداللہ بن بریدہ اسلمی، عبداللہ بن مبارک، علی بن مجاہد اور فضیل بن عیاض وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ

احمد بن محمد بن شبویہ، اسحق بن راہویہ، حامد بن آدم، عمرو بن یحییٰ بن حارث حمصی، محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمۃ اور ابوعلی محمد بن علی بن حمزۃ مروزی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں (۲)۔

تاریخ المراوزہ میں ابوعلی محمد بن علی مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، سلیمان بن صالح مروزی کو حدیث کے معاملے میں خصوصی اہمیت دیتے تھے (۳)۔

۷– عبداللہ

یہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

۸– یونس

یہ یونس بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۱۱/٤٥٣

(۲) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۱۱/٤٥٣

(۳) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۱۱/٤٥٣

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/٤٦٢

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ۱/٤٦٣، ۳/۲۸۲

۹– عائشه رضى الله تعالىٰ عنه

آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں (۱)۔

حل اللغات

"أن اسيح": ساح يسيح سياحة من ضرب سیر کرنا، روئے زمین پر چلنا، ملکوں اور شہروں میں گھومنا، اصل میں یہ سیح سے ہے یعنی روئے زمین پر بہنے والا پانی (۲)۔

الكَلّ: ثقل، بوجھ، اہل وعیال (۳)۔

فيَتَقَصَّفُ: کسی چیز پر ٹوٹ پڑنا، ہجوم کرنا اور اصل میں یہ "قصف" یعنی کسر (ٹوٹنا) سے ہے اور اسی سے ہی ریح قاصفة: تیز وگونج دار ہوا اور رعد قاصف: آواز کی شدت سے ہلاک کردینے والی گرج (۴).

ان تُخفرك: باب افعال سے ہے عہد شکنی کرنا، بے وفائی کرنا، مجرد میں ضَرَبَ سے ہے، حفاظت کرنا، امن دینا (۵)۔

سَبْخة: نمکین اور شور زمین، پانی کی کائی، اس کی جمع "سِباخ" آتی ہے (۶)۔

بيــن لَابتيــن: یہ لابة کا تثنیہ ہے، یعنی کالے پتھروں والی زمین جو جلی ہوئی دکھائی دے، اس کو "حَرة" بھی کہتے ہیں، جس کی جمع حِرار آتی ہے اور حرة مدینہ منورہ کی باہر کی زمین کو بھی کہتے ہیں (۷)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲۹۱/۱

(۲) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۸۳۲/۱

(۳) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۴۶۳/۲

(۴) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۵۰۶/۱، عمدة القاري: ۱۷۶/۱۲

(۵) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۵۰۹/۱

(۶) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۷۴۷/۱

(۷) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والأثر: ۳۵۷/۱

ورق السَمر: ببول کے درختوں کے پتے، سَمُر، میم کے ضمہ کے ساتھ جمع ہے اور اسی وزن پر مفرد بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا ایک اور مفرد سَمُرَۃ ہے اور اس کی جمع اسمُر وسَمُرات بھی آتی ہے(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

تشریح

"قوله: ابن الدغنة" یہ دال کے فتحہ، غین کے کسرہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ ہے اور ایک نسخے میں دال اور غین کے ضمہ اور نون کے فتحہ کے ساتھ اور تیسرے نسخے میں دال اور غین کے فتحہ اور نون مشددہ کے ساتھ ہے اور بھی اقوال ہیں(۲)۔

یہ قبیلہ بنو قارہ کا سردار تھا، جو کہ عمدہ تیر اندازی میں مشہور تھا۔

دغنہ اس کی والدہ کا نام ہے، اس کے اصل نام میں کئی اقوال ملتے ہیں، مثلاً مالک اور ربیعہ وغیرہ(۳)۔

"قوله: ولم يمر علينا يوم الا ياتينا فيه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم".

یعنی "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں"۔

ایک لطیف اشکال اور اس کا جواب

یہاں شبہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بات تو "زر غبا تزدد حبا"(٤) کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ

---

(۱) دیکھئے، النهاية في غريب الحديث والاثر: ۸۰۹/۲

(۲) دیکھئے، تحفة الباري: ۱۱۹/۳

(۳) دیکھئے، تحفة الباري: ۱۱۹/۳، عمدة القاري: ۱۷٤/۱۲

(٤) أخرجه الخطيب البغدادي في تاريخه: ٦/٥٥، والحاكم رحمه الله تعالىٰ في مستدركه: ۳٤٧/۳، وصاحب المجمع الزوائد: ۷٥/۸

جب مزاج میں بالکل اتحاد ہو تو پھر اس وقت "زر غبا تزدد حبا" کا قانون نہیں چلتا۔

فضیلتِ خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

قولہ (فانك تكسب المعدوم وتصل الرحم الخ)

یعنی ابن الدغنہ نے وہی صفات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کی، جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان کی تھی، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوست وبیوی تھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر راز سے واقف تھی اور پھر انہوں نے اس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کی، یہاں تو یہ کافر ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کر رہا ہے اور وہی اوصاف جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ثابت کر رہا ہے تو یہ اتحادِ مزاج پر دال ہے، اسی لئے خلافت بلافصل کا استحقاق حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنتا ہے، کسی اور کا نہیں بنتا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مناسبت کتنی تھی، اس کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ اساری بدر کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو رائے دی تھی، وہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے تھی، اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، وہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرف بحرف جواب دیا تھا، یہ تمام کے تمام قصے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج کو، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزاج کے ساتھ جو اتحاد تھا، وہ اتحاد کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھا، اس واسطے خلافت بلافصل کا استحقاق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے لئے ثابت ہوتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ابن الدغنہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ نماز گھر میں پڑھیں گے تو اس کی خلاف ورزی انہوں نے کیوں کی، اس کا جواب یہ ہے کہ کہیں بھی روایت میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا وعدہ کیا تھا،

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل اضطراری تھا، وہ اس کے لئے مضطر تھے، لہذا جیسے ہی ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ میرا جوار واپس دیجئے یا معہود طریقے کے مطابق اپنے مکان میں عبادت کیجئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے پر راضی ہوں اور اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ ہی میں تھے(١)۔

٥ - باب : الدَّيْنِ .

قرض کا بیان

٢١٧٦ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى ، عَلَيْهِ الدَّيْنُ ، فَيَسْأَلُ : (هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلاً) . فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى ، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ : (صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ) . فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ ، قَالَ : (أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ ، وَمَنْ تَرَكَ مالاً فَلِوَرَثَتِهِ) .

[٢٢٦٨ ، ٢٢٦٩ ، ٤٥٠٣ ، ٥٠٥٦ ، ٦٣٥٠ ، ٦٣٦٤ ، ٦٣٨٢]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص کا جنازہ لایا جاتا، جس پر قرض ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریافت فرماتے، کیا اس شخص نے قرض ادا کرنے

---

(١) دیکھئے، لامع الدراري مع تعليقات شيخ الحديث محمد زكريا رحمه الله تعالىٰ : ٦/٢١٢، مع اضافة

(٢١٧٦) وأخرجه البخاري ايضاً في كتاب النفقات، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ترك كلاً أو ضياعاً فإلي، حديث رقم: ٣٧١، وفي الإستقراض واداء الديون، باب الصلاة على من ترك دينا: ٢٣٩٨، ٢٣٩٩، وفي التفسير، سورة احزاب، رقم: ٤٧٨١، وفي الفرائض، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ترك مالا فلأهله، رقم: ٦٧٣١، وأخرجه مسلم في الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، رقم: ١٦١٩، وأخرجه النسائي في الجنائز، باب الصلاة على من عليه دين، رقم: ١٩٦٣، وأخرجه الترمذي، في الجنائز، باب الصلاة على المديون، رقم: ١٠٧٠، وأخرجه ابن ماجة في الصدقات، باب من ترك دينا أو ضياعاً فعلى الله وعلى رسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، رقم: ٢٤١٥، وأخرجه أحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده: ٢/٤٥٣، رقم: ٦٨٤٧، وأخرجه ابن حبان في صحيحه في كتاب السير، باب الغلول، رقم: ٤٨٥٤

کے لئے کچھ زیادہ مال چھوڑا ہے (جو تجہیز وتکفین سے بچ رہے) اگر لوگ کہتے ہاں! تب تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے فرما دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت دینا شروع کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں مسلمانوں کے لئے خود ان سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہوں، پس جو کوئی مسلمان مرجائے اور وہ قرضہ چھوڑ جائے تو اس کا قرض مجھ پر ہے اور اگر مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

تراجم رجال

۱- یحییٰ بن بکیر

یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مخزومی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- لیث

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- عقیل

یہ عُقَیل بن خالد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤- ابن شهاب زهری

یہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲٥، ۲/٤٥٥

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲٦

٥ - ابو سلمه

یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

٦- ابوهريرة

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا (۲)۔

روایتِ مذکورہ کے مختلف نسخوں کی تفصیل

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں چار نسخے ہیں:

۱- علامہ ابن بطال مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث "باب من تكفل عن الميت بدين" کے ساتھ متعلق ہے اور وہیں یہ حدیث ہونی چاہیے اور انہوں نے اپنے نسخے میں وہیں اس کو ذکر کیا ہے (۳)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے، چونکہ اس میں "تكفل دين عن الميت" کا تذکرہ ہے (۴)۔

۲- دوسرا نسخہ بغیر ترجمہ کے ایک باب کا ہے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ "رجوع إلى الاصل" کی قبیل سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جب مسلسل تراجم چلتے رہتے ہیں اور بیچ میں ضمناً کوئی نیا ترجمہ آجاتا ہے تو اس کے بعد پھر وہ ایک باب بغیر ترجمے کے ذکر کیا کرتے ہیں اور اس باب کے ذریعے سے رجوع الی الاصل کیا کرتے ہیں، پہلے کفالت کے ابواب چل رہے تھے، درمیان میں یہ جوار ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا ترجمہ آگیا تھا، اس لئے امام بخاری نے پھر کفالت کے ابواب کی طرف رجوع کرنے کے لئے یہ باب بلا ترجمہ ذکر کیا ہے اور اس

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۳۲۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۵۹

(۳) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٦/٣٥٢

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٦٠١، عمدة القاري: ١٢/١٧٧

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفالتِ عمومی کا ثبوت فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی خاص شخص کا کفیل بن سکتا ہے تو اسی طرح عام لوگوں کی طرف سے بھی وہ کفالت اور ذمہ داری اٹھا سکتا ہے(۱)۔

۳-تیسرے ایک نسخے میں یہاں "باب الدین" کا عنوان واقع ہوا ہے، جیسا کہ شراحِ بخاری علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے متداول نسخوں میں ہے(۲)۔ لیکن اس صورت میں اشکال یہ ہے کہ یہ ترجمہ یہاں ہونے کے بجائے باب القرض کے تحت ہونا چاہیے(۳)، جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ عام طور پر دیون کے اندر کفالت ہوا کرتی ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ترجمہ یہاں منعقد فرمادیا ہے۔

۴-چوتھا نسخہ یہ ہے جو ہمارے پاس ہے، یہاں باب جوار ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذیل میں اس روایت کو نقل کیا ہے(۴) اور ظاہر ہے کہ اس روایت کا باب جوار ابی بکر رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے(۵)۔ اس لئے یہی کہا جائے گا کہ یہاں باب بلا ترجمہ ہونا چاہیے اور یا باب الدین کا ترجمہ ٹھیک ہے اور یا جو ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا کر "باب من تکفل عن المیت بدین" کے ضمن میں ذکر کیا ہے، وہیں اس کو ہونا چاہیے۔

قولہ "فعلیّ قضاوہ" کی تشریح اور علماء کے اختلاف کا بیان

اس حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان وفات پائے گا اور دَین چھوڑ کر مرے گا تو میں اس کا دَین ادا کروں گا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المال سے وہ دیون ادا کرتے تھے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنی طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ

---

(۱) دیکھئے، الأبواب والتراجم، ص: ١٦٩

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٧٧/١٢، فتح الباري: ٦٠١/٤، إرشاد الساري: ٢٧٠/٥

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ٦٠١/٤

(٤) دیکھئے، صحیح البخاري: ٣٠٧/١، قدیمی

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ١٧٧/١٢

دیون ادا کرتے تھے(۱)۔

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ادائیگی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر واجب تھی یا بطور تبرع آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایسا کرتے تھے، شوافع کے یہاں دونوں وجوہ ہیں، ایک وجہ میں یہ فرمایا گیا کہ یہ ادائیگی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر واجب تھی اور دوسری وجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بطور تبرع کے ادائیگی کیا کرتے تھے(۲)۔ اور حنفیہ کے یہاں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا قضاء دین کرنا بطور تبرع کے تھا۔

اس کے بعد پھر اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفۃ المسلمین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ تو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے یہاں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا قضاء دین کرنا بطور تبرع کے تھا، تو جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا تو بعد میں خلیفۃ المسلمین پر کیسے واجب ہوگا(۳)۔ اور شوافع کی پہلی وجہ کے مطابق، خلیفۃ المسلمین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے(۴)۔

براعت اختتام

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہاں پر براعت اختتام کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الکفالہ کے اختتام پر "قوله: نحن توفي من المؤمنين فترك دينا" والی روایت پیش کر کے وفات و جنازے کا صاف صراحۃ ذکر کیا ہے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٢

(۲) نيل الأوطار: ٥/٢٥٥

(۳) لم نجد في أشعة اللمعات.

(۴) دیکھئے نيل الأوطار: ٥/٢٥٥

(۵) دیکھئے الأبواب والتراجم، ص: ١٦١، الكنز المتواري: ١٠/٣٦٣

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٥ - کتاب الوکالۃ

الوکالۃ: مصدر ہے اور "واؤ" کے زیر اور زبر کے ساتھ مستعمل ہے، باب ضرب سے، حوالہ کرنا، سپرد کرنا، چھوڑ دینا کے معنی میں ہے، حدیث میں وارد ہے "اللھم رحمتك أرجو ولا تکلني إلی نفسي طرفة عین" اے اللہ! میں آپ کی رحمت کا امیدوار ہوں، لہذا آپ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرمائیں (۱)۔

"توکلہ": تفعیل سے، کسی کو وکیل بنانا، وکیل بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے، یعنی وہ شخص جس کے سپرد کوئی کام کیا جائے، نیز بمعنی فاعل بھی آتا ہے، جیسا کہ "الوکیل" اسماء اللہ تعالی میں سے بھی ہے بمعنی حافظ کے، قرآن کریم میں ہے: ﴿حسبنا اللہ ونعم الوکیل﴾ (آل عمران: ۱۷۳) اور اسی سے "توکل" ہے، یعنی وکالت کو قبول کرنا اور "توکل علی اللہ" کا مطلب ہے اللہ تعالی پر اعتماد و بھروسہ کرنا اور بعض حضرات نے توکل کی یہ تعریف بھی کی ہے کہ "إظهار العجز والإعتماد علی غیرك" یعنی اپنی عاجزی و درماندگی کا اظہار کرتے ہوئے، غیر پر اعتماد کرنا (۲)۔

اصطلاح شریعت میں "إقامة الغیر مقام نفسه ترفها أو عجزا في تصرف جائز معلوم" کو کہتے ہیں، یعنی کسی دوسرے شخص کو جائز و معلوم تصرف میں اپنا قائم مقام بنانا، عجز یا آسائش کی وجہ سے (۳)۔

---

(۱) أخرجه أحمد رحمه اللہ تعالی في مسنده: ٤٢/٥

(۲) دیکھئے طلبة الطلبة للنسفي رحمه اللہ تعالی، ص: ۲۸۱، مع حاشیہ وأنیس الفقهاء، ص: ۲۳۸، وبنایة شرح الهدایة للعیني: ٢٦١/٦

(۳) دیکھئے حاشیة ابن عابدین: ٤٠٠/٤، واللباب شرح الکتاب: ١٣٨/٢

مشروعیتِ وکالت

وکالت کا درست ہونا، کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اجماعِ فقہاءِ امت سے ثابت ہے، نیز عقل اور قیاس کا بھی تقاضا ہے کہ وکالت جائز ہو۔

کتاب اللہ سے ثبوت

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فابعثوا احدکم بورقکم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكى طعاماً فليأتكم برزق منه﴾ (کهف: ١٩)، یعنی: "(جب یہ حضرات طویل نیند کے بعد بیدار ہوئے تو آپس میں مشورہ کیا اور کہا) اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا، اس شہر میں پھر دیکھے کون سا کھانا ستھرا ہے، سو لائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا"۔

اور ظاہر ہے کہ یہ دوسرے کو سامان کی خریداری کے لئے وکیل بنانا ہے اور اصحابِ کہف کے قصے کو بلا نکیر پیش کیا جانا، ہمارے حق میں بھی حجت ہے(۱)۔

اسی طرح زوجین میں اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں، اصلاحِ حال کے لئے زوجین کی جانب سے حَکَم مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ﴿فَابْعَثُوا حَكَماً مِن اَهلِه وحَكَماً من أهلِها إن يريدا اِصلاحاً يوفق الله بينهما ان الله كان عليماً خبيراً﴾ (النساء: ٣٥). یعنی: "تم کھڑا کرو ایک منصف، مرد والوں میں سے اور ایک منصف، عورت والوں میں سے، اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں، تو اللہ تعالیٰ موافقت کر دے گا ان دونوں میں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اخبردار ہے"۔

تو یہ حَکَم بھی متعلقہ فریق کی جانب سے وکیل کا درجہ رکھتے ہیں(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، المغني: ٥/٨٧، تكملة فتح القدير: ٨/٣، ٤

(۲) دیکھئے، تفسیر ابن کثیر: ١/٤٩٣، مغني المحتاج: ٢/٢١٧

احادیثِ مبارکہ سے ثبوت

کتابِ مذکورہ کی احادیث اور متعدد احادیث سے وکالت کا ثبوت ملتا ہے، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو بکری خریدنے کا وکیل بنانا

حضرت عروہ بن ابی جعد بارقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا، تو اس ایک دینار سے انہوں نے دو بکریاں خرید لی اور پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت بھی کردی اور پھر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور ایک بکری لے کر حاضرِ خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا دی اور اس کے بعد اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی نفع ہوا کرتا (۱)۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو قربانی کا جانور خریدنے کے لئے وکیل بنانا

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے بھیجا، تو انہوں نے قربانی کا جانور خرید کر اس کو ایک دینار نفع میں بیچ دیا اور پھر دوسرا قربانی کا جانور خرید کر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک دینار بھی پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جانور کی قربانی دے دی جائے اور دینار کو صدقہ کردو (۲)۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا وکیل بنانا

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور بنا کیا، اس حال میں کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حالتِ احرام میں نہیں تھے اور میں اس نکاح میں ان دونوں ہستیوں کے درمیان قاصد تھا (۳)۔

---

(۱) أخرجه البخاري في المناقب، باب سؤال المشركين أن يريهم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ، رقم: ۳٤٤۳

(۲) أخرجه الإمام الترمذي في سننه: ۵٤۹/۳

(۳) أخرجه الإمام الترمذي في سننه: ۱۹۱/۳، وقال حديث حسن.

مندرجہ بالا حدیث بھی شوہر کی جانب سے وکیل بنانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے(۱)۔

اجماع

نیز وکالت کے جواز پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک امت کے فقہاء کا اجماع بھی ہے(۲)۔

اور عقل وقیاس کا بھی تقاضا ہے کہ وکالت جائز ہو، کیونکہ ہر آدمی کے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ اپنے سارے کام خود سرانجام دے سکے، تو لامحالہ ضرورت وحاجت ہوگی کہ وہ اپنے بعض کام دوسروں کے حوالے کرے، جیسا کہ قاضی زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "انسان بسا اوقات خود اپنے کام سرانجام دینے سے عاجز آجاتا ہے، جیسا کہ حالتِ مرض ہو یا بڑھاپا زیادہ ہو جائے یا کوئی معزز وذو وجاہت شخصیت ہو، جس کی وجہ سے وہ اپنے بعض کام خود کرنے سے لاچار ہو، تو ان سب صورتوں میں ضروری ہے کہ وہ اپنے کاموں کے لئے کوئی وکیل مقرر کرے اور اگر وکالت کو ناجائز قرار دیا جائے تو پھر حرج لازم آئے گا جو کہ از روئے نص ممنوع ہے، ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ (الحج: ۷۸)(۳) یعنی: "اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل"۔

وکالت کی اقسام

ایک آدمی اگر دوسرے شخص کو اپنا نائب مقرر کرتا ہے، یا تو مطلقاً ہوگا یعنی ہر چیز کے اندر اور یا مقیداً ہوگا کسی خاص چیز کے اندر، گویا محل کے اعتبار سے وکالت کی دو قسمیں ہیں:

۱-وکالتِ خاصہ یعنی کسی معین تصرف کے لئے دوسرے کو وکیل بنانا، مثلاً کسی متعین سودے کو خریدنے کے لئے کوئی دوسرے کو وکیل بنائے، تو اس صورت میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ وکیل کے لئے اس کے علاوہ

(۱) دیکھئے نیل الأوطار، ص: ۲۱٦، المغني: ۵/۸۷

(۲) دیکھئے المغني: ۵/۸۷، تكملة فتح القدير: ۸/۳

(۳) دیکھئے تكملة فتح القدير: ۸/۵

تصرف کرنا جائز نہیں ہے(۱)۔

۲- وکالتِ عامہ یعنی ایک شخص دوسرے سے کہے کہ ہر چیز میں آپ میری طرف سے وکیل ہیں، آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں، اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک جائز ہے(۲)۔ اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے(۳)۔ البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے وکالت کی تعریف اس طرح کی ہے:

"إقامة الشخص غيره مقام نفسه مطلقاً أو مقيداً"(٤).

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شوافع کے نزدیک وکالت عامہ جائز ہے اور یا یہ کہ بعض صورتوں میں وہ اس کے جواز کے قائل ہوں گے۔

١ - باب : وَكَالَةُ الشَّرِيكِ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا .

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا . [ر : ٢٣٧١ ، ١٦٣٠]

"تقسیم وغیرہ کے کام میں ایک شریک کا دوسرے شریک کو وکیل بنانا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کیا اور پھر انہیں اس کی تقسیم کا حکم دیا"۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ اگر دو آدمی یا چند آدمی کسی چیز میں شریک ہوں اور ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم یا دوسرے معاملات میں وکیل بنا دے تو وہ بنا سکتا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

(١) دیکھئے، الموسوعات الفقهية: ٢٦/٤٥، ٢٧

(٢) دیکھئے، البحر الرائق: ١٤٠/٧، وفتح القدير: ٥٠١/٧، وابن عابدين: ٣٩٩/٤، ٤٠٠، وبداية المجتهد: ٢٧٢/٢

(٣) دیکھئے، مهذب: ٣٥٠/١، والمغني: ٢١١/٥، ٢١٢

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ٦٠٣/٤

تعالی نے علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالی سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے(۱)۔

پھر یہ سمجھئے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے ترجمے میں "في القسمة وغيرها" کے الفاظ بڑھائے ہیں، یعنی وکالت تقسیم میں بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں ہوتی ہے، وکالت فی القسمۃ کو تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے روایت سے ثابت کیا ہے اور وکالت فی غیر القسمۃ کو الحاقاً اور استدلالاً ثابت کیا ہے(۲)۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حدیث میں ایک چیز کا تذکرہ ہو تو اس سے باقی کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ بعض جزئیات میں اگر ثبوت مل جاتا ہے تو اس نوع کے دیگر جزئیات میں وہی حدیث دلیل بن سکتی ہے۔

قوله: وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا

ترجمے کے اس جزء کو امام بخاری نے کتاب الحج اور کتاب الشرکۃ میں موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ترجمے کا یہ جز امام بخاری نے اپنی روایت کردہ دو حدیثوں سے ملا کر ثابت کیا ہے، ایک کتاب الشرکۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی طویل روایت، جس کے آخر میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ "لبيك بحجة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں (جیسا کہ انہوں نے باندھا ہے) اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا اور دوسری کتاب الحج میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت، جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٦٠٤، يقول العبد الضعيف عفا الله تعالىٰ عنه: مَا وجدتُ قول ابن بطال رحمه الله تعالىٰ في النسخ المطبوعة لشرح ابن بطال رحمه الله تعالىٰ راجع: شرح ابن بطال: ٦/٣٥٧، دار الكتب العلمية بيروت، وشرح ابن بطال رحمه الله تعالىٰ: ٦/٤٣٢، مكتبه الرشد رياض.

(۲) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٤، وعمدة القاري: ١٢/١٧٩

(۳) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٣، صحيح البخاري، كتاب الحج، باب لايعطي الجزار من الهدى شيئاً، رقم: ١٧١٦، كتاب الشركة، باب الإشتراك في الهدى والبدن الخ، رقم: ٢٣٧١.

نے مجھے (قربانی کے جانوروں کی دیکھ بھال کے لئے) بھیجا، اس لئے میں نے ان کی دیکھ بھال کی، پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کا گوشت تقسیم کیا الخ (۱)۔

۲۱۷۷ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا . [ر : ۱۶۲۱]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ ان کے قربانی کے جانوروں کے جھول اور چمڑے کو میں صدقہ کردوں، جنہیں میں نے ذبح کیا تھا۔

تراجم رجال

۱- قبیصہ

یہ قبیصہ بن عقبہ العامری الکوفی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

۲- سفیان

یہ سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

---

(۱) حوالۂ مذکورہ

(۲۱۷۷) وأخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب الحج، باب الجلال للبدن، رقم: ۱۷۰۷، وباب لا يعطى الجزار من الهدى شيئاً، رقم: ۱۷۱٦، وباب يتصدق بجلود الهدى، رقم: ۱۷۱۷، وباب يتصدق بجلال البدن، رقم: ۱۷۱۸، وأخرجه مسلم في كتاب الحج، باب في الصدقة بلحوم الهدى وجلودها وجلالها، رقم: ۳۱٦۷، ۳۱٦۸، ۳۱٦۹، ۳۱۷۰، وأخرجه أبوداود في كتاب المناسك، باب كيف تنحر البدن، رقم: ۱۷٦۹، وأخرجه ابن ماجة في كتاب المناسك، باب من جلل البدنة، رقم: ۳۰۹۹

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۷۵

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۷۸

۳– ابن ابی نجیح

یہ ابن ابی نجیح یعنی عبداللہ بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

٤– مجاهد بن جبر

یہ مجاہد بن جبر ابوالحجاج مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

٥– عبدالرحمن

یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ یسار انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٦– علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے (۴)۔

حل اللغات

جِلال: جُلٌّ کی جمع ہے، جانور کی جھول (۵)۔

البُدْن: (بضم الدال وسكونها) بَدَنة کی جمع ہے، یعنی وہ اونٹنی یا گائے جس کی مکہ مکرمہ میں قربانی کی جائے (٦)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طور پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۳۰٦/۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۳۰۷/۳

(۳) دیکھئے، كشف الباري، كتاب أبواب الأذان، باب إستواء الظهر في الركوع

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱٥۰/۳

(٥) دیکھئے، مختار الصحاح، ص: ۱۸٤

(٦) دیکھئے، مختار الصحاح، ص: ۷۹

جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو قربانی کے جانوروں میں شریک کیا(۱)۔ جیسا کہ کتاب الشرکۃ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے صاف ظاہر ہے(۲)۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھول وغیرہ کی تقسیم پر لگانا، یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے توکیل ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر بعض علماء نے یہ اشکال کیا ہے کہ یہاں تو اشتراک کی کوئی صورت نہیں پائی گئی، بلکہ ہوا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ہدایا لے کر آئے تھے اور حضرت علی یمن سے لے کر چلے تھے(۳)۔ لیکن یہ اشکال درست نہیں ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ بھی ہدایا یمن سے لے کر آئے تھے وہ ان کی ملک نہیں تھے بلکہ اصالۃً وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک تھے اور پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ہدی میں شریک فرمایا تھا اور پھر ان کو تقسیم وغیرہ کا وکیل بنایا تھا۔

۲۱۷۸ : حدثنا عَمْرُو بْنُ خالِد : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ، فَبَقِيَ عَتُودٌ ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (ضَحِّ بِهِ أَنْتَ) . [۲۳٦۷ ، ٥۲۲۷ ، ٥۲۳٥]

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۷۹، إرشاد الساري: ٥/۲۷۳

(۲) مرّ تخريجه انفاً

(۳) دیکھئے الأبواب والتراجم، ص: ۱٦۹

(۲۱۷۸) وأخرجه البخاري، أيضاً في كتاب الشركة، باب قسمة الغنم والعدل فيها، رقم: ۲٥۰۰، وفي كتاب الأضاحي، باب قسمة الإمام الأضاحي بين الناس، رقم: ٥٥٤۷، وفي باب في أضحية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بكبشين أقرنين الخ: رقم: ٥٥٥٥، وأخرجه مسلم في كتاب الأضاحي، باب سن الأضحية، رقم: ۱۹٦٥، وأخرجه النسائي في سننه، في كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة، رقم: ٤۳۷۹، وأخرجه الترمذي في الأضاحي، باب الجذع من الضأن في الأضاحي، رقم: ۱٥۰۰، وأخرجه الطحاوي في مشكل=

1B

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ بکریاں ان کے حوالہ کی تھیں، تاکہ وہ ان کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم کردے، ایک بکری کا بچہ تقسیم کے بعد بچ گیا، جب اس کا ذکر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قربانی تم کرلو۔

تراجم رجال

۱- عمرو بن خالد

یہ عمرو بن خالد بن فرّوخ بن سعید التمیمی، ابوالحسن حرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- لیث

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- یزید

یہ یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤- ابو الخیر

یہ ابوالخیر مَرثد بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

= الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن عقبة بن عامر، ر م: ۵۰۰۳

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۴۹٤، ۲/۳٦٦

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦۹٤

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦۹٥

۵- عقبہ بن عامر

یہ حضرت عقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کا تذکرہ بھی ماقبل میں گزر چکا(۱)۔

لغات

عتود: بکری کا وہ بچہ جو قوی ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے، اس کی جمع "أعتدۃ" آتی ہے(۲)۔
اور بعض کہتے ہیں کہ عتود اس کو کہتے ہیں جو کہ جفتی پر قادر ہو جائے(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

بعض شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت سے اپنا ترجمہ اس طرح ثابت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان قربانی کے جانوروں میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شریک تھے اور انہی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقسیم کا وکیل بنایا، تو گویا ایک شریک، حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے شرکاء یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم کا وکیل بنادیا گیا(۴)۔

لیکن یہ تقریر درست نہیں ہے اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایک شریک اپنے شریک کو اپنا وکیل بناتا ہے اور اس تقریر میں شریک کو شریک کا وکیل بنانا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ غیر شریک کا شرکاء میں سے بعض کو وکیل بنانا ثابت ہوتا ہے، کہ وکیل تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنایا اور شرکاء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، انہوں نے وکیل نہیں بنایا، اس لئے تقریر یوں کی جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال اور بکریوں میں خود شریک تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقسیم کرنے کے لئے وکیل بنایا تھا، یہ وکالۃ الشریک الشریک ہوگی(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الصلاۃ، باب من صلی في فروج حریر ثم نزعه
(۲) دیکھئے، نهایة: ۲/۱۵۶
(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۸۰
(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۸۰، وفتح الباري: ٤/٦٠٤
(۵) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۷۳

قولہ: "ضَحِّ أَنْتَ" کیا یہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت ہے؟

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تم ان کی قربانی کرلو"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت ہے اور اس کی تائید امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے کہ "ولا رخصة فيها لأحد بعدك" یعنی آپ کے بعد اس سلسلے میں کسی کو رخصت نہیں ہوگی (۱)۔

جب کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا تھا، "ولن تجزی من أحد بعدك" (۲)۔

اب یا تو یہ کہا جائے گا کہ ایک کی خصوصیت نے دوسرے کی خصوصیت کو منسوخ کردیا اور یا یہ کہا جائے گا کہ بیک وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کے لئے یہ خصوصیت بیان فرمائی تھی (۳)۔

روایات میں تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ چار یا پانچ آدمی ایسے ہوئے ہیں جن کے لئے اس خصوصیت کا ثبوت ملتا ہے (۴)۔

۲ - باب : إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ ، أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ .

اگر کوئی مسلمان کسی دار الحرب کے باشندے کو دار الحرب یا دار الاسلام میں وکیل بنائے تو جائز ہے

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمے میں دو باتیں ذکر فرما رہے ہیں، ایک بات تو یہ ہے کہ کسی مسلمان کا دار الحرب میں کسی حربی کو وکیل بنانا جائز ہے اور یہ بات روایۃ الباب سے بالکل کھلے طور پر ثابت

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ۱۰/۱٤

(۲) دیکھئے، صحيح البخاري، كتاب الأضاحي، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لأبي بردة ضَحِّ بالجذع من المعز ولن تجزي عن أحد بعدك، رقم: ٥٥٥٦

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۱۰/۱۷

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ۱۰/۱۷

ہے چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف سے خط وکتابت کی تھی کہ میرے جو خواص واہل وعیال مکہ مکرمہ میں ہیں، امیہ ان کی حفاظت کرے گا اور مدینہ منورہ میں جو اس کی خاص خاص چیزیں ہیں میں ان کی حفاظت کروں گا، یہ توکیل تھی، امیہ بن خلف مکہ میں رہتا تھا، جو اس وقت دارالحرب تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے، جو دارالاسلام تھا، معلوم ہوا کہ مسلمان کسی حربی کو جو دارالحرب میں مقیم ہو، اپنی طرف سے وکیل بنا سکتا ہے، دوسری بات امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی کہ کوئی مسلمان اگر کسی حربی کو دارالاسلام میں وکیل بنائے تو یہ بھی جائز ہے، دارالاسلام میں اس حربی کو وکیل بنایا جائے گا جو مستأمن ہوگا، علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسلمان کا حربی مستأمن کو وکیل بنانا اور حربی مستأمن کا مسلمان کو وکیل بنانے کے مسئلے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے(۱)۔ مگر انہوں نے وہ مسئلہ ذکر نہیں کیا جس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اولاً ذکر فرمایا ہے۔

حدیث باب

۲۱۷۹ : حدَّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قالَ : حدَّثني يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا ، بِأَنْ يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ ، وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِينَةِ . فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمٰنَ . قالَ : لَا أَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ ، كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ . فَكَاتَبْتُهُ : عَبْدُ عَمْرٍو . فَلَمَّا كانَ فِي يَوْمِ بَدْرٍ ، خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِينَ نَامَ النَّاسُ . فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ . فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ : أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ ، لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ . فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيقٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا . فَلَمَّا خَشِيتُ أَنْ يَلْحَقُونَا ، خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِأَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوهُ . ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُونَا . وَكانَ رَجُلًا ثَقِيلًا . فَلَمَّا أَدْرَكُونَا ، قُلْتُ لَهُ : ابْرُكْ فَبَرَكَ . فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ . فَتَخَلَّلُوهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَحْتِي حَتَّى قَتَلُوهُ .

---

(۱) دیکھئے شرح ابن بطال: ۶/۳۸۵، وعمدۃ القاري: ۱۲/۱۸۰

(۲۱۷۹) وأخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل، رقم: ۳۷۵۳، ولم يُخرجه احد من أصحاب الستة سوى البخاري رحمه الله تعالى ، انظر تحفة الأشراف: ۷/۲۰۵، رقم: ۹۷۱۰

وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ . وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِينَا ذٰلِكَ الْأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ . [۳۷۵۳]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (کافر) کو خط لکھا کہ وہ مکہ میں (جو اس وقت دارالحرب تھا) میرے بال بچوں و مال اسباب کی حفاظت کرے اور میں اس کے مال واسباب کی مدینے میں حفاظت کروں گا، جب میں نے خط میں اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا، تو وہ کہنے لگا میں رحمٰن کو نہیں پہچانتا، اپنے اسی نام سے خط وکتابت کرو جو تمہارا جاہلیت کے زمانے میں نام تھا، پس میں نے اپنے (اصلی) نام عبدعمرو سے اس کو خط لکھا، پھر جب بدر کا دن آیا تو میں اُحرِ زّہ کے پہاڑ کی طرف نکلا کہ امیہ کی جان بچاؤں جب کہ لوگ سو گئے تھے، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیکھ لیا، تو وہ انصار کی ایک مجلس میں گئے اور کہنے لگے، یہ امیہ ہے اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچا، یہ سن کر انصار کے کچھ لوگ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو کر ہمارے پیچھے نکلے، جب مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ ہم کو پالیں گے میں نے اس کے بیٹے کو چھوڑ دیا کہ وہ اس میں پھنسے رہیں، انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور انہوں نے کسی طرح نہ مانا اور ہمارے پیچھے لگے رہے اور امیہ ایک بھاری بھرکم آدمی تھا، تو جب انہوں نے ہمیں پالیا، میں نے امیہ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گیا میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا، تاکہ اس کو بچالوں، لیکن انصار نے میرے نیچے سے تلواریں گھسیر کر اسے قتل کر ڈالا اور ان میں سے ایک کی تلوار میرے پاؤں پر بھی لگی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو اس کا نشان اپنے پاؤں کی پشت پر دکھلایا کرتے۔

تراجمِ رجال

۱ — عبدالعزیز

یہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٤٨

۲- یوسف بن الماجشون

یہ یوسف بن یعقوب بن ابی سلمہ الماجشون رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوسلمہ ہے اور آپ مدنی ہیں، بنوتیم میں آل منکدر کے مولیٰ ہیں(۱)۔

آپ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ کے چچازاد بھائی ہیں (۲)۔

اساتذہ

آپ سعید مَقْبُری، صالح بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن عروہ بن زبیر، عتبہ بن مسلم مدنی، عثمان بن سلیمان بن ابی حَثمہ، محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان، محمد بن مسلم بن شہاب زہری، محمد بن منکدر اور اپنے والد یعقوب بن ابی سلمہ ماجشون رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں (۳)۔

تلامذہ

ابراہیم بن حمزہ زُبیری، ابراہیم بن مہدی مِصِّیصی، ابومُصعب احمد بن ابی بکر زہری، احمد بن حاتم طویل، امام احمد بن حنبل، ابوابراہیم اسماعیل بن محمد مُعقب، بشر بن ولید کندی، حَبان بن ہلال، ابوعمر حفص بن عمر حَوضی، داہر بن نوح اہوازی، داود بن عمرو ضَبی، ذؤیب بن عمامہ سَہمی، زکریا بن یحییٰ زحمویہ، سُریج بن یونس، ابوکثیر سعید بن مُطرِّف باہلی، سلیمان بن داوٗد ہاشمی، طالوت بن عباد صیرفی، عبداللہ بن عبدالوہاب حَجبی، عبداللہ بن عون خراز، عبدالحمید بن صَبیح عدنی، عبدالعزیز بن عبداللہ بن اویسی، عبدالملک بن عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون، عبیداللہ بن عمر قواریری، عفان بن مسلم، علی بن مدینی، علی بن مسلم طوسی، محمد بن حسان سَمتی، محمد بن حسن بن زَبالہ مخزومی، محمد بن صَباح دَولابی، محمد بن عبدالملک، محمد بن عیسیٰ، محمد بن فضل، محمد بن مقاتل، مُسدَّد بن مُسرہد، مسلم بن ابراہیم، ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل، ہشام بن عبدالملک طیالسی، یحییٰ بن ایوب مقابری، یحییٰ بن

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٤٧٩/٣٢

(۲) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٤٨٠/٣٢

(۳) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٤٨٠/٣٢

حسان تیمی، یحییٰ بن یحییٰ نیسابوری، یعقوب بن حُمید بن کاسب (۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقہ" (۲)۔

علامہ ابن حبان نے بھی آپ کا تذکرہ "ثقات" میں کیا ہے (۳)۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: "ثقہ" (٤)۔

ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقہ" (٥)۔

ابوحاتم فرماتے ہیں: "شیخ" (٦)۔

وفات

آپ کا انتقال ۱۸۳ھ یا ۱۸۴ھ یا ۱۸۵ھ میں ہوا (۷)۔

۳- صالح بن ابراهيم

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف قُرشی زُہری مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعمران ہے اور آپ سعد بن ابراہیم کے بھائی ہیں (۸)۔

---

(١) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٣٢/٤٨٠، ٤٨١، والعِبَر في خبر من غبر للذهبي رحمه الله تعالى: ١/٥٤، مغاني الأخيار: ٥/٣٠٧

(٢) دیکھئے، تقريب التهذيب: ٢/٣٩٣

(٣) دیکھئے، الثقات لابن حبان: ٧/٦٢٥

(٤) دیکھئے، الجرح والتعديل: ٩/٢٣٤

(٥) دیکھئے، مغاني الأخيار: ٥/٣٠٧

(٦) دیکھئے، تهذيب الكمال للمزي: ٣٢/٤٨٩

(٧) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٣٢/٤٨٩، تقريب التهذيب: ٢/٣٩٣، الكاشف: ٢/٤٠٢

(٨) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٣/٦

اساتذہ

آپ اپنے والد ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے اور حضرت انس بن مالک، اپنے بھائی سعد بن ابراہیم، سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت، عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج، محمود بن لبید اور یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زُرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۱) سے روایات نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ

ابراہیم بن جعفر بن محمود بن محمود بن محمد بن مَسلَمہ انصاری اور آپ کے بیٹے سالم بن صالح بن ابراہیم، عبداللہ بن یزید مولی المُنبَعِث اور آپ کے چچا کے بیٹے عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف، عمرو بن دینار، محمد بن اسحٰق بن یسار، محمد بن مسلم بن شہاب زہری، یوسف بن یعقوب ماجشون رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں (۲)۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ثقہ (۳)۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ثقات'' میں آپ کا تذکرہ کیا ہے (۴)۔

وفات

محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آپ قلیل الحدیث ہیں اور ہشام بن عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں، مدینہ منورہ میں وفات پائی (۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۱۲۷ھ سے پہلے آپ کا انتقال ہوا (۶)۔

---

(۱) دیکھیے، تهذيب الكمال: ١٣/٦

(۲) دیکھیے، تهذيب الكمال: ١٣/٦

(۳) دیکھیے، تقریب: ٣٤٣/١

(٤) الثقات: ٤٥٤/٦

(٥) دیکھیے، تهذيب الكمال: ١٣/٦

(٦) دیکھیے، تقریب: ٣٤٣/١

٤- ابراهيم بن عبدالرحمن

یہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

٥- عبدالرحمن بن عوف

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری ابومحمد مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا ہے (۲)۔

قوله: صَاغِيَتِي

صاغية الرجال، خواصِ رجل کو کہتے ہیں، یعنی وہ لوگ جو کسی شخص کی طرف خصوصی میلان رکھیں، بعضوں نے کہا ہے کہ مال واسباب کو بھی صاغیہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ماتحتوں پر بھی صاغیہ کا اطلاق کیا جاتا ہے (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: كاتبت امية بن خلف كتابا بأن يحفظني الخ" سے واضح ہے، یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف کے ساتھ جو کہ اس وقت کے دارالحرب مکہ مکرمہ میں تھا، مکاتبت کی اور یہی ترجمے کا مقصود بھی ہے (۴)۔

قوله: كَاتَبْتُ

یہاں "كَاتَبْتُ" ہے، جب کہ اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے "عاهدت امية بن خلف وكاتبته" یعنی میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا اور اس سے خط وکتابت کی (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الجنائز، باب الكفن من جميع المال

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الجنائز، باب الكفن من جميع المال

(۳) دیکھئے النهاية: ۲/۳٤، عمدة القاري: ۱۸۲/۱۲

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۸۱/۱۲

(٥) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٥

قوله: لَا أَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ

جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا تو امیہ بن خلف نے کہا کہ میں رحمٰن کو نہیں جانتا، یہ ایسے ہی ہے جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوانا چاہا تو کفارِ مکہ نے انکار کر دیا تھا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پہلے عبد عمرو تھا اور اس میں اضافت غیر اللہ کی طرف تھی، تو امیہ نے کہا کہ وہی نام لکھو جو پہلے تھا، انہوں نے وہی نام لکھ دیا (۱)۔

ان ناموں کے سلسلے میں جو غیر اللہ کی طرف مضاف ہو، حضرت شاہ صاحب و حضرت گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحقیق

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر ''عبد'' کی اضافت غیر اللہ کی طرف کی جائے تو غیر اللہ کی دو صورتیں ہیں، یا تو ان کی پرستش کی جاتی ہے یا ایہامِ پرستش پایا جاتا ہے، اگر پرستش کی جاتی ہے تو پھر ''عبد'' کی اضافت غیر اللہ کی طرف حرام ہے، جیسے عبدالعزی وغیرہ اور اگر ایہامِ پرستش ہے تو اس طرح کا نام رکھنا مکروہ ہے جیسے عبدالرسول، عبدالنبی اور عبدالحسین وغیرہ اور اگر کوئی ایسا لفظ ہے کہ نہ اس کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ ایہامِ پرستش ہے، وہاں یہ اضافت جائز ہے، جیسے عبدالمطّلب وغیرہ چونکہ مطلب کی نہ پرستش کی جاتی تھی اور نہ ہی اس میں ایہامِ پرستش ہے، لیکن عبد مناف نام رکھنا ناجائز ہے چونکہ مناف ایک بت کا نام تھا (۲)۔

عبدالمطلب کا نام تو شیبۃ الحمد تھا (۳)، آپ کے والد ہاشم کے انتقال کے بعد عبدالمطلب کی والدہ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں اپنے میکہ بنوخزرج ہی میں مقیم رہی، جب عبدالمطلب ذرا بڑے ہو گئے تو ان کے چچا مطلب ان کو لینے کے لئے مکہ سے مدینہ آئے جب ان کو لے کر واپس ہوئے تو مکہ میں داخل ہوتے

---

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۸۲/۱۲

(۲) دیکھئے، الکنز المتواري: ۳۷۰/۱۰

(۳) دیکھئے، سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۳۲/۱، وفیہ: آپ نہایت حسین وجمیل تھے، شاعر کہتا ہے:

علی شیبۃ الحمد الذي کان وجهه یُضيء ظلام اللیل کالقمر البدري

(زرقاني: ۷۱/۱)

وقت عبدالمطلب اپنے چچا مطلب کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے، شیبۃ الحمد کے کپڑے میلے کچیلے اور گرد آلود تھے اور چہرے سے یتیمی ٹپکتی تھی، لوگوں نے مطلب سے دریافت کیا، کہ یہ کون ہے؟ مطلب نے حیا کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ یہ میرا غلام ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بھتیجا ایسے میلے کپڑوں میں کیوں ہے، اس لئے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوگئے، مطلب نے مکہ پہونچ کر بھتیجے کو عمدہ لباس پہنایا اور اس وقت ظاہر کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے(۱)۔

قوله: لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کہ "اگر امیہ بچ گیا تو میں نہیں بچا" اس وجہ سے تھا کہ امیہ بن خلف سخت دشمنانِ اسلام میں سے تھا اور مکہ مکرمہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بہت تکلیف دیا کرتا تھا، حتیٰ کہ ان کو مکہ کی گرم ریتلی زمین پر لٹا کر ان کے اوپر بڑی چٹان رکھ دیتا اور کہتا کہ تو اسی حال میں رہے گا، جب تک حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دین کو چھوڑ نہ دے اور حضرت بلال جو کہ ہمت واستقلال کے پہاڑ تھے، جواب میں "احد احد" فرمایا کرتے تھے(۲)۔

قوله: فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ

اشکال

یہاں ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدبخت کو بچانے کی اتنی کوشش کیوں کی۔

جواب

جواب یہ ہے کہ ان کا خیال یہ تھا کہ جب یہ میری اتنی شفقت اور مہربانیاں دیکھے گا تو اس کا دل شاید

---

(۱) دیکھئے سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۳۳

(۲) دیکھئے عمدۃ القاري: ۱۲/۱۸۳

پہنچ جائے اور اسلام لے آئے تو اس کے اسلام کی حرص میں انہوں نے ایسا کیا تھا(۱)۔

قوله: قال ابوعبدالله سمع يوسف صالحاً الخ

ابوعبداللہ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سند میں مذکور یوسف ابن الماجشون رحمہ اللہ تعالیٰ نے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے سماعت کی اور ابراہیم نے اپنے والد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کا سماع کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا فائدہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کا سماع محقق ہے صرف عنعنہ کی وجہ سے امکانِ سماع نہیں ہے، جیسا کہ بعض محدثین امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ، وغیرہ کے ہاں امکانِ سماع بھی صحتِ روایت کے لئے کافی ہے(۲)۔

٣ - باب : الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيزَانِ .

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ .

صرافی اور ماپ تول میں وکیل کرنا اور حضرت عمر، وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صرافی میں وکیل کیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیع صرف کے اندر بھی وکیل بنایا جاسکتا ہے، کسی شخص کو بیع صَرف کرنی ہے، خود کسی وجہ سے نہیں کرسکتا، تو وہ کسی دوسرے شخص کو اگر وکیل بنائے تو یہ درست ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے(۳)۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجیہ

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس لئے تنبیہ

---

(۱) دیکھئے، الكنز المتواري: ١٠/٣٦٩

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٢٧٥، وعمدة القاري: ١٢/١٨٤

(۳) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٦/٣٦٠

فرمائی کہ اصل میں بیع صرف میں تقابض فی المجلس ضروری ہوتا ہے، شبہ یہاں یہ ہوتا تھا کہ شاید اس میں توکیل جائز نہ ہو، چونکہ وکالت میں مؤکل اصیل ہے اور وہ مجلس میں حاضر نہیں ہے، تو وکیل کا قبضہ کرنا شاید مؤکل کا قبضہ شمار نہ ہو، کوئی یہ وہم کرسکتا تھا اس لئے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ عقد میں حقوق وکیل کی طرف عائد ہوتے ہیں، وکیل اگر قبضہ کرے گا تو وہ مؤکل ہی کا قبضہ شمار کیا جائے گا اور اس کو تقابض فی المجلس کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا(۱)۔

قولہ "والمیزان"

اور "والمیزان" اس لئے ذکر فرمایا کہ روایت میں کیلی چیزوں کا ثبوت ملتا ہے، میزان کا لفظ لکھ کر سمجھا دیا کہ جیسے کیلی چیزوں میں توکیل جائز ہے ایسے ہی وزنی چیزوں میں بھی توکیل جائز ہے، ثمنین کا شمار وزنیات میں سے ہوتا ہے، وہیں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اخذ کی کہ بیع صرف جب وکیل کے ذریعے سے ہوسکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ دوسری وزنیات میں بھی توکیل جائز ہوگی۔

وقد وکل عمر وابن عمر فی الصرف

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیقات کو سعید بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن انس عن أبیہ اور حسن بن سعد کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔

۲۱۸۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ ، فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ ، فَقَالَ : (أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا) . فَقَالَ : إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ . فَقَالَ : (لَا تَفْعَلْ ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا) . وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ .

[ر : ۲۰۸۹]

(۱) دیکھئے لامع الدراري: ٦/٢١٦

(۲) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٦

(٢١٨٠) وأخرجه البخاري، أيضاً في كتاب البيوع، باب إذا أراد بيع تمر بتمر خير منه، رقم: ٢٢٠١، ٢٢٠٢، –

ترجمہ: (حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار (عامل) مقرر کیا، وہ وہاں سے عمدہ کھجور لے کر آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا خیبر میں سب ایسی ہی کھجوریں ہوتی ہیں؟ اس نے کہا (نہیں)، ہم اس کھجور کا ایک صاع دوسری کھجور کے دو صاع اور اس کے دو صاع، دوسری کھجور کے تین صاع دے کر خریدتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا مت کر، بلکہ ان (مخلوط) کھجوروں کو پہلے دراہم کے بدلے بیچ دو، پھر ان دراہم سے عمدہ کھجور خرید لیا کرو اور تولنے کی چیزوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا۔

تراجم رجال

۱- عبداللّٰه بن يوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- امام مالك رحمه الله تعالىٰ

آپ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- عبدالمجيد

یہ عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

= وفي المغازي، باب إستعمال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على أهل خيبر، رقم: ٤٢٤٤، ٤٢٤٥، ٢٤٢٦، وفي الإعتصام بالكتاب والسنة، باب إذا اجتهد العامل أو الحاكم فأخطأ خلاف الرسول من غير علم فحكمه مردود، رقم: ٧٣٥٠، ٧٣٥١، وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب بيع الطعام مثلاً بمثل، رقم: ٤٠٥٧، ٤٠٥٨، وأخرجه النسائي في كتاب البيوع، باب بيع التمر بالتمر متفاضلاً، رقم: ٤٥٦٧، ٤٥٦٨، وانظر تحفة الأشراف، رقم: ٤٠٤٤.

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۸۹، ٤/۱۱۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۰، ۲/۸۰

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب البیوع، باب إذا أراد بیع تمر بتمر خیر منه

٤– سعيد بن مسيب

آپ معروف تابعی، سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

٥– ابوسعيد خدری

آپ معروف صحابی، سعد بن مالک بن سنان، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۲)۔

٦– أبوهريره

آپ مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۳)۔

حل اللغات

جَنِيب: ایک عمدہ قسم کی کھجور(۴)۔

الجَمع: غیر معروف کھجور یا مختلف اقسام کی جید اور ردی کھجوریں(۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "قوله: بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيباً" یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیبر کے عامل سے یہ کہنا کہ "تم ان مخلوط کھجوروں کو دراہم کے ساتھ بیچ دو اور پھر ان دراہم سے عمدہ قسم کی کھجوریں خرید لو" یہ کھجوروں کی بیع وشراء کے لئے وکیل بنانا ہے(٦)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱۵۹/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۸۲/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٦٥٩/١

(٤) دیکھئے، النهاية: ۲۹۷/۱

(٥) دیکھئے، النهاية: ۲۸۹/۱، وعمدة القاري: ۱۸٥/۱۲

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۸٤/۱۲

٤ - باب : إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ ، أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ، ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ .

جب چرواہا یا وکیل کسی بکری کو مرتے دیکھے یا کسی چیز کو بگڑتے دیکھے تو اس کو ذبح کردے اور بگڑتی چیز کو درست کردے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب کی غرض میں دو قول ہیں:

۱- علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمۃ الباب اور اس میں پیش کردہ روایت سے ذبیحہ کی حلت وحرمت پر بحث نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ راعی یا وکیل اگر کوئی ایسا تصرف کردیں جو مؤکل کی مصلحت کے مطابق ہو، کوئی چیز ضائع ہو رہی تھی، اس کو ضیاع سے بچانے کے لئے اس نے تصرف کرلیا، مثلاً بکری کے مرنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا، اس نے ذبح کردیا، تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ مالک کی رعایت کی گئی ہے، ورنہ وہ مردار ہو جاتی، اب یہاں راعی اور وکیل پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، روایت الباب میں یہ ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک باندی، ان کی بکریوں کو چرایا کرتی تھی، اتفاق سے ایک بکری قریب المرگ ہوگئی، تو اس نے جلدی سے پتھر لے کر اس کو ذبح کردیا، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یعنی باندی کا ذبح درست ہے اور اس کا یہ فعل کسی نکیر کا مستحق نہیں ہے(۱)۔

علامہ ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

علامہ ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جاریہ تو کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی

(۱) دیکھئے المتواري على تراجم البخاري، ص: ٢٥٩، وفتح الباري: ٤/٦٠٧.

تھی اور ان کی ملک میں داخل تھی، اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اگر وکیل کوئی ایسا تصرف کرلے جس میں اس کی نیت مؤکل کی خیر خواہی کی ہو تو اس کے ذمہ ضمان نہیں آئے گا، منشأ یہ ہے کہ اس جاریہ کے قصے سے وکیل کے قصے پر استدلال کرنا درست نہیں ہوگا، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفصیل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسی صورتحال میں، اس طرح کا تصرف کوئی وکیل یا کوئی اور شخص کرتا ہے تو یہ تصرف جائز ہے، اور یہ بات تضمین سے زیادہ عام ہے(۱)، مثلاً ایک آدمی کو کسی نے اپنے جانوروں اور بکریوں پر وکیل بنایا اور کہا کہ یہ فلاں جگہ پر پہنچا دو، اتفاق سے راستے میں ایسی صورت پیدا ہوئی کہ کوئی بکری یا جانور مرنے لگا، اب اس نے سوچا کہ اگر یہ مرگیا تو بالکل ضائع ہوجائے گا، لہٰذا اس کو حلال کرلیا جائے اور مردار ہونے سے بچایا جائے، ایسی صورت میں وکیل کے اس تصرف پر مالک کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہونا چاہیے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس صورت مذکورہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں غرضیں جو بیان کی گئی ہیں، وہ بہرحال اپنی جگہ پر درست ہے۔

۲۱۸۱ : حدّثنا إسحٰق بنُ إبراهيمَ : سَمِعَ المُعتَمِرَ : أنبأنا عُبَيدُ اللهِ ، عن نافعٍ : أنّه سَمِعَ ابنَ كعبِ بنِ مالكٍ يُحدِّثُ عن أبيهِ : أنّهُ كانتْ لهم غنمٌ ترعى بسَلْعٍ . فأبصرَتْ جاريةٌ لنا بشاةٍ من غنمِنا موتًا ، فكسرَتْ حجرًا فذبحتْها بهِ ، فقالَ لهم : لا تأكلوا حتّى أسألَ النبيَّ ﷺ ، أو أرسِلَ إلى النبيِّ ﷺ من يسألُهُ ، وأنّهُ سألَ النبيَّ ﷺ عن ذاكَ ، أو أرسلَ ، فأمرَهُ بأكلِها .

قالَ عُبيدُ اللهِ : فيُعجِبُني أنّها أمةٌ ، وأنّها ذبحتْ . تابعَهُ عبدةُ ، عن عُبيدِ اللهِ .

[۵۱۸۲ ، ۵۱۸۳ ، ۵۱۸۵ ، ۵۱۸۶]

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٧

(۲۱۸۱) وأخرجه البخاري في كتاب الذبائح والصيد، باب ما أنهر الدم من القصب والمروة والحديد، رقم: ٥٥٠١، ٥٥٠٢، وفي باب ذبيحة المرأة والأمة، رقم: ٥٥٠٤، ٥٥٠٥، والطبراني في معجم الكبير، باب الكاف، كعب بن مالك الانصاري رحمه الله تعالى : ١٩/٧٣، رقم: ١٥٨١٥، والحديث من أفراد البخاري رحمه الله تعالى ، كذا قال الحميدي رحمه الله تعالى في الجمع بين الصحيحين: ١/٢٧٧

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی بکریاں سلع پہاڑ پر (جو کہ مدینہ میں ہے) چرا کرتی تھیں، ہماری ایک لونڈی نے دیکھا کہ ان میں سے ایک بکری مررہی ہے، تو اس نے ایک پتھر توڑا اور اس سے بکری کو ذبح کردیا، کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ اس کا گوشت نہ کھاؤ، یہاں تک کہ میں خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں، یا یوں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیج کر دریافت کروالوں، پھر انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا کسی کو بھیج کر دریافت کروایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے گوشت کے کھانے کا حکم دیا۔

عبیداللہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پسند آئی کہ وہ لونڈی تھی اور اس نے بکری ذبح کی۔

تراجم رجال

۱- اسحق بن ابراھیم

یہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی ابن راھویہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- معتمر بن سلیمان

یہ معتمر بن سلیمان بن طرخان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- عبیداللّٰہ

یہ عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۴۲۸/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۵۹۵/۴

(۳) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت

٤- نافع

نافع مولی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۱)۔

٥- ابن كعب بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه

ابن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مراد کون ہیں، علامہ مزّی نے ''اطراف'' میں تصریح کی ہے کہ اس سے مراد عبداللہ ہیں (۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ان کے بھائی عبدالرحمٰن ہیں اور اس کی تائید اسی مضمون کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو کہ ابن وہب نے عن اسامہ بن زید عن ابن شہاب عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کے طریق سے نقل کی ہے (۳)۔

حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن القین انصاری مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال گزر چکے (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت رائی کے مسئلے میں ظاہر ہے، اس لئے کہ وہ باندی بکریوں کی نگہداشت کیا کرتی تھی اور اس سے وکالت کا مسئلہ بھی اس طور پر ثابت ہوگیا کہ چاہے چرواہا ہو یا وکیل، ان دونوں کا قبضہ، قبضۂ امانت ہوتا ہے۔

لہذا یہ اس امانت میں کوئی ایسا تصرف ہی کر سکتے ہیں جس کی مصلحت بالکل ظاہر ہو ورنہ ضمانِ تعدی

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ٤/٦٥١

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٤/٦٠١، ان کے تفصیلی احوال کے لئے دیکھئے، كشف الباري، كتاب الصلاة، باب التراضي والملازمة في المسجد

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٢٧٧، وفتح الباري: ٤/٦٠٧، ان کے تفصیلی احوال کے لئے دیکھئے، كشف الباري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهداء.

(٤) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الصلاة، باب الصلاة إذا قدم من السفر

ان پر لازم ہوگا(۱)۔

قوله: "قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ"

عبیداللہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے عجیب لگا کہ ایک باندی تھی اور اس نے اس بکری کو ذبح کردیا، یعنی اس نے باندی ہوتے ہوئے اپنے آقا کی مصلحت کی ایسی رعایت کی اور حسنِ فکر کا ثبوت دیا، جب کہ عام طور پر باندیاں اس طرح نہیں ہوا کرتیں(۲)۔

علامہ ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا ذبیحہ حلال ہے، چاہے حُرہ ہو یا باندی اور اس مذہب کو جماہیر علماء، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ نیز اسی حدیث سے امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، اوزاعی، ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے ذبیحہ کی حلت پر استدلال کیا ہے، کہ جس کو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہو، اگرچہ داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس سے اختلاف کیا ہے، لیکن ان کا قول شاذ ہے(۳)۔

قوله: "تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ"

یعنی اس روایت کو معتمر بن سلیمان کے ساتھ عبدۃ بن سلیمان کوفی نے بھی عبیداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس متابعت کو کتاب الذبائح میں موصولاً ذکر کیا ہے(۴)۔

تراجمِ رجال

عبدة

یہ عبدہ بن سلیمان ابومحمد کلابی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۶۸

(۲) دیکھئے، لامع الدراري: ۶/۲۱۸

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۷۸

(۴) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۷۸

(۵) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۹۴

٥ - باب: وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ.

وَكَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ: أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ، الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

حاضر اور غائب ہر ایک کو وکیل کرنا درست ہے اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے وکیل کو لکھا اور وہ ان سے غائب تھا کہ ان کے چھوٹے اور بڑے تمام گھر والوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور علماء کے اختلاف کا بیان

اس ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ حاضر اور غائب دونوں کی وکالت جائز ہے، یعنی اگر مؤکل شہر میں موجود ہو، تب بھی وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے اور اگر وہ کہیں سفر پر گیا ہوا ہے تب بھی وہ اپنی طرف سے وکیل بنا سکتا ہے(۱)۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیش کردہ اثر مؤکل حاضر کے غائب کو وکیل بنانے کے سلسلے میں تو واضح ہے، اور مؤکلِ غائب کا حاضر کو وکیل بنانا، اس سے بطریق اولیٰ مستفاد ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے حدیث کے ضمن میں آرہی ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ غائب کی طرف سے توکیل جائز ہے، لیکن اگر مؤکل شہر میں موجود ہے، تو وہ کسی کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے یا نہیں، اس میں کچھ تفصیل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عذر کی صورت میں تو بنا سکتا ہے اور بغیر عذر کے نہیں بنا سکتا، عذر کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اسے کوئی سفر درپیش ہے یا یہ کہ وہ بیمار ہے، ایک اور صورت یہ ہے کہ اگر خصم راضی ہو کہ آپ کے آنے کی ضرورت نہیں ہے، حاکم کے یہاں آپ اپنا کوئی وکیل مقرر کر دیں، تو اس صورت میں بھی جائز ہے(۲)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر خصم اور وکیل کے درمیان عداوت و دشمنی ہو تو ایسی صورت میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ١٢/١٨٩، وفتح الباري: ٤/٦٠٨، وشرح ابن بطال: ٦/٣٦٢، ٣٦٣، وإرشاد الساري: ٥/٢٧٨، ٢٧٩

(۲) دیکھئے، عمدۃ القاري: ١٢/١٨٩، وفتح الباري: ٤/٦٠٨، وشرح ابن بطال: ٦/٣٦٢، ٣٦٣، وإرشاد الساري: ٥/٢٧٨، ٢٧٩

(۳) دیکھئے، عمدۃ القاري: ١٢/١٨٩، وفتح الباري: ٤/٦٠٨، وشرح ابن بطال: ٦/٣٦٢، ٣٦٣، وإرشاد =

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث باب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ حضرات قرض خواہ کو اونٹ دے دیں اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے توکیل تھی حالانکہ نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غائب تھے اور نہ مریض تھے، نہ ہی مسافر تھے(۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث باب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف حجت نہیں ہے، اس لئے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حاضر بالبلد کی توکیل کے منکر نہیں ہے، بلکہ وہ فرماتے ہیں توکیل جائز تو ہے لیکن لازم نہیں ہے اور لازم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے اگر دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ میں آپ کے اس وکیل پر راضی نہیں ہوں کہ یہ آپ کی طرف سے پیروی کرے، آپ خود کچہری میں تشریف لائیں، تو پھر موکل کو حاضر ہونا ضروری ہوگا، چونکہ یہ توکیل لازم نہیں ہے، اور اگر وہ فریق راضی ہوجائے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے(۲)۔

وَكَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ: أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ، الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بغیر واؤ کے ہے اور مراد عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں(۳)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں نسخے مختلف ہیں، بعض میں عبداللہ بن عمرو (واؤ کے

= الساري: ٥/٢٧٨، ٢٧٩

(۱) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٦/٣٦٣

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٨٩

(۳) دیکھئے، شرح الكرماني: ١٠/١٣٤

ساتھ) ہے اور بعض میں عبداللہ بن عمر (بغیر واؤ کے ہے)(۱)۔

حل اللغات

قہرمان: فارسی زبان کا لفظ ہے، بمعنی خازن، وکیل، حافظ، خادم (۳)۔

تشریح

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے قہرمان کو لکھا کہ وہ ان کے تمام اہل خانہ، چاہے چھوٹے یا بڑے، سب کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے، گویا انہوں نے اس قہرمان کو اپنا وکیل بنایا۔

حدیث باب

۲۱۸۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ : (أَعْطُوهُ) . فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا ، فَقَالَ : (أَعْطُوهُ) . فَقَالَ : أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللّٰهُ بِكَ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً) .

[۲۱۸۳ ، ۲۲۶۰ ، ۲۲۶۲ ، ۲۲۶۳ ، ۲۲۷۱ ، ۲۴۶۵ ، ۲۴۶۷]

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۸۸/۱۲

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۶۰۸/۴، وإرشاد الساري: ۲۷۸/۵

(۳) دیکھئے، النهاية: ۵۰۶/۲

(۲۱۸۷) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الوكالة، باب الوكالة في قضا والدين، رقم: ۲۳۰۶۱، وفي كتاب الإستقراض وأداء الديون، باب استقراض الإبل، رقم: ۲۳۹۰، وفي باب هل يعطى اكبر من سنه، رقم: ۲۳۹۲، وباب من القضاء، رقم: ۲۳۹۳، وباب لصاحب الحق مقال، رقم: ۲۴۰۱، وفي كتاب الهبة وفضلها، باب الهبة المقبوضة وغير المقبوضة الخ، رقم: ۲۶۰۶، وباب من أهدى له هدية وعنده جلساؤه فهو أحق، رقم: ۲۶۰۹، وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب من استلف شيئاً فقضى خيراً منه، الخ، رقم: ۴۰۸۴–۴۰۸۸، وأخرجه الترمذي في كتاب البيوع، باب ماجاء في استقراض البعير الخ، رقم: ۱۳۱۶، وأخرجه النسائي في كتاب البيوع، باب استلاف الحيوان واستقراضه، رقم: ۴۶۳۲، وفي باب الترغيب في حسن القضاء، رقم: ۴۷۰۷

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک اونٹ قرض تھا، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تقاضا کرنے کے لئے آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اونٹ دے دو، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈھونڈا تو اس عمر کا اونٹ نہ ملا، بس وہ (اونٹ) ملتا تھا جس کی عمر اس کے اونٹ سے زیادہ ہو (یعنی زیادہ قیمتی) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہی دے دو، تو اس نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسے میرا حق پورا پورا دے دیا ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ بھی آپ کو خوب عطا فرمائے، تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں وہی لوگ زیادہ اچھے ہیں جو قرض کو خوبی کے ساتھ ادا کریں۔

تراجم رجال

۱- ابونعیم

یہ ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- سفیان ثوری

یہ سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- سلمہ بن کہیل

یہ سلمہ بن کہیل حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤- ابوسلمہ

یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/٦٦٩

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۷۸

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الصوم، باب من مات وعلیه الصوم

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۳۲۳

۵- ابوھریرہ

مشہور صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۱)۔

حل اللغات

سِنًّا: بمعنی دانت، عمر، ایسے جانور کو کہا جاتا ہے، جس کے دانت نکل آئے، اس کی جمع أسنان آتی ہے (۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت وکالتِ حاضرہ کے مسئلے میں تو "قولہ: أعطوہ" سے واضح ہے، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اونٹ عطا کرنے کے لئے وکیل بنایا (۳)۔ اور وکالتِ غائب کے سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اس حدیث سے بطریق اولیٰ ثابت ہوجاتی ہے، اس لئے کہ جب مؤکل حاضر ہوتے ہوئے دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے، جب کہ وہ خود اس عمل پر قدرت رکھتا ہے تو غائب ہونے کی صورت میں تو احتیاج وضرورت کی وجہ سے وہ زیادہ اہل ہے، کہ اپنی طرف سے وکیل مقرر کرے (۴)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "قولہ: أعطوہ" کا لفظ دونوں صورتوں کو شامل ہے، اس لئے کہ اگرچہ اس سے خطاب حاضرین سے کیا گیا، لیکن عُرف اور قرائنِ حال کے اعتبار سے یہ دونوں صورتوں کو متضمن ہے (۵)۔

کیا حیوان کا استقراض جائز ہے؟

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ حیوان کا استقراض جائز ہے یا نہیں؟ پہلا مسلک جمہور علماء کا ہے یعنی

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۶۵۹

(۲) دیکھئے، المغرب: ۱/۴۱۸

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۸۸، وفتح الباري: ٤/٦٠٨

(٤) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦٠٨

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، لیث، اسحاق وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام چیزوں کی طرح حیوان میں بھی قرض جائز ہے، حدیثِ باب سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے(۱)۔ اور یہ حضرات اس سے باندی کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں کہ اس کو قرضے پر دینا جائز نہیں سوائے اس شخص کو جو اس باندی کا محرم ہو یا عورت یا خنثیٰ ہو(۲)، دوسرا مسلک ابن جریر اور داؤد ظاہری کا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک باندی کا بطور قرضہ دینا بھی جائز ہے(۳)۔

جب کہ تیسرا مسلک امام اعظم ابوحنیفہ، امام ثوری، حسن بن صالح وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے یہ حضرات اس کے عدم جواز کے قائل ہیں(۴)۔

ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نسیئۃً حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے(۵)۔

اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع سے منع فرمایا، تو قرض کی ممانعت تو بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگی، اس لئے کہ بیع میں تو از قبیلِ مثلیات ہونا بھی ضروری نہیں، جب کہ قرض میں تو ہمارے نزدیک از قبیلِ مثلیات ہونا ضروری ہے اور ذوات القیم کا استقراض جائز نہیں ہے، اس لئے کہ معروف کلیہ ہے کہ "الأقراض تقضی بامثالها" لہٰذا عددی متفاوت اشیاء میں استقراض درست نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں

---

(۱) دیکھئے، شرح الكرماني: ۱۰/۱۳۵

(۲) دیکھئے، نيل الأوطار: ۵/۲۴۵، وعمدة القاري: ۱۲/۱۸۹

(۳) دیکھئے، نيل الأوطار: ۵/۲۴۵، وعمدة القاري: ۱۲/۱۸۹

(٤) دیکھئے، نيل الأوطار: ۵/۲۴۵، وعمدة القاري: ۱۲/۱۸۹

(۵) دیکھئے، نيل الأوطار: ۵/۲۴۵، وعمدة القاري: ۱۲/۱۸۹

(٦) أخرجه ابن ماجه في سننه، في باب الحيوان بالحيوان نسيئةً، رقم الحديث: ۲۲۷۰، ۲۲۷۱، وأخرجه ابن حبان في صحيحه في ذكر الزجر عن بيع الحيوان بالحيوان إلا يداً بيد عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، رقم الحديث: ۵۰۲۸، وأبوداود في باب الحيوان بالحيوان نسيئةً، رقم الحديث: ۳۳۵٦، والترمذي في باب ماجاء في كراهية بيع الحيوان بالحيوان نسيئةً عن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۱۲۳۷

مثل نہیں ہوتا(۱)۔

اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب حیوان کو ادھار بیچنا ممنوع ہے تو قرض بھی ممنوع ہوگا، اس لئے کہ دونوں کی علتِ جامعہ ان کا اشیاءِ عددیہ متفاوتہ میں سے ہونا ہے(۲)۔

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/٦٤

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/٦٤

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالی کی ایک عجیب توضیح

لیکن حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "والقول من عند نفسي إن الحيوانات، وإن لم تثبت في الذمة في القضاء، لكنه يصح الاستقراض به فيما بينهم، عند عدم المنازعة والمناقشة، وهذا الذي قلت، ان الناس يتعاملون في أشياء تكون جائزة فيما بينهم على طريق المروة والإغماض، فإذا رفعت إلى القاضي يحكم عليها بعدم الجواز، فالاستقراض المذكور عند عدم المنازعة جائز عندي، وذلك لأن العقود على نحوين: نحو يكون معصية في نفسه، وذا لا يجوز مطلقاً، ونحو آخر لا يكون معصية، وإنما يحكم عليه بعدم الجواز لإفضائه إلى المنازعة، فإذا لم تقع فيه منازعة جاز.

واستقراض البعير من النحو الثاني؛ لأنه ليس بمعصية في نفسه، وإنما ينهى عنه، لأن ذوات القيم لا تتعين إلا بالتعيين، والتعيين فيما لا يحصل إلا بالإشارة، فلا تصلح للوجوب في الذمة، فإذا لم تتعين أفضى إلى المنازعة عند القضاء لا محالة، فإذا كان النهي فيه لعلة المنازعة جاز عند انتفاء العلة، والحاصل الخ.

(دیکھئے، فيض الباري على صحيح البخاري: ۳/۲۸۹، ۲۹۰)

"استقراضِ حیوانات یعنی ان کا ذمہ میں ثابت ہونا اگرچہ عند الاحناف قضاءً ناجائز ہے لیکن لوگوں کے آپس کے معاملات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو منازعت اور جھگڑے کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں یہ استقراض جائز ہونا چاہیے، اور یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ لوگ بسا اوقات آپس میں ایسے معاملات کرتے رہتے ہیں جو کہ باعتبار مروت وچشم پوشی کے ان کے درمیان جائز ورائج ہوتے ہیں، اور جب ان کو کسی قاضی کی طرف لے جایا جائے تو عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے۔

تو یہ مذکورہ استقراض بھی عدمِ منازعت کی صورت میں میرے نزدیک جائز ہے، اور یہ اس لئے کہ شریعت مطہرہ کے منع کردہ عقود دو قسموں پر ہیں: ۱-ایسے عقود جو فی نفسہ معصیت پر مبنی ہوں، فی نفسہ حرام ہوں، تو ایسے امور کا ارتکاب تو علی الاطلاق جائز نہیں ہے۔ ۲-ایسے عقود جو کہ فی نفسہ معصیت پر مبنی نہیں ہیں، یعنی فی نفسہ حرام نہیں ہیں، لیکن مفضی إلی المنازعۃ ہونے کی وجہ سے، ان کو قضاءً ناجائز قرار دیا جاتا ہے، لہذا منازعت کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں انہیں جائز ہونا چاہیے۔

٦ - باب : الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُونِ

قرضے ادا کرنے کے لئے وکیل کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ دین کی ادائیگی کے لئے بھی وکیل مقرر کرنا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب سے ایک توہم کا دفعیہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قضائے دیون میں توکیل بظاہر جائز نہیں ہونی چاہیے، اس لئے کہ دین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب بھی دائن مطالبہ کرے اور مدیون ادائیگی پر قادر ہو تو فوراً اس کو دینا چاہیے اور توکیل کی صورت میں دیر ہوگی، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور کیا اور کہا کہ قضائے دیون کے لئے توکیل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہ اس مطل وٹال مٹول میں داخل نہیں ہے، جس کی ممانعت حدیث کے اندر فرمائی گئی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ترجمۃ الباب کی غرض بیان کی ہے، یہ علامہ ناصر الدین ابن منیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ماخوذ ہے(۱)۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چونکہ سُنن ابي داوٗد وغیرہ میں حضرت سمرۃ

= اور یہ استقراض حیوان کا مسئلہ عقود کی دوسری قسم سے ہے، اس لئے کہ فی نفسہ اس میں کوئی معصیت نہیں ہے، اور اس سے منع اس لئے کردیا گیا ہے کہ یہ ذوات قیم میں سے ہے اور ذوات قیم اشیاء بغیر تعیین کے متعین نہیں ہوتی، اور اس کی تعیین اشارہ سے حاصل ہوتی ہے، لہٰذا یہ اشیاء ذمہ میں ثابت ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، تو متعین نہ ہونے کی وجہ سے مفضی إلی المنازعۃ ہوں گی اور باعتبار قضاء ناجائز قرار دی جائیں گی، معلوم ہوا کہ اس میں نہی (لذاتہ نہیں ہے، بلکہ نہی لغیرہ ہے اور اس) کی علت منازعہ ہے، تو اس علت کے انتفاء کی صورت میں اس معاملہ کو جائز ہو جانا چاہیے۔

(۱) دیکھئے فتح الباري: ٦٠٩/٤

بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، "علی الید ما أخذت"(۱)۔ یعنی جس نے کوئی چیز لی ہے، اس کے ذمے ہے کہ وہ اس کو ادا کرے، اس سے بظاہر یہ شبہ ہو رہا تھا کہ مقروض خود وہ دیون ادا کرے اور اس میں توکیل درست نہیں، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ قضاء دیون میں توکیل کے اندر کوئی مضائقہ نہیں ہے اور "علی الید ما أخذت" کا مطلب صرف یہ ہے کہ مال قرض خواہ تک پہنچنا ضروری ہے چاہے خود پہنچائے یا وکیل کے ذریعے پہنچا دے، دونوں صورتوں میں مقصود حاصل ہو جاتا ہے(۲)۔

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ "علی الید ما اخذت" کا تعلق تو باب غصب سے ہے اور یہاں غصب کا مسئلہ نہیں بیان کیا جا رہا بلکہ یہاں تو دین کا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے۔

حدیث باب

۲۱۸۳ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (دَعُوهُ ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا) . ثُمَّ قَالَ : (أَعْطُوهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ لا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ ، فَقَالَ : (أَعْطُوهُ ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً) . [ر : ۲۱۸۲]

ترجمہ: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا اور سخت الفاظ کہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کو کہنے دو، جس کا حق نکلتا ہو وہ ایسی باتیں کر سکتا ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) أخرجه الإمام أبوداود رحمه الله تعالىٰ في سننه في كتاب الإجارة، باب في تضمين العارية، رقم: ۳۵۶۱، وأخرجه الإمام الترمذي رحمه الله تعالىٰ، في كتاب البيوع، باب ماجاء في أن العارية مؤداة، رقم: ۱۲۶۶، والإمام ابن ماجة رحمه الله تعالىٰ، في باب العارية، رقم: ۲٤۰۰

(۲) دیکھئے الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۰

(۲۱۸۳) مرّ تخريجه في الباب السابق

وسلم نے فرمایا، اس کو اسی عمر کا اونٹ دے دو، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، اسی عمر کا تو نہیں، اس سے بہتر عمر کا اونٹ موجود ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہی دے دو، تم میں بہترین لوگ وہی ہیں جو خوبی کے ساتھ قرض ادا کریں۔

تراجم رجال

۱– سليمان بن حَرب

یہ سلیمان بن حرب واشحی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۲– شعبة

یہ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳–سلمة بن كُهيل

یہ سلمہ بن کہیل حضرمی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤– ابو سلمه

یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

٥– ابو هريره

آپ صحابی معروف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۱۰۵

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٧٨

(۳) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الصوم، باب من مات وعليه الصوم

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۲/٣٦٢

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٩

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قولہ: أعطوہ سناً مثل سنّہ" سے ظاہر ہے(۱)۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنے دین کی ادائیگی کے لئے وکیل بنایا۔

٧ - باب: إذا وهب شيئًا لوكيل أو شفيع قوم جاز.
لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِينَ سَأَلُوهُ الْمَغَانِمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (نَصِيبِي لَكُمْ).

اگر کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو کچھ ہبہ کیا جائے تو درست ہے، کیونکہ جب ہوازن کی طرف سے لوگ آئے تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مالِ غنیمت واپس کرنے کی درخواست کی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے حصے میں آیا ہے، وہ تم لے لو۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم وقبیلے کی طرف کوئی ہبہ کرنا چاہے اور اس قوم کی طرف سے کوئی شخص نمائندہ ہو، اس نمائندے کو قوم تک وہ چیز پہنچانے کے لئے وکیل بنا دیا جائے تو یہ جائز ہے اور استدلال کے طور پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفد بنی ہوازن کے واقعہ کو پیش کیا ہے کہ وہاں عرفاء متعین کر دیئے گئے تھے اور ان کے ذریعے سے ان کے اموال اور قیدیوں کو واپس کیا گیا تھا(۲)۔

حدیث باب

٢١٨٤: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ: أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري. ٥/ ٢٨٠

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/ ١٦١

(٢١٨٤) وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقاً فوهب الخ، رقم: ٢٥٣٦، =

اللهِ ﷺ : (أَحَبُّ الحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ . فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ : إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا المَالَ ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ) . وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ . فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ ، قَالُوا : فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا . فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي المُسْلِمِينَ . فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قَالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ . وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ . فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ . وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ) . فَقَالَ النَّاسُ : قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ لَهُمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ) . فَرَجَعَ النَّاسُ ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ : أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا .

[۲۴۰۲ ، ۲۴۴۴ ، ۲۴۶۶ ، ۲۹۶۳ ، ۴۰۶۴ ، ۶۷۵۵]

ترجمہ: (مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ دونوں نے بیان کیا کہ غزوہ حنین سے واپسی کے بعد) جب ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے مال اور قیدی واپس کردیئے جائیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچی بات مجھے بہت پسند ہے، تم دو باتوں میں سے ایک اختیار کرلو، یا قیدی واپس لو یا مال اور میں نے تو (جعرانہ میں) ان کا انتظار کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

= ۲۵۴۰، وفي كتاب الهبة وفضلها الخ، باب من رأى الهبة الغائبة جائزة، رقم: ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، وفي باب إذا وهب جماعة لقوم، رقم: ۲۶۰۷، ۲۶۰۸، وفي كتاب الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين الخ، رقم: ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، وفي كتاب المغازي، باب قول الله عزوجل: ﴿ويوم حنين إذ أعجبتكم كثرتكم﴾ الآية، رقم: ۴۳۱۸، ۴۳۱۶، وفي كتاب الأحكام، باب العرفاء للناس، رقم: ۷۱۷۶، ۷۱۷۷، وذكره الجامع بين الصحيحين، في أفراد البخاري: ۲۸۲/۳، رقم: ۲۸۶۱، وأخرجه أبوداود رحمه الله تعالى في سننه، في كتاب الجهاد، باب فداء الأسير بالمال، رقم: ۲۶۹۳، والطحاوي رحمه الله تعالى في شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مما كان منه في سبايا هوازن الخ، رقم: ۴۵۰۹

وسلم جب طائف سے لوٹے تو دس راتوں سے زیادہ ان کا انتظار (جعرانہ) میں کیا تھا۔

جب ہوازن کے وفد کو یقین ہو گیا کہ آنحضرتؐ ان کو دو چیزوں میں سے ایک ہی چیز واپس فرمائیں گے، تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں قیدی واپس کر دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے سامنے (خطبے کے لئے) کھڑے ہوئے، پہلے جیسے چاہئے ویسی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی، پھر فرمایا، امابعد! تمہارے یہ بھائی (ہوازن کے لوگ) توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی واپس کر دوں، اب تم میں سے جو کوئی بخوشی اسے پسند کرلے وہ یہی کرے اور جو کوئی اپنا حصہ اس طرح قائم رکھنا چاہے کہ اب جو پہلا مال غنیمت اللہ تعالیٰ عطاء فرمائے گا، اس میں سے ہم اس کا بدلہ دیں گے تو وہ ویسا کرلے، اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کی خوشی کے لئے ان قیدیوں کو یوں ہی دے دیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو نہیں معلوم کہ کون تم میں سے اس امر پر راضی ہے اور کون نہیں، تو (بہتر یہ ہے کہ) لوٹ جاؤ اور تمہارے نقیب (سردار) تمہاری طرف سے بیان کریں، پھر لوگ لوٹ گئے اور ان کے نقیبوں نے ان سے گفتگو کی، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہ لوگ راضی ہیں اور انہوں نے اپنے قیدیوں کو واپس کرنے کی اجازت دی ہے۔

تراجم رجال

۱- سعید بن کثیر

یہ سعید بن کثیر بن عُفیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- لیث

یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲۷٤/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۳۲٤/۱

۳- عقیل

یہ عُقَیل بن خالد بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

٤- محمد

یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

٥- عروة

یہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

٦- مروان

یہ مروان بن حکم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

٧- مِسور

یہ مِسور بن مخرمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

قوله: "وَزَعَمَ عُرْوَةُ"

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زعـم بمعنی "قـال" کے ہے(٦)۔

(١) دیکھئے، کشف الباري: ١/٣٢٥، ٣/٤٥٥

(٢) دیکھئے، کشف الباري: ١/٣٢٦

(٣) دیکھئے، کشف الباري: ١/٢٩١

(٤) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب البصاق والمخاط ونحوه في الثوب

(٥) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٩٣

حلِ لغات

الوَفد: وافد کی جمع ہے، وہ لوگ جو اکٹھے کسی شہر میں جائیں یا وہ لوگ جو کسی مشترکہ غرض کے لئے حاکم کے پاس جائیں، مجرد میں ضرب سے مستعمل ہے، وَفَدَ یَفِدُ وفداً قاصد بن کر آنا(۱)۔

عرفاؤکم: عُرَفَاء، عَرِیف کی جمع ہے، بمعنی جاننے والا، قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا، اپنے ساتھیوں کا تعارف کرانے والا، نقیب اور یہ مرتبے میں رئیس سے کم ہوتا ہے(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: إني أردت أن أرد إليهم سبيهم الحديث" سے ظاہر ہے کہ وفد ہوازن والے اپنے قیدیوں کو لوٹانے کے سلسلے میں وکلاء وشفعاء تھے(۳)۔

۸ – باب: إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا، وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي، فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ.

ایک شخص نے دوسرے شخص کو کچھ دینے کے لئے وکیل کیا اور یہ نہیں بیان کیا کہ کتنا دے، پس اُس نے دستور کے موافق دے دیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ توکیل کے اندر بھی عُرف پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، اگر ایک شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص کو کچھ دے دینا، اب اس نے کوئی چیز اس کو دے دی، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا یہ دینا عرف کے مطابق ہے یا خلاف ہے، اگر عُرف کے مطابق ہے تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جیسا کہ حدیثِ باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ

---

(۱) دیکھئے، النهاية: ۲/۸٦٧

(۲) دیکھئے، النهاية: ۲/۱۹۰

(۳) إرشاد الساري: ٥/٢٨٦، عمدة القاري: ١٢/١٩٣

تعالیٰ عنہ سے کہا تھا کہ تم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا ثمن ادا کر دو اور کچھ زائد دے دینا تو انہوں نے ایک قیراط کا اضافہ کر دیا تھا، اب یہ ایک قیراط ظاہر ہے کہ عُرف کے مطابق تھا، لہذا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے (۱)۔

حدیثِ باب

٢١٨٥ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ، وَلَا يُبَلِّغُهُ كُلُّهُمْ ، رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ ، إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ ، فَقَالَ : (مَنْ هٰذَا) . قُلْتُ : جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : (مَا لَكَ) . قُلْتُ : إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ ، قَالَ : (أَمَعَكَ قَضِيبٌ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (أَعْطِنِيهِ) . فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ ، فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ ، قَالَ : (بِعْنِيهِ) . فَقُلْتُ : بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : (بِعْنِيهِ ، قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ ، وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ) . فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ ، قَالَ : (أَيْنَ تُرِيدُ) . قُلْتُ : تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا ، قَالَ : (فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ) . قُلْتُ : إِنَّ أَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ ، خَلَا مِنْهَا ، قَالَ : (فَذٰلِكَ) . فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ : (يَا بِلَالُ ، اقْضِهِ وَزِدْهُ) . فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَزَادَهُ قِيرَاطًا ، قَالَ جَابِرٌ : لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَلَمْ يَكُنِ الْقِيرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ . [ر : ٤٣٢]

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٩٥، إرشاد الساري: ٥/٢٨٣

(٢١٨٥) وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الصلاة، باب الصلاة إذا قدم من سفر، رقم: ٤٤٣، وفي كتاب البيوع، باب شراء الدواب والحمير، رقم: ٢٠٩٧، وفي كتاب الإستقراض، باب من اشترى بالدين وليس عنده ثمنه أو ليس بحضرته، رقم: ٢٣٨٥، وباب حسن القضاء، رقم: ٢٣٩٤، وباب الشفاعة في وضع الدين، رقم: ٢٤٠٦، وفي كتاب المظالم والغصب، باب من عقل بعيره على البلاط أو باب المسجد، رقم: ٢٤٧٠، وكتاب الهبة وفضلها، باب الهبة المقبوضة وغير المقبوضة الخ، رقم: ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، وفي كتاب الشروط، باب إذا اشترط البائع ظهر الدابة إلى مكان مسمّى جاز، رقم: ٢٧١٨، وفي كتاب الجهاد والسير، باب من ضرب دابة غيره في الغزو، رقم: ٢٨٦١، وباب استئذان الرجل الإمام لقوله عزوجل ﴿إنما المؤمنون﴾ الآية، رقم: ٢٩٦٧، وباب الصلاة إذا قدم من السفر رقم: ٣٠٨٧، وباب الطعام عند القدوم، رقم: ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، وفي كتاب المغازي، باب ﴿إذ همّت طائفتان﴾ الآية، رقم: ٤٠٥٢، وفي كتاب النكاح، باب تزويج =

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں ایک سست رفتار اونٹ پر سوار تھا، جو سب کے پیچھے رہتا، پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا، جابر بن عبداللہ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ بالکل سست رفتار ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس چھڑی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دے دے، میں نے دے دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو مارا اور ڈانٹا، اب جو اس جگہ سے چلا تو سب لوگوں سے آگے بڑھ گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ مجھے بیچ دے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہی کا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں بیچ دو اور میں نے اس کو چار دینار کے عوض لے لیا اور تو مدینے تک اس پر سوار رہ، جب مدینے کے قریب پہنچے تو میں اور طرف جانے لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا، میں نے ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جس کا شوہر مر گیا (یعنی بیوہ)، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا، تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی، میں نے کہا، میرے والد کا انتقال ہو گیا اور وہ کئی بیٹیاں چھوڑ گیا، تو میں نے ارادہ کیا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہو اور بیوہ ہو، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات ہے تو خیر، جب ہم مدینہ

= الثيبات، رقم: ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، وباب لا يطرق أهله ليلاً إذا أطال الغيبة، مخافة أن يخونهم أو يلتمس عثراتهم، رقم: ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، وباب طلب الولد، رقم: ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، وباب تستحد المغيبة وتمتشط الشعثة، رقم: ٥٢٤٧، وفي كتاب النفقات، باب عون المرأة زوجها في ولده، رقم: ٥٣٦٧، وفي كتاب الدعوات، باب الدعاء للمتزوج، رقم: ٦٣٨٧، وأخرجه مسلم في كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح البكر، رقم: ٧١٥، وأخرجه أبوداود في سننه في كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار، رقم: ٢٠٤٨، وأخرجه الترمذي في سننه في كتاب النكاح، باب ماجاء في تزويج الأبكار، رقم: ١١٠٠، والنسائي في سننه، في كتاب النكاح، باب نكاح الأبكار، رقم: ٣٢١٩

پہنچے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، اے بلال! جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیمت دے دے اور کچھ زیادہ دے، انہوں نے چار دینار دیئے اور ایک قیراط سونا زیادہ دیا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ایک قیراط سونا زیادہ دیا تھا، وہ (کبھی) مجھ سے جدا نہیں ہوتا، ہمیشہ یہ قیراط حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھیلی میں رہتا۔

تراجم رجال

۱- مکی بن ابراهیم

یہ مکی بن ابراہیم بن بشر تمیمی بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- عبدالملك

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- عطاء

یہ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤- جابر بن عبدالله

یہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

قوله "عن عطاء بن ابی رباح وغیره یزید بعضهم علی بعض الخ"

یعنی ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ یہ روایت عطاء بن ابی رباح کی طرح دوسروں سے بھی نقل کرتے ہیں

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۴۸۱/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیله

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳۹/٤

(٤) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین الخ

اور بعض کی حدیث میں اس میں اضافہ ہے، آگے ہمارے متداول نسخوں میں ہے کہ "لم یُبَلِّغه کلھم رجلٌ واحدٌ منھم عن جابر بن عبداللّٰہ" (۱) مطلب یہ ہے کہ مکمل حدیث سب نے نقل نہیں کی ہے، بلکہ ایک آدمی نے مکمل حدیث نقل کی ہے اور تقدیرِ عبارت یہ ہوگی "لم یُبلّغه ای لم یسقه کلھم بل بلغه وساقه بتمامه رجل واحد منھم"۔

اور دوسرے نسخے میں ہے، "لم یبلغه کله رجل منھم" اس کا مطلب ہوگا کہ حدیث مجموعۂ مشائخ کے کلام سے مرکب ہے، ہر ایک نے الگ الگ پوری حدیث نقل نہیں کی ہے (۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی نسخے کو ترجیح دی ہے (۳)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "قوله: یزید بعضھم" میں ضمیر "غیر" کی طرف راجع ہے اس لئے کہ غیر باعتبار معنی جمع کے ہے اور "لم یبلغه" میں ضمیر "حدیث" یا "رسول" کی طرف راجع ہے اور "رجل" یہ کل سے بدل ہے (۴)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "لم یبلغه" میں ضمیر قطعی طور پر حدیث کی جانب راجع ہے، اس لئے کہ حدیث بسند متصل نقل کی گئی ہے (۵)۔

آگے علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکثر روایات "غیرِہ بالجر" کے ساتھ ہے، اس کے اعراب تو واضح ہے، بعض نسخوں میں "غیرُہ بالرفع" ہے، مبتدا ہونے کی وجہ سے اور "یزید" اس کی خبر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ "رجل" فعل مقدر لیبلغه کا فاعل ہو، بہر صورت یہ تراکیب تکلف وتعسف سے خالی نہیں ہیں (۶)۔

---

(۱) دیکھئے صحیح البخاري: ۱/۳۰۹، قدیمی، عمدة القاري: ۱۲/۱۹۷، وفتح الباري: ٤/٦١١

(۲) دیکھئے صحیح البخاري: ۱/۳۰۹، قدیمی، عمدة القاري: ۱۲/۱۹۷، وفتح الباري: ٤/٦١١

(۳) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦١١

(٤) دیکھئے شرح الکرماني: ۱۰/۱۳۸

(٥) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦١١

(٦) دیکھئے شرح الکرماني: ۱۰/۱۳۸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تنقید

حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکلف وتعسف کا قول عدم فہم کا نتیجہ ہے، ورنہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ابن جریج اس حدیث کو عطاء بن ابی رباح اور ان کے علاوہ دوسروں سے روایت کرتے ہیں اور وہ سب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں، لیکن ہر ایک نے الگ الگ پوری حدیث نقل نہیں کی ہے، بلکہ ہر ایک راوی نے حدیث کے ایک ایک جز کو نقل کیا ہے اور "قولہ: لم یبلغہ کلہ رجل" کا مطلب ہے "لم یسقہ بتمامہ" تو یہ ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رواۃ کے روایت کو نقل کرنے کے طریقہ کا بیان ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ، حدیث افک میں فرماتے ہیں، "وکل حدثنی طائفۃ من حدیثھا لکنہ زاد علیہ" گویا کہ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکمل حدیث رواۃ میں سے کسی نے بھی نقل نہیں کی، بلکہ ہر ایک نے ایک ایک قطعہ کو بیان کیا، تو اب اس میں کون سا تکلف وتعسف ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مشہور روایت کو چھوڑ دیا جس کی ترکیب میں کسی طرح کا کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا (۱)۔

حل اللغات

ثفال: سست رفتار اونٹ وغیرہ (۲)۔

جراب: چمڑے کا برتن یا تھیلہ، کنوئیں کا جوف، تلوار کا میان، اس کی جمع أجربۃ، جُرُبٌ، جُرْبٌ آتی ہیں (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قولہ: یا بلال اقضہ وزدہ فأعطاہ أربعۃ دنانیر وزادہ

---

(۱) دیکھئے فتح الباری: ٤/٦١٢

(۲) دیکھئے النہایۃ: ۱/۲۱۲

(۳) دیکھئے معجم الصحاح، ص: ۱٦۳

قیراطا“ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثمن سے کچھ زیادہ ادا کرنے کا حکم دیا اور اس زیادتی کی مقدار کو بیان نہیں کیا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عُرف پر اعتماد کرتے ہوئے ایک قیراط زیادہ دیا(۱)۔

قوله: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ

اس سے مراد فتح مکہ کا سفر ہے(۲)۔

قوله: ”قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم“

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کمالِ عشق ومحبت کی وجہ آپ کے عطاء کیے ہوئے اس قیراط کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ حرہ کے مشہور واقعہ کے دن، ان سے وہ قیراط اہلِ شام نے لے لیا، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے آخر میں اس مذکورہ زیادتی کو نقل کیا ہے(۳)۔

٩ - باب : وَكَالَةِ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

کسی عورت کا امام (حاکم) کو نکاح کا وکیل بنانا

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ عورت امام کو اپنے نکاح کا وکیل بنا سکتی ہے(۴)۔

حدیث باب

٢١٨٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٢٨٥

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٢٨٤

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٩٧

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/١٩٧

(٢١٨٦) وأخرجه البخاري رحمه الله تعالیٰ أيضاً في كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلّم القرآن وعلمه، =

قَالَ : جاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي . فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا . قَالَ : (قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) .

[٤٧٤١ ـ ٤٧٤٢ ـ ٤٧٩٩ ـ ٤٨٢٩ ، ٤٨٣٣ ، ٤٨٣٩ ، ٤٨٤٢ ، ٤٨٤٧ ـ ٤٨٥٤ ، ٤٨٥٥ ـ ٥٥٣٣ ، ٦٩٨١]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، یارسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کردی، ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کا نکاح مجھ سے کردیجئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے، اس عورت کا نکاح تجھ سے کردیا۔

تراجم رجال

۱- عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

= رقم: ٥٠٢٩، وباب القراءة عن ظهر القلب، رقم: ٥٠٣٠، وفي كتاب النكاح، باب تزويج المعسر، لقوله تعالى: ﴿إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾ الآية، رقم: ٥٠٨٧، وباب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح، رقم: ٥١٢١، وباب النظر إلى المرأة قبل التزويج، رقم: ٥١٢٦، وباب إذا كان الولي هو الخاطب، رقم: ٥١٣٢، باب السلطان ولي لقول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : زوجتكها بما معك من القرآن، رقم: ٥١٣٥، وباب إذا قال الخاطب للولي زوّجني فلانة فقال قد زوجتك بكذا الخ، رقم: ٥١٤١، وباب التزويج على القرآن وبغير صداق، رقم: ٥١٤٩، وباب المهر بالعروض وخاتم من حديد، رقم: ٥١٥٠، وفي كتاب اللباس، باب خاتم الحديد، رقم: ٥٨٧١، وفي كتاب التوحيد، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا شخص اغير من الله، رقم: ٧٤١٧، وأخرجه مسلم في صحيحه في كتاب النكاح، باب ندب النظر إلى وجه المرأة وكفيها، رقم: ١٤٢٥، والنسائي في سننه في كتاب النكاح، باب عرض المرأة نفسها على من ترضى، رقم: ٣٢٤٩، وأخرجه مالك رحمه الله تعالىٰ في موطئه، رقم: ٣٢٥٠، واحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده: ٥/٣٢٠

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ١/٢٨٩، ٤/١١٣

۲- مالك

یہ امام دار الہجرۃ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۳- ابو حازم

یہ ابوحازم سلمۃ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۴- سهل بن سعد

یہ سہل بن سعد بن مالک ابوالعباس ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اور علامہ داوُدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

علامہ داوُدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں توکیل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے، نہ ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خاتون سے اجازت طلب کی اور نہ ہی اس خاتون نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وکیل بنایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نکاح توکیل کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ ﴿النبي اولیٰ بالمؤمنین من أنفسهم﴾ الآیة(٤) یعنی: ”نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے“ کی وجہ سے کیا تھا(٥)۔

علامہ عینی وحافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ کا جواب

یہ حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اس خاتون نے کہا "قد وهبت لك نفسي" تو اس

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۰، ۲/۸۰

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه

(٤) احزاب: ٦

(٥) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦١٢، وعمدة القاري: ١٢/١٩٨

نے اپنے معاملے کو آپ کے حوالے کر دیا، تو گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے آپ کو اپنا وکیل بنا دیا اور جب وکیل بنا دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی توکیل کے بعد اس کا نکاح کروا دیا، یہ حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے شخص سے اس کا نکاح کیا اور انہوں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو گویا عملی توکیل ان کی طرف سے پائی گئی(۱)۔

قوله: "جاءت امرأة"

یہ خاتون کون تھی، اس کے نام میں اختلاف ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ خولہ بنت حکیم تھی اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ ام شریک ازدیہ تھی (۲)۔

ایک نحوی اشکال اور اس کا جواب

قوله: "وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي"...... ہمارے نسخے میں "وهبت لك نفسي" "من" کے بغیر ہے(۳)، لیکن اکثر شراح کے نسخوں میں یہ روایت "وَهَبْتُ لكَ مِنْ نَفْسِي" یعنی بطور تاکید کے "مِنْ" کی زیادتی کے ساتھ نقل کی گئی ہے(۴)۔

اس صورت میں یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ "من" کی زیادتی کے لئے نحویین تین شرائط بیان کرتے ہیں:

۱-"من" سے پہلے نفی یا نہی یا ہل کے ذریعے سے استفہام ہونا ضروری ہے، جیسا کہ ﴿وَمَا تسقط من ورقة إلا يعلمها﴾ الآية اور "لا يقم من أحد" اور ﴿فارجع البصر هل ترى من فطور﴾ الآية میں ہے۔

۲-اس کے مجرور کا نکرہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے۔

۳-نیز اس کا فاعل یا مفعول یا مبتدا ہونا ضروری ہے۔

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٦١٢/٤، وعمدة القاري: ١٩٨/١٢

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٦١٢/٤، وعمدة القاري: ١٩٨/١٢

(۳) دیکھئے، صحیح البخاري: ٣١٠/١، قدیمی

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٨٥/٥، فتح الباري: ٦١٢/٤، وعمدة القاري: ١٩٨/١٢

اور یہاں صورتِ مذکورہ میں پہلی دو شرطیں مفقود ہیں(۱)۔

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ مذکورہ شرائط بصریین کے نزدیک ہیں جب کہ حضراتِ کوفیین اور امام اخفش کے نزدیک "مِنْ" کی زیادتی کے لئے پہلی دو شرطوں کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ ﴿ولقد جاءك من نبأ المرسلين﴾ اور ﴿يغفر لكم من ذنوبكم﴾ اور ﴿يحلون فيها من اساور﴾ میں ہے(۲)۔

تشریح حدیث

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت کئی جگہ پر نقل کی ہے، جیسا کہ تخریج میں گزر چکا، کتاب النکاح میں یہ روایت زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے۔ وہیں اس حدیث سے متعلق دیگر مباحثِ فقہیہ کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے(۳)۔

۱۰ - باب: إذا وكل رجلا، فترك الوكيل شيئا فأجازه الموكل فهو جائز، وإن أقرضه إلى أجل مسمى جاز.

ایک شخص کسی کو وکیل کرے پھر وکیل کسی چیز کو چھوڑ دے، اب اگر مؤکل اس کی اجازت دے دے تو ایسا کرنا درست ہے اور اگر معین میعاد تک کسی کو قرض دے تو بھی جائز ہے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ترجمہ قائم کیا تھا، باب إذا وهب شيئا لوكيل الخ اس میں یہ بتایا تھا کہ وکیل، مؤکل کی طرف سے قبضہ کر سکتا ہے، اب اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ وکیل اگر اپنی طرف سے کچھ چھوڑ دے اور معاف کر دے تو آیا وکیل کا یہ چھوڑنا اور

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۲۸۶/۵

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۹۸/۱۲، وفتح الباري: ۶۱۳/۴، وإرشاد الساري: ۲۸۶/۵

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب النکاح، باب تزويج المعسر لقوله تعالى: ﴿إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله﴾ (النور: ۳۲)، ص: ۱۶۶

معاف کرنا صحیح ہے یا نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بتارہے ہیں کہ یہ بھی جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ بعد میں مؤکل اجازت دے دے، مثلاً کسی شخص کا کسی پر دَین واجب تھا، مؤکل نے اپنے وکیل سے کہا جاؤ وہ قرضہ وصول کرلو، اب مثلاً وہ پانچ ہزار روپے کا قرضہ ہے، وکیل قبضہ کرنے کے لئے گیا، مدیون قرضہ ادا کرنے لگا تو اس میں پچاس روپے کی کمی تھی، وکیل نے یہ دیکھا کہ اب اگر میں چھوڑ دیتا ہوں تو یہ سارے ہی ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے اور اگر لے لیتا ہوں تو صرف پچاس روپے ہی کا نقصان ہوگا، مصلحت یہی معلوم ہوتی ہے کہ پچاس روپے چھوڑ دوں اور باقی وصول کرلوں، اس طرح سے اگر وکیل کرتا ہے تو جائز ہے اور ظاہر ہے کہ مؤکل بھی اس کی اجازت دے دے گا، وہ بھی یہ جانتا ہے کہ اگر پچاس روپے کی وجہ سے دَین کو وصول نہ کیا جاتا تو سارا کا سارا ہلاک ہوجاتا اور اسی طرح اگر وکیل کسی کو مقررہ مدت تک کے لئے قرضہ دے، تو جائز ہے بشرطیکہ مؤکل اس کی اجازت دے دے(۱)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب سے یہ بات بھی مفہوم ہوتی ہے کہ اگر مؤکل، وکیل کے افعالِ مذکورہ کی اجازت نہ دے، تو یہ افعال ناجائز ہوں گے(۲)۔

حدیثِ باب

۲۱۸۷ : وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ ، فَأَتَانِي آتٍ ، فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ ، فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ : وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ . قَالَ : إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ ، قَالَ : فَخَلَّيْتُ عَنْهُ ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ) . قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً ، وَعِيَالًا ، فَرَحِمْتُهُ

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۰۳، فتح الباري: ٤/٦١٤، بتفصيل

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۰۳، فتح الباري: ٤/٦١٤

(۲۱۸۷) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، رقم الحديث: ۳۱۰۱، وفي كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة، رقم الحديث: ٤٧٢٣، وذكره محمد بن فتوح الحميدي في الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم من أفراد البخاري: ۳/۱۹٥، رقم الحديث: ۲٥٦٨، وأخرجه النسائي في "عمل اليوم والليلة": ٤/٢٧٠، وانظر تحفة الأشراف: ۱۰/۳٤٥، رقم: ۱٤٤٨۲

فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ . قَالَ : (أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ . وَسَيَعُودُ) . فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ . لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ : (إِنَّهُ سَيَعُودُ) . فَرَصَدْتُهُ . فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ . فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ : لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ . قَالَ : دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ . لَا أَعُودُ . فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ . فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا . فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ . قَالَ : (أَمَا إِنَّهُ كَذَبَكَ ، وَسَيَعُودُ) . فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ . فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ : لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ، وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ . ثُمَّ تَعُودُ . قَالَ : دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا . قُلْتُ مَا هُوَ؟ قَالَ : إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ . فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ : «اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ» . حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ . وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ . فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ ، فَأَصْبَحْتُ . فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ . قَالَ : (مَا هِيَ) . قُلْتُ : قَالَ لِي : إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ . فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ : «اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ» . وَقَالَ لِي : لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ . وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ – وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ – فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ) . قَالَ : لَا . قَالَ : (ذَاكَ شَيْطَانٌ) . [۳۱۰۱ ، ۴۷۲۳]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوۃ (یعنی صدقۂ فطر) کی حفاظت پر مقرر کیا پھر ایک شخص آیا اور لپ بھر بھر کے اناج لینے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا: خدا کی قسم! میں تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جاؤں گا، وہ کہنے لگا: میں محتاج ہوں، بال بچے والا اور بڑی سخت تکلیف میں ہوں (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ) میں نے (رحم کر کے) اس کو چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات کو تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے بڑی سخت محتاجی اور بال بچوں کا شکوہ کیا، مجھے رحم آیا میں نے اس کو چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور

24

وہ پھر آئے گا، تو میں نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے یقین کر لیا کہ وہ پھر آئے گا، میں اس کی تاک میں رہا (ایسا ہی ہوا) وہ آن پہنچا اور لپ بھر بھر کر غلہ لینے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: اب تو تجھے ضرور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا، وہ کہنے لگا: میں محتاج ہوں، عیال دار ہوں، اب نہیں آؤں گا، پھر مجھے رحم آ گیا میں نے اس کو چھوڑ دیا، صبح کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا شکوہ کیا، میں نے رحم کر کے اس کو چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، خبردار! اس نے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا، میں تیسری بار اس کی تاک میں رہا، وہ آیا اور اناج کے لپ اٹھانے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا، یہ تیسری مرتبہ کا آخری موقع ہے تو کہتا ہے کہ میں اب نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے، وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایسے کلمات سکھلاتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ دے گا، میں نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تم سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی (اللہ لا إلہ إلا ہو الحی القیوم) سے اخیر آیت تک پڑھ لیا کرو، بلاشبہ صبح تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک حافظ (نگہبان) تجھ پر رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا، (یہ سن کر) میں نے اس کو چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: تیرے رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے کہا وہ مجھ کو ایسے کلمات سکھائے گا کہ جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا، تو میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ (کلمات) کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے مجھے کہا کہ جب تو اپنے بستر پر جائے تو آیۃ الکرسی (اللہ لا إلہ إلا ہو الحی القیوم) اخیر تک پڑھا کر اور کہنے لگا: اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان تجھ پر مقرر رہے گا اور شیطان صبح تک تیرے قریب نہیں آئے گا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی بات کے سب سے زیادہ حریص تھے، اس پر نبی

اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا، حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے، اے ابوہریرہ! تو جانتا ہے تین راتوں سے تیرے پاس کون آتا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔

تراجم رجال

۱- عثمان بن الهيثم

یہ عثمان بن الہیثم ابوعمرو المؤذن رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

۲-عوف

یہ عوف بن ابی جمیلہ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

۳- محمد بن سيرين

یہ محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

٤- أبوهريره

یہ مشہور صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، ان کے احوال بھی ماقبل میں گزر چکے (۴)۔

قوله: قَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ ......

یہاں سیاق حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حدیث معلّق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اسی

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۵۳۵

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۵۲۲

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۵۲٤

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۵۹

حدیث کو مختصراً "كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده" میں اور "كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة" میں بھی بغیر تحدیث کی صراحت کے نقل کیا ہے۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ، اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عثمان بن ہیثم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے طریق سے اس حدیث کو موصولاً ذکر کیا ہے (۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حدیثِ باب سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ صدقۂ فطر کی حفاظت کے لئے وکیل تھے اور جب اس شیطان نے اس میں سے غلہ لے لیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بے کسی اور احتیاجگی کا سن کر وہ صدقۂ فطر اس سے نہیں چھینا اور اس کے پاس رہنے دیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قصہ سن کر سکوت فرمانا، یہ بمنزلہ اجازت کے ہے اور یہی ترجمۃ الباب ہے کہ وکیل اگر کچھ چھوڑ دے اور مؤکل اس کی اجازت دے دے تو ایسا کرنا درست وجائز ہے (۲)۔

اب رہا ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کا اثبات یعنی وکیل کا کسی کو قرض دینا، تو اس سلسلے میں علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ وکیل تھے، انہوں نے اس غلہ اٹھانے والے شیطان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اس قضیہ کو پہنچانے تک کی جو مہلت دی، اس سے ترجمے کے جزء ثانی کا اثبات ہو جاتا ہے (۳)۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غلہ جو کہ صدقۂ فطر کا مجموعہ تھا، جب شیطان نے اس میں سے لیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں محتاج ومسکین ہوں اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو ان کا اس طرح چھوڑ دینا گویا کہ اجلِ معلوم تک کے لئے قرضہ دینا ہے اور وہ اجلِ معلوم

(۱) دیکھئے فتح الباري: ٤/٦١٤، وعمدة القاري: ١٢/٢٠٤

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٠٤

(۳) دیکھئے، شرح الکرماني: ١٠/١٤١

مساکین پر اس صدقۂ فطر کی تقسیم کا وقت ہے اس لئے کہ ان حضرات کی عادت یہی تھی کہ وہ صدقۂ فطر کو عید سے چند دن پہلے جمع کرلیا کرتے تھے۔ تو گویا کہ انہوں نے اسی اجلِ معلوم تک کے لئے اس کو قرضہ دیا(۱)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور ایک عفریت من الجن آیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اسکو نہیں پکڑا تھا کہ کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا "رب ھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد" کے خلاف نہ ہو جائے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑ لیا اور اس سے خوشامد بھی کروائی اور پھر چھوڑ دیا۔ تو کہا جائے گا کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی تھی اس لئے ادہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد نہیں آئی تھی، اس لئے انہوں نے پکڑ لیا۔

دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز میں جو جن آیا تھا وہ رأس الشیاطین ابلیس تھا اور یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس کی ذریت میں سے کوئی چھوٹا موٹا شیطان تھا اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پکڑ لیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا(۲)۔

ایک اور اشکال اور اس کا جواب

اس کے بعد آگے پھر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا تھا کہ وہ لوٹ کر پھر آئے گا اور وہ تم سے جھوٹ بول رہا تھا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر دوسرے دن اور تیسرے دن اس کو کیوں چھوڑا۔

اس کے متعلق کہا جائے گا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واقعی چھوڑنا تو نہیں چاہیے تھا لیکن

---

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۲۰٤، فتح الباري: ٤/٦١٤۔

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٢٩٠

وہ یہ سمجھے کہ یہ بہت مجبور ہے اور مجبوری کی وجہ سے بار بار آتا ہے اس لئے ان کو رحم آگیا اور انہوں نے چھوڑ دیا یعنی وہ جھوٹ مجبوری کی وجہ سے بول رہا تھا اور یا یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنی مصیبت اور پریشانی کا ہنگامہ اتنا برپا کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد نہ رہی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا(۱)۔

قوله: آيَةَ الْكُرْسِيِّ (اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ)

یہاں تو صرف آیۃ الکرسی کا ذکر ہے، جب کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آیۃ الکرسی وخاتمۃ سورۃ البقرۃ ﴿آمن الرسول﴾ (البقرۃ: ۲۸۵)(۲) یعنی آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی اخیر آیات دونوں کا ذکر ہے۔

مختصر فضائل آیت الکرسی وخاتمۂ سورہ بقرۃ

احادیثِ مبارکہ میں آیت کرسی اور سورہ بقرہ کے اخیر رکوع کے بہت سارے فضائل وارد ہوئے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے، جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن شریف کی تمام آیتوں کی سردار ہے، وہ آیت جیسے ہی کسی گھر میں پڑھی جائے اور وہاں شیطان ہو تو فوراً نکل جاتا ہے، وہ آیت الکرسی ہے(۳)۔

۲- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوالمنذر! (یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے) کیا تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا

---

(۱) دیکھئے، الکنز المتواري: ۳۸۵/۱۰

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۰۶/۱۲، وفتح الباري: ۶۱۵/۴

(۳) أخرجه الحاكم في مستدركه وقال: صحيح الاسناد، كتاب التفسير، من سورة البقرة، رقم الحديث: ۳۰۲۶، وسكت عنه الذهبي رحمه الله تعالىٰ في التلخيص ونقله المنذري في الترغيب: ۳۷۰/۲

رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا: ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا، ﴿الله لا إلـه إلا هو الحي القيوم﴾ (آیۃ الکرسی) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا (گویا اس جواب پر شاباش دی) اور ارشاد فرمایا: ابوالمنذر! تجھے علم مبارک ہو(۱)۔

۳- ایک روایت میں ہے کہ قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس آیت (آیۃ الکرسی) کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں، جو عرش کے پائے کے پاس اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں(۲)۔

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "ہر چیز کی کوئی چوٹی ہوتی ہے (جو سب سے اوپر و بالاتر ہوتی ہے) اور قرآن کریم کی چوٹی سورۃ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت ایسی ہے جو قرآن شریف کی ساری آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے" (۳)۔

۵- حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں کسی رات میں پڑھ لے تو یہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہو جائیں گی(۴)۔

۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں آسمان سے کچھ چرچراہٹ سنائی دی، انہوں نے سر اٹھایا اور کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے، جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، اس فرشتے نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور کہا:

(١) أخرجه مسلم في باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، رقم: ١٨٨٥

(٢) أخرجه احمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده، ورجاله الصحيح، كذا في مجمع الزوائد: ٣٩/٧

(٣) أخرجه الترمذي رحمه الله تعالىٰ في باب ماجاء في سورة البقرة وآية الكرسي، رقم الحديث: ٢٨٧٨، وقال الترمذي رحمه الله تعالىٰ: هذا حديث غريب.

(٤) أخرجه الترمذي في باب ماجاء في آخر سورة البقرة، رقم الحديث: ٢٨٨١، وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح.

آپ کو خوشخبری ہو، ان دونوروں کی جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے تھے، ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرے سورۃ بقرہ کی آخری (دو) آیات، آپ ان میں سے جو جملہ بھی پڑھیں گے وہ آپ کو ملے گا (یعنی اس کا ثواب)(۱)۔

۷-حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "آسمان وزمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی، اس کتاب میں دو آیتیں نازل فرمائیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کو ختم فرمایا، یہ آیتیں جس مکان میں تین رات تک پڑھی جاتی رہیں، شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں آتا (۲)۔

باب: إذا باع الوكيل شيئاً فاسداً، فبيعه مردود

اگر وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے طریقے سے بیچے تو وہ بیع مردود (قابل رد) ہے

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وکیل بائع ہو اور بیع فاسد کرے تو آیا اس کی بیع کا اعتبار ہوگا یا نہیں، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اس بیع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وکیل تصرفات صحیحہ کا مجاز ہے، تصرفات فاسدہ کا اختیار اس کو نہیں ہے (۳)۔

۲۱۸۸ - حدثنا إسحق: حدثنا يحيى بن صالح: حدثنا معاوية، هو ابن سلام، عن

---

(۱) أخرجه مسلم في باب فضل الفاتحة ......، رقم الحديث: ۱۸۷۷

(۲) أخرجه الترمذي في باب ماجاء في آخر سورة البقرة، رقم الحديث: ۲۸۸۲، وقال الترمذي: هذا حديث حسن غريب.

(۳) دیکھئے، الكنز المتواري: ۱۰/۳۸۶

(۲۱۸۸) أخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب بيع الطعام مثلاً بمثل، رقم: ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، وابن حبان في صحيحه في كتاب البيوع، ذكر البيان بأن بيع الصاع من التمر بالصاعين يكون ربا، رقم: ۵۰۲۲، والنسائي في كتاب البيوع، باب بيع التمر بالتمر، رقم: ۴۵۵۵

يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: (مِنْ أَيْنَ هٰذَا). قَالَ بِلَالٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: (أَوَّهْ أَوَّهْ، عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا، لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ).

ترجمہ: (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس برنی کھجور (ایک عمدہ قسم کی کھجور) لے کر آئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میرے پاس خراب کھجوریں تھیں، میں نے اس کے دو صاع دے کر اس (عمدہ کھجور) کا ایک صاع لے لیا تاکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا، اوہ اوہ! یہ تو بالکل سود ہے، بالکل سود ہے، ایسا مت کر، اگر تو آئندہ کھجور خریدنا چاہے تو اپنی کھجور بیچ ڈال پھر (عمدہ) کھجور اس کے (ثمن) کے بدلے میں خرید لے۔

تراجم رجال

۱- اسحق

اسحق سے مراد یا تو اسحق بن ابراہیم حنظلی ابن راہویہ ہیں (۱) جیسا کہ ابوہیثم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے اور یا اسحق بن منصور بن بہرام الکوسج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)، جیسا کہ ابوعلی جیانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ٤٢٨/٣

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٤٢٠/٢

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٩١/٥

۲– یحییٰ

یہ یحییٰ بن صالح الوحاظی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۳– معاویہ

یہ معاویہ بن سلّام بن ابی سلام الحبشی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

٤– یحییٰ

یہ یحییٰ بن ابی کثیر الطائی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

٥– عقبة بن عبدالغافر

یہ عقبہ بن عبدالغافر ازدی عوذی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ کی کنیت ابونہار ہے اور آپ بصری ہیں(۴)۔

اساتذہ کرام

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن مغفل مزنی، ابوامامہ باہلی، ابوسعید خدری اور ابوعبیدۃ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم(۵) سے روایات نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ کرام

سلیمان تیمی، عبداللہ بن عون، علی بن زید بن جُدعان، قتادہ، ابوہیثم قَطن بن کعب، محمد بن سیرین،

(۱) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الصلاة، باب إذا كان الثوب ضيقا

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب أبواب الكسوف، باب النداء بالصلاة جامعة

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۲۶۷/۲

(٤) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۲۸/۲۰

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۲۸/۲۰

ابومعذل مُرّة بن دَبّاب، یحییٰ بن ابی اسحٰق حضرمی اور یحییٰ بن ابی کثیر(۱) وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں۔

علامہ عجلی اور امام نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثِقَة"۔

اور علامہ ابن حبان نے بھی ان کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے(۲)۔

وفات

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، یحییٰ بن سعید قطان سے نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جماجم والے معرکہ کے دن ۸۳ھ میں شہید ہوئے(۳)۔

٦- ابوسعید خدری

حضرت ابوسعید خدری سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ان کا تذکرہ گزر چکا(۴)۔

۷- بلال رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

مؤذنِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ گزر چکا(۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت پر اشکال اور اس کا جواب

یہاں پر اشکال ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وکیل بالبیع الفاسد کی بیع مردود ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۲۰/۲۸

(۲) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۲۰/۲۸

(۳) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۲۰/۲۸، والتاريخ الأوسط: ۱/۱۸۷

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۸۲

(٥) دیکھئے، كشف الباري، كتاب العلم، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن، وكتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الأحمر

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کھجور لے کر آئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہاں سے لائے ہو، حضرت بلال نے کہا میرے پاس ردی کھجوریں تھیں اور میں نے ان کے دو صاع کے بدلے میں یہ عمدہ کھجور ایک صاع لی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوش فرمالیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے، تو یہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو رد کرو(۱)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اور اس میں ہے کہ "هذا الربا فردوه" لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں صراحۃً رد کرنے کا حکم دیا ہے(۲)۔ اور گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب سے حدیثِ باب کے بعض طرق کی طرف اشارہ کردیا ہے(۳)۔

اور دوسرا ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ اسی روایت سے مدعیٰ ثابت ہو رہا ہے، اس طرح کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں، "اوه اوه! عين الربا عين الربا لا تفعل" یعنی یہ تو ربیٰ ہے ایسا نہ کرو، اب ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو رد فرمایا ہے اور یہ بیع مردود ہے(۴)۔

۱۲ - باب : الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ . وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ .

وقف کے مال میں اور اس کے خرچ میں وکیل بنانے کا حکم اور وکیل کا دستور کے موافق اپنے دوست کو کھلانا اور خود کھانا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ وکالت جس طرح املاک کے اندر جائز ہے، اوقاف میں

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸، وفتح الباري: ٤/٦١٧

(۲) دیکھئے، صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب بيع الطعام مثلاً بمثل، رقم: ١٥٩٤، ١٥٩٥

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸، وفتح الباري: ٤/٦١٧

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸

بھی جائز ہے اور اس کے نفقات میں بھی جائز ہے، اگر مؤکل وکیل سے یہ کہہ دے کہ تم اس وقف کے وکیل ہو اور اپنے دوست کو بھی تم کھلا سکتے ہو اور خود بھی عُرف کے مطابق کھا سکتے ہو، یہ جائز اور درست ہے(۱)۔

٢١٨٩ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : عَنْ عَمْرٍو : قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيقًا ، غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مالاً . فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ ، يُهْدِي لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ، كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ .

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقہ کے بارے میں فرمایا کہ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کے باب میں جو وقف نامہ لکھوایا تھا، اس میں یوں ہے کہ) صدقے کے متولی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس میں سے کھائے اور اپنے دوست کو کھلائے لیکن وہ اپنے لئے مال جمع نہ کرے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقہ کے متولی تھے اور آپ اہل مکہ میں سے ان لوگوں کو تحفے بھیجا کرتے تھے، جن کے ہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا کرتے تھے۔

تراجم رجال

۱ — قتیبہ

یہ قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۱۱/۱۲، ولامع الدراري: ۲۲۵/٦

(٢١٨٩) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الشروط، باب الشروط في الوقف، رقم: ۲۷۳۷، وفي كتاب الوصايا، باب وما للوصي أن يعمل في مال اليتيم وما يأكل منه بقدر عمالته، رقم: ۲۷٦٤، وفي باب الوقف، كيف يكتب، رقم: ۲۷۷۲، وباب الوقف للغني والفقير والضيف، رقم: ۲۷۷۳، وباب نفقة القيم للوقف، رقم: ۲۷۷٦، وانفرد به البخاري رحمه الله تعالىٰ، انظر تحفة الأشراف: ٤٠/٧، رقم الحديث: ۷۳٦۰

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱۸۹/۲

۲- سفیان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۳- عمرو

یہ عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

٤- عمر بن خطاب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے(۴)۔

تشریح

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختصراً اس حدیث کو پیش کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمین وقف کرنے، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشورے سے ایک وقف نامہ لکھنے کے مفصل واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس روایت کی تخریج امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مواضع میں کی ہے(۵)۔

کتاب الشروط اور وصایا کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی اور اس جائیداد کا نام "ثَمغ" تھا اور وہ ایک باغ تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورے کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں ایک

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۲۸، ۳/۱۰۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٤/۳۰۹

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۳۹، ۲/٤۷٤

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۱۱

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۱۱، ولامع الدراري: ٦/۲۲٥

زمین ملی ہے اور اس سے عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بارے میں مجھے کیا حکم فرماتے ہیں، کہ کس طرح میں اسے ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بناؤں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چاہو تو اصل اپنے قبضے میں باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع کو صدقہ کردو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شرط کے ساتھ صدقہ (وقف) کیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ وراثت میں کسی کو ملے اور فقراء، رشتہ دار، غلام آزاد کرنے، اللہ تعالیٰ کے راستے کے مجاہدوں، مہمانوں اور مسافروں کے لئے وقف ہے اور جو شخص بھی اس کا متولی ہو اگر وہ عُرف کے مطابق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ ذخیرہ اندوزی کا ارادہ نہ ہو۔

١٣ – باب : الْوَكَالَةِ فِي الحُدُودِ .

حد لگانے کے لئے کسی کو وکیل کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد اور علماء کے اختلاف کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اقامۃ الحدود یعنی حدود قائم کرنے میں وکیل بنانا جائز ہے لہٰذا اگر امام کسی دوسرے آدمی کو حد قائم کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے اور وکیل بناتا ہے تو ٹھیک ہے(۱)۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ خود امام کا حاضر رہنا ضروری ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض حنابلہ، بعض شافعیہ اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ امام کا حاضر ہونا ضروری نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض شافعیہ کے نزدیک امام کا حاضر ہونا ضروری ہے(۲)۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب سے بظاہر فریق اول والے حضرات کی تائید کی ہے اور دلیل میں حدیثِ باب کو پیش کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے رجم کر دینا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود تشریف نہیں لے گئے(۳)۔

(۱) دیکھئے، الكنز المتواري: ٢/٣٩١، وشرح ابن بطال: ٦/٣٧٢

(۲) دیکھئے، المغني لابن قدامة مقدسي: ١/١١٠١

(۳) دیکھئے، المغني لابن قدامة مقدسي: ١/١١٠١

احناف وحنابلہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکیل تھوڑا ہی تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو گویا کہ حاکم وعامل بنا کر بھیجا تھا لہٰذا وہ خود ذمہ دار تھے، بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اصل میں یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اثباتِ حدود کے اندر توکیل کا جواز بیان کر رہے ہیں اور اس میں بھی حضراتِ علماء کا اختلاف ہے۔

اثباتِ حدود واستیفاء حدود (اقامت حدود) میں اختلاف کی مزید تفصیل

اب یہاں دو باتیں ہیں، ایک اثباتِ حدود اور ایک استیفاء حدود (اقامتِ حدود) تو ان میں علماء کرام کے اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ حنابلہ ان دونوں میں توکیل کے جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل حدیثِ باب ہے، "قوله: واغد يا أنيس إلى امرأة هذا، فإن اعترفت فارجمها الخ". تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اثباتِ حدِ زنا اور اقامتِ حدِ زنا دونوں کا وکیل بنایا، لیکن حنابلہ میں سے ابوالخطاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اثباتِ حدود کے لئے وکالت درست نہیں ہے(۱)۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ اثباتِ حدود میں سوائے حدِ قذف کے توکیل جائز نہیں ہے اور عدمِ جواز کی علت ان کے ہاں یہ ہے کہ اثباتِ حدود، اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور ہمیں شبہات کی وجہ سے بھی ان کے ساقط کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے اور جوازِ توکیل میں تو انہیں ہر حال میں نافذ کرتا ہے لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور جہاں تک اثباتِ حدِ قذف میں توکیل کے جواز کا تعلق ہے تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آدمی کا حق ہے لہٰذا اس میں دیگر مالی معاملات کی طرح توکیل جائز ہے(۲)۔

اور استیفاء حدود میں مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ توکیل کے جواز کے قائل ہیں، اسی حدیثِ باب کی وجہ سے، نیز حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی

(۱) دیکھئے، المغني لابن قدامة: ۱۱۰۱/۱

(۲) دیکھئے، الإنصاف: ۲۶۰/۵، كشاف القناع: ۴۶۵/۳، مهذب: ۳۵۶/۱

اللہ تعالیٰ عنہ کو رجم کرنے کا حکم دیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو سنگسار کیا(۱)۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ولید بن عقبہ پر شرب خمر کی حد قائم کرنے کے لئے وکیل بنایا اور انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وکیل بنایا اور ان کے انکار پر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وکیل بنایا پھر انہوں نے ولید بن عقبہ پر حد قائم کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو شمار کیا(۲)۔

حنفیہ کی رائے اس سلسلے میں یہ ہے کہ مؤکل کی عدم موجودگی میں حدود وقصاص وصول کرنے کے لئے وکیل کرنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن گواہ پیش کرکے حدود وقصاص ثابت کرنے کے لئے وکیل کرنے میں اختلاف ہے، یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدود وقیاس ثابت کرنے کے لئے وکیل کرنا جائز ہے، اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ناجائز ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مضطرب ہے، چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ابویوسفؒ کے ساتھ ہیں، اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ شیخین کا اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ مؤکل عدالت میں موجود نہ ہو، لیکن اگر وہ عدالت میں موجود ہو تو اثباتِ حدود وقیاس کے لئے وکیل کرنا بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ مؤکل کی موجودگی میں وکیل کا کلام مؤکل کی طرف منتقل ہوجاتا ہے تو گویا کہ مؤکل نے خود گفتگو کی ہے اور ظاہر کہ جب مؤکل خود گفتگو کرے تو اثباتِ حدود وقصاص میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

امام ابویوسفؒ کی دلیل

مسئلہ مختلف فیہا میں امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل کی غیر موجودگی میں حدود وقصاص ثابت کرنے کے لئے وکیل کرنا، درحقیقت اپنا نائب مقرر کرنا ہے، اور نائب مقرر کرنے میں ایک قسم کا شبہ ہے، اور

(۱) أخرجه مسلم: ۱۳۲۲/۳

(۲) أخرجه مسلم: ۱۳۳۱/۳، ۱۳۳۲

یہ بات مسلّم ہے کہ حدود وقصاص میں شبہات سے بھی احتراز کیا جاتا ہے، لہٰذا نیابت کے شبہ کی وجہ سے حدود وقصاص ثابت کرنے کے لئے وکیل کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ شبہ بدلیت کی وجہ سے شہادت علی الشہادت، حدود وقصاص میں قبول نہیں کی جاتی، اور جیسے معاف کردینے کے شبہ کی وجہ سے مؤکل کی غیر موجودگی میں قصاص وصول کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح شبہ نیابت کی وجہ سے حدود وقصاص ثابت کرنے کے لئے وکیل کرنا ناجائز ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ خصومت یعنی مقدمہ دائر کرنا ثبوتِ حدود وقصاص کے لئے محض ایک شرط ہے، بغیر خصومت کے حد اور قصاص کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے اور خصومت شرط محض اس لئے ہے کہ حد کا نفسِ وجوب، نفسِ جنایت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جنایت کا ظہور نفسِ شہادت کی طرف، اور خصومت یعنی مقدمہ دائر کرنے کی طرف نہ وجوبِ حد منسوب ہوتا ہے اور نہ ظہورِ جنایت۔ لہٰذا خصومت ثبوتِ حد کے لئے محض ایک شرط ہوئی اور شرط محض حقوق میں سے ایک حق ہے اور سابق میں گزر چکا ہے۔ کہ تمام حقوق میں وکیل کرنا جائز ہے لہٰذا خصومت یعنی حدود وقصاص ثابت کرنے کے لئے دعوے کرنے کے واسطے بھی وکیل کرنا جائز ہوگا(۱)۔

۲۱۹۰ : حدّثنا أبو الوليد : أخبرنا الليث ، عن ابن شهاب ، عن عبيد الله ، عن زيد ابن خالد وأبي هريرة رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : (واغد يا أنيس إلى امرأة هذا ، فإن اعترفت فارجمها) .

[۲۵۰٦ ، ۲۵٤۹ ، ۲۵۷۵ ، ٦۲۵۸ ، ٦٤٤۰ ، ٦٤٤۳ ، ٦٤٤٤ ، ٦٤٤٦ ، ٦٤٥۱ ،

(۱) دیکھئے، الهداية شرح البداية، كتاب الوكالة: ۱۸٦/۳، بدائع الصنائع: ۲۱/٦، ۲۲، البحر الرائق: ۱٤۷/۷، الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥٦٤/۳، الموسوعة الفقهية: ۳٥/٤٥، ۳٦

(۲۱۹۰) أخرجه البخاري في كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، رقم: ۲٦۹٥، =

٦٤٦٧ ، ٦٧٧٠ ، ٦٨٣١ ، ٦٨٣٢ ، ٦٨٥٠]

ترجمہ: (حضرت زید بن خالد جُہنی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انیس بن ضحاک اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے انیس! تو اس کی عورت کے پاس جا، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگسار کر۔

= ٢٦٩٦، وفي كتاب الشروط، باب الشروط التي لا تحلّ في الحدود، رقم: ٢٧٢٢، ٢٧٢٥، وفي كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، رقم: ٦٦٣٣، ٦٦٣٤، وفي كتاب المحاربين من أهل الكفر والردة، باب الاعتراف بالزنى، رقم: ٦٨٢٧، ٦٨٢٨، وفي باب البكران يُجلدان وينفيان، رقم: ٦٨٣١، ٦٨٣٣، وفي باب من أمر غير الإمام بإقامة الحد غائباً عنه، رقم: ٦٨٣٥-٦٨٣٦، وفي باب إذا رمى امرأته أو أمرة غيره بالزنى عند الحاكم والناس الخ، رقم: ٦٨٤٢، ٦٨٤٣، وباب هل يأمر الإمام رجلاً فيضرب الحد غائباً عنه، رقم: ٦٨٥٩، ٦٨٦٠، وفي كتاب الأحكام، باب هل يجوز للحاكم ان يبعث رجلاً وحده للنظر في الأمور، رقم: ٧١٩٣، ٧١٩٤، وفي كتاب أخبار الآحاد، باب ماجاء في اجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان والصلاة والصوم والفرائض والأحكام، (رقم: ٧٢٧٨، ٧٢٥٩) وفي كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ، (رقم: ٧٢٧٨، ٧٢٧٦)، وأخرجه النسائي في سننه في كتاب آداب القضاة، باب صون النساء عن مجلس الحكم، (رقم: ٥٤١٠، ٥٤١١)، وأخرجه الترمذي في جامعه، في أبواب الحدود، باب ماجاء في درء الحد عن المعترف إذا رجع، (رقم: ١٤٢٩، مع قول الترمذي رحمه الله الخ) وأخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار، كتاب الحدود، باب الإعتراف بالزنا الذي يجب به الحد ما هو (رقم: ٤٥٩١)، وابن حبان رحمه الله تعالىٰ في صحيحه، كتاب الحدود، باب الزنى وحده (رقم: ٤٤٣٧)، والبيهقي في سننه الكبرى، كتاب الحدود، باب ما يستدل به على شرائط الإحصان، (رقم: ١٦٧٠١)، والإمام عبد الرزاق في مصنفه (٧/٣٠٩)، باب البكر، (رقم: ١٣٣٠٩، ١٣٣١٠)

تراجم رجال

١- ابووليد

یہ ابوولید ہشام بن عبدالملک طیالسی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

۲-ليث

یہ لیث بن سعد الامام رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

۳- ابن شهاب

یہ ابن شہاب محمد بن مسلم الزہری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

٤- عبيدالله

یہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۴)۔

٥- زيد بن خالد

یہ حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں(۵)۔

٦- ابوهريرة

آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں(۶)۔

---

(١) دیکھئے، كشف الباري: ٣٨/٢، ١٥٩/٤

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٣٢٤/١

(٣) دیکھئے، كشف الباري: ٣٢٦/١

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٤٦٦/١، ٣٧٩/٢

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ٥٤٤/٣

(٦) دیکھئے، كشف الباري: ٦٥٩/١

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: واغدُ یا أنیس إلی امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها" کے ذریعے واضح ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا حکم کرنا گویا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اقامتِ حد کے اختیار کو سپرد کرنا تھا(۱)۔

تشریح

یہاں یہ حدیث مختصر ہے اور اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہیں جگہ مختصر اور مفصلاً نقل کیا ہے(۲)، کتاب المحاربین من أهل الکفر والردة کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھے تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، آپ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کردیں، اس پر اس کا خصم (مدمقابل) بھی کھڑا ہوگیا اور وہ پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا، پھر اس نے کہا کہ واقعی آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ ہی سے فیصلہ کیجئے اور گفتگو کی اجازت دیجئے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو، اس شخص نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا، پھر اس نے اس کی عورت سے زنا کرلیا، میں نے اس کے فدیئے میں اسے سو بکری اور ایک خادم دیا، پھر میں نے بعض اہل علم افراد سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے لڑکے کو سو کوڑے اور ایک سال شہر بدر ہونے کی حد واجب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی سے فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تجھے واپس ہوں گے اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جائے گا اور اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو، چنانچہ وہ

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۱۲/۱۲

(۲) دیکھئے، حدیث باب کی تخریج

صبح کو اس کے پاس گئے اور اس نے اعتراف کرلیا اور انہوں نے اسے رجم کردیا۔

حدیث مبارکہ کے متعلقہ مسائل سے بحث باب کی ابتداء میں گزر چکی۔

٢١٩١ : حدثنا ابن سلام، أخبرنا عبد الوهاب الثقفي، عن أيوب، عن ابن أبي مليكة، عن عقبة بن الحارث قال: جيء بالنعيمان، أو ابن النعيمان، شاربا، فأمر رسول الله ﷺ من كان في البيت أن يضربوه، قال: فكنت أنا فيمن ضربه، فضربناه بالنعال والجريد. [٦٣٩٢، ٦٣٩٣]

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمان یا ابن نعیمان کو لایا گیا، نشے کی حالت میں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو، جو گھر میں موجود تھے، حکم دیا کہ اس کو ماریں، میں بھی اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس کو مارا، تو ہم نے اس کو جوتوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے مارا“۔

تراجم رجال

۱- ابن سلام

یہ محمد بن سلام بیکندی ہیں (۱)۔

۲- عبدالوھاب

یہ عبدالوہاب ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

(٢١٩١) وأخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب الحدود وما يحذر من الحدود، باب من أمر بضرب الحد في البيت، رقم: ٦٧٧٤، وباب الضرب بالجريد والنعال، رقم: ٦٧٧٥، وأخرجه الحاكم رحمه الله تعالى في مستدركه في كتاب الحدود، رقم: ٨٢٣٨، ٨٢٣٩، والبيهقي في سننه الكبرى: ٣٩/٢، كتاب الأشربة والحد فيه، باب ما جاء في إقامة الحد في حال السكر أو حتى يذهب سكره، رقم الحديث: ١٧٩٧٤، وانظر تحفة الأشراف: ٢٣٦/٩، رقم الحديث: ٩٩٠٧

(١) دیکھئے کشف الباري، كتاب السلم، باب السلم في كيل معلوم

(٢) دیکھئے کشف الباري: ٢٩/٢

۳—ایوب

یہ ایوب بن ابی تیمہ کیسان سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

٤— ابن ابی ملیکہ

یہ ابن ابی ملیکہ عبداللہ بن عبیداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۵—عقبہ

یہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: فأمر من كان في البيت أن يضربوه" کے ذریعے سے اس طرح ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حد قائم نہیں کی بلکہ حاضرین سے فرمادیا کہ تم حد قائم کرلو اور حنفیہ وحنابلہ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں موجود تو تھے اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے اور امیر کی موجودگی کی صورت میں، اگر دوسرے آدمیوں کو اس طرح حد قائم کرنے کے لئے کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، امیر کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خود بھی پٹائی شروع کردے (۴)۔

قوله "بِالنُّعَيْمَانِ، أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ"

یعنی راوی کو شک ہوا کہ جن کو حد لگائی گئی وہ حضرت نعیمان تھے یا ان کے بیٹے ابن نعیمان تھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ احمد بن اسماعیل کورانی وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲٦

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/٥٤٨

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳/٥١٦

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۱۳، وإرشاد الساري: ٥/۲۹٥

سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک صالح شخص تھے اور حدِ خمر ان کے بیٹے کو لگائی گئی تھی(۱)۔

حضرت نُعیمان بن عمرو بن رفاعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ تذکرہ

حضرت نُعیمان بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بنو مالک بن نجار سے تھا، غزوہ بدر کے معرکے میں شرکت کی سعادتِ ابدی بھی آپ کو حاصل ہے، نیز دیگر غزوات میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں اپنی خوش طبعی و دل لگی کی عادت کی وجہ سے معروف تھے(۲)۔

انہی حکایاتِ ظریفہ میں سے یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارتی سفر میں بصرہ تشریف لے گئے، حضرت نعیمان اور حضرت سویبط بن حرملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور دونوں ہی حضرات اہلِ بدر میں سے ہیں، حضرت سویبط زادِ راہ پر نگران تھے، تو حضرت نعیمان نے ان سے گزارش کی کہ آپ مجھے کچھ کھانے کے لئے دیجئے، انہوں نے کہا کہ نہیں، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آجائیں۔ حضرت نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ پھر میں تمہیں سبق سکھاؤں گا اور وہ بازار چلے آئے جہاں لوگ غلاموں کو خرید رہے تھے، یہ کہنے لگے، اے لوگو! اگر تم چاہو تو مجھ سے ایک عربی النسل غلام خرید لو، لیکن وہ زبان دراز ہے اور شاید کہ یہ کہے کہ میں تو آزاد ہوں، پس اگر تو تم اس کو اس کے اس کہنے کی وجہ سے چھوڑنے والے ہو تو میں اپنا غلام تمہیں نہیں بیچتا، لوگوں نے کہا کہ ہم اسے اتنے مال میں خریدتے ہیں، انہوں نے ان لوگوں سے سودا کیا اور ان کو لے کر اپنے قافلے کی طرف چلے آئے اور حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ تمہارا مطلوب ہے، یہ لوگ حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے، ہم نے تمہیں خرید لیا ہے، وہ کہنے لگے کہ انہوں نے غلط بیانی کی ہے، میں تو ایک آزاد مرد ہوں، اس پر یہ لوگ کہنے لگے کہ تمہارے آقا نے تمہاری اس عادت کے بارے میں ہمیں بتلا دیا تھا

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲۱٤/۱۲، والکوثر الجاري: ۳٤/۵

(۲) دیکھئے، تاریخ الإسلام: ۱۲۷/٤

اور رسی ڈال کر انہیں لے جانے لگے اس اثناء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو یہ سارا قصہ ان کو سنایا گیا، تو انہوں نے ان لوگوں کا دیا ہوا مال واپس کر کے ان کی جان چھڑائی اور جب یہ حضرات واپس پہنچے تو یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنایا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس واقعے پر ہنسنے لگے(۱)۔

ان کی ظرافتِ طبعی کا ایک قصہ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے مدینہ منورہ آیا اور اپنی اونٹنی باہر باندھ کر مسجد میں داخل ہوگیا، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت نعیمان سے کہا کہ کئی دنوں سے ہمیں گوشت نہیں ملا، تو اگر آپ اس اونٹنی کو نحر کر دیں تو ہم اسے کھالیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا ثمن تو اس بدو کو ادا کر ہی دیں گے، تو نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اونٹنی کو نحر کر دیا (اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا گیا) پھر جب وہ بدو مسجد سے باہر آیا تو اس نے اپنی سواری کو نہ پا کر واویلا کیا اور آثار سے وہ سمجھ گیا کہ اس کی اونٹنی کو نحر کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے کیا؟ لوگوں نے کہا کہ نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے بارے میں دریافت کرتے وارِ ضباعۃ تک پہنچ گئے، جہاں پر نعیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا اور اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں اور پتے وغیرہ ڈال دیئے تھے تو ایک شخص نے ان کی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا یا رسول اللہ! پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ڈھیر سے نعیمان کو نکالا اور ان کا چہرہ اس ڈھیر کے گھاس پھوس اور ٹہنیوں کی وجہ سے متغیر تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ حضرت نعیمان کہنے لگے، اے اللہ کے پاک اور پیارے رسول! جن لوگوں نے آپ کو میری جگہ بتلائی ہے، انہوں نے ہی مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے چہرے سے گھاس پھوس ہٹانے لگے اور ہنس پڑے اور اس بدو کو اس کی اونٹنی کا تاوان دے دیا(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، الوافي بالوفیات: ۸۳/۲۷، المعارف: ۳۲۸/۱

(۲) دیکھئے، الوافي بالوفیات: ۸۳/۲۷

۱٤ - باب : الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا .

قربانی کے اونٹوں میں اور ان کی نگرانی کے سلسلے میں وکالت

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہاں یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنے بدنات کی نگرانی کے لئے کسی شخص کو وکیل مقرر کرے تو یہ جائز ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے(۱)۔

۲۱۹۲ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيَّ ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيْهِ ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي ، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ . [ر : ١٦٠٩]

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گلوں میں اپنے ہاتھوں سے ہار ڈالے، پھر ان اونٹوں کو

---

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲۱٤/۱۲

(۲۱۹۲) وأخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ أيضاً في كتاب الحج، باب فتل القلائد للبدن والبقر، رقم: ۱٦۹۸، وباب من أشعر وقلّد بذي الحُليفة ثم أحرم، رقم: ۱٦۹٦، وباب إشعار البدن، رقم: ۱٦۹۹، وباب من قلّد القلائد بيده، رقم: ۱۷۰۰، وباب تقليد الغَنَم، رقم: ۱۷۰۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷٤، وباب القلائد من العِهن، رقم: ۱۷۰۵، وفي كتاب الأضاحي، باب إذا بعث ليذبح لم يحرم عليه شيء، رقم: ۵۵٦٦، وأخرجه مسلم، في كتاب الحج، باب استحباب بعث الهدى إلى الحرم لمن لا يريد الذهاب بنفسه واستحباب تقليده فضل القلائد الخ، رقم: ۳۱۸۱-۳۱۸۷، وأخرجه أبوداود في كتاب المناسك، باب من بعث هديه وأقام، رقم: ۱۷۵۷-۱۷۵۹، وأخرجه النسائي في كتاب مناسك الحج، باب اشعار الهدى، رقم: ۲۷۷۵، وباب فتل القلائد، رقم: ۲۷۷٤، وباب مايفتل منه القلائد، رقم: ۳۷۷۹، وباب تقليد الإبل، رقم: ۲۷۸۲، وأخرجه ابن ماجه رحمه الله تعالىٰ في كتاب مناسك، باب تقليد البدن، رقم: ۳۰۹٤، وباب إشعار البدن،

میرے والد کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ کردیا، مگر جتنی چیزیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حلال تھیں، ان میں سے کوئی چیز (اس قربانی بھیجنے کی وجہ سے) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حرام نہیں ہوئی، یہاں تک کہ وہ اونٹ نحر کیے گئے۔

تراجمِ رجال

۱- اسماعیل بن عبداللّٰہ

یہ اسماعیل بن عبداللہ بن ابی اویس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔ اور یہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھانجے ہیں (۲)۔

۲- مالك

یہ امامِ معروف مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

۳- عبداللّٰہ بن ابی بکر

یہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

٤- عمرة بنت عبدالرحمن

یہ عَمرۃ بنت عبدالرحمٰن بن سعد یا سعد بن زرارۃ انصاریہ مدنیہ رحمہا اللہ تعالیٰ ہیں (۵)۔ اور یہ عبداللہ بن ابی بکر کی خالہ ہیں (۶)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۱۱۳

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۹۵

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۲۹۰، ۲/۸۰

(٤) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب الوضوء مرتين مرتين

(٥) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الحيض، باب عرق الإستحاضة

(٦) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۹۵

۵- عائشہ

اورام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بھی گزر چکا(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

ترجمۃ الباب کے دونوں اجزاء سے حدیث کی مطابقت "قولہ: ثم بعث بھا مع أبي" سے ظاہر ہے کہ جب ۹ھ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے لئے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کے اونٹوں کے لئے قلادے بٹنا شروع کردیئے، مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اپنے جانور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں روانہ کئے تو ظاہری بات ہے کہ وہ ان اونٹوں کی نگرانی اور ان کو نحر کرنے کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وکیل تھے، اور دوسرے جزء کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وکیل بنایا اور وہ آپ کی نمائندہ بن کر ان اونٹوں کے قلادے تیار کر رہی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ بات اونٹوں کے تعاہد میں داخل ہے(۲)۔

۱۵ - باب: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيلِهِ: ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ. وَقَالَ الْوَكِيلُ: قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ.

اگر کسی نے اپنے وکیل سے یوں کہا کہ تم جس کام میں مناسب سمجھو، اس مال کو خرچ کرو اور وکیل نے کہا کہ جو آپ نے کہا وہ میں نے سن لیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کے اختلاف کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمۃ الباب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وکالت کے صحیح ہونے کے لئے بھی ایجاب وقبول ضروری ہے، لیکن توکیل کے ایجاب وقبول کے لئے کوئی معیّن لفظ ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۲۹۱

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۱٤، وإرشاد الساري: ٥/۲۹٥، وفتح الباري: ٤/٦۲۱

دارومدار معانی پر ہے، یعنی وکیل بنانے کے لئے "وکّلتك" (میں نے تجھے وکیل بنایا) اور بننے کے لئے "قبلت" (میں نے وکیل بننا قبول کیا) کا کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ ان تمام الفاظ سے توکیل درست ہے جو کہ اذن وقبولیت کے معنی پر دلالت کریں (۱)۔ جیسا کہ ترجمۃ الباب میں مؤکل کسی سے کہہ رہا ہے، "ضَعْه حيث اراك الله" تو کوئی خاص صیغہ توکیل کا یہاں مذکور نہیں ہے، مگر توکیل ہو جائے گی، اسی طرح وکیل کہہ رہا ہے "قد سمعتُ ما قلتَ" تو یہاں بھی یہ الفاظ عقد کے لئے مخصوص نہیں ہیں، مگر مدعیٰ چونکہ حاصل ہو رہا ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر اس طرح توکیل کی گئی اور یوں کہا گیا کہ جہاں چاہو، اس کو خرچ کردو تو وکیل کو اس کے مصارف پر خرچ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، باقی یہ کہ وہ اپنے نفس پر بھی خرچ کر سکتا ہے یا نہیں، تو مؤکل کی اجازت کے بغیر اس کو اپنے اوپر خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔

شراح بخاری نے یہاں یہ بحث بھی فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو مال دے کر کہے کہ تم اس کو جیسے مناسب سمجھو وجوہِ خیر میں خرچ کردو اور حال یہ ہے کہ وہ وکیل خود بھی مسکین ہے تو کیا وہ خود اس مال میں سے کچھ لے سکتا ہے۔

امام مالک وامام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ خود اس مال میں سے کچھ نہیں لے سکتا، اس لئے کہ رب المال نے اسے مال کو دیگر فقراء کو دینے اور وجوہِ خیر میں لگانے کا وکیل کیا ہے اور خود اسے اس مال کو لینے کی اجازت نہیں دی ہے اور اگر رب المال چاہتا تو خود اسے ہی مال کا مالک بنا دیتا نہ کہ وجوہِ خیر میں خرچ کرنے کا اس کو حکم دیتا (۲)۔

اور جمہور فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ وکیل اس مال میں سے فقراء میں سے کسی ایک فقیر کے بقدر حصہ لے سکتا ہے، اس لئے کہ رب المال نے اسے اس مال کو فقراء کو دینے اور وجوہِ خیر میں لگانے کا حکم دیا ہے اور وہ خود بھی فقیر ومسکین ہے تو اگر وہ خود اس مال میں سے کچھ لیتا ہے، تو پھر بھی وہ رب المال کے حکم سے تجاوز وتعدی

(۱) دیکھئے، المغني: ۲/ ۱۱۰۰، الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۱

(۲) دیکھئے، المغني: ۱/ ۱۱۱۳، شرح ابن بطال: ۶/ ۳۷۴

نہیں کر رہا ہے(۱)۔

۲۱۹۳ : حدثني يحيى بن يحيى قال : قرأت على مالك ، عن إسحاق بن عبد الله : أنه سمع أنس بن مالك رضي الله عنه يقول : كان أبو طلحة أكثر الأنصار بالمدينة مالا ، وكان أحب أمواله إليه بيرحاء ، وكانت مستقبلة المسجد ، وكان رسول الله ﷺ يدخلها ويشرب من ماء فيها طيب . فلما نزلت : «لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون» . قام أبو طلحة إلى رسول الله ﷺ فقال : يا رسول الله ، إن الله تعالى يقول في كتابه : «لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون» . وإن أحب أموالي إلي بيرحاء ، وإنها صدقة لله ، أرجو برها وذخرها عند الله ، فضعها يا رسول الله حيث شئت . فقال : (بخ ، ذلك مال رابح ، ذلك مال رابح ، قد سمعت ما قلت فيها ، وأرى أن تجعلها في الأقربين) . قال : أفعل يا رسول الله ، فقسمها أبو طلحة في أقاربه وبني عمه .

تابعه إسماعيل ، عن مالك . وقال روح ، عن مالك : (رابح) . [ر : ۱۳۹۲]

ترجمہ: (حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے) فرمایا کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کو اپنے سب مالوں میں سے بیرحاء (باغ) بہت پیارا تھا اور وہ مسجد کے سامنے تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس باغ میں جایا کرتے تھے اور وہاں کا صاف و پاکیزہ پانی نوش فرمایا کرتے۔ جب

(۱) دیکھئے المغني: ۱/۱۱۱۳، شرح ابن بطال: ٦/٣٧٤

(٢١٩٣) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب الزكاة، باب الزكاة على الأقارب، رقم: ١٤٦١، وفي كتاب الوصايا، باب إذا وقف أو أوصى لأقاربه، ومن الأقارب؟ رقم: ٢٧٥٢، وباب إذا وقف أرضا ولم يبين الحدود فهو جائز، وكذلك الصدقة، رقم: ٢٧٦٩، وفي كتاب التفسير، باب "لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون" -إلى- قوله تعالى به عليم"، رقم: ٤٥٥٤، وفي كتاب الأشربة، باب استعذاب الماء، رقم: ٥٦١١، وأخرجه مسلم رحمه الله تعالى في كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولو كانوا مشركين، رقم: ٢٣١٢، ٢٣١٣، وأخرجه أبوداود، في كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، رقم: ١٦٨٩، وأخرجه النسائي في كتاب الإحباس، باب الإحباس كيف يكتب الحبس وذكر الاختلاف على ابن عون الخ، رقم: ٣٦٠٤، وانظر تحفة الأشراف، رقم: ٢٠٤، ٣١٥

(سورہ عمران) کی یہ آیت اتری، ﴿لن تنالوا البر﴾ الآیۃ یعنی ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال کو، جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال کو جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ، اور مجھے اپنے سب مالوں میں سے بیرحاء محبوب تر ہے اور یہ اللہ تعالی کی راہ میں صدقہ ہے اور میں اللہ تعالی سے امید کرتا ہوں اس صدقہ کے ثواب کا اور عند اللہ اس کے ذخیرہ کا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جس کام میں چاہیں اس کو لگائیں، آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: واہ واہ! یہ مال تو جانے والا ہے، یہ مال تو جانے والا ہے اور جو کچھ تو نے کہا میں نے سن لیا، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تو اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ میں ایسا ہی کرتا ہوں یا رسول اللہ! چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

تراجم رجال

۱- یحیی

یہ یحیی بن یحیی بن بکر بن عبد الرحمن بن یحیی حنظلی ابوزکریا نیسابوری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

۲- مالك

یہ امام مشہور امام مالک رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

۳- اسحق بن عبداللہ

یہ اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

---

(۱) دیکھیے، کشف الباري، کتاب الزکاۃ، باب أجر المرأۃ إذا تصدقت الخ

(۲) دیکھیے، کشف الباري: ۱/ ۲۹۰، ۲/ ۸۰

(۳) دیکھیے، کشف الباري: ۳/ ۲۱۳

٤ — انس

آپ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ ہیں(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: انها صدقة يارسول الله حيث شئت" یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس باغ کے صدقے کے سلسلے میں وکیل بنادیا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جہاں چاہیں صرف کریں، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس باغ کو خود تقسیم نہیں فرمایا بلکہ انہی کو حکم دیا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردیں(۲)۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وکالت بغیر قبولیت کے محقق نہیں ہوتی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کی بات سننے کے بعد ان سے فرمایا کہ "قد سمعت ما قلت فيها وأرى أن تجعلها في الأقربين"(۳).

قوله: "تابعه إسماعيل عن مالك"

یعنی اس روایت کو امام مالک رحمہ اللہ تعالی سے نقل کرنے میں اسماعیل بن ابی اویس نے یحیی بن حنظلی رحمہ اللہ تعالی کی متابعت کی ہے(۴)۔

قوله: "وقال رَوحٌ عن مالك "رَابح" یعنی روح بن عبادہ رحمہ اللہ تعالی نے امام مالک رحمہ اللہ تعالی سے بجائے "رائح" کے "رابح" یعنی فائدہ مند اور نفع بخش نقل کیا ہے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۴/۲

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۱۵/۱۲

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۱۵/۱۲

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ۲۹۷/۵

(۵) دیکھئے، إرشاد الساري: ۲۹۷/۵

۱۶ - باب : وَكَالَةِ الْأَمِينِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا .

خزانہ وغیرہ کے بارے میں امین کو وکیل کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ خزانے کے لئے جب آپ کسی آدمی کو وکیل مقرر کریں تو وہ امین ہونا چاہیے، اس لئے کہ امین اگر ہوگا تو خیانت سے بھی وہ گریز کرے گا، اور بچے گا اور خزانے کو موقع ومحل پر خرچ کرے گا، بے موقع ومحل خرچ نہیں کرے گا(۱)۔

۲۱۹٤ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الْخَازِنُ الْأَمِينُ ، الَّذِي يُنْفِقُ - وَرُبَّمَا قَالَ : الَّذِي يُعْطِي - مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا ، طَيِّبٌ نَفْسُهُ ، إِلَى الَّذِي أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ) .
[ر : ۱۳۷۱]

ترجمہ: (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ امانت دار خزانچی جو کہ خرچ کرتا ہے، اور بسا اوقات آپ فرماتے کہ جو دیتا ہے اپنے مالک کے حکم پر پوری خوش دلی سے، تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں شریک ہے۔

تراجم رجال

۱ - محمد بن العلاء

یہ محمد بن علاء ہمدانی کوفی ابوکریب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/٤۱۵، بتفصيل

(۲۱۹٤) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب الزكاة، باب أجر الخادم إذا تصدق بأمر صاحبه غير مفسد، رقم: ۱٤۳۸، وأخرجه أيضاً في كتاب الإجارة، باب استئجار الرجل الصالح، رقم: ۲۲٦۰، وأخرجه أبوداود رحمه الله تعالى في كتاب الزكاة، باب أجر الخازن، رقم: ۱٦۸٤، وأخرجه النسائي في كتاب الزكاة، باب أجر الخازن إذا تصدق بإذن مولاه، رقم: ۲۵۵۹، وانظر تحفة الأشراف، رقم: ۹۰۳۸

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۳/٤۱۳

2

۲- أبو اسامہ

یہ ابواسامہ حماد بن اسامہ لیثی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

۳-برید بن عبداللہ

یہ بُرید بن عبداللہ ابوبُردۃ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

٤- أبو بُردہ

یہ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔ان کا نام عامر یا حارث ہے(۴)۔

أبو موسیٰ اشعری

حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے(۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، اس لئے کہ امانت دار خزانچی وہی ہے کہ جو اپنے مالک کے حکم کے مطابق خرچ کرنے والا اور دینے والا ہو(۶)۔

براعتِ اختتام

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے براعتِ اختتام کا ذکر نہیں کیا، لیکن بندے کے نزدیک اگر دقتِ نظر سے کام لیا جائے تو ابواسامہ میں براعتِ اختتام کی طرف

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۴۱۶/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۶۹۰/۱، ۴۱۷/۳

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۶۹۰/۱

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٦٩٧/٥

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ٦٩٠/١

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ٢٩٦/١٢؛ وإرشاد الساري: ٢٩٨/٥

26B

اشارہ ہوسکتا ہے، اس لئے کہ اس میں سام یعنی موت کی طرف اشارہ ہے(۱)۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ "قوله: الذي يعطي ما أمر به الخ" میں یہ اشارہ موجود ہے اس لئے کہ یہ اپنے عموم کی وجہ سے ملک الموت کو بھی شامل ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ارواح قبض کرنے کے لئے مقرر کیا ہوا ہے(۲)۔

---

(۱) دیکھئے، الکنز المتواري: ۱۰/۳۹۶، والأبواب والتراجم، ص: ۱۷۱

(۲) دیکھئے، الکنز المتواري: ۱۰/۳۹۶، والأبواب والتراجم، ص: ۱۷۱

بسم الله الرحمن الرحيم

٤٦ - كتاب المزارعة

کھیتی باڑی اور بٹائی کے ابواب اور وہ روایات جو اُس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

حَرث وحِراثۃ اورزَرع وزِراعۃ کے لغوی معنی کھیتی باڑی کرنے، ہل چلانے کے ہیں اور یہ بالترتیب باب نصراور فتح سے مستعمل ہے(۱)۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:﴿أفرأيتهم ماتحرثون ٥ أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون﴾ (واقعه: ٦٣، ٦٤)، بھلا دیکھوتو جوتم بوتے ہوکیاتم اس کوکرتے ہوکھیتی، یاہم ہیں کھیتی کردینے والے۔

اوراصطلاحِ شریعت میں"هی عقد على الزرع ببعض الخارج"(۲) یعنی پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کا معاملہ کرنے کومزارعت کہتے ہیں۔

یادرہے کہ یہی معاملہ اگر باغات یادرختوں میں کیا جائے تومُساقاۃ کہلاتا ہے اور اگر پیداوار کے علاوہ کوئی نقد کرایہ طے کرلیا جائے تواجارہ یاکراء الارض ہے۔

فقہاء کے اختلاف کا بیان

امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، سعید بن مسیّب، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام احمد بن حنبل، داؤدظاہری، طاؤس اور ابن ابی لیلی رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک مزارعت ومساقات دونوں جائز ہے(۳)۔ اوران حضرات کی اصل دلیل وہ روایت ہے جوکہ اصحاب صحاح نے نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ

(۱) دیکھئے طلبة الطلبة للنسفي، ص: ٣٠٤

(۲) دیکھئے البحر الرائق: ١٥٩/٨

(۳) دیکھئے بداية المجتهد: ١٤٧/٥، والهداية مع نصب الراية: ٤٥٥/٤، شرح ابن بطال: ٢١٤/٦

وسلم نے اہلِ خیبر کے ساتھ نصف پیداوار پر بٹائی کا معاملہ فرمایا تھا(۱)۔

جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، ابو ثور، اور لیث وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ مزارعت کے عدم جواز کے قائل ہیں (۲)۔ اور ان کے نزدیک ایسا کرنا نقلاً وعقلاً ممنوع ہے۔

نقلاً

نقلاً تو اس لئے کہ حدیث میں قفیز الطحان سے منع کیا گیا ہے(۳) اور مزارعت بھی اسی قبیل سے ہے۔

عقلاً

اور عقلاً اس لئے کہ اس میں اجارہ کا بدل مجہول ہے اور جہاں تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیبر کے یہود کے ساتھ معاملہ کرنے کا تعلق ہے تو وہ بطور جزیہ کے ہے، یا احسان وصلح کے طریق سے بطور خراجِ مقاسمہ کے ہے، نہ کہ بطورِ مزارعت کے (۴)۔ یاد رہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ عقد مساقاۃ کے ضمناً وتبعاً مزارعت کے جواز کے قائل ہیں (۵)۔

لیکن صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے اور مزارعت کی طرف لوگوں کی احتیاج اور اس پر امت کے تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک کرنا ہی مناسب ہے، جیسا کہ استصناع کے مسئلے میں قیاس کو چھوڑ دیا گیا ہے" (۶)۔

---

(۱) سیأتی تخریجه في باب المزارعة بالشطر ونحوه

(۲) دیکھئے، بدایة المجتهد: ۵/۱۷۵ والهدایة مع شرحه البنایة: ۱۱/۴۷۴

(۳) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ في الدراية في تخريج احاديث الهداية: ۲/۱۹۰، رواه الدارقطني وأبو يعلى والبيهقي رحمهم الله تعالیٰ، وفي إسناده ضعف.

(٤) دیکھئے، الهدایة مع نصب الرایة: ٤/٤٥٤، والبدایة: ٥/١٧٦

(٥) دیکھئے، البنایة شرح الهدایة للمحدث العیني رحمه الله تعالیٰ: ١١/٤٧٤

(٦) دیکھئے، الهدایة مع نصب الرایة: ٤/٤٥٦

مزارعت کی صحت کی شرائط

یاد رہے کہ حضرات مجوزین کے نزدیک بھی، مزارعت کی صحت کے لئے آٹھ شرطیں ہیں:

۱- زمین کا قابلِ کاشت ہونا، دلدلی، شور یا زیرِ آب ہونے کی وجہ سے نا قابلِ کاشت نہ ہو۔

۲- عاقدین، عقدِ مزارعت کے اہل ہوں، مجنون و پاگل اور صبی لا یعقل نہ ہو اور یہ شرط اسی عقد کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر ہر عقد کے لئے ضروری ہے۔

۳- بٹائی کی مدت کی تعیین ہو، اس لئے کہ یہ عقد زمین یا عامل کے منافع پر ہے اور مدت ہی ان منافع کے لئے معیار ہے، تا کہ اس مدت کے ذریعے سے منافع کو جان لیا جائے۔

۴- بیج ڈالنے والے کی تعیین ہو، تا کہ جھگڑا نہ ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ معقود علیہ کیا ہے، منافعِ ارض ہیں یا منافعِ عامل، اگر بیج عامل کا ہوگا تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ زمین کے منافع حاصل کرے گا اور اگر بیج رب الارض کا ہوگا تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ عامل کے منافع حاصل کرے گا، بہر حال معقود علیہ کی تعیین کے لئے بیج ڈالنے والے کی صراحت ہونی چاہیے۔

۵- جس عاقد کا بیج نہیں ہے اس کا حصہ معلوم و متعین ہو، اس لئے کہ وہ اپنے حصہ کا مستحق شرط ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، تو اس کا حصہ معلوم ہونا ضروری ہے ورنہ اگر اس کا حصہ معلوم نہیں ہوگا، تو پھر شرط کی وجہ سے استحقاق کیسے ثابت ہوگا۔

۶- زمین میں مالکِ زمین کا کوئی دخل نہ رہے اور وہ بٹائی دار کے حوالے کر دی جائے اور بٹائی دار کے لئے اس میں کھیتی سے کوئی چیز بھی مانع نہ رہے۔

۷- پیداوار میں دونوں کا حصہ ہونا اور صرف ان ہی دونوں کا ہو کسی تیسرے کا نہ ہو، تو جو شرط اس شرکت کو ختم کرے وہ بھی مفسدِ عقد ہوگی۔

۸- جس چیز کی کھیتی مطلوب ہے وہ معلوم و متعین ہو، یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ زمین میں کیا بویا جائے گا، اس لئے کہ یہاں پیداوار ہی اجرت ہے، اور اجرت کی جنس معلوم ہونا شرط ہے، نیز اس لئے بھی کہ بعض چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں، تو زمین والا کسی چیز کو بونے پر راضی ہوگا اور کسی چیز کو بونے پر راضی

نہیں ہوگا(۱)۔

١ - باب : فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ .
وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ . أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ . لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا» /الواقعة: ٦٣-٦٥/ .

کھیتی اور درخت لگانے کی فضیلت جب اس سے کھایا جائے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو کرتے ہو کھیتی، یا ہم ہیں کھیتی کرنے والے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ابتداء میں فضائل بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر مسائل ذکر فرماتے ہیں، تو انہوں نے پہلا باب قائم کیا ہے، فضل الزرع والغرس یعنی کھیتی کرنا اور درخت لگانا بھی فضیلت والا عمل ہے، لیکن ساتھ ہی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب اس میں سے کھایا جائے یعنی زراعت میں سے اور جو درخت لگائے ہیں ان میں سے لوگ کھائیں یا پرندے وغیرہ کھائیں تو ان سے، اس شخص کو جو کھیتی بونے والا ہے یا درخت لگانے والا ہے صدقہ کا اجر وثواب ملتا ہے۔ اور حدیثِ باب سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زراعت کرنا مباح ہے اور جہاں کہیں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے جیسا کہ وارد ہے، "لا تتخذوا الضيعة فتركنوا إلى الدنيا"(۲)۔ یعنی "تم جائیداد و کھیتیاں نہ بناؤ کہ ان کی وجہ سے تم دنیا کی طرف مائل ہو جاؤ"۔

تو یہ مخصوص حالات میں ہے، جب کوئی شخص زمینداری و کاشت میں لگ کر جہاد اور دیگر ضروریات دین سے غافل ہو جائے اور شریعت کے مطالبات میں غفلت برتنے لگے، تو اس صورت میں منع کیا گیا ہے،

(۱) دیکھئے البناية شرح الهداية: ١١/٤٨٢-٤٨٤

(۲) أخرجه الترمذي في كتاب الزهد، باب منه، رقم (٢٣٢٨)، وأحمد، رقم: (٣٥٦٩)

ورنہ زراعت کے اندر فی نفسہ کوئی خرابی نہیں ہے(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿أفرأيتم ما تحرثون أأنتم تزرعونه ام نحن الزارعون﴾، اس آیت شریفہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کاشت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، چونکہ اگر کاشت کرنا شریعت کی نگاہ میں گناہ ہوتا اور ناپسندیدہ ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ مقامِ امتنان میں اس کا تذکرہ نہ فرماتے(۲)۔

کسب کا سب سے افضل طریقہ

اب رہی یہ بات کہ کسب کے مختلف طریقے ہیں جیسے تجارت، زراعت، صنعت وحرفت وغیرہ تو ان میں سے کون سا طریقہ زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

قاضی ابوالحسن ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکاسب میں اصل زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت ہیں اور ان میں سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصول کے زیادہ قریب اور سب سے افضل تجارت ہے اور پھر وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک راجح زراعت ہے اور اس کی علت وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اس میں توکل زیادہ ہے(۳)، علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل زراعت اور صنعت وحرفت ہے اور ان کی دلیل حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ "ما أكلَ أحدٌ طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يده"(٤) یعنی: کسی شخص کے لئے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کھائے، اور آگے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے افضل زراعت ہے کہ اس کا نفع متعدی ہے انسان ودواب دونوں کو شامل ہے(۵)۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ مکاسب میں سب سے افضل جہاد ہے، اس لئے کہ مدنی زندگی میں یہی

---

(١) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٥، الكوثر الجاري: ٣٧/٥

(٢) دیکھئے، إرشاد الساري: ٣٠٠/٥

(٣) دیکھئے، لامع الدراري: ٢٣٢/٦

(٤) أخرجه البخاري في كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده (رقم: ٢٠٧٣)

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ٢٦٥/١١

عام طور پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذریعہ کسب رہا، نیز اس میں اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ ہے یعنی جہاد، دنیوی واخروی منافع کو جامع ہے اور اس کے بعد افضلیت، تجارت کو حاصل ہے اور پھر زراعت وصنعت وحرفت ہے(۱)۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہاد کو مکاسب میں سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے چونکہ وہ تو محض اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جاتا ہے(۲)۔

٢١٩٥ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا ، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ ، أَوْ إِنْسَانٌ ، أَوْ بَهِيمَةٌ ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ) .

وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا أَبَانُ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [٥٦٦٦]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ جانور کھائے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔

تراجم رجال

۱ — قتیبہ بن سعید

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/٢٣٢، وفتح الباري: ٤/٣٨٤

(۲) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/٢٣٢

(٢١٩٥) أخرجه البخاري، أيضاً في كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، (رقم: ٦٠١٢)، وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع، (رقم: ٣٩٥٠)، وأخرجه الترمذي رحمه الله تعالىٰ في كتاب الأحكام، باب ما جاء في فضل الغرس، (رقم: ١٣٨٢)، انظر تحفة الأشراف (١٤٣١)

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٢/١٨٩

۲- ابو عوانة

یہ ابوعوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۳- عبدالرحمن

یہ عبدالرحمٰن بن مبارک عیشی طفاوی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

٤- قتادة

یہ قتادہ بن دعامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

٥- انس بن مالك

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے(۵)۔

کیا کفار کو بھی ثواب کا فائدہ حاصل ہوگا؟

اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلے کی بعض احادیث میں مطلق رجل کا ذکر ہے یعنی "ما من رجل يغرس فرساً" اوراسی طرح "ما من عبد الخ" اوران میں مسلمان کی قید نہیں ہے تو بظاہر یہ مسلمان وکافر دونوں کو شامل ہے(٦)۔

تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان روایاتِ مطلقہ کو مقیدہ پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ حدیثِ باب اور

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ١/٤٣٤

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٢١٨

(٣) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٣

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٤

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢١٨

(٦) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٠١، وعمدة القاري: ١٢/٢١٩

کتب صحاح کی اکثر روایات اس پر دلالت کرتی ہیں(۱)۔

نیز حدیث میں "مسلم" سے جنس مسلم مراد ہے، لہٰذا مسلمان خاتون بھی اس میں داخل ہے(۲)۔

یاد رہے کہ ثواب آخرت تو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کافر اس کے حق دار نہیں ہیں، اس لئے اگر کوئی کافر صدقہ کرتا ہے یا کوئی اور خیر کا کام کرتا ہے تو اس کے لئے آخرت میں کوئی اجر نہیں ہے، ہاں! دنیا ہی میں اس کو اس نیکی کا اجر و بدلہ دے دیا جاتا ہے(۳)۔

تعلیق کا مقصد

قوله: وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، الخ...... مسلم سے مراد ابن ابراہیم فراہیدی بصری ہیں اور ابان سے مراد ابان بن یزید عطار ہیں اور یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے متن کو ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ اس سند کو ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود حضرت قتادہ کے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع کی صراحت کرنا ہے(۴)۔

تشریح حدیث

علامہ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا رحم و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ایسے اعمال عطاء کئے کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی اسی طرح جاری و ساری رہتا ہے، جیسا کہ زندگی میں تھا، مثلاً صدقہ جاریہ کرنا، یا ایسا علم دوسروں کو سکھانا جس سے بعد میں بھی نفع حاصل کیا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا کوئی درخت لگانا یا کھیتی کرنا یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینا وغیرہ(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱، وعمدة القاري: ۱۲/۲۱۹

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲۰، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱

(٥) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محی السنۃ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرا اور وہ اخروٹ کا درخت لگا رہے تھے، اس نے کہا کہ آپ کو اس درخت لگانے سے کیا فائدہ ہوگا، جب کہ آپ ایک بوڑھے آدمی ہیں اور یہ درخت تو اتنے اتنے سالوں میں پھل لاتا ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے اس درخت کے لگانے کا اجر حاصل ہوگا اور دوسرے لوگ اس میں سے کھائیں گے، یہ کتنا ہی اچھا سودا ہے(۱)۔

ابوالوفاء بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ انوشروان (بادشاہ) کا گزر ایک شخص پر ہوا، جو کہ زیتون کا درخت لگا رہا تھا، انوشروان نے اس سے کہا کہ یہ تو آپ کے زیتون لگانے کا زمانہ نہیں ہے، جب کہ یہ درخت ویسے ہی پھل دیر سے لاتا ہے، تو اس شخص نے کہا کہ ہم سے پہلے والوں نے شجرکاری کی تو ہم نے اس کا پھل کھایا، اب ہم بھی درخت لگاتے ہیں تا کہ ہمارے بعد والے اس کے پھل کھائیں، انوشروان اس کے جواب سے بڑا خوش ہوا اور کہا کہ ''زہ'' یعنی آپ نے بڑی اچھی بات کہی اور جس کو وہ ''زہ'' کہہ دیتا تھا تو اسے چار ہزار درہم دیئے جاتے تھے، پھر اس شخص نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ کیسے میرے درخت لگانے اور پھر اس کے پھل دینے میں سست رفتار ہونے کی وجہ سے تعجب فرما رہے تھے، یہ تو بہت ہی جلدی سے پھل لے آیا، انوشروان کو یہ بات اور زیادہ پسند آئی اور اس نے کہا کہ ''زہ'' پھر اس شخص کو چار ہزار دراہم دیئے گئے، تو اس شخص نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! ہر درخت سال میں ایک مرتبہ پھل دیا کرتا ہے، اور میرے اس درخت نے تو فوراً ہی دو مرتبہ پھل دے دیا، انوشروان نے کہا ''زہ'' اور اس کو مزید اتنے ہی دراہم دے دیئے گئے، پھر انوشروان بادشاہ یہ کہتا ہوا چل پڑا کہ اگر اس شخص کے پاس ہم مزید کھڑے رہے تو ہمارے خزانے بھی اس کے لئے کافی نہ ہوں گے(۲)۔

☆☆.....☆☆

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۰۱، ۳۰۲

۲ - باب : ما يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ ، أَوْ مُجَاوَزَةِ الحَدِّ الَّذِي أُمِرَ بِهِ .

جو ڈرایا گیا ہے کھیتی کرنے کے سامان میں بہت مشغول رہنے یا حدِ اجازت سے تجاوز کرنے کے انجام سے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس باب سے ان روایات کے اندر تطبیق فرما رہے ہیں جو بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، بابِ سابق میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ کاشت کرنے میں اور باغ لگانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، جو بھی چوپایہ اور انسان اس سے کھائے گا وہ کھیتی بونے والے کے لئے اور باغ لگانے والے کے لئے صدقہ بنے گا، لیکن اس باب میں مذکور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی کے گھر میں ہل اور آلاتِ زراعت میں سے کوئی چیز دیکھ لی تو فرمانے لگے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس گھر میں یہ چیزیں داخل ہو جائیں گی، اس گھر میں ذلت داخل ہوگی، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ان دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ اصل میں بذاتِ خود کاشت کاری میں کوئی عیب نہیں ہے، اس میں عیب، خارج سے داخل ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ آدمی حد سے تجاوز کرنے لگے اور اس کے اندر انہماک اختیار کر لے اور حقوقِ شرعیہ سے غافل ہو جائے (۱)۔

دوسری صورت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع کی یہ پیش کی ہے کہ آلاتِ زراعت میں اشتغال کا انجام ذلت ہے، مطلب یہ ہے کہ آدمی کے ذمے سرکاری مطالبے لگے رہتے ہیں، کوئی حکام کی طرف سے خراج، یا کوئی اور ٹیکس لینے کے لئے آ رہا ہے اور کوئی کچھ کہہ رہا ہے: اس بناء پر زراعت ناپسندیدہ شمار ہوتی ہے (۲)۔

---

(۱) دیکھئے، لامع الداري: ۶/۲۳۳، مع تفصيل

(۲) دیکھئے، لامع الداري: ۶/۲۳۴

شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کھیتی بذاتِ خود ذلت کا سبب نہیں بنتی ہے بلکہ اس وقت ذلت کا باعث بنتی ہے جب انسان بالکل ہی اس میں منہمک ہوکر رہ جائے، ایسی صورت میں یہ ہوتا ہے کہ دشمن غالب آجاتا ہے اور لوگ ذلیل ومغلوب ہوجاتے ہیں، ورنہ اگر اس کے اندر ایسا انہماک نہ ہو اور آدمی حقوقِ شرعیہ کو ادا کرنے میں بھی مستعد اور چاک وچوبند ہو تو زراعت بالکل بری چیز نہیں اور جہاں تک ادائیگی خراج کا تعلق ہے، تو خراج کا ادا کرنا کوئی ذلت کی بات نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حسن اور قاضی شریح رضی اللہ عنہم نے خراجی زمین کے اندر کاشت کروائی ہے اور خراج ادا کیا ہے، خراج کی ادائیگی اگر ذلت کی بات ہوتی تو صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اس کو کیوں اختیار فرماتے (۱)۔

۲۱۹٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ : وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ ٱللهُ الذُّلَّ) .

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا جب کہ انہوں نے ہل اور کچھ کھیتی کا سامان دیکھا، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس قوم کے گھر میں یہ داخل ہوگا، اللہ تعالی اس کو ذلیل وخوار کردے گا۔

تراجم رجال

۱- عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

---

(۱) دیکھئے لامع الداري: ٦/٢٣٤

(٢١٩٦) الحديث المذكور من أفراد البخاري كما قال صاحب الجمع بين الصحيحين: ٣/٤٦٢، رقم الحديث: ٣٠٠١، وانظر في جامع الأصول، النوع الثامن، رقم: ٩٤٦٦

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ١/٢٨٩، ٤/١١٣

۲- عبداللہ بن سالم

یہ عبداللہ بن سالم اشعری یا حاظی تکصی حمصی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ کی کنیت ابو یوسف ہے(۱)۔

شیوخ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ، ابراہیم بن سلیمان افطس، ابراہیم بن ابی عبلۃ مقدسی، ازہر بن عبداللہ حرازی، عبدالملک بن جریج، علی بن ابی طلحہ، عمر بن یزید نصری، علاء بن عتبہ تکصی، محمد بن حمزۃ بن یوسف، محمد بن زیاد الہانی، محمد بن ولید زبیدی اور اپنے بھائی محمد بن سالم اشعری رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

تلامذہ

بقیہ بن الولید، عبداللہ بن یوسف تنیسی، ابومسہر عبدالاعلیٰ بن مُسہر غسانی، ابوتقی عبدالحمید بن ابراہیم حمصی، عبدالحمید بن رافع، عبدالسلام بن محمد حضرمی حمصی، ابومغیرۃ عبدالقدوس بن حجاج خولانی، عمرو بن حارث حمصی، ہیثم بن خارجہ، یحییٰ بن حسان تنیسی رحمہم اللہ تعالیٰ آپ سے روایات نقل کرتے ہیں(۳)۔

یحییٰ بن حسان تنیسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ما رأيت بالشام مثله"(٤)۔ میں نے شام میں آپ جیسا (بلند مرتبہ) شخص نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے عقل ومروت میں سب سے بڑھ کر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پایا(۵)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ليس به بأس"(٦)۔

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٤/٥٤٩

(۲) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٤/٥٤٩

(۳) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٤/٥٤٩

(٤) تهذيب الكمال: ١٤/٥٥٠، تاريخ أبي زرعة دمشقي، ص: ٤٤٦، ٧١٧

(٥) تهذيب الكمال: ١٤/٥٥٠

(٦) تهذيب الكمال: ١٤/٥٥٠

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے(۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "ثِقَةٌ، رُمِیَ بالنصب"(۲)۔

وفات

ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کا انتقال ۱۷۹ھ میں ہوا(۳)۔

۳- محمد بن زیاد

محمد بن زیاد الالہانی، ابوسفیان حمصی کا تذکرہ گزر چکا(۴)۔

٤- حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صُدی بن عَجلان بن وہب، ویقال: ابن عمرو ہیں۔ آپ کی کنیت ابوامامہ ہے، آپ کا تعلق باہلہ قبیلے سے ہے جو کہ بنومعن وسعدابنی مالک بن اَعصر بن اسعد بن قیس عیلان بن مضر ہیں(۵)۔

آپ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عبادۃ بن صامت، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عمار بن یاسر، عمر بن خطاب، عمرو بن عَبَسۃ، معاذ بن جبل، ابوالدرداء اور ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کرتے ہیں(٦)۔

تلامذہ

ازہر بن سعید حرازی، اسد بن وداعۃ، ایوب بن سلیمان شامی، حاتم بن حُریث طائی، حسان بن عطیہ

(١) "الثقات" لابن حبان: ٧/٣٦، تهذيب الكمال: ١٤/٥٥١

(٢) دیکھئے، تقريب التهذيب: ١/٣٩٥

(٣) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٤/٥٥١

(٤) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الزكاة، باب قول الله عز وجل ﴿لا يسألون الناس ......﴾ الخ.

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٣/١٥٨، التاريخ الكبير: ٤/٣٢٦

(٦) دیکھئے، تهذيب الكمال: ١٣/١٥٩

شامی(ولم یسمع منه)(۱)، حُصین بن اسود ہلالی، خالد بن مَعدان، راشد بن سعد مُقرائی، رجاء بن حَیوۃ کِندی، زید بن ارطاۃ فزاری، سالم بن ابی جعد، سلیم بن عامر خَبائری، سلیمان بن حبیب محاربی، سیار شامی، مولیٰ آل معاویہ بن ابی سفیان، شداد ابو عمار دمشقی، شُرَحبیل بن مسلم خولانی، شُریح بن عبداللہ حضرمی، شہر بن حوشب، صفوان طائی اصم، ضمرۃ بن حبیب بن صُہیب زبیدی، عبداللہ بن یزید بن آدم دمشقی، عبدالاعلیٰ بن ہلال سُلمی، عبدالرحمٰن بن سابط جُمحی مکی، عبدالرحمٰن بن مَیسرۃ حَضرمی، عبدالواحد بن قیس، عبیداللہ بن بُسر حمصی، عمرو بن عبداللہ حضرمی، غَیلان بن مَعشر، فضال بن جُبیر، ویقال: ابن الزبیر، قاسم ابو عبدالرحمٰن مولی بن امیہ، مُحانفۃ بن ربیعۃ، کہیل بن حرملۃ، لقمان بن عامر، محمد بن زیاد الہانی، محمد بن سعد بن زُرارۃ مدنی، مکحول شامی، ابوطلحہ نُعیم بن زیاد، ہَیثم بن یزید، ولید بن عبدالرحمٰن جُرشی، یحییٰ بن ابی کثیر مرسل، یزید بن حمیر، یزید بن شریح حضرمی، ابوادریس خَولانی، ابوحفص دمشقی، ابوسلام اسود، ابوصالح اشعری ویقال انصاری، ابوطیبۃ کلاعی، ابوعامر الہانی، ابوالعلاء شامی، ابوغالب راسبی اور ابویَمان ہَوزنی رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

سُلیم بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کی عمر کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس وقت ۲۳ سال کا تھا(۳)۔

سلیم بن عامر ہی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، اور کہنے لگا، اے ابوامامہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جب بھی آپ داخل ہوتے ہیں نکلتے ہیں، اٹھتے اور بیٹھتے ہیں، تو فرشتے آپ پر رحمتیں بھیجتے ہیں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ! تو ہماری بخشش فرما اور اے بھائی! تم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہاں! اگر تم چاہو تو فرشتے تم پر بھی رحمتیں بھیجتے

---

(۱) دیکھئے، تہذیب الکمال: ۱۳/۱۵۹.

(۲) دیکھئے، تہذیب الکمال: ۱۳/۱۵۹، ۱۶۰

(۳) دیکھئے، تہذیب الکمال: ۱۳/۱۶۱

27

رہیں اور پھر قرآن کریم کی آیتِ ذیل تلاوت فرمائی: ﴿یا یھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا﴾ (الآیۃ) (۱)۔ یعنی: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد اور پاکی بولتے رہو، اس کی صبح وشام، وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے الخ۔

محمد بن زیاد الہانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ تھامے ان کے گھر کی طرف جا رہا تھا، تو وہ ہر ایک مسلمان کو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، سلام کہتے ہوئے گزرتے اور جب ان کا گھر آیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اے بھتیجے! نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں افشاءِ سلام کا حکم دیا ہے (۲)۔

انہی محمد بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں ایک شخص کے پاس گئے، وہ سجدہ کیے رو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہا تھا، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے کہا کہ "أنت أنت لو كان هذا في بيتك" یعنی: آپ تو آپ ہی ہیں (یعنی آپ کی بڑی شان ہو) اگر آپ یہ عمل اپنے گھر میں کریں (۳)۔

وفات

حضرت حسن اور نصر بن مغیرہ رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شام کے علاقے میں، اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے سب سے آخر میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا (۴)۔

اسماعیل بن عیاش اور ابوالیمان فرماتے ہیں کہ آپ کا انتقال ۸۱ھ میں، دَنوہ نائی بستی میں ہوا، جو کہ حمص سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے (۵)۔

---

(۱) الأحزاب: ٤١-٤٣

(٢) دیکھیے، تهذیب الکمال: ١٦١/١٣

(٣) دیکھیے، تهذیب الکمال: ١٦٢/١٣

(٤) دیکھیے، تهذیب الکمال: ١٦٢/١٣

(٥) دیکھیے، تهذیب الکمال: ١٦٢/١٣، ١٦٣، تاريخ ابی زرعة دمشقی، ص: ٢٣٨، ٦٩٢

جب کہ ابوالحسن مدائنی، یحییٰ بن بکیر، عمرو بن علی، خلیفہ بن خیاط، ابوعبید قاسم بن سلام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا(۱)۔

حلِ لغات

سِکّة: ہل کا پھار(۲)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "لا يدخل هذا بيت قوم إلا أدخله الذل" کی بناء پر ہے کہ جب ہل وکھیتی وغیرہ میں (زیادہ) مشغول ہونے کا نتیجہ ذلت وخواری ہے تو آدمی کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں میں (زیادہ) پڑنے سے اجتناب کرے(۳)۔

قوله: قَالَ محمد اِسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ

یہاں محمد سے مراد، محمد بن زیاد ہیں، جو کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کر رہے ہیں(۴)۔ اور مستملی کے نسخے میں ہے، "وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰه — هو البخاري نفسه" لیکن اور کسی نسخے میں یہ عبارت موجود نہیں ہے(۵)۔

۳ باب: اقتناءِ الكَلْبِ لِلحَرْثِ.

کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کھیتی کی حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے اور درحقیقت وہ

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۱۳/۱۶۳

(۲) دیکھئے، معجم الصحاح، ص: ۵۰۲

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲۱

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲۲، وإرشاد الساري: ۵/۳۰۳

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲۲، وإرشاد الساري: ۵/۳۰۳

یہ بات ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ کاشت کاری کرنا جائز ہے، اس لئے کہ کتا پالنا جو کہ ایک ممنوع چیز ہے، شریعتِ مطہرہ نے اس کی اجازت کاشت کرنے والے کو دی ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ کھیتی کرنا بھی بدرجہ اولیٰ جائز اور درست ہوگا(۱)۔

علماء کے اختلاف کا بیان

احادیث مبارکہ میں کھیتی کی حفاظت، شکار اور اسی طرح جانوروں کی حفاظت کے لئے بھی کتا پالنے کا ذکر ہے اور ان میں کسی کا اختلاف نہیں، حنفیہ، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ سب ہی جواز کے قائل ہیں(۲)۔

البتہ مکانات کی حفاظت کے لئے کتا پالنے کا کیا حکم ہے، شوافع کے یہاں اس میں دو وجہ ہیں اور اصح الوجہین جواز کی ہے، اس لئے کہ جب زراعت اور جانوروں کی حفاظت کے لئے کتا پالنے کی اجازت ہے اور مقصود اس کا مال کی حفاظت ہے، تو مکانات کی حفاظت بھی مال کی حفاظت ہے، اس میں بھی اجازت ہوگی(۳)، حنابلہ عدمِ جواز کے قائل ہیں(۴)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالا جائے۔

۲۱۹۷ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ) .

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۵/۸

(۲) دیکھئے المغني لابن قدامة: ۱/۹۲۱

(۳) دیکھئے المغني لابن قدامة مقدسي: ۱/۹۲۱

(٤) دیکھئے المغني لابن قدامة مقدسي: ۱/۹۲۱

(۲۱۹۷) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب احدكم الخ، (رقم: ٣١٤٦)، ومسلم في صحيحه في كتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب وبيان نسخه وبيان تحريم إقتنائها إلا لصيد، (رقم: ١٥٧٥)، والنسائي في سننه، في كتاب الصيد والذبائح، باب الرخصة في إمساك الكلب للحرث، (رقم: ٤٣٠٠)، واخرجه الترمذي في الأحكام والفوائد، باب من أمسك كلبا ما ينقص من أجره، =

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کتا رکھا، اس کے نیک اعمال کا ثواب روزانہ ایک قیراط کم ہوتا رہے گا، البتہ کھیت یا ریوڑ کی حفاظت کے لئے کتا رکھ سکتے ہے۔

تراجم رجال

۱ــ معاذ بن فضالة

یہ معاذ بن فضالہ ابوزید بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

۲ــ هشام

یہ ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی ہیں (۲)۔

۳ــ یحییٰ بن ابی کثیر

یہ یحیی بن ابی کثیر طائی ہیں (۳)۔

٤ــ ابوسلمه

یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف ہیں (۴)۔

٥ــ ابوهریره

یہ معروف صحابی رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۵)۔

- (رقم: ١٤٩٠)

(١) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب النهي عن الاستنجاء باليمين

(٢) دیکھئے، کشف الباري: ٢/٤٥٦

(٣) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٢٦٧

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ٢/٣٢٣

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٥٩

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت "قوله: إلا كلب حرث" سے ظاہر ہے(۱)۔

قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ) .
وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ) . [۳۱٤٦] .

یعنی ابن سیرین اور ابوصالح رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ "مگر بکریوں یا کھیت یا شکار کے لئے کتا رکھ سکتا ہے اور ابوحازم رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوں نقل کرتے ہیں کہ "مگر شکار یا مویشی کا کتا"۔

تعلیقات کی تفصیل

جہاں تک ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کا تعلق ہے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "أما رواية ابن سيرين فلم أقف عليها بعد التتبع الطويل"(۲)۔

یعنی میں بہت طویل جستجو وتحقیق کے بعد بھی اس پر مطلع نہیں ہوسکا۔

اور ابوصالح کی روایت کو ابوالشیخ عبداللہ بن محمد اصبہانی نے اپنی کتاب "الترغیب" میں "أعمش عن أبي صالح" اور "سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة" کے طرق سے موصولاً نقل کیا ہے، لیکن سہیل کی روایت میں "أو حرث" نہیں ہے(۳)۔

اور ابوحازم کی روایت کو بھی ابوالشیخ نے "زيد بن أبي أنيسة عن عدي بن ثابت عن أبي

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲۲

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۵/۹

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۵/۹، تغليق التعليق: ۳/۲۹۹

حازم" کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۱)۔

ایک قیراط اور دو قیراط والی روایات میں تطبیق

حدیثِ باب میں نیکیوں میں سے ایک قیراط کی کمی مذکور ہے جب کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ "فإنه ینقص من أجره کل یوم قیراطان"(۲) یعنی اس کے نامۂ اعمال میں سے دو قیراط نیکیاں روزانہ کم کردی جاتی ہیں۔

اشکال

اگر کہا جائے کہ ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے تو اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں:

۱- مدینہ منورہ کی فضیلت کی وجہ سے وہاں تو دو قیراط کم ہوتے ہیں اور دوسری جگہوں میں ایک (۳)۔

۲- یہ دو طرح کے کتوں پر محمول ہے کہ ان میں جو ایذاء و تکلیف پہنچانے کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے اس کے رکھنے پر ثواب میں زیادہ کمی کردی جاتی ہے، یعنی اگر کلب عقور ہو تو دو قیراط کم ہوں گے، ورنہ ایک (۴)۔

۳- دو قیراط شہروں کے اعتبار سے ہیں اور ایک قیراط گاؤں کے اعتبار سے ہیں (۵)۔

۴- یہ دو مختلف زمانوں کے اعتبار سے ہے، کہ پہلے ایک قیراط ثواب کی کمی کے بارے میں ارشاد فرمایا اور پھر تغلیظاً و تشدیداً دو قیراط کی ثواب کی کمی کا ارشاد فرمایا ہے اور بعضوں نے اس کا عکس کہا ہے (۶)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۲٤/۱۲، تغليق التعليق: ۲۹۹/۳

(۲) دیکھئے، صحیح بخاري، کتاب الذبائح والصید، باب من اقتنی کلبا لیس بکلب صید أو ماشیة الخ، (رقم: ٥١٦٤)، سنن النسائي، کتاب الصید والذبائح، باب الرخصة في إمساك الکلب للماشیة، (رقم: ٤٢٨٤)، جامع الترمذي، الأحکام والفوائد، باب من أمسك کلبا ما ینقص من أجره (رقم: ١٤٩٠)

(۳) دیکھئے فتح الباري: ٥/٢

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۲۳/۱۲

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۲۳/۱۲

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۲۳/۱۲

دوسرا اشکال اور اس کا جواب

کتا پالنے کی وجہ سے عمل کے اجر میں جو کمی ہوتی ہے، اس کے مطلب میں اختلاف ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا یہ کہ کنایہ ہے۔

بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ واقعۃً عمل میں کمی کردی جاتی ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عدمِ توفیقِ عمل سے کنایہ ہے، اور بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ اس گناہ سے کنایہ ہے جو کتا پالنے کی وجہ سے اس کے پالنے والے کو لاحق ہوجاتا ہے(۱)۔

کتا پالنے کی وجہ سے اجر میں کمی کا سبب

ایک اور سوال

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حقیقۃً اس سے عمل کے اجر میں کمی اور نقص مراد ہے تو آیا کتا پالنے کی وجہ سے یہ نقص اور کمی کیوں ہوتی ہے، اور اگر مجازی معنی مراد ہے تو سوال یہ ہوگا کہ کتا پالنے کی وجہ سے عمل کی توفیق نہ ملنے کی وجہ کیا ہے؟

علماء کرام نے اپنے اپنے فہم ودانش کے مطابق اس کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں، اس لئے کہ حقیقی وجہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں:

۱۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اصل میں کتا پالنے کی وجہ سے فرشتے گھر میں نہیں آتے اور برکت جاتی رہتی ہے، اس لئے کہا گیا کہ عمل کے اجر میں کمی واقع ہوجاتی ہے یا یہ کہ اس کی وجہ سے عمل کی توفیق نہیں ملتی (۲)۔

۲۔ بعض حضرات نے کہا کہ اصل میں کتا گزرنے والوں کو کاٹتا ہے، بھونکتا ہے، اس لئے ایسا ہوتا ہے (۳)۔

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۱۰/۵

(۲) دیکھئے إرشاد الساري: ۳۰٤/۵

(۳) ارشاد الساري: ۲۰٤/۵

۳۔بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ چونکہ وہ نجاست کھاتا ہے،تو ہو سکتا ہے کہ کہیں برتن میں منہ ڈال دے اور برتن ناپاک ہو جائے اور اس کی وجہ سے آدمی کی عبادات متاثر ہوں اور اسے پتہ بھی نہ چلے(۱)۔

۴۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے بعض کتے شیطان ہوا کرتے ہیں(۲)۔

یہ ایک یا دو قیراط کون سے عمل میں سے کم ہوتے ہیں؟

اس کے بعد پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ایک یا دو قیراط کون سے عمل میں سے کم ہوتے ہیں، اعمالِ ماضیہ میں سے، یا مستقبلہ میں سے،تو اس کے جواب میں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مستقبل کے اعمال میں سے یہ کمی کی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک قیراط عمل ماضی میں سے اور ایک قیراط عمل مستقبل میں سے کم کیا جاتا ہے(۳)۔

قیراط کی مقدار اور اللہ تعالیٰ کی وفورِ رحمت

ایک بات یہ ہے کہ ان روایات میں ایک یا دو قیراط کے اجر وثواب میں سے کم کئے جانے کا ذکر ہے، اور جنازے کی روایت میں گزرا ہے کہ جو اتباعِ جنازہ کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، اس کو دو قیراط ملتے ہیں اور وہاں قیراط کی تفسیر،جبلِ احد کے برابر ہونے سے کی گئی تھی تو کیا یہاں بھی وہی مقدار مراد ہے؟

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہی باب جنائز والے قیراط مراد ہیں(۴)۔

اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ وہاں پر تو قیراط سے مراد جبل احد لیا گیا ہے، اس لئے کہ وہ من باب الفضل ہے اور یہاں چونکہ صورت حال فضیلت کی نہیں ہے، بلکہ یہ من باب العقاب ہے اس لئے یہاں قیراط سے مراد وہ جبل احد نہیں ہوگا بلکہ وہی قیراط مراد ہوگا جو نصف دانق کا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم

(۱) إرشاد الساري: ۵/۳۰٤

(۲) إرشاد الساري: ۵/۳۰٤

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲۳، وفتح الباري: ۵/۱۰

(٤) دیکھئے،فتح الباري: ۵/۱۰

وعنایات جب اجر وثواب دینے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے تو پھر وہاں زیادتی واضافہ ہوتا ہے اور جب وہ سزا دیتے ہیں اور عتاب کی صورت ہوتی ہے تو پھر وہاں زیادتی نہیں ہوتی (۱)۔ ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾ (۲) یعنی: ''جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گناہ ہے اور جو کوئی لاتا ہے ایک برائی سو سزا پائے گا اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا''۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عثمانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ (یہاں) ہر نیک وبد کی مجازات کا عام قانون بتلا دیا کہ بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اس کے برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا، زائد کی حد نہیں، "والله يضاعف لمن يشاء" اور جو ایک بدی کا مرتکب ہو تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے، تخفیف کر دیں، یا بالکل معاف فرما دیں، یہ اختیار ہے، پھر جہاں وفور رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے (۳)۔

۲۱۹۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ : أَنَّ السَّائِبَ ابْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ ، رَجُلاً مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (مَنِ ٱقْتَنَى كَلْبًا ، لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا ، نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ) . قُلْتُ : أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ؟ قَالَ : إِي وَرَبِّ هٰذَا ٱلْمَسْجِدِ . [۳۱٤۷]

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۱۰/۵

(۲) الأنعام: ۱٦۰

(۳) دیکھئے، تفسیر عثمانی، ص: ۱۹۹

(۲۱۹۸) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه الخ، رقم: ۳۳۲۵، وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب وبيان نسخه وبيان تحريم اقتنائها، إلا لصيد أو زرع أو ماشية ونحو ذلك، رقم: ٤۰۱۲، ٤۰۱۳، وأخرجه النسائي في كتاب الصيد والذبائح، باب الرخصة في إمساك الكلب للماشية، رقم: ٤۲۹٦، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الصيد، باب النهي عن اقتناء الكلب، إلا كلب صيد أو حرث أو ماشية، (۳۲۰٦)، تحفة الأشراف (٤٤۷٦)

ترجمہ: حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی (بے ضرورت) کتا پالے نہ کھیت کے کام کا ہو نہ بکریوں کی حفاظت کے لئے، تو اس کے عمل کا ثواب ایک قیراط ہر روز گھٹتا چلا جائے گا، سائب رحمہ اللہ تعالی نے کہا میں نے سفیان رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے خود یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم!!

تراجم رجال

۱- عبداللہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

۲- امام مالك

یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

۳- یزید

یہ یزید بن عبداللہ بن خصیفہ رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

٤- سائب

یہ سائب بن یزید کندی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۴)۔

٥- سفیان

یہ سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۵)۔

---

(١) دیکھئے، کشف الباري: ١/٢٨٩، ٤/١١٣

(٢) دیکھئے، کشف الباري: ١/٢٩٠، ٢/٨٠

(٣) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد

(٤) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس الخ

(٥) دیکھئے، کشف الباري، کتاب فضائل المدینة، باب من رغب عن المدینة

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: لا یغنی عنه زرعاً الخ" سے ظاہر ہے(۱)۔

٤ - باب : اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

کھیتی باڑی کے لئے گائے بیل سے کام لینا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بقر کی اصل وضع حراثت کے لئے ہے، لہٰذا اس کو کاشت میں استعمال کرنا چاہیے، روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی گائے پر سوار ہو کر جا رہا تھا، گائے اس کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی میں سواری کے لئے تھوڑا ہی پیدا کی گئی ہوں، میں تو کاشت کے لئے پیدا کی گئی ہوں، تو اصل وضع گائے کی رکوب نہیں ہے، بلکہ حراثت ہے، برخلاف خیل کے کہ اس کا مقصود رکوب ہے اور وہ حراثت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا(۲)۔

اب رہی یہ بات کہ جو جانور حراثت کے لئے پیدا کیا گیا ہو، اس کو دوسرے کسی کام میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو درمختار میں ہے کہ بیل پر رکوب جائز ہے، نیز حدیث باب بھی دو باتوں پر دلالت کرتی ہے:

۱- بیل پر رکوب کا جائز ہونا، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راکب پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

۲- بیل کی اصل وضع حراثت کے لئے ہے(۳)۔ یعنی گائے نے جو کہا "انما خلقت للحراثة" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اعظم منفعت یہ ہے کہ اس کو کاشت کے لئے استعمال کیا جائے۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۲٤

(۲) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/۲۳٤

(۳) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/۲۳٤

حدیث باب

۲۱۹۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدٍ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (بَيْنَما رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ ، فَقَالَتْ : لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا ، خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ ، قَالَ : آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَأَخَذَ ٱلذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِي ، فَقَالَ ٱلذِّئْبُ : مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ ، يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي ، قَالَ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ) . قَالَ أَبُو سَلَمَةَ : وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ .

[۳۲۸٤ ، ۳٤٦۳ ، ۳٤۸۷]

ترجمہ: (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بیل پر سوار تھا، تو بیل نے اس کی طرف مڑ کر کہا، کہ میں اس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا (یعنی سواری کے لئے) میں تو کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں، تو آنحضرت نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس پر ایمان لائے۔

اور ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑ لی، تو چرواہے نے اس کا پیچھا کیا، تو بھیڑیئے نے اس سے کہا (کہ آج تو اسے بچاتا ہے) جس دن (مدینہ اجاڑ ہوگا) درندے ہی درندے رہ جائیں گے اس دن میرے سوا کون بکریوں کو چرانے والا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس پر ایمان لائے، حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حالانکہ وہ دونوں حضرات اس دن مجلس میں موجود نہ تھے۔

(۲۱۹۹) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب فضائل الصحابة، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لو كنت متخذاً خليلاً، رقم: ۳٤٦۳، وأخرجه مسلم، في كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه، رقم: ۲۳۸۸، وأخرجه ابن حبان في صحيحه: ۱٤/ ٤۰٥، في باب المعجزات، رقم: ٦٤۸٦، وأخرجه الترمذي رحمه الله تعالىٰ في سننه، بعد باب في مناقب ابي بكر الصديق رضي الله تعالىٰ عنه، باب، رقم: ۳٦۷٦، وأخرجه الإمام أحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده: ۲/ ۳۸۲، في مسند أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، رقم: ۸۹٥۰.

تراجم رجال

۱- محمد بن بشار

یہ محمد بن بشار عبدی بصری بندار رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

۲- غندر

یہ غندر محمد بن جعفر بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۲)۔

۳- شعبه

یہ شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالی ہیں(۳)۔

٤- سعد بن إبراهيم

یہ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف زہری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۴)۔

٥- ابوسلمة

یہ ابوسلمۃ بن عبدالرحمن بن عوف زہری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۵)۔

٦- ابوهريره

آپ معروف صحابی رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں(۶)۔

---

(١) دیکھئے، كشف الباري: ٣/٢٥٨

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٢٥٠

(٣) دیکھئے، كشف الباري: ١/٦٧٨

(٤) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب الرجل يوضىء صاحبه

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ٢/٣٢٣

(٦) دیکھئے، كشف الباري: ١/٦٥٩

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: خلقت للحراثة" سے ظاہر ہے(۱)۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت و تعلق

قوله "امنت به انا وأبوبكر وعمر" اب یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں موجود بھی نہیں تھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جملہ کیوں ارشاد فرمایا۔

بعض شراحِ کرام فرماتے ہیں کہ ان کے قوتِ ایمان و کمالِ ایمان پر اعتماد کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس بات کی تصدیق کروں گا، یقیناً وہ حضرات بھی اس کی تصدیق کرنے والے ہوں گے(۲)۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل میں حضرات شیخین کی آمد و رفت اور اختلاط حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا زیادہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ان کے نام چڑھے ہوئے تھے، لہذا بے اختیار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہاں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا نام نکلا(۳)۔

قوله: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ الخ

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین نے "السَبُع" کو سین کے فتحہ اور باء کے ضمہ کے ساتھ ضبط کیا ہے(۴) اور مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان بکریوں کو چرانے والا میرے سوا کوئی نہ ہوگا اور میں ہی ان کے سب سے زیادہ قریب ہوں گا، پھر مجھ سے کون چھین سکے گا۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۲٦/۱۲

(۲) دیکھئے، الكوثر الجاري: ٥/٤٠، إرشاد الساري: ٥/٣٠٨

(۳) دیکھئے، لامع الدراري: ٢٣٥/٦

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ٢٢٦/١٢

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، جس کو ابواب فضائل المدینہ، باب من رغب عن المدینۃ میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے "تترکون المدینۃ علی خیر ما کانت لا یغشاھا إلا العوافي -یرید عوافي السباع والطیر- الخ" یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مدینہ کو اچھے حال میں چھوڑ جاؤ گے (پھر ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ) وہاں وحشی جانور درند اور چرند بسنے لگیں گے۔ الخ(۱)۔

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سین کے فتحہ اور باء کے ضمہ کے ساتھ تصحیف ہے اور صحیح سین کے فتحہ اور باء کے جزم کے ساتھ ہے اور "السَّبْع" کہتے ہیں مہمل چھوڑ دینے کو اور مطلب یہ ہے کہ جب فتنوں کی وجہ سے لوگ ان جانوروں کو مہمل چھوڑ دیں گے تو اس وقت کوئی بھی ان کی نگرانی کرنے والا نہیں ہوگا، میں ہی متصرف ہوں گا اور جو چاہوں گا کروں گا(۲)۔

٥ - باب : إذا قال : اَكْفِنِي مَؤُونَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ .

جب کوئی (باغ والا) کسی سے کہے کہ آپ میرے کھجور کے درختوں وغیرہ کی دیکھ بھال کریں، اور آپ میرے ساتھ پھلوں میں شریک ہوں گے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

جب ایک آدمی کسی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے کھجور کے درختوں کی دیکھ بھال کرو یا کسی اور چیز کی دیکھ بھال کرو، یعنی انگور یا دوسرے باغات وغیرہ ہیں، میں تم کو پھلوں کے اندر شریک کروں گا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۲۲٦

(۲) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۲۲٦

(۳) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۲۲۷

اب رہا یہ کہ اس ترجمۃ الباب کا مقصود کیا ہے تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ ثابت فرمایا تھا کہ مزارعت جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں وہ فضیلت کی چیز بنتی ہے، مثلاً اگر اس سے بہیمہ اور پرندوں کو فائدہ پہنچے اور اس کے بعد یہ فرمایا تھا کہ اس کی جو مذمت کی گئی ہے، وہ مخصوص حالات میں کی گئی ہے، پھر اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ کھیتی کی حفاظت کے لئے کتے کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ گائے وغیرہ کو بھی اس کے اندر استعمال کیا جاسکتا ہے کہ وہ مخلوق للحراثۃ ہیں، اب ترقی کرکے کہتے ہیں کہ آدمی کو بھی کھیتی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے(۱)۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مزارعت کے واسطے کوئی خاص صیغہ ضروری نہیں ہے، اگر اس طرح کا لفظ کہہ دیا جائے، مثلاً یہ کہ "اکفنی مؤونة النخل وتشرکني في الثمر" تو اس سے بھی مزارعت کا عقد ہوجائے گا(۲)۔

اس کے بعد پھر یہ سمجھئے کہ اس ترجمے کا تعلق مساقاۃ سے نہیں ہے، اگرچہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نخل کی تصریح کی ہے اور یہ تصریح روایتِ باب کی وجہ سے کردی ہے ورنہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں یہی بتانا چاہ رہے ہیں کہ مزارعت میں آدمیوں کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، یا یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ اس کے لئے کوئی صیغہ مخصوص نہیں ہے، جیسا کہ مذکور ہوا، اس لئے کہ مساقاۃ کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آگے مستقل ابواب ذکر فرمائے ہیں۔

۲۲۰۰ : حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ .

---

(۱) دیکھئے "الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۱، بتفصیل

(۲) دیکھئے "الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۱، بتفصیل

(۲۲۰۰) أخرجه البخاري أيضاً في فضائل أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، باب إخاء النبي صلى الله –

قَالَ : (لَا) . فَقَالُوا : تَكْفُونَنَا الْمَؤُونَةَ ، وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ ، قَالُوا : سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا .

[۳۵۷۱ ، ۲۵۷۰]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، کہ آپ ایسا کیجئے کہ کھجور کے درخت ہم میں اور ہمارے (مہاجرین) بھائیوں میں تقسیم کردیجئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں! تب انصار نے مہاجرین سے کہا کہ ایسا کرو کہ تم درختوں میں محنت کرو، ہم تم پھلوں میں شریک رہیں گے، انہوں نے کہا، ہم نے سنا اور قبول کیا۔

تراجم رجال

۱– حکم بن نافع

یہ حکم بن نافع ابوالیمان حمصی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲– شعیب بن دینار

یہ شعیب بن دینار ابوحمزہ حمصی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳– ابوالزناد

یہ ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

= تعالیٰ عليه وسلم بين المهاجرين والأنصار، وأخرجه النسائي في سننه، في المزارعة: ۵۳/۷، ولم يخرجه أحد من أصحاب الكتب الستة سوى البخاري، والنسائي، انظر جامع الأصول: ۲۸/۱۱، رقم الحديث: ۸٤۹۹، وتحفة الأشراف: ۱۳۷۲۸/۱۰

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ٤۷۹/۱

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٤۸۰/۱

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱۰/۲

٤- أعرج

یہ اعرج عبدالرحمن بن ہرمز رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

٥- ابوهريره

آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: تكفونا المؤنة ونشرككم في الثمرة" سے ظاہر ہے(۳)۔

قوله: "اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ الخ"

حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ ہجرت کے موقع پر انہوں نے یہ ذمہ داری لی تھی کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے آئیں گے ہم ان کے ساتھ پوری پوری رعایت کریں گے اور ان کا بڑا خیال اور لحاظ کریں گے اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان مواخاۃ بھی کروادی تھی، تو اس مواخاۃ کا بھی تقاضا تھا کہ وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں (۴)۔

بہر حال حضرات انصار نے یہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، میں اس طرح سے تقسیم نہیں کرتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ان کا مال محفوظ رہے نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے تھے کہ عنقریب فتوحات ہوں گی اور مہاجرین پر بھی برکات کے دہانے کھلیں گے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار پر شفقت فرماتے ہوئے اس بات کو مناسب نہ سمجھا کہ ان کے کھجوروں کے باغات

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱۱/۲

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٦٥٩/١

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۲۸/۱۲

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٣٠٨/٥، وعمدة القاري: ٢٢٨/١٢

میں سے کوئی چیز ان کی ملکیت سے نکل جائے کہ ان کی معیشت کا مدار انہی پر تھا، جب انصار اس بات کو سمجھ گئے تو انہوں نے دونوں مصلحتوں کو جمع کرنا چاہا یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کا امتثال بھی ہو جائے اور حضرات مہاجرین کی مواخات کا حق بھی ادا ہو جائے، تو انصار نے کہا کہ اچھا پھر حضرات مہاجرین ایسا کرلیں کہ ہمارے باغات کی دیکھ بھال کرلیا کریں، باغ کو پانی وغیرہ دیں اس کی صفائی کریں تو ہم ثمر میں ان کے ساتھ شریک رہیں گے، حضرات مہاجرین نے کہا کہ "سمعنا واطعنا" یعنی ہم نے منظور کیا (۱)۔

یہاں ترجمے وتشریح کے اندر جو تفصیل ذکر کی گئی ہے، اس سے ضمیروں کے مراجع ظاہر ہو گئے ہیں کہ "تکفونا المؤونة" اور "نشرککم في الثمرة" کہنے والے حضرات انصار ہیں اور اس کے بعد "سمعنا واطعنا" حضرات مہاجرین کا مقولہ ہے، اس لئے کہ زمین وباغ والے انصار ہی تھے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ احمد بن اسماعیل کورانی کی ایک عجیب وغریب توجیہ

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحب الکوثر الجاری علامہ کورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک عجیب وغریب توجیہ کی ہے، فرماتے ہیں کہ "تکفونا المؤونة" اور "نشرککم في الثمرة" کہنے والے مہاجرین ہیں اور "سمعنا واطعنا" کہنے والے انصار ہیں، تو گویا کہ اولاً انصار نے اپنی زمین وباغات کا مالک مہاجرین کو بنانے کا قصد کیا تو اس کے جواب میں حضراتِ مہاجرین نے کہا کہ ہم آپ کے اس احسان ومہربانی کو قبول کرتے ہیں مگر یہ کہ تم ان باغات کی دیکھ بھال کرلیا کرو تو اس کو حضراتِ انصار نے قبول فرمالیا۔ گویا باغات کے مالک مہاجرین بن گئے تھے اور اس کے بعد انہوں نے انصار سے مزارعت کا معاملہ کیا (۲)۔

٦ - باب : قطع الشجر والنخل .

کھجور اور کسی بھی درخت کا کاٹنا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا تو وہ درخت کاٹ دیئے گئے۔

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٠٨، وعمدة القاري: ١٢/٢٢٨

(۲) دیکھئے، لامع الدراري: ٦/٢٣١، والكوثر الجاري: ٥/٤١

ترجمۃ الباب کا مقصد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت ومصلحت پیش آجائے تو اشجار اور نخیل کو کاٹا جاسکتا ہے(۱)۔

مثلاً اگر ایسا موقع آجائے کہ دشمن کو زیر کرنے اور خوف زدہ کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی صورت ہی نہ ہو کہ ان کے باغات کاٹے جائیں، تو کاٹ سکتے ہیں، یا اسی طرح اگر درمیان میں باغات حائل ہیں اور ان کی وجہ سے دشمن پر حملہ نہیں ہوسکتا تو بھی ان باغات کو کاٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں یا اسی طرح کی کوئی دوسری مصلحت پیش آجائے۔ جمہور کا یہی مسلک ہے۔

امام لیث بن سعد، امام اوزاعی اور ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اشجارِ مُثمِرۃ کا کاٹنا بہرحال ممنوع ہے اور روایت میں جن اشجار کے کاٹنے کا ذکر آیا ہے، اس کے دو محمل ہیں یا تو وہ شجرِ غیر مثمر پر محمول ہے اور یا یہ کہ دشمن اور لشکرِ اسلام میں وہ اشجار حائل تھے اور ان کی وجہ سے وہ لشکرِ اسلام دشمن تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لئے ان کو کاٹا گیا(۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ صحیح اور درست ہے، اصل میں یہاں امام بخاری کی غرض دو باتیں ہیں، پہلی غرض تو تفصیل سے مذکور ہوچکی اور دوسری غرض یہ ہے کہ اگر کاشت کار کو ضرورت پیش آجائے تو وہ اپنے اشجار اور نخیل کو کاٹ سکتا ہے، سنت کے اندر اس کی اصل موجود ہے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ باغ والے کو یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ پرانے درختوں کو کاٹ دے، جس پر زیادہ پھل نہیں آتا اور ان کی جگہ دوسرے درخت اگادے، نئے درخت آئیں گے، تو پھل بھی انشاء اللہ زیادہ ہوں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس توجیہ سے بعض علماء کے اس اشکال کا جواب بھی ہوگیا کہ اس ترجمۃ الباب کو ابواب المزارعۃ

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۱۳/۵

(۲) دیکھئے فتح الباري: ۱۳/۵

میں ذکر کرنا مناسب نہیں تھا، اس لئے کہ ابواب المزارعۃ سے درختوں کے کاٹنے کا کیا تعلق ہے(۱)، لیکن ظاہر ہے کہ جب یہ کہا گیا کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مصلحۃً پرانے درختوں کو کاٹ کر نئے درخت ان کی جگہ پر بوتا ہے تو اس صورت میں ابواب المزارعۃ کے ساتھ اس کا تعلق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ : أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ . [ر : ٤١٨]

تعلیق کی تفصیل

یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث کا جزء ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب المناقب(۲)، کتاب الوصایا(۳) اور کتاب الصلاۃ(۴) میں اس کو موصولاً ذکر فرمایا ہے۔

اور یہاں مقصود یہ ہے کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو وہاں کھجوروں کے درخت تھے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو کٹوا دیا اور مسجد کی تعمیر میں بھی ان کو استعمال کیا، تو یہ کٹوانا بھی ضرورت کی بناء پر تھا۔

اور ترجمۃ الباب سے اس تعلیق کی مطابقت نہایت واضح ہے۔

٢٢٠١ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ ، وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ :

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

[٤٦٠٢ ، ٣٨٠٨ ، ٣٨٠٧ ، ٢٨٥٨]

---

(۱) دیکھئے، الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۱

(۲) دیکھئے، کتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه المدينة، رقم: ٣٩٣٢

(۳) دیکھئے، کتاب الوصایا، باب إذا أوقف جماعة أرضا مشاعا فهو جائز، رقم: ٢٧٧١

(٤) دیکھئے، کتاب الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، رقم: ٤٢٨

(٢٢٠١) أخرجه البخاري أيضاً في تفسير سورة الحشر، باب قوله تعالى: ﴿ما قطعتم من لينة﴾ الآية، رقم: ٤٦٠٢، وفي كتاب الجهاد، باب حرق الدور والنخيل، رقم: ٢٨٥٧، وفي المغازي، باب حديث بني النضير ومخرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إليهم في دية الرجلين، رقم: ٣٨٠٤، وأخرجه مسلم في -

ترجمہ: (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نضیر (یہودیوں) کے کھجور کے درخت جلوا دیئے اور کٹوا ڈالے اور یہ درخت بُویرۃ میں تھے اور اسی کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ: بنی لوی کے سرداروں کے لئے بُویرہ کی پھیلی ہوئی آگ نے فتح کو آسان بنادیا۔

تراجم رجال

۱- موسیٰ بن اسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

۲- جویریة

یہ جویریۃ بن اسماء بن عبید بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

۳- نافع

یہ نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں(۳)۔

٤- عبداللّٰه بن عمر

آپ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں(۴)۔

= كتاب الجهاد، باب جواز قطع أشجار الكفار وتحريقها، رقم: ٤٧٤٦، وأخرجه الترمذي في كتاب التفسير، باب من سورة الحشر، رقم: ٣٢٩٨، وأخرجه ابوداود رحمه الله تعالىٰ في كتاب الجهاد، باب الحرق في بلاد العدو، رقم: ٢٦١٥

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ٤٣٣/١، ٤٧٧/٣

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٦٥١/٤

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٦٣٧/١

حل اللغات

هَان: یَهُوْنُ هَوْناً، هَانَ علیه الشي. ای خَفَّ یعنی کسی معاملے کا نرم وآسان ہوجانا(۱)۔

سَرَاۃ، ج السَرِيّ بمعنی سردار، صاحبِ شرف ومروت، سخی، علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "سَرِیٌّ" کی جمع "سَرَاۃ"، سین کے فتحہ کے ساتھ، خلافِ قیاس ہے اور کبھی سین کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور سَرَاۃ کی جمع سَرَوَات آتی ہے(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔

تشریح

یہ شعر دیگر اشعار کے ساتھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیے ہیں اور اسی طرح دیوانِ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی منقول ہیں(۳)، ان اشعار میں شاعرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریشِ مکہ پر طنز کیا ہے اور بنونضیر اور بنوقریظہ کے یہودیوں کی بدحالی بیان کی ہے کہ انہوں نے قریشِ مکہ کے بھڑکانے میں آکر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد وپیمان توڑ دیے اور اسلام کے خلاف کارروائی میں مشرکین کے ساتھ ہوئے اور پھر جب ان پر مصیبت آئی تو قریشِ مکہ نے اپنے وعدے کے باوجود ان کی کوئی مدد نہیں کی(۴)۔

---

(۱) دیکھیے معجم الصحاح، ص: ۱۱۱۳

(۲) دیکھیے النهاية: ۱/۸۸٤

(۳) دیکھیے فتح الباري: (٤١٦/٧)، دیوان حسان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، ص: ٢٦٨

(۴) وہ چاروں اشعار مع ترجمے کے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

تفاقد معشر نصروا قریشاً   ولیس لهم ببلدتهم نصیر

"جن لوگوں نے قریش کی مدد کی ان سب نے ایک دوسرے کو گم کردیا، یعنی سب ہلاک اور منتشر ہوگئے اور ان کے شہر میں ان کا کوئی مددگار نہ رہا"۔ ....=

باب

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ترجمے کے باب قائم کیا ہے اور پھر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ ہم اہلِ مدینہ میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات والے تھے، اور یہ روایت قطع الشجر والنخل سے بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتی، جو کہ پہلے باب کا ترجمہ تھا۔

علامہ مہلب بن ابی صفرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کی سمجھ میں جب مناسبت نہیں آئی تو انہوں نے اپنے استاد مہلب بن ابی صفرۃ مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اصل میں اس روایت میں مزارعت کا ذکر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مزارعت ایک اجل معین تک کے لئے ہوا کرتی ہے اور اجل معین گزر جانے کے بعد صاحب ارض کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ زارع اور کاشت کار سے یہ کہے کہ اپنے درخت ہماری زمین سے اٹھا لو اور ان کو کاٹ لو، اس طرح یہ روایت ترجمہ کے مطابق ہو جاتی ہے(۱)۔

- هُمُ أُوتُوا الكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ فَهُمْ عُمْيٌ عَنِ التَّوْرَاةِ بُورُ

''ان لوگوں کو کتاب دی گئی، پس انہوں نے اس کو ضائع کر دیا، پس یہ لوگ تورات کے بارے میں اندھے ہیں اور ہلاک شدہ لوگ ہیں''۔

كَفَرْتُمْ بِالقُرْآنِ وَقَدْ أُتِيتُمْ بِتَصْدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ

''تم نے کفر کیا قرآن کے ساتھ، حالانکہ تم کو اس چیز کی تصدیق دی جا چکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نذیر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا''۔

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

''اور بنی لؤی کے سرداروں پر آسان ہو گیا مقام بویرہ کو جلانا، جس کے شرارے خوب اڑ رہے تھے''۔

(۱) دیکھئے، شرح ابن بطال: ۶/۳۸۲

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ بتایا تھا کہ اشجار اور نخیل کاٹ سکتے ہیں، اب اس باب بلاترجمہ میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمارہے ہیں کہ اشجار کو بضرورت تو کاٹا جاسکتا ہے، بلاضرورت نہیں کاٹا جاسکتا، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طور پر بٹائی کردینے سے کہ جس کے اندر خطرہ ہو، یعنی ایک حصہ صاحب زمین اپنے لئے متعین کرے اور دوسرا حصہ زارع کے لئے متعین کرے، اس سے منع فرمایا ہے، اس میں ہوتا یہ ہے کہ کبھی ایک طرف پیداوار ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرف پیداوار ہوتی ہے، بہرحال اس میں مخاطرہ ہوتا ہے اور کبھی ایک، اور کبھی دوسرے کے نقصان اٹھانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت سے منع فرمایا ہے چونکہ اس میں منفعت موہوم ہے، تو جن چیزوں کے اندر منفعت محقق ہوگی، یعنی درختوں میں، اس کو بلا حاجت کاٹنے کی گنجائش کیسے ہوسکتی ہے(۱)۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ باب، رجوع إلی الأصل کی قبیل سے ہے، یعنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے لئے یہ باب لایا گیا ہے(۲)۔

اشکال

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ من باب الرجوع الی الأصل اس کو کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، پہلے جتنے ابواب گزرے ہیں، سب سے مزارعت کا تعلق واضح اور کھلا ہوا ہے اور رجوع الی الاصل کی ضرورت تو جب پیش آتی ہے جب کہ پہلے کوئی باب ایسا آیا ہو، جس کا مزارعت سے کوئی تعلق نہ ہو اور یہاں ایسی صورت نہیں

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۱۲/۵

(۲) دیکھئے الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۲

ہے، اس لئے اس کو من باب الرجوع الی الاصل قرار دینا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ ماقبل میں جو باب بیان کئے گئے ہیں وہ سب مزارعت کی تمہید میں ہے اور مطلب یہ تھا کہ ان چیزوں کو کھیتی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۲۲۰۲ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ حَنْظَلَةَ ابْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ : سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ : كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا ، كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ ، قَالَ : فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ ، وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ ، فَنُهِينَا ، وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ .

[۲۲۰۷ ، ۲۲۱٤ ، ۲۲۱۸ – ۲۲۲۰ ، ۲۵۷۳ ، ۳۷۸۹]

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "ہم لوگ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیت والے لوگ تھے، ہم زمین کو بٹائی پر دیتے تھے، اس شرط پر کہ زمین کے ایک متعین حصے کی پیداوار زمین کا مالک لے گا، حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کبھی تو ایسا ہوتا کہ زمین کے اس حصے کی پیداوار خراب ہوجاتی اور باقی زمین کی اچھی رہتی، اور کبھی ساری زمین کی پیداوار خراب ہوجاتی اس حصہ کی محفوظ رہتی، اس لئے ہم کو اس سے منع کردیا گیا اور جہاں تک تعلق ہے سونے اور چاندی (کے بدلے ٹھیکہ دینے) کا، تو اس وقت ان کا رواج ہی نہ تھا۔

(۲۲۰٦) اخرجه البخاري ايضاً في باب مايكره من الشروط في المزارعة، (الحديث: ۲۳۳۲)، مختصراً، واخرجه ايضاً في كتاب الشروط، باب الشروط في المزارعة، (الحديث: ۲۷۲۲)، مختصراً، واخرجه مسلم، في كتاب البيوع، باب كراء الأرض بالذهب والورق، (الحديث: ۳۹۲۸، ۳۹۳۱)، وأخرجه أبوداود في كتاب البيوع والإجارات، باب في المزارعة، (الحديث: ۳۳۹۲، ۳۳۹۳)، وأخرجه النسائي في كتاب الأيمان والنذور، باب ذكر الأحاديث المختلفة في النهي عن كراء الأرض بالثلث والربع، واختلاف ألفاظ الناقلين للخبر، (الحديث: ۳۹۰۸–۳۹۱۱)، واخرجه ابن ماجه في كتاب الرهون، باب الرخصة في كراء الأرض البيضاء بالذهب والفضة، (الحديث: ۲٤٥۸)، وانظر تحفة الأشراف، (۳۵۵۳)

تراجم رجال

۱ – محمد

یہ محمد بن مقاتل مروزی بغدادی ابوالحسن رُخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲ – عبداللّٰه

یہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳ – یحییٰ

یہ یحییٰ بن سعید انصاری ہیں (۳)۔

٤ – حنظله بن قيس

یہ حنظلہ بن قیس بن عمرو بن حصن بن خَلدۃ بن مُخَلَّد بن عامر بن زُرَیق الانصاری الزُرَقی المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

اساتذہ کرام

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت رافع بن خدیج، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عامر بن کُرَیز قُرَشی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالیسر انصاری رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کرتے ہیں (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲۰٦/۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٤٦٢/١

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۲۳۸/۱، ۳۲۱/۲

(٤) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٤٥٣/٧، طبقات ابن سعد: ٧٣/٥، تاريخ البخاري الكبير: ٣/، الترجمة: ١٥٥

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٤٥٣/٧، طبقات ابن سعد: ٧٣/٥، تاريخ البخاري الكبير: ٣/، الترجمة: ١٥٥

تلامذہ کرام

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، ابوحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ زُرَقی، عثمان بن محمد اخنسی، محمد بن مسلم شہاب زہری، مصعب بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، یحییٰ بن سعید انصاری اور شرحبیل بن ابی عون کے والد ابوعون رحمہم اللہ تعالیٰ، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۱)۔

محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ، واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ اور قلیل الحدیث ہیں(۲)۔

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے انصار میں حنظلہ بن قیس سے زیادہ ذکی اور بہترین رائے والا شخص نہیں دیکھا، گویا کہ آپ ایک قریشی جوان تھے(۳)۔

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے(۴)۔

۵- رافع بن خدیج

حضرت رافع بن خدیج بن رافع بن عدی اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ گزر چکا(۵)۔

حل اللغات

مُزْدَرَع: کھیتی کرنے کی جگہ، کشت زار، زَرَع (ف) زَرْعاً وازْدَرَعَ، بونا، بیج ڈالنا، جوتنا(۶)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ باب بلا ترجمہ ہے اور شاید کاتب نے غلطی سے اس حدیث کو یہاں لکھ

---

(۱) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۷/۴۵۳، ۴۵٤

(۲) دیکھئے، طبقات ابن سعد: ۵/۷۵

(۳) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۷/۴۵٤

(٤) دیکھئے، الثقات: ٤/١٦٦

(۵) دیکھئے، کشف الباري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب

(٦) دیکھئے، معجم الصحاح، ص: ٤٤٩

دیا ہے(۱)اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت کا تذکرہ ترجمۃ الباب کے مقصد کے ضمن میں گزر چکا۔

٧ - باب : الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ .

نصف یا کم وبیش پر زراعت کا حکم

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ اگر مزارعت کسی جزء معین کے بدلے میں کی جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور ترجمۃ الباب میں "شطر" کی قید روایتِ مرفوعہ کی رعایت کرتے ہوئے لگائی ہے(۲)۔

فقہاء کا اختلاف

بٹائی پر جب زمین کاشت کے لئے دی جاتی ہے تو اس کے جواز، عدم جواز میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام اوزاعی، سفیان ثوری، سعید بن مسیب، طاؤس، ابن ابی لیلیٰ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جائز ہے(۳)۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوثور رحمہ اللہ تعالیٰ اور لیث وغیرہم عدم جواز کے قائل ہیں(۴)۔

ان حضرات کے دلائل کی قدرے تفصیل ابوابِ حرث اور مزارعت کی ابتداء میں گزر چکی۔

قولِ راجح

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مجوزین کا قول ارجح واقوی ہے اور احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ بھی ہے(۵) اور امام بخاری بھی اسی کو ثابت فرمارہے ہیں۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۱۳

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۳۲

(۳) دیکھئے، البناية شرح الهداية للمحدث العيني: ۱۱/٤٧٤، وشرح ابن بطال رحمه الله تعالى: ٦/٣٨٤

(٤) دیکھئے، البناية شرح الهداية للمحدث العيني: ۱۱/٤٧٤، وشرح ابن بطال رحمه الله تعالى: ٦/٣٨٤

(٥) دیکھئے، الهداية مع نصب الراية: ٤/٤٥٦

علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالی کی رائے

حضرت مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالی نے بھی جواز کے قول کو اختیار کیا ہے(۱)۔

علامہ شرنبالی رحمہ اللہ تعالی کا قول

اورعلامہ شرنبالی رحمہ اللہ تعالی نے جوخلاصہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے مزارعت کے مسائل میں جوتفریعات پیش کی ہیں وہ مجوزین کے قول پر مبنی ہیں، اس لئے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کو یہ معلوم تھا کہ لوگ ان کے بعد اس بات کو نہیں مانیں گے، اس لئے انہوں نے تفریعات میں مجوزین کے مسلک کی رعایت کی(۲)۔

لیکن یہ بات بہرحال درست نہیں ہوسکتی کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالی مسئلہ تو ایک بیان کریں اور تفریع دوسرے مسئلہ پر کریں اور وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ خود جانتے تھے کہ ان کی بات کو کوئی نہیں مانے گا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی کی رائے

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے مزارعت کے فساد کا فیصلہ تو کیا ہے لیکن یہ کہ وہ اس کی ممانعت سختی سے نہیں فرماتے تھے اور اس میں ان کے یہاں شدت نہیں تھی، دلیل اس کی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے مزارعت کے جوفروعی مسائل بیان کئے ہیں، ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جو امام ابویوسف اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے قول پر منطبق ہوتے ہیں(۳)۔

یہ تعلیل پہلی تعلیل کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ : مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ ، إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ . وَزَارَعَ عَلِيٌّ ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، وَالْقَاسِمُ ، وَعُرْوَةُ ، وَآلُ أَبِي بَكْرٍ ، وَآلُ عُمَرَ ، وَآلُ عَلِيٍّ ، وَابْنُ سِيرِينَ .

---

(۱) دیکھئے العرف الشذی: ۱۰۲/۳

(۲) دیکھئے حاشیة ردالمحتار، کتاب المزارعة: ۵۸۳/۶

(۳) دیکھئے حاشیة ردالمحتار، کتاب المزارعة: ۵۸۲/۶

"ابوجعفر فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کسی مہاجر کا گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی نہ کرتے ہوں۔ اور حضرت علی، سعد بن مالک، عبداللہ بن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، قاسم، عروۃ بن زبیر، حضرت ابوبکر کے خاندان والے اور حضرت عمر کے خاندان والے اور حضرت علی کے خاندان والے اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم اجمعین، سب بٹائی کیا کرتے تھے۔

تعلیقات کی تفصیل

قیس بن مسلم کی اس تعلیق کو علامہ عبدالرزاق نے "ثوری اخبرنی قیس بن مسلم عن ابی جعفر" کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے(۱)۔

اور تعلیق کا مقصود "مزارعۃ بالشطر" وغیرہ کا اثبات ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً نقل کیا ہے:

"حدثنا وكيع عن سفيان عن الحارث بن حصيرة عن صخر بن الوليد عن عمرو بن صُلَيع عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أنه لم ير بأساً بالمزارعة على النصف"(۲).

اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے:

"حدثنا أبو الأحوص عن إبراهيم بن مهاجر عن موسىٰ بن طلحة قال: كان سعد وابن مسعود يزارعان بالثلث والربع"(۳).

(۱) دیکھئے، مصنف عبدالرزاق، كتاب المساقاة، باب المزارعة على الربع والثلث، رقم: (۱٤٤٧٦): ۸/۱۰۰

(۲) دیکھئے فتح الباري: ۵/۱۱، وعمدة القاري: ۱۰/۱٦۷

(۳) دیکھئے فتح الباري: ۵/۱۱

اسی طرح سعید بن منصور(۱) اور بیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ (۲) نے بھی اس اثر کو موصولاً نقل کیا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے، "حدثنا حفص ابن غياث عن يحيى بن سعيد أن عمر بن عبدالعزيز كان أمر بإعطاء الأرض بالثلث والربع"(۳)۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے۔

"سمعت هشاماً يحدث أرسلني محمد بن سيرين إلى القاسم بن محمد أسأله عن رجل قال لآخر: اعمل في حائطي هذا ولك الثلث أو الربع، قال لا بأس به الخ"(٤).

عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔

"حدثنا ابواسامة عن هشام بن عروة قال كان أبي لايرى بكراء الأرض بأساً"(٥).

آل ابی بکر، آل عمر اور آل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اثر کو عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً نقل کیا ہے:

"حدثنا ابو اسامة ووكيع عن عمرو بن عثمان عن أبي جعفر قال سألته عن المزارعة بالثلث والربع فقال: إني نظرت في آل أبي بكر وآل عمرو آل علي (رضي الله عنهم) وجدتهم يفعلون ذلك(٦).

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۱۱/٥

(۲) دیکھئے سنن البيهقي، كتاب احياء الموات، باب اقطاع الحدات: ٦/٤٥

(۳) دیکھئے فتح الباري: ٥/١١، وعمدة القاري: ١٠/١٦٧

(٤) دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ٨/١٠٠

(٥) دیکھئے فتح الباري: ٥/١١، وعمدة القاري: ١٠/١٦٧

(٦) دیکھئے فتح الباري: ٥/١١، وعمدة القاري: ١٠/١٦٧، ورواية عبدالرزاق في مصنفه، كتاب المساقاة، باب المزارعة على الربع والثلث...، (رقم: ١٤٤٧٧): ٨/١٠٠، اخبرنا عبدالرزاق قال أخبرنا ابوسفيان قال —

اورابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے اثر کو سعید بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً نقل کیا ہے(۱)۔

اوران تمام تعلیقات کا مقصد بھی المزارعۃ بالشطر ونحوہ کا اثبات ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ : كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ . وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ ، وَإِنْ جَاؤُوا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا .
وَقَالَ الْحَسَنُ : لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا ، فَيُنْفِقَانِ جَمِيعًا ، فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا . وَرَأَى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ . وَقَالَ الْحَسَنُ : لَا بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ . وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ : لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ . وَقَالَ مَعْمَرٌ : لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى .

عبدالرحمٰن بن اسود فرماتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کا کھیتی میں شریک رہتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اس شرط پر بٹائی کی کہ اگر تخم ان کا ہو تو وہ آدھی پیداوار لیں گے اور اگر تخم لوگوں کا ہو تو وہ اتنی لیں گے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص کی زمین ہو (دوسرے کی محنت) دونوں اس میں خرچ کریں اور پیداوار آدھوں آدھ بانٹ لیں اور زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی اختیار کیا اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی نصف کی شرط پر روئی چنے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابراہیم نخعی، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ تہائی یا چوتھائی وغیرہ کی شرط پر کپڑا بنُنے کے لئے دیا جائے اور معمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں کہ مویشی ایک معین مدت کے لئے تہائی یا چوتھائی کمائی پر دی جائے۔

تعلیقات کی تفصیل

عبدالرحمٰن بن اسود کے اثر کو ابوبکر ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے(۲)۔

أخبرني عمرو بن عثمان بن موهب قال سمعت ابا جعفر محمد بن علي يقول: آل أبوبكر وآل عمرو آل علي يدفعون اراضيهم، بالثلث والربع، انتهى.

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۱۱/۵، ۱۲

(۲) دیکھئے فتح الباري: ۱۲/۵، وعمدة القاري: ۱۶۷/۱۰

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کبیر میں موصولاً نقل کیا ہے(۱)
اور اسی طرح ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس اثر کو نقل کیا ہے(۲)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشت کاروں کے ساتھ معاملہ یوں طے کیا کہ اگر بیج حضرت عمر دیں گے تب تو وہ آدھا لیں گے اور اگر بیج کاشت کار دیں گے تو پھر مثلاً اثلاثاً تقسیم ہوگی، یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جو صورت یہاں بیان کی گئی ہے یہ تو مخاطرہ کی شکل ہے اور حدیث میں اسے منع کیا گیا ہے(۳)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو تخییر بین العقدین ہے، یہ ابتداءً ہوا کرتی تھی، اس کے بعد پھر ایک صورت پر اتفاق ہو جایا کرتا تھا، مخاطرہ تو جب ہے کہ آخر تک طے نہ ہو(۴)۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو سعید بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً نقل کیا ہے(۵)۔

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کو عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً ذکر کیا ہے(۶)۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تعلیق کو سعید بن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً ذکر فرمایا ہے(۷)۔

قوله: "وقال الحسن: لا بأس أن يجتني القطن على النصف" کی تشریح

یعنی کسی آدمی کا روئی کا کھیت ہے اب وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ تم روئی چن لو اور جتنی روئی جمع

(۱) دیکھئے، الكبير للبيهقي، كتاب المزارعة، باب من أباح المزارعة بجزء معلوم مشاع: ۱۳۵/۶
(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۱۲/۵، وعمدة القاري: ۲۶۸/۱۰
(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۱۶/۵
(۴) دیکھئے، فتح الباري: ۱۶/۵
(۵) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۶۸/۱۰، وفتح الباري: ۱۲/۵
(۶) دیکھئے، مصنف عبدالرزاق، كتاب المساقاة، باب المزارعة على الثلث والربع، رقم: (۱۴۴۷۳): ۱۰۰/۸، وفتح الباري: ۱۲/۵، وعمدة القاري: ۱۶۸/۱۰
(۷) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۳۴/۱۲

ہوجائے گی، آدھی تم لے لینا، آدھی میں لے لوں گا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اس صورت کے جواز کے قائل ہیں اور ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عدم جواز کے قائل ہیں اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اجرتِ مثل واجب ہوتی ہے، اس لئے کہ یہاں اجرت مجہول ہے۔ نیز یہ قفیز الطحان کے معنی میں ہے جو کہ ممنوع ہے۔

اور حنابلہ اسے قراض پر قیاس کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ مال کے ایک معلوم جزء کے عوض اجارہ ہے، بس اس کی مبلغ مقدار معلوم نہیں ہے(۱)۔

مگر مشائخ بلخ نے ضرورت کی بناء پر جواز کا فتویٰ دیا ہے اور علامہ ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جواز ہی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں(۲)۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو ابوبکر اثرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً نقل کیا ہے(۳)۔

ابن سیرین، عطاء، حکم اور زہری رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً ذکر کیا ہے(۴)۔

اسی طرح قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو انہوں نے، نیز اثرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی موصولاً ذکر کیا ہے(۵)۔

قوله: "وقال إبراهيم وابن سيرين وعطاء والحكم والزهري وقتادة: لا بأس أن يعطي الثوب بالثلث، أو الربع ونحوه" کی تشریح

اور ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ کسی نساج کو سوت دے دیا گیا اور کہا گیا کہ تم اس کو بُن لو اور کپڑا تیار کرو، اس میں سے ایک ثلث یا ربع تمہارا ہو جائے گا اور باقی ہم لے لیں گے، اس میں بھی امام احمد رحمہ اللہ

(۱) دیکھئے إرشاد الساري: ۳۱۳/۵، وفتح الباري: ۱۷/۵، وعمدة القاري: ۲۳٤/۱۲

(۲) دیکھئے عمدة القاري: ۲۳۵/۱۲، وفتح الباري: ۱۷/۵، ولامع الدراري: ۲٤۱/٦

(۳) دیکھئے فتح الباري: ۱۲/۵، وعمدة القاري: ۱٦۸/۱۰

(٤) دیکھئے فتح الباري: ۱۲/۵، ۱۳، وعمدة القاري: ۱٦۸/۱۰

(۵) دیکھئے فتح الباري: ۱۳/۵، وعمدة القاري: ۱٦۸/۱۰

تعالیٰ جواز کے قائل ہیں اور ائمہ ثلاثہ منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہاں بھی اجرت مثل عامل کو دی جائے گی اور کپڑا سارا مالک کا ہوگا(۱)۔

معمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مصنف" میں موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔

تشریح

ایک آدمی اپنی سواری کسی کو دیتا ہے کہ یہ لے جاؤ اور اتنی مدت کے لئے کرایہ پر چلاؤ اور جو اجرت حاصل ہوگی وہ ہمارے تمہارے درمیان میں تقسیم ہو جائے گی، یہاں بھی امام احمد بن حنبل جواز کے قائل ہیں اور ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ عامل کو اجرت مثل دی جائے گی اور باقی آمدنی رب الدابہ کی ہوگی (۳)۔

۲۲۰۳ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ . فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ ، ثَمَانُونَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُونَ وَسْقَ شَعِيرٍ ، فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ . فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ ، أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ .
[ر : ۲۱۶۵]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے آدھوں آدھ پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کیا، جتنا بھی میوہ یا اناج اس زمین میں سے پیدا ہو، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۳۵/۱۲

(۲) دیکھئے فتح الباري: ۱۷/۵

(۳) دیکھئے، لامع الدراري: ۲۳۹/۶

(۲۲۰۳) انفرد به الإمام بخاري، انظر تحفة الأشراف: ۱۲۳/۶، رقم: ۷۸۰۸

وسلم اس میں سے اپنی ازواج کو سو وسق دیا کرتے تھے، اسی وسق کھجور کے، اور بیس وسق جَو کے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی خلافت میں یہودیوں کو جلا وطن کر کے) خیبر کی زمین کو تقسیم فرمادیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ چاہیں تو (اپنا حصہ) پانی اور زمین الگ کر کے لے لیں یا پہلے کا عمل باقی رکھیں تو ان میں سے بعض نے زمین لینا پسند کیا اور بعض نے وسق کو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین لینے کو پسند کیا تھا۔

تراجم رجال

۱- ابراهيم بن مُنذر

یہ ابراہیم بن منذر حزامی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

۲- أنس

یہ انس بن عِیاض لیثی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

۳- عبيدالله

یہ عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب العمری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

٤- نافع

آپ حضرت نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۴)۔

---

(١) دیکھیے، كشف الباري: ٣/٥٨

(٢) دیکھیے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت

(٣) دیکھیے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب التبرز في البيوت

(٤) دیکھیے، كشف الباري: ٤/٦٥١

۵- عبداللّٰہ بن عمر

آپ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۱)۔

حلِ لغات

الوَسْق: (بالفتح) اس کے اصل معنی تو بوجھ کے ہیں، اس کی جمع "أوْسَاق" اور "أوْسُق" آتی ہے، ۶۰ صاع کی مقدار کے لئے مستعمل ہے اور اہلِ حجاز کے یہاں ۳۲۰ رطل اور اہلِ عراق کے یہاں ۴۸۰ رطل کے برابر ہے (۲)، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وسق: بحسابِ مثقال، ۵ من اڑھائی سیر، ۸۰ تولہ کے سیر کے حساب سے ہے اور بحساب درہم ۵ من، پونے ۵ سیر ۸۰ تولہ کے سیر کے حساب سے ہے (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت "قوله: عامل خيبر بشطر مايخرج منها من تمر أو زرع" کے ذریعے واضح ہے (۴)۔

یہ حدیث مزارعت ومساقات کے مجوزین کا مستدل ہے اور احناف ودیگر حضرات کی طرف سے اس کے جوابات ابواب الحرث والمزارعۃ کی ابتداء میں گزر چکے۔

قوله (عامل خيبر)

یہاں مضاف محذوف ہے، یعنی أھل خیبر ہے، قوله تعالیٰ: ﴿واسأل القرية﴾ (يوسف: ۸۲) کی طرح (۵)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۳۷

(۲) دیکھئے، النهاية: ۲/۸٤۹

(۳) دیکھئے، اوزان شرعية، ص: ٤۲

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۳۵

(۵) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۳۵

٨ - باب : إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ .

اگر بٹائی میں سالوں کی مقدار کی شرط نہ کرے (تو کیا حکم ہے؟)

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کے اختلاف کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مزارعت کا معاملہ کیا جائے اور مدت کا وہاں کوئی تذکرہ ہی نہ ہو نفیاً نہ اثباتاً تو کیا یہ مزارعت صحیح ہوگی؟

داؤد ظاہری اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے قولِ مشہور کے مطابق فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ان کے یہاں مزارعت عقود جائزہ میں سے ہے جب تک چلتی چلتی رہے، جب جی چاہے اس کو ختم و فسخ کر دو(۱) لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک یہ عقود لازمہ میں سے ہے، اس میں مدت کا تعیین ضروری ہے اور اس مدت تک اس کو چلانا لازم ہوتا ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ اس کے قائل ہیں(۲)۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر مدت بیان نہیں کی گئی ہے تو ایک کاشت کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا(۳)۔

اگرچہ قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ یہ درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بعض خارج کے بدلے میں اجارہ پر لینا ہے، اور پھر مدت مجہولہ کے ساتھ اجارہ درست نہیں ہوتا لہٰذا اسے بھی جائز نہیں ہونا چاہیے، لیکن استحساناً لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور یہ معاملہ پہلی کاشت تک رہے گا(۴)۔

ابوثور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مدت متعین نہیں کی گئی ہے تو ایک سال تک یہ معاملہ چلے گا،

---

(١) دیکھئے، المغني: ٥/٥٦٨، کتاب المساقاة، فصل المساقاة والمزارعة من العقود الجائزة، نيل الأوطار: ٦/٩، کتاب المساقاة والمزارعة، عمدة القاري: ١٢/١٦٨

(٢) حوالۂ بالا

(٣) دیکھئے، بدائع الصنائع: ٥/٢٦٢، کتاب المزارعة، باب ما يرجع إلى مدة المزارعة

(٤) دیکھئے، حوالہ بالا

اس کے بعد ختم ہوجائے گا(۱)۔

دوتراجم میں فرق پرتنبیہ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ترجمہ تو یہ منعقد کیا ہے اور ایک ترجمہ آگے منعقد کیا ہے، باب إذا قال رب الأرض أقرك ما أقرك الله ولم يذكر اجلا معلوما فهما على تراضيهما، ان دونوں ترجموں میں کیا فرق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمۃ الباب سے تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مزارعت من غیر ذکر الاجل جائز ہے اور آنے والے ترجمے میں امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اگر مزارعت میں اجل کا ذکر تو کیا جائے لیکن وہ اجل غیر معلوم اور مجہول ہو تو اس صورت کے اندر مزارعت جائز ہوگی، "أقرك ما أقرك الله" جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں قائم رکھیں گے، ہم بھی قائم رکھیں گے، اس میں اجل کا ذکر آیا ہے لیکن اس کی کوئی تحدید اور تعیین نہیں ہوئی، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ وہاں یہ بتا رہے ہیں کہ اگر مزارعت من غیر ذکر الاجل المعلوم ہو تو وہ بھی درست ہوتی ہے اور یہاں یہ بتایا ہے کہ مزارعت من غیر ذکر الاجل کا کیا حکم ہے(۲)۔

۲۲۰۴ : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : عَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ .
[ر : ۲۱۶۵]

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۳۱/۱۲

(۲) فتح الباري: ۵/۱۴، مع تفصيل

(۲۲۰۴) وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع، رقم: ۱۵۵۱، والترمذي، في باب ما ذكر في المزارعة رقم: ۱۳۸۳، والطحاوي في شرح معاني الآثار، كتاب المزارعة والمساقاة، رقم: ۵۵۰۶، وأبو داود في باب في المساقاة، رقم: ۳۴۱۰، والدارمي في سننه، في باب ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عامل خيبر، رقم: ۲۶۱۴، واحمد في مسنده: ۲۸۹/۸، رقم: ۴۶۶۳۰، و: ۳۵۶/۸، رقم: ۴۷۳۲.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے، آدھی پیداوار پر، چاہے پھل ہو یا غلہ، بٹائی کرلی۔

تراجم رجال

مسدد

یہ مسدد بن مسرہد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

یحییٰ بن سعید

یہ یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عبیداللہ

یہ عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب العمری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

نافع

آپ حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۴)۔

ابن عمر

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲، ٤/۵۸۸

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب التبرز في البیوت

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٦٥١

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٣٧

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے، اس لئے کہ اس میں مدتِ مقررہ کی کوئی قید نہیں ہے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے کسی ایک طریق میں بھی مدتِ معلومہ کی قید وارد نہیں ہوئی ہے(۱)۔

باب

باب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کو بلا ترجمہ ذکر کیا ہے، اس کی بابِ گزشتہ کے ساتھ مناسبت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ گزشتہ باب کے لئے بمنزلہ فصل کے ہے اس لئے کہ جب مزارعت کی یہ شکل جائز ہے کہ زمین والا، زمین کی پیداوار سے ایک معین جزء، زارع سے لے سکتا ہے تو زمین کو دراہم، دنانیر اور نقود کے عوض میں کرایہ پر دینا بطریق اولیٰ جائز ہوگا(۲)۔

۲۲۰۵ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرٌو : قُلْتُ لِطَاوُسٍ : لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ ، فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ ؟ قَالَ : أَيْ عَمْرُو ، إِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُغْنِيهِمْ ، وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي – يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا – أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ ، وَلٰكِنْ قَالَ : (أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا) . [۲۲۱۷ ، ۲٤۹۱]

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۱۵/۵

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۱۹/۵، وعمدة القاري: ۲۳۸/۱۲، وإرشاد الساري: ۳۱۵/۵.

(۲۲۰۵) وأخرجه الإمام مسلم رحمه الله تعالیٰ في صحيحه في كتاب البيوع، باب الأرض تمنح، رقم: ۱۵۱، والإمام أبوجعفر الطحاوي رحمه الله تعالیٰ في شرح معاني الآثار، في كتاب المزارعة والمساقاة، رقم: ۵۹۳۸، وأبو عوانة في مسنده: ۳۲۷/۳، باب ذكر الأخبار المبيحة مؤاجرة الأرض البيضاء بالذهب والفضة الخ، رقم: ۵۱۷٦، والبيهقي رحمه الله تعالیٰ في سننه الكبریٰ، في كتاب المزارعة، باب من أباح المزارعة بجزء، رقم: ۱۲۷۳، والبغوي رحمه الله تعالیٰ في شرح السنة: ۲۵٦/۸، رقم: ۲۱۸۰، وأبوداود في سننه في =

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ تم زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دو (تو بہتر ہے) اس لئے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بٹائی سے منع کیا ہے، طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عمرو! میں لوگوں کو زمین دیتا ہوں اور ان کی اعانت کرتا ہوں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جو بڑے عالم ہیں یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے مجھ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بٹائی سے منع نہیں فرمایا، البتہ یہ فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مفت میں زمین دے دے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کا محصول لے۔

تراجم رجال

١- علي بن عبدالله

یہ علی بن عبداللہ بن جعفر ابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (١)۔

٢- سفيان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (٢)۔

٣- عمرو

یہ عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (٣)۔

= كتاب البيوع، باب في المزارعة، رقم: ٣٣٨٩، والترمذي رحمه الله تعالىٰ في جامعه في كتاب الأحكام، من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب من المزارعة، رقم: ١٣٨٥، والنسائي رحمه الله تعالىٰ في سننه في كتاب الأيمان والنذور، باب ذكر الأحاديث المختلفة في النهي عن كراء الأرض، رقم: ٣٨٧٣، وابن ماجه رحمه الله تعالىٰ في سننه في كتاب الأحكام باب الرخصة في كراء الأرض البيضاء، رقم: ٢٤٥٦.

(١) دیکھئے، كشف الباري: ٢٩٧/١

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٢٣٨/١، ١٠٢/٢

(٣) دیکھئے، كشف الباري: ٣٠٩/٤ ھ

٤- طاؤس

یہ طاؤس بن کیسان الیمانی الجندی الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

٥- ابن عباس رضي الله عنهما

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا (۲)۔

حلِ لغات

المُخابَرَة: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ "خَیبَر" سے ماخوذ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر والوں کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کیا تھا، اس لئے مزارعت کو مخابرۃ کہا گیا (۳) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ "خبار" یعنی نرم زمین سے ماخوذ ہے، چونکہ مزارعت کے معاملے کا تعلق زمین سے ہے، اس لئے اس کو مُخابرۃ بھی کہا جاتا ہے (۴)۔

مُزارعۃ اور مخابرۃ میں فرق

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جب کہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مزارعت میں بیج مالک کی طرف سے ہوتا ہے اور مخابرۃ میں بیج، عامل وکاشت کار کی طرف سے ہوتا ہے (۵)۔

فقہاء کے اختلاف کا بیان

اب آیا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا ناجائز، یا ایک جائز ہے اور ایک ناجائز۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين الخ

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۴۳۵، ۲۰۵/۲

(۳) دیکھئے، النهاية: ۱/۴٦٦

(٤) دیکھئے، حواله بالا

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۳۹

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں جائز ہے، یعنی اگر بیج مالکِ زمین کی طرف سے ہے تو بھی جائز ہے، اس لئے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے کہ عامل اور مالکِ زمین دونوں اس کی نما یعنی پیداوار میں شریک ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی جانب سے ہو، جیسا کہ عقد مساقاۃ اور عقدِ مضاربت میں ہوتا ہے۔ اور یہی مسلک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ اور اسحٰق رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے(۱)۔

اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہو، تب بھی جائز ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر والوں کو زمین اس طور پر دی تھی، تو گویا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کو کھیتی کے لئے دیا بغیر اس کی تفصیل کے، کہ بیج کون ڈالے، لہٰذا اب عامل یا رب الارض میں سے جو بھی بیج ڈالے گا جائز ہوگا اور یہی مسلک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور محدثین کی ایک جماعت کا ہے(۲)۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نہ مخابرۃ جائز ہے اور نہ مزارعۃ، اب سوال یہ ہے کہ جن آثار میں بٹائی کا ذکر آیا ہے اور مزارعت کا جواز معلوم ہو رہا ہے، ان کا محمل کیا ہوگا؟

تو اس کے جوابات ابواب الحرث والمزارعۃ کی ابتدا میں گزر چکے۔ البتہ شوافع کے یہاں چونکہ مساقاۃ جائز ہے اور اس کے ضمن میں مزارعت بھی جائز ہے، تو وہ ان روایات کو مساقاۃ پر محمول کرتے ہیں۔

البتہ شوافع میں سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ مزارعت اور مساقات مستقلاً دونوں جائز ہیں(۳)۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی کئی مسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ

(۱) دیکھئے، المغني لابن قدامه: ۵/۲٤٤.

(۲) دیکھئے، المغني لابن قدامة: ۵/۲٤۵

(۳) دیکھئے، الصحیح لمسلم مع شرحه الکامل للنووي: ۲/۱٤، قدیمی

عزیز طلبہ کے مزید فائدے اور آسانی کے لئے عقدِ مزارعت کی مختلف صورتوں میں مذہب احناف (مفتی بہ) کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

مزارعت بنیادی طور پر چار عناصر پر مشتمل ہے:

۱- زمین ....

تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہ باب چونکہ باب سابق کے لئے بمنزلہ فصل کے ہے، تو حدیث کی باب سابق سے مطابقت قولہ: (خیر لہ من ان یاخذ علیہ خرجاً معلوماً) سے ظاہر ہے، اس طرح کہ اس باب میں عامل کے لئے

۲-بیج

۳-جوتنے کا آلہ، چاہے جانور ہو یا مشین

۴-بٹائی دار کا عمل

ان چاروں کے لحاظ سے مزارعت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، جن میں سے بعض جائز ہیں اور بعض ناجائز۔

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان صورتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ان صورتوں کو مختصراً ذیل کے جدول میں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	زمین کے مالک کی طرف سے	بٹائی دار کی طرف سے	حکم
۱	زمین، بیج، آلۂ کاشت	عمل	جائز ہے
۲	زمین	آلۂ کاشت، بیج، عمل	جائز ہے
۳	زمین، بیج	عمل، آلۂ کاشت	جائز ہے
۴	زمین، آلۂ کاشت	بیج، عمل	ظاہر الروایۃ میں ناجائز ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے
۵	زمین، عمل	بیج، آلۂ کاشت	ظاہر الروایۃ میں ناجائز ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے
۶	زمین، عمل، آلۂ کاشت	بیج	ظاہر الروایۃ میں ناجائز ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے

دیکھئے، بدائع الصنائع: ۲۷۱/۸، ۲۷۲، القاموس الفقهي: ۸٤/۵.

ایک معلوم حصہ متعین کرنے کا تذکرہ تھا اور یہاں ہے کہ اگر مالکِ زمین پیداوار کو عامل ہی کے لئے چھوڑ دے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے(۱)۔

۹ – باب : الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ.

یہودیوں سے بٹائی کا معاملہ کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتارہے ہیں کہ اگر یہودیوں اور دیگر ذمیوں کے ساتھ بھی مزارعت کا معاملہ کیا جائے تو جائز ہے، اس معاملے میں اتحادِ ملّل ضروری نہیں ہے کہ مسلمان، مسلمان ہی کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کرے(۲)۔

٢٢٠٦ : حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ ، عَلَى أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا ، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا خَرَجَ مِنْهَا . [ر : ٢١٦٥]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر (کی زمین) یہودیوں کے سپرد کی، اس شرط پر کہ وہاں جوتیں اور بوئیں، اور جو پیداوار ہو اس کا آدھا لے لیں۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۳۸.

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۱۷.

(٢٢٠٦) وأخرجه بخاري رحمه الله تعالىٰ ايضاً في باب المزارعة بالشطر ونحوه، رقم: ٢٣٢٨، وباب إذا لم يشترط السنين في المزارعة، رقم: ٢٣٢٩، وفي الإجارة، باب إذا استاجر ارضاً فمات احدهما، رقم: ٢٢٨٥، وفي الشركة، باب مشاركة الذي والمشركين في المزارعة، رقم: ٢٤٩٩، وفي الشروط في المعاملة، رقم: ٢٨٢٠، وأخرجه مسلم في كتاب المساقاة والمزارعة، رقم: ٣٩٣٦، ٣٩٣٧، وأبوداود رحمه الله تعالىٰ في البيوع، رقم: ٣٤٠٨، ٣٤٠٩، والترمذي رحمه الله تعالىٰ في الأحكام، باب ما ذكر في المزارعة، رقم: ١٣٨٣، والنسائي في المزارعة، باب اختلاف الألفاظ المأثورة في المزارعة، رقم: ٩٣٩.

ابن مقاتل

یہ محمد بن مقاتل مَرْوَزی بغدادی، ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عبداللہ

یہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عُبید اللہ

یہ عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب العمری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

نافع

یہ نافع مولی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۴)۔

ابن عمر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال بھی گزر چکے ہیں (۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔

۱۰ - باب : ما يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوطِ في المُزَارَعَةِ .

بٹائی میں کون سی شرطیں لگانا مکروہ ہے۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲۰٦/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٤٦٢/۱

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب التبرز في البیوت

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ٦٥١/٤

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ٦٣٧/۱

30A

ترجمة الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمة الباب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کی روایت میں جو مزارعت سے منع کیا گیا ہے، وہ ایک مخصوص صورت تھی اور اس میں مخاطرہ پایا جاتا تھا، اس طرح کہ عقد ایسی شرط پر مشتمل ہوتا تھا، جس میں جہالت پائی جاتی تھی اور وہ مؤدی الی الغرر ہوتی تھی، اس لئے اس کو ناجائز قرار دیا گیا، مزارعت کی ہر صورت ناجائز نہیں ہے(۱)۔

۲۲۰۷ : حدثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ يَحْيَى : سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ ، عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلاً ، وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ ، فَيَقُولُ : هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهٰذِهِ لَكَ ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ۲۲۰۲]

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب مدینہ والوں سے زیادہ کھیتی کرتے تھے، اور ہم میں سے کوئی اپنی زمین کو کرایہ پر دیتا، اور کہتا یہ حصہ زمین کا میں لوں گا اور یہ تو لے گا، پھر کبھی ایسا ہوتا کہ اس حصہ میں تو پیداوار ہوتی اور اس حصے میں کچھ نہ ہوتی، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

تراجم رجال

صدقة بن الفضل

یہ صدقہ بن الفضل، ابوالفضل مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، فتح الباری: ۵/۱۹

(۲) وأخرجه مسلم في البيوع، باب كراء الأرض بالذهب والورق، رقم: ۵/... وأبو عوانة في مستخرجه، باب ذكر الأخبار المبيحة وإجارة الأرض البيضاء بالذهب والفضة، رقم: ۲۴... والبيهقي رحمه الله تعالى في سننه الكبرى، كتاب المزارعة، باب بيان المنهي عنه وأنه مقصور على كراء الأرض الخ، رقم: ۱۵... والطحاوي في شرح معاني الآثار، كتاب المزارعة والمساقاة، رقم: ...

(۳) دیکھئے، کشف الباری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل.

ابن عُيينه

یہ سفیان ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

یحییٰ

یہ یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

حنظلة

یہ حنظلہ بن قیس الزرقی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کے تفصیلی احوال، باب قطع الشجر والنخل الخ کے بعد والے باب (بدون الترجمۃ) میں گزر چکے۔

رافع

یہ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

حل لغات

حَقلاً: أي الزرْع، کھیتی، قابل کاشت زمین، کھلا میدان جمع حُقُول آتی ہے، ضَرَبَ سے مستعمل ہے بمعنی بونا، کھیتی کرنا، اور اسی سے محاقلۃ ہے (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قوله (فيقول: هذه القطعة لي وهذه لك) سے واضح ہے کہ یہ یقیناً ایسی شرط ہے جو کہ مفضی الی النزاع ہے (۵)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۳۸، ۳/۱۰۲.

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۳۸، ۲/۳۲۱.

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب

(٤) دیکھئے، النهاية لابن الأثير رحمه الله تعالى: ۱/۴۰۷.

(۵) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٤۰. =

١١ - باب : إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ ، وَكَانَ فِي ذٰلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ .

اگر کسی قوم کا مال، اُن سے پوچھے بغیر کھیتی میں لگادے اور اس میں اس قوم کی فلاح وفائدہ ہو۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن المنیر المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

علامہ ابن المنیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آدمی کے مال، غلے وغیرہ کو اس لئے بودیتا ہے کہ وہ ضائع نہ ہو، تو اس بودینے والے کی نیت کے خلوص کی وجہ سے، اس پر معصیت لازم نہیں آئے گی اور اس کا یہ بونا جائز قرار دیا جائے گا۔

اب رہا یہ کہ اس پر ضمان آئے گا یا نہیں، تو ابن منیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی نیک نیتی کے باوجود اس کا دوسرے کے غلے کو بغیر اجازت بودینا، رافع للضمان نہیں ہوگا، بلکہ اس پر ضمان آئے گا(١)۔

مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہی تین حضرات کی حدیث یہاں نقل فرمائی ہے جو غار میں بند ہوگئے تھے اور پھر اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی تھیں، یہاں پر بغیر اجازت کاشت کرنے والے پر ضمان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، اس لئے ابن المنیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ

=مزارعت کی بعض مزید شروط فاسدہ کا بیان

۱- ہر وہ شرط جو شیوع کو ختم کردے، مفسد مزارعت ہوگی، مثلاً بیج والے نے کہا کہ میں پہلے پیداوار میں سے اپنے بیج کی مقدار لوں گا اور پھر باقی پیداوار، دونوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہوگی تو یہ شرط مفسدِ مزارعت ہے۔

اس لئے کہ اگر پیداوار بیج سے زیادہ ہوئی تو بقدر بیج شرکت ختم ہوگی، جو کہ مفسد ہے، اور اگر بیج سے زیادہ پیداوار نہ ہو، تو شرکت بالکل ہی ختم ہوگئی اور یہ بھی مفسدِ مزارعت ہے (دیکھئے الهداية مع شرحه البناية: ١١/٤٩٠)

۲- اسی طرح اگر یہ شرط لگائی جائے کہ ایک کو غلہ اور دوسرے کو بھوسہ ملے گا، تو چونکہ اس صورت میں بھی شرکت ثابت نہیں ہے، لہٰذا مزارعت فاسد ہے (حوالہ بالا)

۳- اسی طرح اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ بھوسا آدھا، آدھا اور غلہ ان میں سے کسی ایک کا ہوگا تو یہ شرط بھی فاسد ہے جو کہ عقدِ مزارعت کو فاسد کردے گی کیونکہ اصل مقصود غلہ ہے نہ کہ بھوسا اور صورتِ مذکورہ میں غلے میں شرکت ثابت نہیں ہے (حوالہ بالا)۔

(١) دیکھئے، المتواري، ص: ٢٦١۔

بیان مشکوک ہوجاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمۃ الباب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کسی کا غلہ بغیر اجازت بنیتِ اصلاح، بو دیا تو وہ کس کا ہوگا، اس زراعت سے حاصل ہونے والا یہ غلہ زارع کا ہوگا، یا جو مالک تھا اس کا ہوگا(۱)۔

فقہاء کے اختلاف کا بیان

اس مسئلہ مذکورہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل کتاب الإجارة، باب من استأجر أجيراً فترك أجره فعمل فيه المستأجر فزاد الخ میں گزر چکی۔

٢٢٠٨ : حدثنا إبراهيم بن المنذر : حدثنا أبو ضمرة : حدثنا موسى بن عقبة ، عن نافع ، عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ قال : (بينما ثلاثة نفر يمشون أخذهم المطر ، فأووا إلى غار في جبل ، فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فانطبقت عليهم ، فقال بعضهم لبعض : انظروا أعمالاً عملتموها صالحة لله ، فادعوا الله بها لعله يفرجها عنكم ، قال أحدهم : اللهم إنه كان لي والدان شيخان كبيران ، ولي صبية صغار ، كنت أرعى عليهم ، فإذا رحت عليهم حلبت ، فبدأت بوالدي أسقيهما قبل بني ، وإني استأخرت ذات يوم ، فلم آت حتى أمسيت ، فوجدتهما ناما ، فحلبت كما كنت أحلب ، فقمت عند رؤوسهما ، أكره أن أوقظهما ، وأكره أن أسقي الصبية ، والصبية يتضاغون عند قدمي حتى طلع الفجر ،

---

(١) فتح الباري: ٥/ ٢

(٢٢٠٨) وأخرجه البخاري أيضاً في باب إذا اشترى شيئاً لغيره بغير إذنه فرضي، رقم: ٢١٠٢، وفي باب إجابة دعاء من بر والديه، رقم: ٥٥١٧، وأخرجه مسلم في كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب قصة أصحاب الغار، رقم: ٢٧٤٣، وأبو عوانة في مسنده، باب ذكر الخبر الدال على الإباحة ... رقم: ٥٥٤٩، وبزار في مسنده (٢٣٩/٢)، رقم: ٥٦٧١، والبيهقي رحمه الله تعالى في شعب الإيمان، في بر الوالدين، رقم: ٧٤٦٨.

فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ٱبْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَٱفْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ ، فَفَرَجَ ٱللهُ فَرَأَوْا السَّمَاءَ . وَقَالَ الآخَرُ : اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ ، أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ . فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ ، فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا ، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ : يَا عَبْدَ ٱللهِ ٱتَّقِ ٱللهَ وَلَا تَفْتَحِ الخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ . فَقُمْتُ ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ٱبْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَٱفْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً . فَفَرَجَ . وَقَالَ الثَّالِثُ : اللَّهُمَّ إِنِّي ٱسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ . فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ : أَعْطِنِي حَقِّي . فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا ، فَجَاءَنِي فَقَالَ : ٱتَّقِ ٱللهَ . فَقُلْتُ : ٱذْهَبْ إِلَى ذٰلِكَ البَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ ، فَقَالَ : ٱتَّقِ ٱللهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي . فَقُلْتُ : إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ ، فَأَخَذَهُ . فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ٱبْتِغَاءَ وَجْهِكَ ، فَٱفْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ ٱللهُ» .

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : فَسَعَيْتُ . [ر : ٢٢١٥]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار تین آدمی سفر میں جا رہے تھے، بارش نے ان کو آلیا تو وہ پہاڑ کی ایک کھوہ میں گھس گئے، ان کے داخل ہوتے ہی ایک بڑا پتھر پہاڑ سے ڈھلکا اور کھوہ کا منہ بند ہو گیا، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اپنے اپنے نیک اعمال کو یاد کرو، جو تم نے اللہ تعالیٰ کے لئے کئے ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے ان کے ذریعے سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو تم پر سے ٹال دے۔

ان میں سے ایک کہنے لگا: میرے ماں باپ بوڑھے تھے، اور میرے بچے بھی چھوٹے چھوٹے تھے، میں ان کے لئے جانور چرایا کرتا تھا، جب شام کو گھر لوٹتا تو دودھ نچوڑتا، اور اپنے بچوں سے قبل ماں باپ کو پلاتا، ایک دن مجھے دیر ہو گئی، میں رات تک گھر نہیں آیا، جب آیا تو دیکھا کہ ماں باپ سو چکے ہیں، میں نے دودھ نچوڑا جیسے روزانہ نچوڑتا تھا اور دودھ لئے ہوئے ان کے سرہانے کھڑا رہا، میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور ان سے پہلے اپنے بچوں کو پلانا بھی مناسب نہ سمجھا، وہ میرے پاؤں کے پاس شور کرتے رہے، صبح تک یہی حال رہا، یا اللہ! اگر تو جانتا ہے، یہ کام میں نے تیری رضامندی کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو ذرا سرکا دے

کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، وہ پتھر ذرا سرک گیا، ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔

دوسرا کہنے لگا: یا اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، جس سے میں بہت زیادہ محبت کرتا تھا جتنی کہ مَردوں کو عورتوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ میں نے اس سے (بُرے کام کا) مطالبہ کیا، اس نے نہ مانا، یہاں تک کہ میں اس کو سو دینار دوں، میں نے اس کی فکر کی یہاں تک کہ سو دینار جمع کر لئے، جب میں (بُرے کام کے لئے) اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا، تو وہ کہنے لگی: اے خدا کے بندے! خدا سے ڈر اور میری بکارت، ناحق زائل نہ کر، میں (ڈر گیا اور) اٹھ کھڑا ہوا، اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضامندی کے لئے کیا، تو اس پتھر کو ذرا اور سرکا دے، وہ سرک گیا۔

تیسرا کہنے لگا: یا اللہ! میں نے ایک شخص کو مزدوری پر رکھا، ایک فَرَق چاول کے بدلے، جب وہ اپنا کام کر چکا تو مزدوری مانگی، میں اس کو دینے لگا، اس نے نہ لی، میں نے اس سے کھیتی کی اور اس سے گائیں بیل اور چرواہے جمع کر لئے، پھر وہ مزدور آگیا، کہنے لگا: خُدا سے ڈر، میں نے کہا: جا، وہ گائیں بیل اور چرواہے، سب لے لے، اس نے کہا: خدا سے ڈر، مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا: میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا، وہ سب لے لے، اس نے لے لئے، اگر تو جانتا ہے، میں نے یہ کام تیری رضامندی کے لئے کیا، تو باقی پتھر بھی ہٹا لے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہٹا دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے (بجائے فَبَغَيْتُ کے) فَسَعَيْتُ روایت کیا ہے۔

تراجم رجال

ابراهيم بن منذر

یہ ابراہیم بن منذر حزامی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۳/۵۸.

ابو ضمرة

یہ انس بن عیاض لیثی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

موسیٰ بن عقبة

یہ موسیٰ بن عقبہ اسدی مدنی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۲)۔

نافع

یہ نافع رحمہ اللہ تعالی مولی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ہیں(۳)۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے احوال بھی گزر چکے(۴)۔

حلِ لغات

فَرَق: مدینہ منورہ کی ایک معروف مقدار کا نام تھا، اس کی جمع اَفْرَاق آتی ہے(۵)، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایک فَرَق چھتیس رطل کا ہوتا ہے(۶)۔ جب کہ بعض حضرات کے نزدیک تین صاع کے برابر ہے(۷)۔ جب کہ علامہ نسفی اور علامہ قسطلانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ایک فَرَق وہ مِکیال ہے کہ جس میں سولہ رطل سما جائیں(۸)۔

اُرُز: دھان، چاول، (ہمزہ اور راء کے ضمے کے ساتھ) اور ایک لغت رُز: راء کے ضمے کے ساتھ،

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب التبرز في البیوت.

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء.

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٦٥١.

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٣٧.

(٥) طلبة الطلبة للنسفي، ص: ٩٦، عمدة القاري: ١٢/٢٤٢.

(٦) دیکھئے، حوالہ بالا.

(٧) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٢٠.

(٨) دیکھئے، طلبة الطلبة للنسفي، ص: ٩٦، إرشاد الساري: ٥/٣٢٠.

بغیر ہمزہ کے ہے(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طور پر ہے کہ مستاجر نے اجیر کے لئے ایک اجرت متعین کی تھی، لیکن جب اجیر نے اعراض کیا تو مستاجر نے اس کی اجرت میں ایسا تصرف کیا جو کہ اجیر کی فلاح وصلاح پر مشتمل تھا، تو اگر اس کا تصرف کرنا ناجائز ہوتا، تو یہ معصیت شمار کی جاتی اور وہ مستاجر اس عمل کو بطور وسیلہ کے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کرتا (۲)۔

قوله (بِفَرَقِ أُرْزٍ) پر ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حدیث باب میں "فرق أرز" کا ذکر ہے جب کہ کتاب البیوع، باب إذا اشترى شيئاً لغيره بغير إذنه فرضي میں جو روایت گزری ہے، اس میں "فَرَق ذُرَة" کا ذکر ہے۔

جواب

ان دونوں روایتوں میں وجہِ تطبیق یہ ہے کہ اجرت ان دونوں صنفوں پر مشتمل تھی (۳)۔

یا دو اجیر تھے، ایک کی اجرت أرز پر مشتمل تھی اور دوسرے کی ذرة پر (۴)۔

یا چونکہ ارز اور ذرہ دونوں اناج کی اقسام متقاربہ میں سے ہیں، لہذا ایک کا دوسرے پر اطلاق کردیا گیا (۵)۔

قوله (قال ابو عبدالله الخ)

اسماعیل بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الأدب، باب

---

(۱) دیکھئے، طلبة الطلبة للنسفي، ص: ۲۱۸۔

(۲) عمدة القاري: ۱۲/۲٤۱۔

(۳) دیکھئے: عمدة القاري: ۱۲/۲٤۲۔

(٤) دیکھئے، حوالہ بالا۔

(٥) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٠٠٠۔

إجابة دعاء من برّ والديه میں موصولاً ذکر کیا ہے(۱)۔

اس حدیث کے فوائد پر تفصیلی بحث کتاب الإجارة، باب من استأجر اجیرا فترك أجره فعمل فیه المستأجر فزاد الخ میں گزر چکی۔

۱۲ – باب : أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَأَرْضِ الْخَرَاجِ ، وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ .
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ : (تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ ، وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ) . فَتَصَدَّقَ بِهِ .
[ر : ۲٦۱۳]

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوقاف اور خراجی زمین، اور ان کی بٹائی اور معاملات کا بیان اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اصل زمین کو وقف کردے، اس کو کوئی بیچ نہ سکے، البتہ اس کا پھل کھائیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح املاک خاصہ کو مزارعت پر دیا جاسکتا ہے، اسی طرح اراضی موقوفہ اور اراضی خراج کو بھی مزارعت پر دیا جاسکتا ہے(۲)۔

اور مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوقاف اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصریح اس لئے فرمائی ہے کہ سب سے پہلے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وقف کیا تھا، یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف کیا تھا، تو جو حکم ان کے وقف کا ہے، وہی حکم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوقاف کا ہے(۳)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اراضی اوقاف کی مزارعت کا مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت معلّقہ سے ثابت کیا ہے، اور اراضی خراج کو مزارعت پر دینے کا مسئلہ قولہ: (لولا آخر المسلمین ما

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۳۲۱۔

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۴۳۔

(۳) دیکھئے، حوالہ بالا۔

فتحت قرية الخ) سے ثابت فرمایا ہے(۱)۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "تصدق باصله لایباع" مطلب یہ ہے کہ تم اس زمین کو صدقہ کردو یعنی وقف کردو، پھر اس کو بیچا نہیں جائے گا، اور اس کے پھل کو خرچ کیا جائے گا، لیکن اول سے آخر تک اس میں یہ کوئی تصریح نہیں ہے کہ کاشت واقف ہی کرے گا یا دوسرے سے کرائی جائے گی، لہٰذا اس کے عموم میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ جب واقف خود کاشت کرے اور وہ صورت بھی داخل ہے جب دوسرے سے کاشت کروائی جائے۔

قوله (وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعمر رضى الله تعالىٰ عنه : تصدق باصله لا يباع ولكن ينفق ثمره فتصدق به)

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الوصایا، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وابتلوا اليتامى﴾ (النساء: ٦) میں موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔

٢٢٠٩ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ ، مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا ، كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ . [٢٩٥٧ ، ٣٩٩٤ ، ٣٩٩٥]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو ان مسلمانوں کا جو آخر زمانہ میں آئیں گے خیال نہ ہوتا، تو میں جس بستی کو بھی فتح کرتا، اس کو فتح کرنے والوں میں تقسیم کردیتا، جیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کردیا تھا۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲٤۳/۱۲، فتح الباري: ۲۱/۵۔

(۲) حوالۂ بالا

(٢٢٠٩) أخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ ايضاً في كتاب الجهاد، باب الغنيمة لمن شهد الوقعة، رقم: ٣١٢٥، وفي باب غزوة خيبر، رقم: ٤٢٣٦، وأخرجه أبو داود في سننه، في كتاب الجهاد، باب ماجاء في حكم أرض خيبر، رقم: ٣٠٢٢، والإمام احمد في مسند (٤٠/١)، في مسند عمر بن خطاب رضى الله تعالىٰ عنه، رقم: ٢٨٤، والبيهقي في معرفة السنن والآثار (٢٣٩/٩)، رقم: ٤٢٢٣۔

تراجم رجال

صدقة

یہ صدقہ بن فضل مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عبد الرحمن

یہ عبدالرحمن بن مہدی بن حسان، ابوسعید ازدی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

مالك

یہ امام معروف امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر، ابوعبداللہ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

زيد بن اسلم

یہ زید بن اسلم قرشی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

عن أبيه

آپ اسلم عدوی مولیٰ عمر بن خطاب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے(۶)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري، کتاب السلم، باب السلم في وزن معلوم

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة يستقبل بأطراف رجليه الخ

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۰، ۲/۸۰

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۰۳.

(٥) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الزكاة، باب هل يشتري الرجل صدقته الخ.

(٦) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۳۹، ۲/٤٧٤.

حدیث کی ترجمة الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمة الباب سے مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفتوحہ زمینوں کو تقسیم نہیں کیا، بلکہ وہاں کے رہنے والے ذمّیوں پر خراج مقرر کرکے، ان سے مزارعت کا معاملہ کیا تھا(۱)۔

تشریح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس وقت فرمائی، جب شام فتح ہوا تھا، اور فاتحین شام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا تھا کہ دیگر غنائم کی طرح آپ اس کو بھی تقسیم فرمادیں، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ ان مطالبہ کرنے والوں میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ صرف غنائم منقولہ کو تو تقسیم کردیا جائے، اور جو غنائم غیر منقولہ ہیں ان کو تقسیم نہ کیا جائے، بلکہ علی حالہا باقی رکھا جائے۔ حضرت بلال وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جب بہت اصرار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "اللّٰھمّ اکفنی بلالاً وأصحابَ بلال" اس واقعہ کے راوی نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: "فما حال الحول علیھم حتی ماتوا جمیعاً" یعنی ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی انتقال کرگئے(۲)۔

علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا اس لئے فرمائی تھی کہ ان کے اراضی کی تقسیم سے انکار کا سبب مصلحتِ عامہ تھی، اور عوام کی فلاح و بہبود، ان کے پیش نظر تھی، اور وہ حضرات اپنے مستدلات کے پیش نظر ان کی مخالفت کر رہے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ اگر یہ حضرات بھی ان کی رائے کی مصلحت کو سمجھ کر ان کی موافقت کرلیں تو ان کے دیگر اصحاب بھی ان کی

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٤٤.

(۲) دیکھئے، مختصر تاریخ دمشق: ۱/۸۵، ذکر حکم الأرضین [illegible]

متابعت کرلیں گے(۱)۔

قوله (كما قسم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خيبرَ)

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کچھ زمین تو تقسیم کردی تھی، اور کچھ باقی رکھی تھی، اور یہودیوں کو وہ زمین علی وجہ الخراج دی گئی تھی، اور یہود اس خراجی زمین میں کاشت کرلیا کرتے تھے، ان سے وہ خراج نصف پیداوار کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا، جس کی تفصیل پچھلے ابواب میں گزر چکی۔

اراضی مفتوحہ میں فقہاء کا اختلاف

اب یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اراضی مفتوحہ کا کیا حکم ہے، آیا ان کو تقسیم کیا جائے گا یا وہ موقوف ہوتی ہیں؟

امام مالک رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ فتح ہوتے ہی زمین وقف ہوجاتی ہے، لہٰذا اس کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ اور ان زمینوں کی آمدنی کو مصالحِ مسلمین میں خرچ کیا جائے گا مثلاً فوج کے وظائف، پلوں کا بنانا اور مساجد کا بنانا وغیرہ، ہاں! اگر امام کسی وقت ان زمینوں کی تقسیم میں مصلحت سمجھے تو ان کو تقسیم کردیا جائے گا(۲)۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ دیگر غنائم کی طرح ان کی تقسیم بھی لازم ہے، ہاں اگر غانمین اس کے وقف پر راضی ہوجائیں تو پھر اس کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، اور زمین وقف ہوجائے گی(۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی اور قسطلانی رحمہ اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ، صاحبین اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے تقسیم کرے اور چاہے وقف کردے(۴)۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی رحمہ اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالی کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ یہ زمینیں فتح ہوتے ہی وقف ہوجائیں گی اور پھر امام کو اختیار ہے کہ وہ ان کو غانمین میں تقسیم کردے یا ان پر خراج مقرر کردے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، حوالہ بالا. وشرح البخاري لابن بطال رحمه الله تعالىٰ: ۵/۲۸۰

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۵/۲۲، بداية المجتهد، ص: ۳۶۶، الفصل الخامس

(۳) دیکھئے، حوالہ بالا

(۴) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۶/۷، فتح الباري: ۵/۲۲

(۵) دیکھئے، الكوثر الجاري: ۵/۴۸.

۱۳ – باب : مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا .

وَرَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ فِي أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوفَةِ مَوَاتٌ .
وَقَالَ عُمَرُ : مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ ، وَيُرْوَى عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .
وَقَالَ : (فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ) .
وَيُرْوَى فِيهِ عَنْ جَابِرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

غیرآباد (بنجر) زمین کو جو آباد کرے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کی ویران زمین میں یہ حکم دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو کوئی غیرآباد زمینوں کو آباد کرے وہ اس کی ہو جاتی ہے، اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسا ہی مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا (مضمون) زیادہ (منقول) ہے کہ بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کی مِلک نہ ہو، اور کسی ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی مروی ہے۔

حلِ لغات

مَوات: وہ غیرآباد و ویران زمین جس میں کبھی بھی یا عرصۂ دراز سے کھیتی باڑی نہ کی گئی ہو، یا کسی اور عمارت سے آباد نہ کیا گیا ہو، اور اس کا کوئی مالک نہ ہو(۱)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کا اختلاف

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سے احیاء موات کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں، موات وہ زمین کہلاتی ہے جو غیرآباد ہو، اس کی عمارت کو حیات کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس لئے کہ ترکِ عمارت فقدِ حیات کے مشابہ ہے(۲)۔

(۱) دیکھئے، النهاية: ۲/۸۸۶، طلبة الطلبة: ۳۱۳

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۶/۲۲

امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو اثر نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موات وہ زمین کہلاتی ہے، جو خراب اور ویران ہو، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موات وہ زمین ہے جو کسی کی ملکیت نہ ہو، اور عوام الناس کے مرافق اس سے وابستہ نہ ہو(۱)، یعنی شہر والوں کے انتفاع کا اس سے تعلق نہ ہو، وہاں ان کی چراگاہیں، عیدگاہیں وغیرہ نہ ہوں۔

احیاء موات یہ ہے کہ کوئی شخص جا کر اس زمین کا احاطہ کر لے اور پھر اس کو سینچ کر اس میں کاشت کرے۔

احیاء موات سے یہ شخص اس زمین کا مالک ہو جائے گا، یا اس میں اذنِ امام کی ضرورت ہوگی، اس میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محض احیاء موات ہی کے ذریعے سے وہ مالک ہو جائے گا، اذنِ امام کی ضرورت نہیں ہے(۲)۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بلا اذنِ امام وہ مالک نہیں ہوگا(۳)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ زمین شہر کے قریب ہے تو امام کی اجازت ضروری ہے، اور اگر بعید ہے تو امام کی اجازت ضروری نہیں ہے، قریب اور بعید میں انہوں نے یہ فرق کیا ہے کہ جو زمینیں عیدگاہ اور چراگاہ کے طور پر یا کسی اور مصلحت کی وجہ سے کار آمد ہوتی ہیں وہ تو قریب کہلائیں گی اور جہاں ان کے جانور وغیرہ نہیں جا سکتے، اور ان کو اس زمین کے استعمال کی کسی وقت ضرورت نہیں پڑتی، وہ بعید کہلائیں گی(۴)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو آثار اور روایات پیش کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں امام شافعی، امام احمد اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کی موافقت کی ہے۔

فریق اول یعنی جمہور کا مستدل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "من احیا أرضا میتة فهی

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٤٤

(۲) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٦/۳۹۰، عمدة القاري: ۱۲/۲٤٥، فتح الباري: ٥/۲۲

(۳) حوالۂ مذکورہ

(٤) حوالۂ مذکورہ

لــہ"(۱) جو غیر آباد زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہو جاتی ہے، اسی طرح باب مذکور کی دیگر روایات بھی ان کے مستدلات میں شامل ہیں۔

اور فریق ثانی کا مستدل حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "لا حِمـىَ(۲) إلا لله ولرسولـه"(۳) یعنی حمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے، لہٰذا اگر کوئی آدمی کسی زمین کا حمی واحیاء کرنا چاہتا ہے تو اس کو امام سے اجازت لینی ہوگی۔ نیز امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہ زمین بھی منجملہ دیگر مال غنیمت کے ہے اور مال غنیمت میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ بغیر امام کی اجازت کے مختص ہو جائے، جیسا کہ ساری غنیمتوں میں ہوتا ہے۔ "لأنـه مَـغـنـوم؛ لـوصـولـه إلـى يد المسلمين بإيجاف الخيل والركاب، فليس لأحد أن يختص به بدون إذن الإمام كما في سائر الغنائم"(٤).

ایک اور روایت بعض فقہاء احناف پیش کیا کرتے ہیں کہ "ليس للمرء إلا ما طابت نفس إمامه بـه" امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے، لیکن اس کی

---

(۱) أخرجه البيهقي في سننه بلفظ "عاديُّ الأرض الحديث" ورواه ابن حجر رحمه الله تعالىٰ في تلخيص الحبير: ۶۲/۳، وسيأتي تخريجه تفصيلاً.

(۲) حمی: حمی کا اصل عربوں کے ہاں یہ تھا کہ جب ان کا کوئی بڑا سردار کسی جگہ پڑاؤ ڈالتا، تو ان کا کوئی کتا کسی اونچی جگہ کھڑا کر کے بھونکتا، تو جہاں تک اس کی آواز پہنچتی، وہ زمین جمع جوانب سے اس کی حمی کہلاتی اور اس میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا اپنے جانور نہیں چرا سکتا تھا (نيل الأوطار: ۵/۳۳۱).

(۳) أخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ في كتاب الجهاد، باب أهل الدار يبيتون فيه باب الولدان والذراري، رقم: ۱۷۴۵، ومسلم رحمه الله تعالىٰ في الجهاد، باب جواز قتل النساء في البيات من غير تعمد، رقم: ۱۵۷۰، والترمذي رحمه الله تعالىٰ في السير، باب ماجاء في النهي عن قتل النساء والصبيان، رقم: ۱۵۷۰، وأبوداود رحمه الله تعالىٰ في الجهاد، باب في قتل النساء، رقم: ۲۶۷۲، وانظر: جامع الأصول: ۲/۷۳۲، ۷۳۳، رقم: ۱۲۳۱، ۱۲۳۲.

(٤) ديكهئے، الهداية شرح بداية المبتدي: ۷/۵۳؛

سند انتہائی کمزور ہے(۱)۔

اور جن حضرات نے تفصیل کی ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تو ان کے پیش نظر غالبًا یہ بات ہے کہ احادیثِ مذکورہ اراضی قریبہ پر محمول ہیں، اور جن روایات میں علی الاطلاق "من أحيا أرضاً ميتة فهي له" فرمایا گیا ہے، وہ اراضی بعیدہ پر محمول ہیں۔

حضراتِ حنفیہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ روایات چونکہ دونوں طرح کی ہیں، بعض مطلق ہیں اور بعض میں اذنِ امام کی قید وارد ہوئی ہے تو لہٰذا دونوں کو جمع کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر کوئی باذن الامام احیاء موات کرتا ہے تو وہ اس زمین کا مالک ہو جائے گا اور جو بدون اذن الامام احیاء موات کرتا ہے وہ مالک نہیں ہوگا۔

تعلیقات کی تفصیل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے ماخذ کو شراحِ حدیث نے ذکر نہیں کیا(۲)۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔ اور اسی طرح عبید بن سلام نے بھی کتاب الاموال میں اپنی سند سے موصولاً ذکر کیا ہے(۴)۔

حضرت عمرو بن عوف مُزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو اسحٰق بن راہویہ، طبرانی، ابن عدی اور بیہقی

---

(١) ذكره الزيلعي رحمه الله تعالىٰ في نصب الراية: ٤/ ٢٩٠، وقال: رواه الطبراني، وفيه ضعف من حديث معاذ. وفي البناية: ١١/ ٣٢١، الأولىٰ أن يستدل لأبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ بما أخرجه أبويوسف رحمه الله تعالىٰ في كتابه المسمّى بالخراج عن ليث عن طاؤس قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عادي الأرض لله ولرسوله، ثم لكم من بعدي، فمن أحيا أرضاً ميتةً فهي له، وليس للمحتجر حق بعد ثلاث سنين.

(٢) دیکھئے، فتح الباري: ٥/ ٢٢، عمدة القاري: ١٢/ ٢٤٥، إرشاد الساري: ٥/ ٣٢٣، لامع الدراري: ٦/ ٢٤٩، ودیگر۔

(٣) دیکھئے، تغليق التعليق: ٣/ ٨-٣، فتح الباري: ٥/ ٢٣، عمدة القاري: ١٢/ ٢٤٥

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/ ٢٤٥.

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثیر بن عبد اللہ عن أبیه عن جده کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے(۱)۔

قوله: ویروی عن عمرو ابن عوف رضی اللّٰه تعالی عنه عن النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم

ہمارے مدارس کے متداول نسخوں میں تو یہ عبارت اسی طرح سے ہے(۲)، اسی طرح سے حافظ ابن حجر اور علامہ ابن بطال رحمہما اللہ تعالیٰ کے نسخے میں بھی ہے(۳)، یعنی ان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لیکن دیگر شراح کے نسخوں میں یہ عبارت اس طرح ہے کہ "ویُروَی عن عُمَر وَابنِ عَوْفٍ عن النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم"(٤)۔

یعنی اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا بھی تذکرہ ہے، اور "وابنِ عوفٍ" میں واو عاطفہ ہے(۵)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "بعض نسخوں میں عمرو بن عوف ہے یعنی عین کے فتح اور میم کے سکون کے ساتھ، اور بعض نسخوں میں عُمر ہے یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور وَابنِ عَوْفٍ سے مراد عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، پس اگر کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا تذکرہ تو اس ترجمۃ الباب میں گزر چکا، اب مکرر ذکر کرنے سے کیا فائدہ؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس میں بعض فوائد ہیں، مثلاً وہ تعلیق تصحیح کے صیغے کے ساتھ تھی اور یہ تمریض کے صیغے کے ساتھ ہے، اور وہ تعلیق بغیر زیادتی کے تھی

---

(۱) دیکھئے، تغلیق التعلیق: ۳/ ۳۰۹، السنن الکبری: ٦/ ٤٧، کتاب إحیاء الموات، باب ما یکون إحیاء، ما یرجی فیه من الأجر، عمدة القاري: ۱۲/ ٢٤٥

(۲) دیکھئے، صحیح البخاري: ۱/ ۳۱٤، قدیمی

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ٥/ ۲۳، دار الکتب العلمیة، شرح ابن بطال رحمه اللّٰه تعالیٰ: ٦/ ٤٩٠، دار الکتب العلمیة بیروت

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/ ۳۲۳، عمدة القاري: ۱۲/ ٢٤٦، شرح الکرماني: ۱۰/ ۱٥۹

(٥) المصدر السابق

اور یہ زیادتی الفاظ کے ساتھ ہے، نیز تعلیقِ سابق غیر مرفوع تھی، اور تعلیق مذکورہ مرفوع ہے، لیکن ان تمام فوائد کے باوجود قولِ اول ہی صحیح ہے(۱)۔ (یعنی عَمرو: عین کے فتح اور میم کے سکون کے ساتھ)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مُراد عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے (بغیر واو کے)(۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحیح عمرو بن عوف ہی ہے، اور جو بعض نسخوں میں عُمَر وَابن عَوْف آیا ہے، یہ تصحیف ہے(۳)۔

اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ صحیح "عَمرو بن عوف" ہے عین کے فتح، میم کے سکون کے ساتھ، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں، اور ان کی بات کی تائید امام ترمذی کے قول سے بھی ہوتی ہے، "وفي الباب عن جابر وعمرو بن عوف المزني جد كثير وسمرة"(٤).

اور ابن عوف سے عبدالرحمٰن بن عوف مراد لینا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا ہے(۵)۔

یاد رہے کہ یہاں ابن عوف سے مراد عمرو ابن عوف مزنی ہے نہ کہ عمرو بن عوف انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کی روایت آگے جزیہ وغیرہ میں آئے گی(۶)۔

اور ان کی یہ ایک ہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی ہے(۷)۔

---

(۱) دیکھئے، شرح الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۱۵۹/۱۰

(۲) عمدة القاري: ٢٤٦/١٢

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ٢٣/٥

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٣٢٣/٥

(٥) المصدر السابق

(٦) دیکھئے، فتح الباري: ٢٣/٥

(٧) المصدر السابق

حضرت عمرو بن عوف مُزَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ونسب

عَمْرو بن عَوف بن زید بن مِلحة ابن عَمرو بن بکر بن أفرك بن عثمان بن عَمرو بن أُدّ بن طابخة المُزَنيّ(۱)۔

کنیت ونسبت

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، مُزَنی، مُزینة کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے، جو کہ عثمان بن عمرو کی ام ولد تھی (۲)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں (۳)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کی سکونت اختیار کی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ بھی پایا، اور انہی کی ولایت کے زمانے میں آپ کا وصال ہوا (۴)۔

روایات

آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایات نقل کرتے ہیں، نیز بعض روایتیں حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نقل کی ہیں (۵)۔

اور آپ کی روایات کو کثیر بن عبداللہ، عن أبیہ عن جدہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں، اور کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ "ضعیف الحدیث" ہیں (۶)۔

---

(۱) تهذيب الكمال: ۱۷٤/۲۲

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

(٤) معرفة الصحابة: ٤٠۲/۳

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۱۷٥/۲۲

(٦) المصدر السابق

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے صحیح بخاری میں کثیر بن عبداللہ کی روایت کو استشہاداً نقل کیا ہے، جب کہ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالی، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالی نے بھی آپ کی روایات کو نقل کیا ہے(۱)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی تعلیق کو امام احمد اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالی نے موصولاً ذکر کیا ہے(۲)۔

قولہ: "وقال: فی غیر حق مسلم الخ"

یعنی حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس روایت میں یہ زیادتی نقل کی ہے کہ بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کی ملک نہ ہو، اور کسی ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔

''عرق ظالم'' کو موصوف صفت اور اضافت دونوں طرح پڑھا گیا ہے(۳)۔

موصوف صفت کے ساتھ پڑھنے میں اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ کہ ''عرق'' سے پہلے ''ذی'' مضاف محذوف مانا جائے، اور کہا جائے لیس "لذی عرق ظالم فیه حق" یعنی کسی ایسے درخت والے کا جو ظالم ہے، اس میں کوئی حق نہیں ہے(۴) اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ "لیس لعرق ذی ظلم حق" یعنی ایسے درخت کا کوئی حق نہیں ہے، جو ظلم والا ہو، یعنی جس کو ظالمانہ طور پر وہاں لگایا گیا ہو(۵)۔

اضافت کے ساتھ پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ "لیس لعرقِ ظالمٍ فیه حق" اس وقت عرق سے مراد زمین ہوگی، اور مطلب یہ ہے کہ ظالم کی زمین کا اس میں کوئی حق نہیں ہے(۶)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے، تغلیق التعلیق: ۳۰۸/۳، فتح الباري: ۲۳/۵، ۲۴، عمدة القاري: ۲٤٦/۱۲

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۲٤/۵، فتح الباري: ۲۳/۵، عمدة القاري: ۲٤٦/۱۲

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

(٦) المصدر السابق

امام مالک، امام شافعی، ازہری اور ابن فارس وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قول اول کو اختیار کیا ہے(۱)۔

۲۲۱۰ ۔ حدّثنا يحيى بن بكير : حدّثنا الليث ، عن عبيد الله بن أبي جعفر ، عن محمّد بن عبد الرّحمن ، عن عروة ، عن عائشة رضي الله عنها ، عن النّبيّ ﷺ قال : (من أعمر أرضًا ليست لأحدٍ فهو أحقّ) .
قال عروة : قضى به عمر رضي الله عنه في خلافته

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایسی زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملک نہ ہو، وہ اس کا زیادہ حق دار ہے، عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کے مطابق فیصلہ کیا“۔

تراجمِ رجال

يحيىٰ بن بكير

یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مخزومی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

الليث

یہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲۲۱۰) انفرد به البخاريّ، انظر جامع الأصول(۱/۳٤۷)، الكتاب السادس في إحياء الموات، رقم الحديث: ۱۳۰

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲۳

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲٤

عبیداللّٰہ بن أبی جعفر

یہ عبیداللہ بن أبی جعفر یسار اموی قرشی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

محمد بن عبدالرحمن

یہ محمد بن عبدالرحمن بن نوفل أبوالأسود رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عُروة

آپ عروۃ بن زبیر بن العوام رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

عائشة

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ بھی گزر چکا (۴)۔

قوله "من أعمر أرضاً"

یہ لفظ "اعمر" باب افعال، ثلاثی مزید فیہ سے ہے، بمعنی آباد کرنا، قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ رواۃِ بخاری نے اسی طرح ضبط کیا ہے، لیکن صواب "عَمَرَ" ہے یعنی ثلاثی مجرد سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿وَعَمَرُوْهَا أكثر مما عمروها﴾ الروم: ۹)(۵).

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رواۃ بخاری نے "أعمر" نقل کیا ہے لیکن مجھے کتب لغت میں اس طرح نہیں ملا، لہٰذا یہ بھی احتمال ہے کہ اصل میں "من اعتمر أرضاً" ہو اور "تائے افتعال"

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۲۹۱

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۲۹۱

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٤۷، إرشاد الساري: ٥/۳٢٥

اصل سے گر گیا ہو(۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کلام کی کوئی حاجت نہیں، پھر خود اس میں غلطی کا احتمال ہے اس لئے صاحب العین یعنی علامہ خلیل بن احمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "أعمرت الأرض" کلام عرب میں مستعمل ہے، اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ "أعمر اللہ بك منزلك" تو معلوم ہوا کہ روایتِ بخاری کا نقل کرنا درست ہے اور "من أعمر أرضا" سے مراد زمین کا احیاء ہے(۲)۔

قوله "قال عروة: قضى به عمر رضي الله تعالىٰ عنه في خلافته"

یعنی عروۃ بن زبیر بن عوام رحمہ اللہ تعالیٰ اسی مذکورہ سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا، اور یہ اثر مرسل ہے اس لئے کہ حضرت عروہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت ہی میں پیدا ہوئے تھے(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔

یہ حدیث فریقِ اول یعنی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مستدل ہے کہ زمین کے احیاء کے لئے اذنِ امام کی ضرورت نہیں ہے، چاہے زمین دور ہو یا قریب(۴)۔ دیگر حضرات کے دلائل پر بحث ابتداء میں گزر چکی ہے۔

باب

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہ باب بغیر ترجمے کے ہے، اور یہ باب سابقہ کے لئے فصل کی طرح ہے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، شرح ابن بطال: ۳۹۲/۶

(۲) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲٤۷/۱۲

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۲۵/۵

(٤) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲٤۷/۱۲

(۵) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۲٦/۵

٢٢١١ : حدثنا قتيبة : حدثنا إسماعيل بن جعفر ، عن موسى بن عقبة ، عن سالم بن عبد الله بن عمر ، عن أبيه رضي الله عنه : أن النبي ﷺ أري وهو في معرسه من ذي الحليفة في بطن الوادي ، فقيل له : إنك ببطحاء مباركة .

فقال موسى : وقد أناخ بنا سالم بالمناخ الذي كان عبد الله ينيخ به ، يتحرى معرس رسول الله ﷺ ، وهو أسفل من المسجد الذي ببطن الوادي ، بينه وبين الطريق وسط من ذلك .
[ر : ١٤٦٢]

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کو (مکہ مکرمہ جاتے وقت) ذوالحلیفہ میں نالے کے نشیب میں اُترے تھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خواب میں کہا گیا کہ "آپ برکت والے میدان میں ہیں" حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا، جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اونٹ بٹھایا کرتے تھے۔ وہ اسی جگہ کا قصد کرتے تھے جہاں پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُترتے تھے، اس مسجد کے نیچے، جو کہ نالے کے نشیب میں تھی، اس میں اور راستے کے بیچ میں"۔

تراجم رجال

قتيبة

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

(٢٢١١) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في الحج، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، العقيق واد مبارك، رقم: ١٥٣٥، وفي الاعتصام، باب ما ذكر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وحض على اتفاق أهل العلم الخ، رقم: ٧٣٤٣، ومسلم رحمه الله تعالى في الحج، باب التعريس بذي الحليفة الخ، رقم: ١٣٤٦، والنسائي: ٥/١٢٦، في الحج، باب التعريس بذي الحليفة، وانظر جامع الأصول: ٩/٣٣٩، رقم: ٦٩٧.

(١) دیکھئے، کشف الباري: ٢/١٨٩

اسماعیل بن جعفر

یہ اسماعیل بن جعفر انصاری مؤدب مدنی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

موسیٰ بن عقبہ

یہ موسیٰ بن عقبہ اسدی مدنی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

سالم بن عبداللّٰه

یہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ تعالی ہیں، (۳)۔

عن أبيه

آپ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ہیں (۴)۔

حلِ لغات

مُعَرَّسه: بضم الميم وفتح العين المهملة وتشديد الراء المفتوحة، عَرَّس تعريساً سے مفعول ہے، بمعنی سفر میں آخر رات میں آرام کے لئے اترنا، اور مُعَرَّس: موضع التعريس (۵) وقال صاحب النهاية رحمه الله تعالى: وبه سمّي مُعَرَّسُ ذِي الحُلَيفةِ، عَرَّسَ به النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وصلّى فيه الصُّبحَ ثم رَحَلَ(٦).

بالمُنَاخ: بضم الميم، أناخ إناخة سے مفعول ہے، بمعنی اونٹ کو بٹھانے کی جگہ (۷)۔

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲۷۱/۱

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱۲۸/۲

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٦٣٧/١

(٥) دیکھئے، النهاية: ١٨١/٢

(٦) المصدر السابق

(٧) دیکھئے، معجم الصحاح: ١٠٧٦

تشریح

اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح "كتاب الحج، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "العقيق واد مبارك" میں گزر چکی ہے۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہ باب تو بغیر ترجمے کے ہے، اب رہی بابِ سابق کے ساتھ حدیثِ مذکور کی مطابقت تو اس سلسلے میں علامہ مہلب بن ابی صفرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ جیسے ارضِ موات اس شخص کی ملکیت بن جاتی ہے جو اسے آباد کرے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں بطن وادی کے اندر قیام فرمایا، اور وہ زمین کسی کی مملوک نہیں تھی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہاں قیام فرمانے اور نماز ادا کرنے سے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے معرَّس اور مُناخ بن گئی، اسی طرح اگر کوئی آدمی غیر مملوک زمین کا احیاء کرے گا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا(۱)۔

پھر خود انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بعض اوقات دوسروں کی زمین میں بھی اترا کرتے تھے، اور وہاں بھی نماز پڑھا کرتے تھے، جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے گھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزول کرنے اور نماز پڑھنے سے ان کا منزل اور مناخ بننا کیسے صحیح ہوگا (۲)؟

اس کا ایک سیدھا سا جواب یہ ہے کہ منزل اور مناخ جب بنے گا جب کوئی مانع نہ ہو، اور کسی دوسرے کی مِلک ہونا، یہ مانع ہے، لہٰذا وہاں اس کو معرّس و منزل نہیں تسلیم کیا جائے گا، اور یہاں بطن وادیٔ ذی الحلیفہ میں چونکہ یہ زمین کسی کی ملک نہیں تھی، اس لئے یہاں کوئی مانع موجود نہیں تھا۔

---

(۱) دیکھئے فتح الباري: ۲۵/۵

(۲) المصدر السابق

علامہ ابن المنیر مالکی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری اس حدیثِ مبارکہ کے ذریعے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ محض کسی جگہ اترنے اور رات گزارنے کی وجہ سے وہ زمین مملوک نہیں بن جاتی، اور کسی جگہ رات گزارنا اور ٹھہرنا، احیاءِ موات کے باب میں داخل نہیں ہے، احیاءِ موات تو جب ہوگا جب کوئی اس زمین کا احاطہ کرلے(۱)۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات پر تنبیہ فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں نزول فرمایا، اگر چہ وہ احیاءِ موات کے حکم میں داخل ہے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریس کی وجہ سے اس زمین کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت ہوگئی، اور وہ اب عامۃ المسلمین کے منافع اور حقوق سے متعلق ہوگئی، لہٰذا اب کسی آدمی کو اس کے احیاء کا حق حاصل نہیں ہوگا، جیسا کہ منی کی زمین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا ہے، اور مناسک حج کو ادا کیا ہے، تو وہ زمین اگر چہ موات بھی ہو تو کوئی شخص اس کا احیاء کرکے، اب اس کا مالک نہیں بن سکتا(۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ کی آراء کو رد کیا ہے، اور وہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکور کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ ذوالحلیفہ اگر چہ غیر آباد جگہ ہے، لیکن کوئی احیاء کے ذریعے اس کا مالک نہیں بن سکتا، اس لئے کہ عامۃ الناس کے منافع اس سے متعلق ہیں، اور ہر شخص اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے، اور یہاں اتر سکتا ہے، لہٰذا احیاءِ موات کے ذریعے بھی عام لوگوں کو اس زمین سے روک نہیں سکتا۔

"وجه دخول هذا الحديث في هذا الباب من حيث أنه أشار به إلى أن ذالحليفة لا يملك بالإحياء لما فيه من منع الناس النزول فيه، وأن الموات

(۱) دیکھئے، المتواري على تراجم البخاري رحمه الله تعالى : ۲٦۳، بتفصيل، فتح الباري: ۵/۲۵

(۲) المصدر السابق

يجوز الإنتفاع به، وأنه غير مملوك لأحد، وهذا المقدار كاف في وجه المطابقة، وقد تكلم المهلب فيه بما لايجدي، ورد عليه ابن بطال بمالا ينفع، وجاء آخر نصر المهلب في ذلك، والكل لايشفي العليل ولا يروی الغليل، فلذلك تركناه"(١)۔

۲۲۱۲ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إسْحٰقَ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ : حَدَّثَني يَحْيٰى ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (اللَّيْلَةَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي – وَهُوَ بِالْعَقِيقِ – أَنْ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ ، وَقُلْ : عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ) . [ر : ۱٤٦۱]

ترجمہ: ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آیا، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقیق میں تھے، اس (فرشتے) نے کہا کہ آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں، اور فرمایئے کہ عمرہ حج میں شریک ہوگیا“۔

تراجم رجال

إسحق بن ابراهيم

یہ اسحاق بن ابراہیم راہویہ حنظلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٥۰

(۲۲۱۲) أخرجه البخاري أيضاً في الحج، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : العقيق واد مبارك، رقم: ۱٥۳٤، وفي الإعتصام، باب ما ذكر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وحض على اتفاق أهل العلم الخ، رقم: ۷۳٤۳، وأبوداود رحمه الله تعالىٰ في المناسك، باب في الأقران، وانظر جامع الأصول: ۹/۳٤۰، رقم: ٦۹۷۲

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۳/٤۲۸

شعیب بن اسحٰق

یہ شعیب بن اسحاق اُموی بصری دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

أوزاعی

یہ امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

یحییٰ

یہ یحییٰ بن اَبی کثیر طائی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

عکرمہ

آپ عکرمہ مولیٰ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۴)۔

ابن عباس

آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں(۵)۔

عمر

آپ خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۶)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیثِ سابق کے مثل ہے، اس لئے کہ وادی

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۳/۴۰۸

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ٤/٢٦٧

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۳/۳٦۳

(٤) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الزكاة، باب ما أدى زكوته فليس بكنز الخ

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ١/٤٣٥، ٢/٢٠٥

(٦) دیکھئے، كشف الباري: ١/٢٣٩، ٢/٤٧٤

عقیق کی زمین بھی غیر آباد ہے اور کسی کی ملک نہیں ہے، مگر ہر شخص اس سے نفع اٹھا سکتا ہے، اور اس میں اتر سکتا ہے(۱)۔

قوله "وقال عمرةٌ في حجّة"

ہمارے متداول نسخوں میں یہ عبارت اسی طرح ہے یعنی "قال" فعلِ ماضی کے ساتھ(۲)۔ جب کہ شراحِ بخاری کے نسخوں میں "قل" یعنی امر کے صیغے کے ساتھ ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ "قول ابي داود رحمه الله تعالیٰ "رواه الوليد بن مسلم وعمر بن عبد الواحد في هذا الحديث عن الأوزاعي، وقال: عمرة في حجة، وكذا رواه علي بن المبارك عن يحيى بن أبي كثير في هذا الحديث قال: وقل: عمرة في حجة" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کی غرض اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے جو کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ میں واقع ہوا ہے، جیسا کہ مسکین عن الاوزاعی کی روایت میں "قال" صیغۂ ماضی کے ساتھ واقع ہوا ہے، اور ولید بن مسلم وعمرو بن عبدالواحد عن الاوزاعی کی روایات میں "قل" صیغۂ امر کے ساتھ وارد ہوا ہے، نیز علی بن مبارک جو کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس روایت کو یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرنے والے ہیں، ان کی روایت میں بھی "قل" صیغۂ امر کے ساتھ واقع ہوا ہے(۴)۔

حج قران کی فضیلت

نیز قولہ "قال: عمرة في حجة" کے متبادر معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھئے، تو گویا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج قران کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ۲٥/٥، المتواري علی تراجم الأبواب البخاري: ۲٦٣/۱۔

(۲) دیکھئے، صحیح البخاري، قدیمي

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۲٥/٦، عمدة القاري: ۲٥٠/۱۱، إرشاد الساري: ۳۲٦/٥

(٤) دیکھئے، بذل المجهود: ۱٤۳/۷

مامور تھے، اور اس حدیث سے حج قران کی افضلیت معلوم ہوتی ہے(۱)(☆)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال کیا گیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج قران کے مامور تھے تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لو استقبلت من أمري ما استدبرت، لجعلتها عمرة" میں حج تمتع کی تمنی کا اظہار کیوں فرمایا تھا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "عمرة في حجة" سے مقصود جمع بین الحج والعمرة ہے، اور یہ جمع جس طرح حج قران میں پایا جاتا ہے، اسی طرح حج تمتع میں بھی ہوتا ہے، لہٰذا اس حیثیت سے حج تمتع، حج قران کے منافی نہیں ہے(۲)۔

یہ حدیث مبارکہ بھی کتاب الحج، باب قول النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: العقیق وادٍ مبارك میں گزر چکی ہے۔

١٤ – باب: إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ: أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلاً مَعْلُومًا. فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيهِمَا.

جب زمین کا مالک کسی سے یوں کہے کہ میں آپ کو اس وقت تک رکھوں گا، جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو رکھے، اور کوئی متعین مدت ذکر نہ کرے، تو یہ معاملہ ان دونوں کی رضامندی تک رہے گا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ترجمۃ الباب کے ذریعے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر زمین کے مالک

---

(۱) دیکھئے، بذل المجهود: ۱٤۱/۷، ۱٤۲، الدر المنضود: ۲۰۲/۳

(☆) یاد رہے کہ احناف کے نزدیک حج قران سب سے افضل ہے، پھر تمتع اور پھر افراد، جب کہ امام مالک وامام شافعی کے نزدیک ایک قول کے مطابق سب سے افضل حج افراد ہے، پھر تمتع اور پھر قران، اور دوسرے قول کے مطابق سب سے افضل حج تمتع ہے، پھر افراد اور پھر قران" (دیکھئے، اختلاف الأئمة العلماء: ۲۷۱/۱)

(۲) دیکھئے، الدر المنضود: ۲۰۳/۳، بذل المجهود: ۱٤۲/۷.

نے کسی سے معاملہ بغیر مدت بتلائے طے کرلیا اور کہا "أقرك ما أقرالله" اس کا کیا حکم ہے، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "فهما علی تراضيهما" یعنی جب تک فریقین رضامند ہیں، اس وقت تک یہ معاملہ برقرار رہے گا اور جب ختم کرنا چاہیں گے تو یہ ختم ہوجائے گا(۱)۔

اختلافِ فقہاء کا بیان

اس میں اختلاف ہے کہ آیا عقد مزارعت کے لئے اجلِ معلوم کا تعیین ضروری ہے یا نہیں، فقہاء کرام میں امام احمد رحمہ اللہ تعالی اور اصحاب ظواہر فرماتے ہیں کہ تعیینِ اجل ضروری نہیں ؛ جب کہ جمہور علماء کے نزدیک اجل کی تعیین ضروری ہے(۲)۔

فریق اول کی دلیل حدیث باب ہے یعنی "قوله صلى الله تعالى عليه وسلم : نقركم بها على ذلك ما شئنا" اور جمہور کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہودیوں کے جواب میں اس وقت ارشاد فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے اخراج کا ارادہ کرلیا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس زمین میں زراعت کریں گے، اور آدھی پیداوار آپ کو دیں گے، تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مصلحۃً ان کو باقی رکھنے کا فیصلہ فرمایا اور اس کی مدت کو اللہ سبحانہ وتعالی کی مشیت کے حوالے کردیا، اور اس کے بعد ان سے مساقاۃ کا معاملہ کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قول "عامل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أهل خيبر على شطر ما يخرج منها" اسی پر دلالت کرتا ہے(۳)۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف دراصل مبنی ہے اسی اختلاف پر کہ مزارعت عقود مباحۃ میں سے ہے یا عقود لازمہ میں سے، جس کی تفصیل "باب إذا لم يشترط السنين في المزارعة" کی ابتداء میں گزرچکی ہے۔

۲۲۱۳ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنَا مُوسَى : أَخْبَرَنَا

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۲۵۰، إرشاد الساري: ۵/ ۳٦۷

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۲۵۲، شرح ابن بطال: ٦/ ۳۹٤، بداية المجتهد: ٦٤١

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۲۵۲

نَافِعٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ . وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ ، أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا . وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ وَلِلْمُسْلِمِينَ . وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا . فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا . وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ . فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا) . فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَاءَ . [۲۹۸۳]

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود ونصاریٰ کو ملکِ حجاز سے نکال دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب وہ خیبر والوں پر غالب ہوئے، تو یہودیوں کو وہاں سے نکال دینا چاہا، کیونکہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر پر غالب ہوئے، تو وہاں کی ساری زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہوگئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہا کہ یہودیوں کو وہاں سے نکال دیں، لیکن ان یہودیوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو وہاں رہنے دیں، اس شرط پر کہ وہ اس میں سارا کام کریں گے اور ان کو پیداوار کا نصف حصہ ملے گا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تک ہم چاہیں گے تم کو اس میں رکھیں گے، چنانچہ یہودی وہیں رہے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے زمانۂ خلافت میں) ان کو تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

تراجم رجال

أحمد بن مقدام

یہ احمد بن مقدام بن سلیمان بن الاشعث بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

(۲۲۱۳) مر تخريجه في الإجارة، باب إذا استأجر أرضا فمات أحدهما، رقم الحديث: ۲۲۸۵، ۲۲۸۶

(۱) دیکھئے، کشف الباري، كتاب البيوع، باب من لم ير الوساوس ونحوها من الشبهات

فُضیل بن سلیمان

یہ فُضیل بن سلیمان نُمیری، اَبوسلیمان بَصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

موسیٰ

یہ موسیٰ بن عقبہ اسدی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

نافع

یہ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

ابن عمر

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں(۴)۔

عبد الرزاق

یہ عبدالرزاق بن ہمام حمیری صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

ابن جریج

یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ابوالولید رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۶)۔

تفصیل تعلیق

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ.

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الصلاة، باب سترة الإمام سترة من خلفه

(۲) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء.

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٦٥١/٤

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ٦٣٧/١

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ٤٢١/٢

(٦) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو فضیل بن سلیمان کے طریق سے موصولاً اور ابن جریج کے طریق سے معلقاً ذکر کیا ہے(۱)۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایتِ معلّقہ کو "کتاب الخمس" میں "حدثنا أحمد بن مقدام حدثنا الفضیل بن سلیمان حدثنا موسی بن عقبة أخبرني نافع" کے طریق سے مسنداً ذکر کیا ہے(۲)۔

اور ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریقِ مذکور سے اس روایت کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔

قوله: أجلی الیهودَ والنَّصاری من أرضِ الحجازِ

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود ونصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کردیا تھا، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سرزمین حجاز میں دائماً باقی رکھنے کا کوئی عہد نہیں کیا تھا، بلکہ اس کو مشیت پر موقوف رکھا تھا(۴)۔

أرضِ حجاز

علامہ واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے تبوک اور طریق کوفہ تک کا علاقہ حجاز کہلاتا ہے(۵)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے نقل کیا ہے کہ حجاز سے مراد مکہ، مدینہ اور یمن

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۵۱/۱۲، فتح الباري: ۲٦/۵

(۲) المصدر السابق

(۳) أخرجه مسلم رحمه الله تعالیٰ في صحیحه: ۱۸۷/۳، کتاب المساقاة، باب المساقاة بجزء من الثمر والزرع رقم: ٦، وأحمد رحمه الله تعالیٰ في مسنده: ۱٤۹/۲

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۲۷/۵

(۵) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۵۱/۱۲، إرشاد الساري: ۳۲۷/۵

کے علاقے ہیں، اور یہ ان کا تسامح ہے، اس لئے کہ یمن حجاز میں داخل نہیں ہے، اگرچہ جزیرۂ عرب میں داخل ہے(۱)۔

لیکن شرح کرمانی کے متداول نسخے میں ہے کہ "والحجاز" هو مكة والمدينة واليمامة(۲).
یعنی اس میں یمن کا تذکرہ نہیں ہے۔

قوله "حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ صلى الله عليه وسلم وَلِلْمُسْلِمِينَ"

یہ اس لئے کہا گیا کہ خیبر کا بعض حصہ صلحاً مسلمانوں کے حصے میں آیا تھا اور بعض قہراً وعنوۃً (بطور جنگ)، تو جو حصہ عنوۃً حصے میں آیا وہ تو سب کا سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کا ہوگیا، اور جو صلحاً ملا، وہ پہلے یہود کا تھا اور عقدِ صلح کے بعد وہ بھی مسلمانوں کا ہوگیا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ "نقركم بها على ذلك ما شئنا" سے ظاہر ہے(۴)۔

۱۵ – باب : ما كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ .

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھیتی باڑی اور پھلوں کے معاملے میں ایک دوسرے سے ہمدردی کیا کرتے تھے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتارہے ہیں کہ جن روایات میں مزارعت کی ممانعت آئی ہے جیسا

(۱) عمدة القاري: ۲۵۱/۱۲

(۲) دیکھئے، شرح الكرماني: ۱۶۲/۱۰

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۲۸/۵

(٤) المصدر السابق

کہ حدیثِ باب میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ نقل کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بٹائی پر زمین دینے سے منع فرمایا ہے، تو دراصل حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ ممانعت علی وجہ التحریم نہیں فرمائی بلکہ یہ ممانعت علی وجہ الأولویت والأفضلیت فرمائی ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ آدمی زمین کو مزارعت پر دینے کے بجائے اپنے بھائی کو ایسے ہی کاشت کرنے کے لئے دے دے، جب کہ اس صاحبِ زمین کے پاس اس زمین پر کاشت کاری کی گنجائش نہ ہو، یا یہ اس کی ضرورت سے زائد ہو۔

گویا کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا مقصد اس کی شرعی حرمت کو بیان کرنا نہیں تھا، بلکہ اس بات کی ترغیب دینا تھا کہ تم مواساۃ وغمخواری کرو، اور اپنے بھائیوں کو ایسے ہی مفت دے دیا کرو(۱)۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممانعت ان خاص صورتوں کی ہے جن میں مخاطرہ پایا جاتا ہے کہ نالیوں پر جو پیداوار ہوگی، وہ مالک کی ہوگی، اور دوسرے حصے کی پیداوار مزارع کی ہوگی، یا نشیب کی پیداوار مالک کی ہوگی اور بالائی علاقے کی پیداوار زارع کی ہوگی، اس میں چونکہ اندیشہ ہوتا تھا کہ ایک حصۂ زمین پیداوار دے اور دوسرا حصۂ زمین پیداوار بالکل نہ دے اس لئے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا(۲)۔

۲۲۱٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ : سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجِ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ : قالَ ظُهَيْرٌ : لَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كانَ بِنَا رَافِقًا ، قُلْتُ : ما قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ ، قالَ : دَعَانِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، قالَ : (ما تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ) . قُلْتُ : نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبُعِ ، وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ ، قالَ : (لَا تَفْعَلُوا ، ٱزْرَعُوهَا ، أَوْ أَزْرِعُوهَا ، أَوْ أَمْسِكُوهَا) . قالَ رَافِعٌ : قُلْتُ : سَمْعًا وَطَاعَةً . [ر : ۲۲۰۲]

ترجمہ: "حضرت رافع بن خدیج بن رافع اپنے چچا حضرت ظُہیر بن رافع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں ایک

---

(۱) دیکھیے، الأبواب والتراجم: ۳/۱۷۳، فتح الباري: ۵/۲۸

(۲) المصدر السابق

ایسے کام سے منع فرمادیا تھا جس میں ہمارا فائدہ تھا، حضرت رافع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے، حضرت ظہیر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، اور دریافت کیا: تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو، میں نے کہا: نالیوں پر جو پیداوار ہو اس پر، اور کھجور اور جَو کے چند وسق پر ان کو کرایہ پر دیتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کرو، تم خود کھیتی کیا کرو، یا کھیتی کراؤ (یعنی بلاعوض) یا خالی پڑا رہنے دو، رافع نے کہا: میں نے عرض کیا، میں نے ارشادِ گرامی سنا اور مان لیا۔

تراجمِ رجال

محمد بن مقاتل

یہ ابوالحسن، محمد بن مقاتل مَرْوَزی بغدادی، مجاورِ مکہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

عبداللہ

یہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

(٢٢١٤) أخرجه البخاريّ ايضاً في كتاب الحرث والمزارعة، باب كراء الأرض بالذهب والفضة، رقم: ٢٣٤٦، ٢٣٤٧، وفي كتاب المغازي عن الزهريّ، باب، بعد باب شهود الملائكة بدراً، رقم: ٤٠١٢، ٤٠١٣، وأخرجه مسلم في صحيحه، كتاب البيوع، باب كراء الأرض بالطعام، رقم: ٣٩٤٩، والنسائي في سننه، كتاب المزارعة، ذكر الأحاديث المختلفة في النهي عن كراء الأرض بالثلث والربع الخ، رقم: ٣٩٥٤، ٣٩٥٥، وابن ماجه في سننه، كتاب الرهون، باب ما يكره من المزارعة، رقم: ٢٤٥٩، وانظر جامع الأصول في الكتاب الثاني في المزارعة، الفصل الثاني في المنع من ذلك: ١١/٣٠، رقم: ٨٥٠٤، وتحفة الأشراف في مسند ظهير بن رافع الأنصاري، رقم: ٥٠٢٩

(١) دیکھئے، كشف الباري: ٣/٢٠٦، إرشاد الساري: ٥/٣٢٩

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ١/٤٦٢

أوزاعی

امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

أبی النجاشي مولی رافع بن خدیج

یہ عطاء بن صہیب، ابوالنجاشی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

رافع بن خدیج

یہ رافع بن خدیج انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

ظُهیر بن رافع

نام ونسب

ظُهیر بن رافع بن عدي بن زید بن جُشَم بن حارثة بن الحارث بن عمرو بن مالك بن الأوس الأنصاري الأوسي، الحارثي المدني (٤).

آپ مشہور صحابی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں (۵)۔

آپ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے (٦)۔

غزوۂ بدر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت مختلف فیہ ہے، محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے (۷)، اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٣/٤٠٨

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب مواقیت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحرّ

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت المغرب

(٤) دیکھئے، تهذیب الکمال: ١٣/٢٦٩

(٥) المصدر السابق

(٦) المصدر السابق

(٧) المصدر السابق

بدر میں شرکت کی سعادت عظمیٰ حاصل ہے(۱)۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کیا ہے: "من کبار الصحابة، شهد بدرًا"(۱)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں۔

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے رافع بن خدیج روایت نقل فرماتے ہیں(۳)۔

امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے(۴)۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں سکونت اختیار فرمائی(۵)۔

قوله: أَوْ أَزْرِعُوهَا أَوْ أَمْسِكُوهَا

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر شراح بخاری فرماتے ہیں کہ یہاں "او" تخییر کے لئے ہے، نہ کہ شک کے لئے، یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کی تخییر دے دی یا تو خود اس زمین پر کاشت کرے، یا دوسرے مسلمان بھائی کو مزارعت کے لئے بغیر کسی معاوضے کے دے دے اور یا اس کو ایسے ہی رہنے دے(۶)۔

قوله: سَمْعًا وَطَاعَةً

اس کو نصب اور رفع دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے، نصب کی صورت میں فعلِ محذوف کے لئے مصدر

(۱) دیکھئے، التاریخ الکبیر للبخاري رحمه الله تعالیٰ: ٤/ الترجمة: ٣١٧٣، الجرح والتعدیل: ٤/ الترجمة: ٢٢١١.

(۲) دیکھئے، تقریب التهذیب: ٢٧٤

(۳) دیکھئے، تهذیب الکمال: ١٣/ ٤٧٠.

(٤) المصدر السابق

(٥) دیکھئے، معرفة الصحابة للأصبهاني: ٣/ ٩٤

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/ ١٥٤، إرشاد الساري: ٥/ ٣٢٩

ہوگا یعنی "أسمع کلامك سمعاً وأطیعك طاعةً" اور رفع کی صورت میں یہ مبتداء محذوف کی خبر بنے گا یعنی "کلامك أو أمرك سمع" یعنی مسموع، مصدر بمعنی المفعول مبالغہ کے طور پر ہوگا اور اسی طرح "أمرك طاعةٌ" میں ہوگا، بمعنی مُطاع (۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ "ازرعوها أو أزرِعوها الخ" سے ظاہر ہے۔

۲۲۱۵ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ كانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا ، أَوْ لِيَمْنَحْهَا ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ) . [۲٤۸۹]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تہائی، چوتھائی اور آدھی پیداوار میں بٹائی کیا کرتے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو، وہ خود اس میں کھیتی کرے یا اس کو (مفت) اپنے مسلمان بھائی کو دے دے، نہیں تو زمین کو خالی پڑا رہنے دے۔

تراجمِ رجال

عبید اللہ بن موسیٰ

یہ عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام عبسی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲۲۱۵) أخرجه مسلم في صحيحه، كتاب البيوع، باب كراء الأرض، رقم: ۱۵۳٦،۸۹، وابن ماجه في سننه، كتاب الرهون، باب المزارعة بالثلث والربع، رقم: ۲٤۵۱، والنسائي في النهي عن كراء الأرض، رقم: ۳۸۷٦، وانظر جامع الأصول، حرف الميم، الكتاب الثاني في المزارعة، الفصل الثاني في المنع من ذلك، رقم: ۸۵۰٦.

(۲) دیکھئے، کشف الباری: ۱/٦۳٦

أوزاعی

یہ امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

عطاء

یہ عطاء بن أبی رباح رحمہ اللہ تعالی ہیں(۲)۔

جابر

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ "أو لیمنحھا" سے واضح ہے۔

۲۲۱٦ : وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا ، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ . فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ) .

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو، وہ خود اس میں کھیتی باڑی کرے، یا اس کو اپنے مسلمان بھائی کو (عاریۃً) دے دے، نہیں تو زمین کو خالی پڑا رہنے دے۔

تراجم رجال

الربیع بن نافع

نام ونسب

یہ ربیع بن نافع، ابوتوبہ حلبی رحمہ اللہ تعالی ہیں(۴)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۴۰۸/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۳۹/۴

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب العلم، باب الخروج في طلب العلم (۴) دیکھئے تهذیب الکمال: ۱۰۳/۹

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ طرسوس میں رہائش پذیر تھے(۱)۔

شیوخ

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ابراھیم بن سعد، ابواسحق ابراھیم بن محمد فزّاری، اسماعیل بن عیاش، بشیر بن طلحة خشنی، ابو الملیح حسن بن عمرو رقی، حسین بن طلحة، حَکَم بن ظُھَیر، ابو اُسامه حماد بن اُسامه، رَبِیع بن بدر سَعْدی، سعید بن عبدالرحمن جُمَحِی، سُفیان بن عُیَیْنة، سلیمان بن حَیَّان، ابو الأحوص سَلَّام بن سُلَیْم، شریك بن عبد الله، شِہاب بن خِراش، عبدا للّٰہ بن بُکیر غَنَوِی، عبد اللّٰہ بن مبارك، عبد العزیز بن عبد الملك قُرَشی، عبید اللّٰہ بن عمرو، عطاء بن مسلم حَلَبی، علی بن حَوشب، علی بن سلیمان، عیسیٰ بن یونس، محمد بن عمر طائی، محمد بن فُرات، محمد بن مُھاجر، مَسْلَمة بن علی، مُصْعب بن ماھان، مُعاویة بن سَلَّام، مُعتَمِر بن سلیمان، ھِشام بن یحییٰ، ھُیَثَم بن حمَیْد، ولید بن مسلم، یحییٰ بن حَمزة، یزید بن رَبیعة، اوریزید بن مِقدام بن شُرَیح رحمھم اللّٰہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۲)۔

تلامذہ

ابوداود، ابراھیم بن سعد، ابراھیم بن یعقوب، احمد بن ابراھیم، احمد بن اسحاق، احمد بن خُلَید، احمد بن محمد، ابوبکر محمد بن أثرم، اسماعیل بن مَسْعَدة، حسن بن صَبَّاح، حسن بن علی حُلوانی، زُھَیر بن محمد، عبد اللّٰہ بن عبدالرحمن دارمی، عبداللّٰہ بن أبی مسلم، عبد السلام بن عتیق، ابو الدرداء عبد العزیز بن مُنیب، عبد الکریم بن ھَیْثَم، علی بن زید فَرَائِضی، ابو حاتم محمد بن ادریس، ابو عمر محمد بن عامر، محمد بن یحییٰ،

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

يعقوب بن سفيان فارسی وغیرهم رحمهم الله تعالیٰ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۱)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ابوتوبہ سے روایت نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ میرے پاس آیا کرتے تھے(۲)۔

امام حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ثقة صدوق حُجّة"(۳)۔

یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ثقة صدوق"(٤)۔

وکان یُقال: إنّه من الأبدال(٥) یعنی آپ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ابدال میں سے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سبھی ائمہ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کی ہیں(٦)۔

انتقال

یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا(۷)۔

معاویۃ

یہ معاویہ بن سلام حبشی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۸)۔

---

(١) المصدر السابق

(٢) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٩/١٠٥، تهذيب تاريخ دمشق: ٥/٢١١

(٣) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٩/١٠٦، الجرح والتعديل: ٣/الترجمة: ٢١٠٥.

(٤) دیکھئے، تهذيب تاريخ دمشق: ٥/٢١١

(٥) دیکھئے، تهذيب الكمال: ٩/١٠٦

(٦) المصدر السابق

(٧) المصدر السابق

(٨) دیکھئے، کشف الباري، أبواب الكسوف، باب النداء بالصلاة جامعة

یحیی

یہ یحییٰ بن کثیر طائی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

أبی سلمة

یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

ابوهریرة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۳)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور امام مسلم نے حسن بن علی حُلوانی عن ابی توبة کے طریق سے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے(۴)۔

تعلیق کی تفصیل

امام مسلم اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے تعلیقِ مذکور کو موصولاً ذکر کیا ہے(۵)۔

تعلیق کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اور تعلیقِ مذکور کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیثِ سابق کے مثل ہے(۶)۔

۲۲۱۷ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو قالَ : ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ ، فَقَالَ :

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٢٦٧

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٢/٣٢٣

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٥٩

(٤) دیکھئے، صحیح مسلم (١١٧٨/٣)، کتاب البیوع، باب کراء الأرض، رقم: ١٠٢

(٥) أخرجه مسلمؒ في صحيحه، کتاب البیوع، باب کراء الأرض، رقم: ١٠٢، وابن ماجةؒ في سننه، کتاب الرهون، باب المزارعة بالثلث والربع، رقم: ٢٤٥٢

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٥٥

يُزْرِعُ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ ، وَلٰكِنْ قَالَ : (أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا) . [ر : ٢٢٠٥]

ترجمہ: "حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی) روایت کو طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذکر کیا، تو طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: بٹائی پر زمین دی جاسکتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا اپنے بھائی کو یونہی مفت (کھیتی باڑی کے لئے) دے دینا بہتر ہے، اس بات سے کہ اس سے کچھ متعین چیز لے لے۔

تراجم رجال

قبیصہ

یہ قبیصہ بن عُقبہ کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

سفیان

یہ سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عمرو

یہ عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

(٢٢١٧) مرّ تخريجه في باب بلدون الترجمة، بعد باب إذا لم يشترط السنين في المزارعة

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲۷۵/۲

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۲۷۸/۲

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۳۰۹/٤

(٤) دیکھئے، كشف الباري، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين الخ

طاؤس

یہ طاؤس بن کیسان یمانی حمیری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ابن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا(۲)۔

قوله: "إنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَنْهَ عَنْهُ"

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام قرار نہیں دیا تھا، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں اس کی صراحت آئی ہے۔ عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يحرم المزارعة ولكن أمر أن يرفق بعضهم ببعض(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ باب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قوله "إنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ: أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ الخ" سے ظاہر ہے۔

۲۲۱۸/۲۲۱۹ : حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ ، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ . ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ . فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ . فَذَهَبْتُ مَعَهُ ، فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ . فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ ، وَبِشَيْءٍ مِنَ التِّبْنِ .

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۴۳۵، ۲۰۵۲

(۲) دیکھئے الجامع للترمذي (۱/۲۵۸)، أبواب الأحكام، باب ماجاء في المزارعة

(۲۲۱۸) وأخرجه مسلم في كتاب البيوع، باب كراء الأرض، رقم: ۱۰۹، ۱۵۴۷، والنسائي في سننه في كتاب كتاب المزارعة، ذكر الأحاديث المختلفة في النهي عن كراء الأرض بالثلث والربع، رقم: ۳۹۱۱، وانظر –

ترجمہ: ''حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے کھیتوں کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے شروع میں بٹائی پر دیتے تھے، پھر ان سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، اور میں بھی ان کے ساتھ گیا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے، اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں، اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدلے میں جو نالیوں پر ہو، اور کچھ بھس کے بدلے میں بٹائی پر دیتے تھے۔

حلِ لغات

الأربعاء: یہ رَبِیع کی جمع ہے بمعنی چھوٹی نہریں، نالیاں، جیسا کہ یعقوب لغوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ویُجمَعُ رَبِیع الکَلَإِ أَربِعَةٌ، ورَبِیع الجَدَاوِلِ أَربِعَاءُ(۱)۔

تشریحِ حدیث

حاصلِ حدیث یہ ہے کہ یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ پر، ان کے نہی عن المزارعۃ والی روایت کے مطلق سمجھ لینے پر رَد کر رہے ہیں، اور فرما رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا تھا، وہ تو ایک شرط فاسد کی وجہ سے تھا اور وہ یہ تھی کہ وہ زمین کے ایک خاص حصے کی پیداوار کی شرط یا بھوسے کی کچھ مقدار مجہول کی شرط

= جامع الأصول، حرف المیم، الکتاب الثاني في المزارعة، الفصل الثاني في المنع من ذلك، رقم: ۸۰۰۵

(۱) دیکھئے معجم الصحاح: ۳۸۷

B

لگایا کرتے تھے، اور ایسا ہوسکتا ہے کہ زمین کے اس حصے کی پیداوار ہو اور باقی زمین میں کچھ نہ ہو، یا اس کے برعکس ہو، تو مزارع یا رب الارض کو کچھ نہ ملے، ورنہ اس کے علاوہ صورتوں میں مزارعت جائز ہے(۱)۔

حدیث کی ترجمة الباب سے مطابقت

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارکہ کی ترجمة الباب سے مطابقت حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ نہی والی روایت سے اس طرح مستفاد ہوتی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عام عادت یہی تھی کہ وہ زمین میں خود کھیتی باڑی کیا کرتے تھے یا دوسرے بھائیوں کو بغیر کسی معاوضے کے بٹائی پر دے دیا کرتے تھے(۲)۔

(۲۲۱۹) : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى . ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللَّهِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ . [ر : ۲۲۰۲]

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دی جاتی تھی، پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاملے میں کوئی ایسا حکم صادر فرمایا ہو کہ جو انہیں معلوم نہ ہو، اس لئے انہوں نے بٹائی پر زمین دینا چھوڑ دیا۔

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۳۱/۵، عمدة القاري: ۱۵۷/۱۲

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۳۱/۵

(۳) مر تخريجه آنفاً

تراجم رجال

یحییٰ بن بکیر

یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

اللیث

یہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

عقیل

یہ عُقَیل بن خالد بن عقیل ایلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

ابن شہاب

یہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

سالم

آپ سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

عبداللہ بن عمر

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا(۶)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٥، ۳/٤٥٥

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۱۲۸

(٦) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦۳۷

یہ حدیث مبارکہ یہاں مختصر ہے، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعیب بن لیث عن أبیہ کے طریق سے اس کو موصولاً ذکر کیا ہے(۱)۔ اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زمین کو بٹائی پر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کو یہ خبر ملی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرماتے ہیں، تو انہوں نے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو حضرت رافع نے کہا کہ مجھ سے میرے چچا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرماتے تھے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب میں وہی فرمایا جس کا تذکرہ ماقبل میں گزرا، کہ "قد کنت اعلم الحدیث"(۲)۔

اور اس سے حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بھی واضح ہوگئی۔

١٦ - باب : كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ .

وَقَالَ ابن عَبَّاسٍ : إِنَّ أَمْثَلَ ما أَنْتُمْ صَانِعُونَ : أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ الْبَيْضَاءَ ، مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ .

سونے چاندی کے بدلے میں زمین کو کرایہ پر دینا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سب سے بہتر کام جو تم کرنا چاہو وہ یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال کے لئے کرائے پر دے دو۔

ترجمۃ الباب کا مقصد اور فقہاء کا اختلاف

اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ زمین کو اگر سونے اور چاندی کے بدلے میں کرایہ پر دیا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

امام طاؤس، حسن بصری، ابو محمد بن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین کو بٹائی پر دینا جائز

---

(۱) مرّ تخریجه آنفاً

(۲) دیکھیے، عمدة القاري: ١٢/ ٢٥٨، إرشاد الساري: ٥/ ٣٣٢

نہیں، نہ ہی دراہم ودنانیر کے بدلے میں اور نہ غلے کے بدلے میں (۱)۔

اور ان حضرات کی دلیل وہ روایات ہیں جو کہ مزارعت کی نہی پر مشتمل ہیں، جو کہ پچھلے باب میں گزری۔

لیکن جمہور علماء فی الجملۃ اس کے جواز کے قائل ہیں اور علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جواز پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے (۲)۔

ہاں! اگر مخاطرے کی کوئی صورت ہو تو یہ حضرات بھی عدم جواز کے قائل ہیں، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جیسے زمین کو غلے کے بدلے میں کرایہ پر دیا جاسکتا ہے، اسی طرح بدرجہ اولیٰ نقود کے بدلے میں بھی کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ ان حضرات جمہور کے مستدلات بھی پچھلے ابواب میں مذکور ہوئے۔

امام ربیعۃ الرائی فرماتے ہیں کہ صرف دراہم اور دنانیر کے بدلے میں زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے، اور اگر غلے وغیرہ کے عوض کرایہ پر دیا جائے تو جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نقود اور غلے کے بدلے میں زمین کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے، جب کہ بٹائی کا معاملہ نہ ہو، ان حضرات کے دلائل کی تفصیل بھی گزر چکی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس سلسلے میں دو قول منقول ہیں، اشہب رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم جواز کا قول نقل کیا ہے، اور ابن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواز کا (۳)۔

بہر حال جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً زمین کو کاشت پر دینا جائز ہے، چاہے نقود کی صورت میں ہو، چاہے بٹائی کی صورت میں ہو جس کو مزارعت کہا جاتا ہے۔

اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ممانعت وارد ہوئی ہے وہ مخاطرہ کی صورت پر محمول ہے، یا اس صورت پر محمول ہے جہاں اجل مجہول ہو، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس

---

(۱) دیکھئے بدایۃ المجتہد: ۶۳۲، شرح ابن بطال: ۳۹۸/۶، فتح الباری: ۳۱/۵، عمدۃ القاری: ۲۵۸/۱۲

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

مسئلے جمہور ہی کے مسلک کی طرف مائل ہیں، جیسا کہ ترجمۃ الباب اور حدیث باب اس پر دال ہیں (۱)۔

تفصیلِ تعلیق

قوله: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ أَمْثَلَ الخ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی اس تعلیق کو سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی جامع میں عبدالکریم الجزری عن سعید بن جبیر کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے (۲)۔ اور اسی طرح بیہقی رحمہ اللہ تعالی نے بھی عبداللہ بن ولید عدنی عن سفیان کے طریق سے موصولاً ذکر کیا ہے (۳)۔

۲۲۲۰ : حدثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَمَّايَ : أَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرُونَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ ، أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ ، فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ . فَقُلْتُ لِرَافِعٍ : فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ ؟ فَقَالَ رَافِعٌ : لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ . وَقَالَ اللَّيْثُ : وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ ، مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزُوهُ ، لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ . [ر : ۲۲۰۲]

---

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے فتح الباري: ۳۲/۵، وتغليق التعليق: ۳۱۲/۳

(۳) المصدر السابق وأخرجه البيهقي في سننه الكبير، كتاب المزارعة، باب بيان المنهي عنه وأنه مقصور على كراء الأرض ببعض ما يخرج الخ: ۱۳۲/٦.

(۲۲۲۰) أخرجه البخاريؒ أيضا في كتاب الحرث والمزارعة، باب ما كان من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يواسي بعضهم بعضا في الزراعة والثمر، رقم: ۲۳۳۹، وفي المغازي، باب، بعد باب شهود الملائكة بدرا، رقم: ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ومسلمؒ في كتاب البيوع، باب كراء الأرض بالذهب والورق، رقم: ۳۹۵۱، وأبوداودؒ في كتاب البيوع، باب كراء الأرض بالذهب والورق، رقم: ۳۳۹۳، والنسائيؒ في كتاب المزارعة، ذكر الأحاديث المختلفة في النهي عن كراء الأرض بالثلث والربع الخ، رقم: ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، وابن ماجةؒ في كتاب الرهون، باب الرخصة في كراء الأرض البيضاء بالذهب والفضة، رقم: ۲۴۵۸، وانظر جامع الأصول [illegible] —

ترجمہ: ''حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے دو چچاؤں نے بیان کیا کہ وہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دیتے تھے، اس پیداوار کے بدلے میں جو نہروں کے قریب ہو، یا اس پیداوار کے عوض جس کو زمین کا مالک مستثنی کردے، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا، حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع سے دریافت کیا کہ دینار ودرہم کے عوض زمین بٹائی پر دینے کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت رافع نے کہا کہ درہم ودینار کے بدلے میں بٹائی پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ بٹائی جس سے منع کیا گیا ہے، اگر حرام وحلال کو سمجھنے والے اس میں غور کریں، تو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس میں مخاطرہ ہے۔

تراجم رجال

عمرو بن خالد

یہ عمرو بن خالد بن فروخ حرانی مصری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

اللیث

یہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالی ہیں(۲)۔

ربیعة

یہ فروخ، ربیعۃ الرأی بن عبدالرحمن رحمہ اللہ تعالی ہیں(۳)۔

--- الثانی فی المزارعة، الفصل الثانی فی المنع من ثلث: ۱۱/۳۱، رقم: ۸۵۰۴، وتحفة الأشراف: ۳۵۵۳

(۱) کشف الباري: ۱/۴۹۴، ۲/۳۲۶

(۲) کشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) کشف الباري: ۳/٤۳٤

حنظلة

یہ حنظلہ بن قیس الزرقی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کا تذکرہ کتاب المزارعة، باب بدون الترجمة میں گزرا۔

رافع بن خديج

یہ حضرت رافع بن خدیج بن رافع بن عدی اوسیؓ ہیں (۱)۔

عَمَّای

حضرت رافعؓ کے دو چچا ہیں، ایک حضرت ظُہَیر ہیں جن کا تذکرہ پچھلے باب میں گزرا، اور دوسرے چچا کے نام میں اختلاف ہوا ہے، علامہ عبدالغنی اور ابن ماکولا کہتے ہیں کہ ان کا نام مُظَہِّر ہے (۲) اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کا نام مُہَیر ہے (۳)، جب کہ علامہ کلاباذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لم أقف على اسمه (٤).

قوله: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ

حضرت رافعؓ کے اس قول میں دو احتمال ہیں، یا تو انہوں نے ایسا علی طریق الاجتہاد کہا، اور یا علی طریق التنصیص وہ اس کے جواز کے قائل ہوئے (۵)۔ یعنی ان کے پاس اس سلسلے میں دیگر نصوص موجود تھیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت واضح ہے۔

---

(۱) كشف الباري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۵۹/۱۲، إرشاد الساري: ۳۳۳/۵، فتح الباري: ۳۲/۵

(۳) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول، اور شراح مشکوٰۃ کی تشویش

قوله: قال ابو عبداللّٰه من ههنا قول الليث: و كأنّ الذى نُهى عن ذلك ......

ہمارے متداولہ نسخوں میں یہ عبارت اسی طرح ہے(۱) جب کہ شراح بخاری کے نسخوں میں ہے: "وقال الليث الخ"(۲)۔

اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ قول اسی اسنادِ اول کے ساتھ موصول ہے(۳)۔

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "كأنّ الذى نُهى الخ"، امام لیث کا قول ہے، جو کہ مذکورہ سند کے ایک راوی ہیں، یہ عبارت یہاں نقل کی گئی ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی عبارتِ مذکورہ نقل کردی ہے(۴)۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "من ههنا قول الليث الخ" کو انہوں نے نقل نہیں کیا، شُراحِ مشکوٰۃ کو اس میں تشویش پیش آئی، شارحِ مصابیح علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے تو پتہ نہ چل سکا کہ یہ قول کس کا ہے، بخاری کا ہے، یا کسی راوی کا ہے(۵)۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بظاہر حضرت رافع بن خدیج کا کلام معلوم ہوتا ہے(۶)۔

لیکن حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکثر طرق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے(۷)۔

اور یہاں ہمارے متداولہ نسخوں میں تو تصریح ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ یہ لیث کا قول ہے۔

---

(۱) دیکھئے، صحيح البخاري: ۱/۳۱۵، قديمى

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۶۰، فتح الباري: ۵/۳۲، إرشاد الساري: ۵/۲۳۲

(۳) المصدر السابق

(٤) دیکھئے، مشكاة المصابيح: ۲/۵٤۸، رقم: ۲۹۷٤

(۵) دیکھئے، إرشاد الساري: ۵/۲۳۲، عمدة القاري: ۱۲/۲۶۰، فتح الباري: ۵/۳۲

(٦) المصدر السابق

(۷) المصدر السابق

باب

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب بغیر ترجمے کے ذکر فرمایا اور روایت نقل کی ہے کہ جنتی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ان میں سے بعض لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کاشت کرنے کی اجازت مانگیں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائیں گے، اتنی نعمتیں تمہیں ملی ہوئی ہیں، یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہیں، جواب تمہیں کاشت کرنے کا شوق پیدا ہوا ہے، وہ کہیں گے بے شک بے شمار نعمتیں ہیں، لیکن ہم کھیتی کرنا چاہتے ہیں، پھر وہ بیج ڈالیں گے، بس ذرا سی دیر لگے گی اور فوراً وہ اُگ آئے گا، اور ذرا سی دیر میں پھر بڑا بھی ہو جائے گا اور پھر کاٹ بھی لیا جائے گا، اور پہاڑوں کی طرح سے اس کے ڈھیر بھی لگ جائیں گے، بہر حال ان کی یہ خواہش پوری کر دی جائے گی اس لئے کہ وہاں تو کسی کی خواہش کو رد نہیں کیا جائے گا، تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ مزارعت اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اس کی ممانعت فرمائی ہے، وہ علی وجہ التحریم نہیں ہے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ممانعت علی وجہ التحریم فرمائی ہوتی، تو جنتی کے دل میں زراعت کا شوق کیسے پیدا ہوتا، وہ کسی معصیت اور گناہ کی خواہش وہاں تھوڑا ہی کریں گے(۱)۔

۲۲۲۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ : حَدَّثَنَا هِلَالٌ . وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ ، وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ : (أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ . فَقَالَ لَهُ : أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ ؟ قَالَ : بَلَى ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ . قَالَ : فَبَذَرَ . فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ، فَيَقُولُ اللّٰهُ : دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ ، فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ) . فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ : وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا

(۱) دیکھئے، الأبواب والتراجم، ص: ۱۷۳۔

(۲۲۲۱) أخرجه البخاري ايضاً في كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة، رقم: ۷۵۱۹، ولم يخرجه احد من أصحاب الستة سوى البخاري رحمه اللّٰه تعالىٰ ، انظر: جامع الأصول، حرف القاف، الكتاب التاسع، الباب الثالث، الفصل الثاني، النوع العاشر، رقم: ۸۰۹۸.

أو أنصاريًا ، فإنهم أصحابُ زرعٍ ، وأمّا نحنُ فلسنا بأصحابِ زرعٍ ، فضحكَ النبيُّ ﷺ .
[٧٠٨١]

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بیان فرما رہے تھے، اور آپ کے پاس ایک دیہاتی آدمی تھا، کہ ایک جنتی شخص اپنے پروردگار سے کاشت کرنے کی اجازت طلب کرے گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تو اس حال میں نہیں ہے کہ جیسا کہ تو چاہتا تھا؟ وہ عرض کرے گا: کیوں نہیں، لیکن میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بیج ڈالے گا، اور پلک جھپکتے ہی وہ اُگ آئے گا اور سیدھا ہو جائے گا، اور کاٹ بھی لیا جائے گا، اور اس کی پیداوار پہاڑوں کی طرح ہوگی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم کے بیٹے! یہ لے لو، تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی، وہ دیہاتی (یہ حدیث سن کر) کہنے لگا: واللہ آپ اس (جنتی شخص) کو قریشی یا انصاری ہی پائیں گے، اس لئے کہ یہی لوگ کاشت کار ہیں، اور بہرحال ہم کھیتی باڑی کرنے والے نہیں ہیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

تراجم رجال

محمد بن سنان

یہ محمد بن سنان باہلی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

فليح

یہ فُلیح بن سلیمان اسلمی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

هلال بن علي

یہ ہلال بن علی بن اسامہ مدنی قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۵۳/۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۵۵/۳

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ٦٢/۳

عطاء بن یسار

یہ عطاء بن یسار ہلالی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ابوھریرۃ

اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۲)۔

قوله: "وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لم أقف على اسمه"(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہ باب بلاترجمہ ہے، گویا کہ ماقبل کے باب کے لئے فصل کی طرح ہے(۴)۔ تو حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ "فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ" سے واضح ہے(۵)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حدیثِ باب سے کئی فوائد مستنبط ہوئے:

۱- جنت میں نفسِ انسان جس جس دنیاوی لذت کا طالب ہوگا وہ اس کو عطا کی جائے گی، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ﴿وفيها ما تشتهيه الأنفس وتلذ الأعين﴾ (الزخرف: ۷۱)

۲- اور اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ بنی آدم کو خلقۃً وجبلۃً دنیا کے اسباب ومتاع کا کیسا طالب بنایا گیا ہے، کہ یہ جنت میں جا کر بھی اس طرح کی تمنائیں کرے گا، ہاں! مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان اہلِ جنت کی ان تمام خواہشات کو بغیر انہیں محنت ومشقت دیے پورا فرمادیں گے۔

۳- اس حدیث میں قناعت کی ترغیب اور حرص کی ممانعت ہے، کہ اسی پر آخرت کی لامحدود زندگی

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۲/۲۰٤

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۵۹

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۵/۲٤

(٤) المصدر السابق

(۵) المصدر السابق

کے یہ مبارک ثمرات مرتب ہوں گے(۱)۔

۱۷ - باب : ما جاءَ في الغَرْسِ .

درخت بونے کا بیان

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ درخت لگانے کے بارے میں بھی روایات وارد ہوئی ہیں، چاہے ایسا درخت ہو جو ساق اور تنے والا ہوتا ہے اور یا ایسا درخت ہو جس کا تنا وغیرہ نہیں ہوتا، زمین کے اندر ہوتا ہے، جیسے چقندر، گاجر وغیرہ، ان تمام درختوں کا لگانا جائز ہے، اور احادیثِ باب میں ان میں سے بعض کا تذکرہ بھی موجود ہے(۲)۔

۲۲۲۲ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قالَ : إِنَّا كُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الجُمُعَةِ ، كانَتْ لَنَا عَجُوزٌ ، تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ سِلْقٍ لَنَا . كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا . فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا ، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ -لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قالَ - لَيْسَ فِيهِ شَحْمٌ . وَلا وَدَكٌ . فَإِذَا صَلَّيْنَا الجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا . فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ . وَما كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الجُمُعَةِ . [ر : ۸۹٦]

ترجمہ: ”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں جمعہ کے دن خوشی ہوا کرتی تھی، ایک بڑھیا چقندر کی جڑیں لیتی، جن کو ہم اپنے باغ کی مینڈوں پر بو دیا کرتے تھے، وہ ایک ہانڈی میں ان کو پکاتی، پھر تھوڑے سے جَو کے دانے اس میں ڈال

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲٦۲/۱۲

(۲) دیکھئے، التراجم والأبواب: ۱۷۲

(۲۲۲۲) وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الجمعة، باب قول الله تعالى: ﴿فإذا قضيت الصلاة﴾ الآية (الجمعة: ۱۰)، رقم: ۹۳۸، وباب القائلة بعد الجمعة، رقم: ۹٤۱، وكتاب الأطعمة، باب السلق والشعير، رقم: ۵٤۰۳، وكتاب الإستئذان، باب تسليم الرجال على النساء الخ، رقم: ٦۲٤۸، وأخرجه مسلم في الجمعة، باب صلاة الجمعة حين نزول الشمس، رقم: ۱۹۹۱، وأخرجه أبو داود في الصلاة، باب وقت الجمعة، رقم: ۱۰۸٦، وأخرجه الترمذي في الجمعة، باب ماجاء في القائلة يوم الجمعة، رقم: ۵٤۵

دیتی تھی، ابوحازم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں یہی جانتا ہوں کہ سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہ اس میں چربی ہوتی نہ چکنائی، ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر اس کی ملاقات کو جاتے، وہ ہمارے سامنے یہ کھانا لاتی، ہم کو اس وجہ سے جمعہ کے دن خوشی ہوا کرتی تھی، اور ہم جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

تراجم رجال

قتيبة بن سعيد

یہ قتیبۃ بن سعید بن جمیل ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

يعقوب

یہ یعقوب بن عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ القاری المدنی ہیں(۲)۔

أبي حازم

یہ سلمۃ بن دینار مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

سهل بن سعد

آپ حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۴)۔

قوله "كانت لنا عجوز"

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس خاتون کا نام معلوم نہ ہوسکا(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباری: ۱۸۹/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الجمعة، باب الخطبة على المنبر

(۳) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه

(٤) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۳٦٤/٩، فتح الباري: ٥٤٢/٣

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارک کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "كنا نغرسه في أربعائنا" سے ظاہر ہے(۱)۔

یہ حدیث مبارکہ ابواب جمعہ، باب قول اللّٰہ عزوجل: ﴿فإذا قضيت الصلوة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل اللّٰه﴾ (الجمعة: ۱۰) میں گزرچکی ہے۔

۲۲۲۳ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : يَقُولُونَ : إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ ، وَيَقُولُونَ : مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيثِهِ ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا ، أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي ، فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ ، وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ . وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا : (لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هٰذِهِ ، ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا) . فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا ، حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ ﷺ مَقَالَتَهُ ، ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي ، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ ، مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا ، وَاللّٰهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ ، مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا : «إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ - إِلَى قَوْلِهِ - الرَّحِيمُ» . [ر : ۱۱۸]

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں، آخر اللہ تعالیٰ سے مجھے ملنا ہے (یعنی میں جھوٹ بولوں گا تو سزا ہوگی) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے مہاجرین اور انصار، ابوہریرہ کی طرح حدیثیں بیان نہیں کرتے، اور (اصل) بات یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائی بازار کے معاملات (یعنی خرید وفروخت) میں مشغول رہتے تھے اور میرے انصار بھائی اپنے مالوں (باغوں) کے کام میں مشغول رہتے تھے، اور میں ایک مسکین آدمی تھا، پیٹ بھرنے کی

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۶۲/۱۲

(۲۲۲۳) مر تخريجه في كتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم: ۱۱۸

بمقدار کھانا مل گیا تو بس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہتا، میں اس وقت موجود رہتا، جب یہ لوگ غائب رہتے تھے، اور میں یاد رکھتا تھا، یہ لوگ (اپنے کاموں کی وجہ سے) بھول جاتے تھے۔ (اور ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے اپنا کپڑا اس وقت تک پھیلائے رکھے، جب تک میں اپنی گفتگو ختم کروں، پھر اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالے، وہ میری بات کبھی نہیں بھولے گا، یہ سن کر میں نے اپنی چادر بچھادی، بس وہی چادر میرے پاس تھی، اور کوئی کپڑا نہ تھا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کی، پھر سمیٹ کر میں نے اس کو اپنے سینے سے لگالیا، قسم ہے اس ذات کی! جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس گفتگو میں سے آج تک کوئی بات نہیں بھولا، خدا کی قسم! اگر قرآن مجید کی دو آیتیں نہ ہوتیں ﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات﴾ سے ﴿الرحيم﴾ تک، تو میں تم سے کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

تراجم رجال

موسیٰ بن اسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی منقری بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ابراهيم بن سعد

یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن شهاب

یہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۴۳۳، ۳/۴۷۷

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۱۲۰، ۳/۳۲۳

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲۶

34/

اعرج

یہ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ابوهريرة

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۲)۔

اس حدیث کی تشریح کشف الباری کی كتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم: ۱۱۸ میں گزر چکی۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "ان إخواني من الأنصار كان يشغلهم عمل اموالهم" سے مستفاد ہوتی ہے کہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے باغات اور غرس کے کام میں مشغول رہتے تھے(۳)۔

قولہ: "مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا" اور براعتِ اختتام

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے اس کتاب کے براعتِ اختتام کی طرف اشارہ بھی ہو گیا، اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات وفرمودات میں سے آج تک جو میرا آخری دن ہے، اس وقت تک کا، میں کوئی چیز نہیں بھولا ہوں، تو چونکہ یہاں آخری دن کا ذکر کیا گیا، اس واسطے براعتِ اختتام حاصل ہو گئی، آخری دن بایں معنی نہیں کہ اس دن ان کی موت آ گئی، بلکہ آخری دن اس معنی میں ہے کہ وہ جو گفتگو فرما رہے ہیں وہ اس دن میں فرما رہے ہیں، اور یہی ان کی زندگی کا

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱۱/۲

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۶۵۹/۱

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۳۶۳/۱۲

اب تک کا آخری دن ہے، باقی آئندہ آنے والے دنوں سے احتراز مقصود نہیں ہے(۱)۔

4B

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ براعتِ اختتام قولہ: "واللہ الموعد" سے مستفاد ہوتی ہے(۲)۔

(۱) دیکھئے، الأبواب والتراجم: ۱۵۳

(۲) المصدر السابق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٧ - کتاب المساقاۃ ، الشرب ،

یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب المساقات شروع فرمارہے ہیں۔ ہمارے متداولہ نسخوں میں عبارت، مذکورہ بالا ترتیب ہی سے ہے(۱)، جب کہ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے میں ہے "کتاب المساقاۃ وقول اللّٰہ تعالیٰ: الخ(۲).

اورعلامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے میں ہے: "کتاب الشرب والمساقاۃ، باب في الشرب، وقول اللّٰہ تعالیٰ الخ"(۳)، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے میں ہے: "کتاب المیاہ، باب ماجاء في الشرب الخ"(٤).

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے کی عبارت بھی ہمارے متداولہ نسخوں کی طرح ہے(۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اشکال کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب المساقاۃ کا ترجمہ قائم کردیا، حالانکہ آگے جو ابواب آرہے ہیں، ان کا تعلق تو احیاء موات سے ہے، یعنی وہ ابواب مزارعت کے ذیل میں آتے ہیں، لہٰذا مساقاۃ کا ترجمہ قائم کرنا مناسب نہیں ہے(٦)۔

---

(۱) دیکھئے، صحیح البخاري: ۳۱٦/۱، قدیمی

(۲) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۳٦۵/۱۲

(۳) دیکھئے، ارشاد الساري: ۳۲۸/۵

(٤) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٤۰۲/٦

(۵) دیکھئے، فتح الباري: ۳۷/۵

(٦) دیکھئے، فتح الباري: ۳۷/۵

جواب

لیکن اگر ابواب پر ایک نظر ڈالی جائے تو مساقاۃ کے ساتھ ان کی مطابقت میں کوئی بھی شبہ اور اشکال پیش نہیں آتا اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا اشکال کوئی وقیع نہیں ہے۔

''مساقاۃ'' کی لغوی وشرعی تحقیق

''مساقاۃ'' لغۃ ''السقي'' (بمعنی پلانا، سیراب کرنا) سے ماخوذ ہے۔ مجرد میں ضرب سے مستعمل ہے(۱)۔

اصطلاحِ شریعت میں "هو معاقدة دفع الأشجار إلى من يعمل فيها على أن الثمرة بينهما"(۲) یعنی مساقاۃ درختوں کو کسی عامل کے سپرد کرنے کا نام ہے، اس شرط پر کہ پھل دونوں میں تقسیم ہوں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بابِ مفاعلہ تو دونوں جانب سے عمل کا تقاضا کرتا ہے اور یہاں بیع مساقاۃ میں ایسا نہیں ہے؟(۳)

تو کہا جائے گا کہ ایسا ہونا لازمی نہیں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "قاتله الله" اور مراد ہوتی ہے "قتله الله" یا اسی طرح کہتے ہیں "سافر فلان" بمعنی سفر فلان(۴)۔

یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مساقاۃ کا عقد تو مالک اور عامل دونوں ہی سے صادر ہوتا ہے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، المعجم الصحاح، ص: ۵۰۰، ۵۰۱

(۲) دیکھئے، البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۳۹۸/۸

(۳) دیکھئے، لامع الدراري مع تعليقات شيخ الحديث محمد زكريا الكاندهلوي رحمه الله تعالىٰ: ٢٦١/٦

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

یا یوں کہا جائے گا کہ یہ باب تغلیب سے ہے(۱)۔

بہر حال مساقاۃ ایک مخصوص معاملہ ہے اور اہلِ مدینہ کے یہاں تو اس کا نام ہی "معاملہ" ہے(۲)،
اسی طرح اہلِ مدینہ کی اور بھی مخصوص لغات ہیں جیسا کہ وہ "مزارعۃ" کو "مخابرۃ" اور "اِجارۃ" کو "بیع" اور
"مضاربۃ" کو "مقارضۃ" کہتے ہیں(۳)۔

پس مساقاۃ میں باغات اور نخیل کو بٹائی پر دیا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارا باغ ہے، تم اس کی
دیکھ بھال اور خبر گیری کرو، اس کو پانی دو، صفائی کرو، حفاظت کرو، جو اس کا پھل پیدا ہوگا، آدھا تم لے لینا اور
آدھا ہم لے لیں گے، یا اثلاثا، ارباعا، ان پھلوں کی تقسیم کا فیصلہ کرلیا جاتا ہے۔

فقہاء کا اختلاف

جمہور علماء، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، امام احمد وغیرہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں
مساقاۃ جائز ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے(۴)۔

یاد رہے کہ مساقاۃ کے جواز کی شرائط اور وہ شرائط جس سے عقدِ مساقاۃ فاسد ہو جاتا ہے، اسی طرح
اس کے متعلق دیگر احکام وہی ہیں جو کہ کتابِ مزارعت میں مذکور ہو چکے ہیں، اسی طرح فریقین کے مستدلات
کی قدرے تفصیل بھی پچھلے ابواب میں مذکور ہو چکی ہے۔

فریقِ ثانی کی دلیلِ اول وہ روایات ہیں جو کہ مخابرہ کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، اور مخابرۃ، مزارعۃ
ہی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "من لم یدع المخابرة فلیؤذن
بحرب من الله ورسوله"(۵) یعنی جو شخص مخابرۃ (مزارعۃ) کو ترک نہ کرے، تو وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اور اس

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٦٤

(۳) المصدر السابق

(٤) دیکھئے، بدایة المجتهد: ٦٣٧، المبسوط للسرخسي: ۲۳/۹۸، لامع الدراري: ٦/۲۷۱

(٥) أخرجه أبو داود في سننه، في كتاب البيوع، باب في المخابرة، والإمام الحاكم في مستدركه: ۲/۲۸٦

کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لے۔

نیز عدمِ جواز کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ عقد (چاہے مزارعت ہو یا مساقات) عمل سے حاصل شدہ نفع کے بعض حصہ پر عامل کو کرائے پر لینے کے مترادف ہے، تو یہ قفیز الطحان کے معنی میں ہوگی (۱)، جو کہ بالاتفاق ناجائز ہے، مثلاً کسی چکی والے کو بیس من گندم پسائی کے لئے دے، اور کہے کہ پسائی کے عوض، اسی میں سے بیس سیر گندم یا آٹا لے لینا تو یہ جائز نہیں (۲)۔

عدمِ جواز کی تیسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہاں اجرت یا تو مجہول ہے، یا معدوم ہے، اور ان میں سے ہر بات عقد کو فاسد کرنے والی ہے (۳)۔

فریقِ اول یعنی حضراتِ مجوزین کے دلائل کی تفصیل بھی پچھلے ابواب میں گزر چکی اور ان حضرات کا مستدل وہ احادیث ہیں جو کہ مزارعت و مساقاۃ کے جواز و ثبوت میں وارد ہوئی ہیں۔

نیز یہ کہ یہ عقد، مال اور عمل کے درمیان عقدِ شرکت ہے، کہ اصل میں یہاں فی الحال عمل ہوتا ہے، اور عمل سے جو منفعت حاصل ہوتی ہے، اس میں فریقین کا اشتراک ہوتا ہے، اور وہ پھل ان میں تقسیم ہو جاتا

---

(۱) وفي إعلاء السنن (۱۶/۱۷۵): عن هشام أبي كليب عن ابن أبي نعم البجلي عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، قال: "نهي عن عسب الفحل وعن قفيز الطحان". أخرجه الدارقطني (ص: ۳۰۸)، من طريق عبيد الله بن موسىٰ عن سفيان عن هشام، وسكت عليه. وقال الذهبي رحمه الله تعالىٰ في الميزان: هذا منكر، وروايه (هشام) لا يعرف. وقال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ في اللسان: ذكره ابن حبان في الثقات. وقال في الدراية بعد إخراج الحديث: في إسناده ضعف. وقال مغلطائي رحمه الله تعالىٰ: هشام ثقة (نيل الأوطار: ۵/۱۶۹). وفي "التلخيص" (۲/۲۵۵)، قال مغلطائي رحمه الله تعالىٰ: هو ثقة، فينظر فيمن وثقه. ثم وجدته في ثقات ابن حبان اهـ، وقال صا[illegible] إعلاء السنن في تحقيق هذا الحديث: ولم ينفرد به هشام، بل تابعه عطاء بن السائب عند الطحاوي في مشكله. قال: حدثنا سليمان ..... وهذا سند جيد. (إعلاء السنن: ۱۶/۱۷۵، ۱۷۶)

(۲) دیکھئے، الهداية شرح بداية المبتدي: ۷/۱۰۰، المبسوط للسرخسيؒ: ۲۳/۹۸

(۳) المصدر السابق

ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ مضاربت کے اندر ہوا کرتا ہے، لہٰذا مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے یہ عقد بھی جائز ہوگا، اور صحتِ قیاس کے لئے دونوں عقود کے درمیان علتِ جامعہ، حاجت وضرورت کا پورا کرنا ہے، کیونکہ بسا اوقات صاحبِ باغ یا زمین خود ذاتی طور پر عمل زراعت کی اہلیت سے عاری ہوتی ہے، اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شخص میں عمل اور کام کی قدرت ومہارت ہوتی ہے اس کے پاس باغ وزمین موجود نہیں ہوتی، لہٰذا اس امر کی شدید ضرورت درپیش آتی ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس قسم کے عقد کا انعقاد کیا جائے (۱)۔

اور جیسا کہ ابوابِ مزارعت میں یہ بات گزر چکی کہ متاخرینِ احناف کا فتویٰ بھی جواز پر ہے، اسی طرح مساقاۃ میں بھی ہے۔

یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ حضراتِ مجوزین میں بھی بعض جزوی تفصیلات میں اختلافِ رائے موجود ہے، مثلاً مطلقاً مساقاۃ جائز ہے یا بعض مخصوص درختوں میں جائز ہے، داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر نخیل مخصوص ہو تو جائز ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ قولِ جدید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نخیل اور کرم کے اندر تو مساقات جائز ہے ان کے علاوہ اور درختوں میں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے بارے میں احادیث وآثار وارد ہوئے ہیں (۲)۔

اور دیگر حضرات تعمیم کی طرف مائل ہیں کہ کسی چیز کا بھی باغ ہو اس کے اندر مساقاۃ جائز ہے، کھجور اور انگور کی تخصیص نہیں ہے (۳)۔

١ - باب : في الشُّرْبِ.

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ» /الأنبياء: ٣٠/

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ . أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ . لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ» /الواقعة: ٦٨-٧٠/ . الْأُجَاجُ : الْمُرُّ . الْمُزْنُ : السَّحَابُ .

---

(١) دیکھئے، الهداية شرح بداية المبتدي: ٧/٩٩، بتفصيل

(٢) دیکھئے، بداية المجتهد: ٦٣٨، لامع الدراري: ٦/٢٦٢

(٣) المصدر السابق

پانی میں حصہ لینے کا بیان، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی، کیا وہ اس کا یقین نہیں کرتے" (انبیاء: ٣٠) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "بھلا بتلاؤ تم جو پانی پیتے ہو، اس کو بادل سے تم نے اتارا ہے یا ہم اس کے اتارنے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا (کڑوا) کردیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے" (واقعہ: ٦٨، ٦٩، ٧٠) اور جو کہتا ہے کہ پانی کا حصہ صدقہ کرنا، ہبہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے، خواہ وہ تقسیم شدہ ہو یا تقسیم شدہ نہ ہو، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے، جو رومہ کے کنوئیں کو خرید لے، اور اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے مثل کردے (یعنی وقف کردے) تو اس کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا (اور مسلمانوں پر وقف کردیا)۔

حلِ لغات

شِرب: بکسر الشین، پانی کا حصہ، گھاٹ، پینے کا وقت، اس کی جمع أشراب آتی ہے، بابِ سَمِعَ سے مصدر ہے، اور ضمہ اور فتحہ سے بھی پڑھا گیا ہے(۱)۔

صاحب مُغرِب کہتے ہیں کہ الشِرْبُ: النَّصیب من الماء، بکسر الشین، وفي الشریعة: عبارةٌ عن نوبة الإنتفاع بالماء سَقیاً للمزارع أو الدوابّ(۲).

یعنی شِــــرب لغۃً شین کے کسرے کے ساتھ ہے، پانی کے حصہ کو کہتے ہیں اور شرعاً اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے یا اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے اپنے حصہ کی پانی کی باری کو کہتے ہیں۔

المُزن: جمع کا صیغہ ہے بمعنی بادل، سفید بادل، پانی سے بھرا ہوا بادل، اس کا واحد مُزنَة ہے(۳)۔

أُجَاجاً: بالضمّ: الماء المِلْحُ الشدیدُ ملوحَة: بہت کھاری پانی(۴)۔

---

(۱) دیکھئے، طلبة الطلبة للنسفي رحمه الله تعالیٰ: ٣١٢

(۲) دیکھئے، المُغرِب: ٤٣٦/١

(۳) دیکھئے، النهایة: ٦٥٥/٢

(٤) دیکھئے، النهایة: ٤٠/١

ہمارے متداولہ نسخوں میں یہ باب اسی طرح ہے(۱)، جب کہ شرّاحِ بخاری کے نسخوں میں یہ دو باب ہیں: ۱-باب في الشرب، وقول الله تعالیٰ: وجعلنا الاية. ۲- باب من رأی صدقة الماء الخ(۲).

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ بیان کی ہے کہ پانی پر انسان کی ملکیت جاری ہوسکتی ہو، اور اس کو مملوک بنانا جائز ہے اس لئے حدیثِ باب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض شرکاء سے اس کی تقسیم کے لئے اجازت طلب کی، اور اس کی تقسیم کو دائیں اور بائیں جانب پر مرتب کیا، اگر وہ اپنی اباحت پر باقی رہتا، تو نہ ہی کسی کی ملک میں داخل ہوتا، اور نہ اجازت اور ترتیب تقسیم کی حاجت پیش آتی (۳)، تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمۃ الباب سے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ پانی مملوک نہیں ہوسکتا اور اس کا تعلق حقوقِ عامہ سے ہے (۴)۔

قوله: "قال عثمان قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من يشتري بئر رومة الخ"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تعلیق کو كتاب الوصايا، باب إذا وقف أرضاً أو اشترط لنفسه مثل دلاء المسلمين، رقم: ۲۷۷۸، میں بغیر ان الفاظ کے ذکر کیا ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تعلیق کو انہی الفاظ کے ساتھ امام ترمذی، اور امام دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے (۵)۔

اور روایت میں یہ ہے کہ بئر رومہ کو جو کہ ایک یہودی کا تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

(۱) دیکھیے، صحيح البخاري: ۳۱۶/۱، طبع: قديمي

(۲) دیکھیے، فتح الباري: ۳۷/۵، ۳۸، إرشاد الساري: ۳۳۸/۵، ۳۳۹، الكوثر الجاري: ۵۸/۵

(۳) دیکھیے، المتواري: ۲٦٤، فتح الباري: ۳۹/۵

(٤) دیکھیے، المصدر السابق

(۵) دیکھیے، سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب في مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه، رقم: ۳۷۰۳، وسنن للدار قطني: ۱۹٦/٤، كتاب الإحباس، باب وقف المساجد والسقايات، رقم: ۲

ترغیب دینے پر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۵ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا تھا۔

قولہ "فاشتراها عثمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ" پر ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں "فاشتراها عثمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ" کے الفاظ آئے ہیں، جب کہ کتاب الوصایا میں یہ روایت جہاں امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمائی ہے(۱)، اس میں ہے "ألستم تعلمون أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من حفر رومة فله الجنة فحفرتها" وہاں "حفر" کے الفاظ آئے ہیں، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "حفر" کے الفاظ بعض راویوں کا وہم ہے ورنہ معروف روایت تو یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کنوئیں کو خریدا تھا(۲)۔

یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ وہاں "حفر" کا عنوان مجازاً استعمال کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جیسے حافر، حفر بئر کی وجہ سے کنوئیں کا مالک ہوتا ہے، اسی طرح میں بھی پیسے دینے کی وجہ سے اس کا مالک ہو گیا تھا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کنوئیں میں مرمت وغیرہ کے لئے کچھ کھدائی وغیرہ کروائی ہو، اور اس کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں ذکر فرمایا ہو(۳)۔

بہر حال اس روایت سے کنوئیں وغیرہ کے اپنے نفس اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کا جواز معلوم ہوتا ہے، اور اگر صرف فقراءِ مسلمین کے لئے وقف کیا اور پھر خود واقف بھی فقیر ہو گیا، تو اس کے لئے بھی اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا(۴)۔

٢٢٢٤ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ

---

(۱) مرّ تخریجه آنفاً

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۵/۵۱۱

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۵/۵۱۱، إرشاد الساري: ۶/۲۶۹، عمدة القاري: ۱۴/۱۰۰

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۶۸

الْقَوْمِ ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ . فَقَالَ : (يَا غُلَامُ ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ) . قَالَ : مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ . فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ .

[۲۲۳۷ ، ۲۳۱۹ ، ۲۴۶۲ ، ۲۴۶۴ ، ۵۲۹۷]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے پیا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں طرف حاضرین میں سے سب سے چھوٹا لڑکا تھا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں جانب معمر لوگ تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں اسے معمر لوگوں کو دے دوں؟ اس نے عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (بچے ہوئے) تبرک کے بارے میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اس لڑکے کو دے دیا۔

تراجم رجال

سعيد بن أبي مريم

یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم جمحی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

(۲۲۲۴) وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب المظالم، باب إذا أذن له وأحله ولم يبين كم هو، رقم: ۲۳۱۹، وفي كتاب الهبة وفضلها، باب الهبة المقبوضة، رقم: ۲۴۶۴، وفي باب هبة الواحد للجماعة، رقم: ۲۴۶۲، وأخرجه مسلم، في كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدي، رقم: ۵۴۱۲، وأخرجه أحمد رحمه الله تعالى في مسنده، مسند حديث أبي مالك سهل بن سعد، رقم: ۲۲۸۷۵، وانظر: جامع الأصول، الفصل الرابع، في ترتيب الشاربين: ۸۴/۵، رقم: ۳۱۰۳، حرف الشين، الكتاب الأول في الشراب، الباب الأول في آداب الشراب.

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱۰۶/۴

أبو غسّان

یہ أبوغسّان، محمد بن مطرف بن داود بن مطرف تیمی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

أبو حازم

یہ أبوحازم، سلمۃ بن دینار اعرج مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

سهل بن سعد

آپ سہل بن سعد بن مالک أبوعباس ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۳)۔

قوله: "عن يمينه غلام أصغر القوم"

اس سے مراد کون ہے؟ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ مراد فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے(۴) اور ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں(۵)، اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی قول متعین ہے جیسا کہ مسند ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے(۶)۔

قوله: "والأشياخ عن يساره"

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ لڑکے سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے اور "اشیاخ" میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی داخل تھے(۷) اور

(۱) دیکھئے، کشف الباري، کتاب أبواب الأذان، باب فضل من غدا للمسجد الخ

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه

(۳) المصدر السابق

(٤) عمدة القاري: ۱۲/۲٦۸، فتح الباري: ٥/۳۹

(٥) المصدر السابق

(٦) إرشاد الساري: ٥/۳٤۱

(۷) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/۳٤۱، تکملة فتح الملهم: ٤/۱٥

بعض حضرات نے ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اگلی روایت میں جوقولہ: "عن يمينه أعرابي" ہے اس سے مراد بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے (۱) اوراس قولِ اخیر پر تعقب کیا گیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعرابی کہنا مناسب نہیں (۲)، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید اس وقت مشائخ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے (۳)۔

اصل میں اشتباہ والتباس اس قصے سے پیدا ہوا جو کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (۴) اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ (۵) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے، تو وہ ہمارے لئے ایک برتن میں دودھ لائی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا، اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھا، اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تو تمہارا ہے، اگر تم چاہو تو میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دوں، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے تبرک پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا الخ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ گمان کیا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت کا تعلق ایک ہی قصے سے ہے تو انہوں نے "اعرابی" سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مراد لے لیا حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ یہ قصہ تو حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں پیش آیا، اور وہ قصہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲٦۹، فتح الباري: ۵/۳۹

(۲) المصدر السابق

(۳) دیکھئے، الكوثر الجاري: ۵/۵۹

(٤) أخرجه أحمد في مسنده: ۱/۲۲۵

(۵) أخرجه الترمذي في كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا أكل طعاماً، رقم: ۳٤۵۵

کے گھر پیش آیا تھا(۱)۔

اور جہاں تک روایت مذکورہ میں "اشیاخ" میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمولیت کا مسئلہ ہے تو اگر یہ قصہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت کا قصہ ایک ہی ہے تو اس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمولیت میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں اس بات کی کوئی ممانعت نہیں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیثِ مبارکہ سے اپنا مدعٰی یوں ثابت کیا ہے کہ دائیں طرف بیٹھنے کی وجہ سے ان کا استحقاق ثابت ہو گیا تھا، اگر ان کا استحقاق نہ ہوتا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے اجازت کیوں طلب کرتے، تو اگر کوئی آدمی پانی کو اپنے تصرف میں لے آئے، اپنے مشکیزے وغیرہ میں رکھ لے، تو بطریقِ اولیٰ اس کا استحقاق اس پانی پر ثابت ہو جائے گا اور وہ پانی اس کی ملک ہو جائے گا(۳)۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اشکال ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں تو اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ پیالہ پانی کا تھا، تو اس حدیث سے پانی کی ملکیت کے استحقاق کا مدعٰی کیسے ثابت ہوا(۴)۔

پھر خود انہوں نے اس اشکال کا جواب یہ دیا کہ "کتاب الأشربۃ" میں تفصیلاً اس بات کا تذکرہ ہے کہ "کانہ کان شرابا" اور شراب سے مراد پانی ہی ہوا کرتا ہے اور یا ایسا دودھ مراد ہے جس میں پانی ملا دیا

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ۳۹/۵

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۳۹/۵، ۴۰، تکملة فتح الملهم: ۱۵/٤

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۳۹/۵، عمدة القاري: ۲٦۸/۱۲، إرشاد الساري: ۳٤٦/۵

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۲٦۸/۱۲

گیا ہو(۱)۔

۲۲۲۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَاةٌ دَاجِنٌ ، وَهِيَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَشِيبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِ أَنَسٍ . فَأَعْطَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ ، حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ مِنْ فِيهِ ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ . فَقَالَ عُمَرُ ، وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ : أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عِنْدَكَ . فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِي عَلَى يَمِينِهِ ، ثُمَّ قَالَ : (الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ) . [۲۴۳۲ ، ۵۲۸۹ ، ۵۲۹۶]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک بکری پلی ہوئی تھی، اس کا دودھ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دوہا گیا اور اس میں اس کنوئیں کا پانی ملا دیا گیا، جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ پیالہ پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ پیالہ منہ سے جدا کیا تو دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں طرف ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک دیہاتی ہے، حضرت عمر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ پیالہ اس اعرابی کو نہ دے دیں، تو انہوں نے

(۱) المصدر السابق

(۲۲۲۵) وأخرجه البخاري ايضاً في كتاب الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، رقم: ۵۲۸۹، وفي كتاب الهبة وفضلها، باب من استسقى، رقم: ۲۴۳۲، وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما، رقم: ۵۴۰۹، وأخرجه الترمذي في كتاب الأشربة، باب أن الأيمنين أحق بالشراب، رقم: ۱۸۹۳، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأشربة، باب إذا شرب، فأعطى الأيمن فالأيمن، رقم: ۳۴۲۵، وأخرجه أبوداود رحمه الله تعالىٰ في كتاب الأشربة، باب في الساقي حتى يشرب، رقم: ۳۷۲۸، وانظر جامع الأصول، حرف السين، الكتاب الأول في الشراب، الباب الأول في آداب الشرب، الفصل الرابع في ترتيب الشاربين، رقم: ۳۱۰۲

عرض کیا: یا رسول اللہ! (پہلے) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیجئے، جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں، مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ اس دیہاتی کو دیا، جو داہنی طرف تھا، اور فرمایا کہ دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے، پھر جو اس کی داہنی طرف ہو۔

حلِ لغات

داجن: پالتو بکری، اس کی جمع "دواجن" آتی ہے، جس بکری کو گھر ہی میں چارا وغیرہ دیا جاتا ہو، اور کبھی اس کا اطلاق ہر پالتو جانور پر کیا جاتا ہے(۱)۔

شِیْبَ: باب نصر سے مجہول کا صیغہ ہے، بمعنی ملانا، خلط کرنا(۲)۔

تراجمِ رجال

أبو اليمان

یہ ابوالیمان حکم بن نافع حمصی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

شعیب

یہ شعیب بن أبی حمزۃ حمصی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

الزهری

یہ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

---

(١) دیکھئے، النهاية: ١/٥٥٤

(٢) دیکھئے، النهاية: ١/٥٥٤

(٣) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٧٩

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٨٠

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ١/٣٢٦

أنس بن مالك

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۱)۔

قوله: "فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه : وخاف أن يعطيه الخ"

زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہی اصحاب نے اسی طرح نقل کیا ہے کہ اس جملے کے قائل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، سوائے معمر رحمہ اللہ تعالیٰ کے، اور وہب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کیا ہے کہ قائل حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے(۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب بصرئی میں حدیث بیان کی تو ان کو بعض اشیاء میں وہم ہوا، اور یہ انہی میں سے ہے(۳)۔

اور پھر وہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں طرح محفوظ ہو، یعنی دونوں حضرات کی طرف سے یہ کہا گیا ہو(۴)۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں امام معمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف شذوذ اور وہم کو منسوب کرنے کے مقابلے میں یہی قول زیادہ احسن وانسب ہے(۵)۔

اور مذکورہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم کس طرح کیا کرتے تھے(۶)۔

قوله: "الأيمن فالأيمن"

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "الأيمن فالأيمن" کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں یعنی

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۴/۲

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۶۹/۱۲، فتح الباري: ۴۰/۵

(۳) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق

(٥) المصدر السابق

(٦) المصدر السابق

"أعط الأیمنَ" اور مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے یعنی "الأیمنُ أحقُّ" (۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ رفع سے پڑھنے کی روایت زیادہ راجح ہے اور اس کی تائید اسی روایت کے بعض طُرُق سے ہوتی ہے جن میں "الأیمنون فالأیمنون" کے الفاظ وارد ہیں (۲)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک ذرا سا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سابقہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے اجازت طلب کی تھی، اور یہاں روایتِ مذکورہ میں اس اعرابی سے اجازت طلب نہیں کی، اس کی کیا وجہ ہے تو علامہ قسطلانی فرماتے ہیں یہاں یہ اعرابی چونکہ نومسلم تھا اس لئے اس کے اطمینانِ قلب کے لئے اس پر شفقت فرما کر اس سے اجازت طلب نہیں کی گئی کہ خدانخواستہ اس کے دل میں کوئی ایسی بات آجائے جس سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، اور سابقہ روایت میں وہ غلام چونکہ آپ کے اہلِ قرابت میں سے تھا، اور اس سے کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہ تھا، ہاں اسکی عمر دیگر مشائخ سے کم تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تأدبًا اس سے اجازت طلب کی، نیز وہاں موجود دیگر حاضرین کو یہ بات سکھلانی بھی مطلوب تھی کہ اگر کوئی شی دائیں جانب بیٹھنے والے کے علاوہ کسی کو دینی ہو، تو اس دائیں جانب والے کی اجازت ضروری ہے (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیثِ سابق کے مثل ہے۔

فوائد

شُرّاحِ بخاری فرماتے ہیں کہ ان روایات سے یمین (دائیں جانب) کی شمال (بائیں جانب) پر فضیلت مستفاد ہوتی ہے (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، شرح الکرمانی: ۱۰/۱۷۱

(۲) دیکھئے، عمدۃ القاری: ۱۲/۲۲۹

(۳) دیکھئے، ارشاد الساری: ۵/۳٤۲

(٤) دیکھئے، عمدۃ القاری: ۱۲/۲٦۸، إرشاد الساری: ٥/۲٤۲

قاضی عیاض اور علامہ نووی رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ دائیں جانب والے کا حق مقدم ہے اور یہ سنت واضحہ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے(۱)، جب کہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ صورتِ مذکورہ میں بائیں جانب والے کو مقدم کرنا جائز ہی نہیں ہے(۲)(☆)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(☆)اضافہ از مرتب

شریعت میں جانب یمین کی اہمیت

اگر احکام شرعیہ میں ذرا سا تدبر و تفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں جانب یمین کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ حدیثِ حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا میں ہے کہ "أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجعل يمينه لطعامه وشرابه وثيابه، ويجعل يساره لما سوى ذلك". (أخرجه أبوداود: ۱/۳۲) اور حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا میں ہے "كانت يد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اليمنى لطهوره، وطعامه، وكانت يده اليسرى لخلائه وما كان من أذى"(أخرجه أبوداود: ۱/۳۲) ان کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ بھی، جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں، دلالت کرتی ہیں کہ شرع نے ہر ہر قابلِ تکریم واحترام عمل میں جانبِ یمین کا التزام کیا ہے، اور ہر ہر قابلِ اہانت واذی عمل میں بائیں جانب کے التزام کا حکم کیا ہے۔ مثلاً:

۱- وضو و غسل میں دائیں جانب کی تقدیم مستحب ہے۔(الفتاوى الهندية: ۱/۵۰)

۲- امتخاط(ناک صاف کرنا) اور استنجاء میں بائیں ہاتھ کے استعمال کا حکم ہے۔(الفتاوى الهندية: ۱/۴۸، البحر الرائق: ۱/۲۹)

۳- اسی طرح قضاءِ حاجت کے بعد نکلتے وقت دائیں پاؤں سے نکلنا مستحب ہے، جیسا کہ اس میں داخلے کے وقت بائیں پاؤں داخل کرنا مستحب ہے۔(حاشیہ ابن عابدین: /۲۳۰)

۴- اس طرح تیمم میں پہلے دائیں ہاتھ پر بائیں ہاتھ سے مسح کرنا مستحب ہے۔(الموسوعة الفقهية الكويتية: ۴۵/۲۹۳)

۵- اسی طرح جمہور فقہاء، حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور ایک قول کے مطابق مالکیہ کے نزدیک نماز میں بھی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا مسنون ہے۔(المصدر السابق) .... —

۶- جمہور فقہاء، حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ کے نزدیک دخولِ مسجد کے وقت دائیں پاؤں کو داخل کرنا سنت ہے، اور مالکیہ کے نزدیک یہ مندوب ہے)۔(المصدر السابق)

۷- اسی طرح کھانا بھی دائیں ہاتھ سے کھانا مسنون ہے، اور بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے۔(فتح الباري: ۵۲۱/۹، مغني المحتاج: ۲۵۰/۳)

۸- اور دائیں ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے رکھ کر دائیں کروٹ پر سونا سنت ہے۔(أخرجه النسائي في عمل اليوم والليلة: ۴۴۹، الرسالة)

۹- اسی طرح فقہاء کے نزدیک، ناخن تراشتے وقت دائیں جانب سے ابتداء مستحب ہے۔(الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۹۴/۴۵)

۱۰- اسی طرح سرقہ میں دائیں ہاتھ کے قطع پر فقہاء کا اتفاق ہے۔(المصدر السابق)

۱۱- اسی طرح جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان، اور بائیں کان میں اقامت مسنون ہے۔(المصدر السابق)

۱۲- اور مسواک کرتے وقت، منہ میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت ہے۔(الفتاوى الهندية: ۷/۱، المغني: ۹۶/۱)

۱۳- اسی طرح اذان میں "حي على الصلاة، حي على الفلاح" کہتے وقت، پہلے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب چہرے کو پھیرنا بھی مندوب ہے۔(الموسوعة الفقهية: ۲۹۵/۴۵)

۱۴- اور غسلِ میت کے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنا بھی مسنون ہے۔(فتح الباري: ۱۳۰/۳، مسلم: ۶۴۸/۲)

۱۵- اسی طرح حلقِ رأس میں بھی داہنی جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے، اگرچہ اس بات میں فقہاء کا اختلاف ہوا ہے کہ جانبِ یمین، حالق کی معتبر ہے یا محلوق کی۔(الموسوعة الفقهية: ۲۹۶/۴۵)

۱۶- اور پانی یا کسی اور چیز کی تقسیم کے وقت داہنی جانب کے مسنون ہونے کا تذکرہ تو حدیثِ باب میں ہے ہی۔

اور اسی طرح عالمِ آخرت کی ابدی کامیابی و سرفرازی بھی اصحابِ یمین ہی کے لئے مختص کی گئی ہے۔

اللهم ارزقنا اتباع سنن سيد المرسلين واجعلنا في الدارين من أصحاب اليمين آمين يا رب العالمين.

مرتب: محمد مزمل سلاوٹ عفي عنه.

٣ – باب : مَنْ قَالَ : إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ) .

جس نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک کہ وہ سیراب ہوجائے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فاضل پانی کو نہ روکا جائے۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ باب ذکر کیا ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے(۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نفی اختلاف جمہور علماء کے قول پر تو صحیح ہے جو کہ پانی کے مملوک ہونے کے قائل ہیں، لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پانی کسی کی ملک نہیں ہوتا، حقوقِ عامہ کی قبیل سے ہے، اور جو شخص چاہے اس میں تصرف کرسکتا ہے، ان کے لحاظ سے یہ نفی صحیح نہیں ہوگی(۲)۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص پانی کا مالک ہے وہ زیادہ حق دار ہے اور اپنے جانوروں کو سیراب کرنے کے بعد جو بچے گا، اس زائد پانی سے بے شک لوگوں کو انتفاع کی اجازت دی جائے گی، باقی یہ کہ خود اس کو مؤخر کردیا جائے اور دوسروں کو مقدم کردیا جائے، یہ درست نہیں ہے، چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل ماء کے منع کرنے سے روکا ہے، معلوم ہوا کہ پانی اگر زائد نہ ہو تو اس میں آدمی کو دوسروں کو روکنے کا حق ہے، ہاں فضل ماء میں روکنے کا حق نہیں ہے۔

٢٢٢٧/٢٢٢٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي [illegible] ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : (لَا يُمْنَعُ فَضْلُ [illegible] لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ) .

---

(١) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٦/٤٠٥

(٢) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٤٠

(٢٢٢٦) أخرجه مسلم رحمه الله تعالى في كتاب المساقاة، باب تحريم بيع فضل الماء الذي يكون بالفلاة، رقم: =

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاضل پانی کو نہ روکا جائے، کہ اس کے نتیجے میں گھاس روک دی جائے۔

تراجم رجال

عبد الله بن يوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

مالك

آپ امام مالک بن انس بن مالک بن أبی عامر، ابوعبداللہ مدنی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

أبي الزناد

یہ أبوالزناد، عبداللہ بن ذکوان رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

الأعرج

یہ أعرج، عبدالرحمن بن ہرمز رحمہ اللہ تعالی ہیں (۴)۔

= ٤٠٨٩، ٤٠٩٠، ٤٠٩١، وأخرجه أبو داود رحمه الله تعالى في كتاب الإجارة، باب في منع الماء، رقم: ٣٤٧٥، والترمذي رحمه الله تعالى في كتاب البيوع، باب بيع فضل الماء، رقم: ١٢٧٢، وابن ماجه في كتاب الرهون، رقم: ٢٤٧٨، وأحمد في مسنده، في مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم: ٧٣٢٠، ٨٧١٠، ٩٩٧٢، ١٠٢٥٧، وانظر جامع الأصول، حرف الباء، الكتاب الثاني، الباب الثاني، الفصل ٠٠٠، الماء والملح، رقم: ٣١٠

(١) دیکھئے، كشف الباري: ٢٨٩/١، ١١٢/٤

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٢٩٠/١، ٨٠/٢

(٣) دیکھئے، كشف الباري: ١٠/٢

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ١١/٢

أبي هريرہ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۱)۔

تشریح

اس روایت مذکورہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ پانی کا جوزائد حصہ ہے، اس سے کسی کو اس لئے منع نہ کیا جائے، تا کہ اس کے ذریعے گھاس کو بچایا جائے اور روکا جائے، عرب میں یہی ہوتا تھا کہ کسی شخص کا ایک جگہ کنواں یا چشمہ ہوتا تھا، اور اس کے پاس گھاس وغیرہ اُگ جایا کرتی تھی، مویشی والے لوگ وہاں آتے، اور اپنے جانوروں کو گھاس چُرایا کرتے تھے، اور گھاس چرانے کے بعد پانی پینے کی ضرورت ہوتی، تو اس واسطے پانی بھی وہیں سے پلا لیا کرتے تھے، اب اگر پانی کا مالک وہاں پانی پینے سے منع کرے گا، تو ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ اپنے جانوروں کو گھاس چرانے کے لئے بھی وہاں نہیں لائیں گے، کہ گھاس یہاں چرائیں، اور پانی کہیں اور پلائیں، یہ تو بڑا ٹیڑھا اور کٹھن مسئلہ ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فضل ماء سے اس لئے منع کرتے ہو، تا کہ گھاس سے روک سکو، اور گھاس کو بچا سکو، یہ صحیح نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گھاس حقوقِ عامہ میں داخل ہے اور اس سے منع کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور جن لوگوں نے پانی سے منع کر کے گھاس بچانے کے لئے حیلہ تراشا، ان پر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نکیر فرمائی(۲)۔

فقہاء کے اختلاف کا بیان

اب رہی یہ بات کہ گھاس حقوق عامہ میں داخل ہے، اور اس سے منع کرنا صحیح نہیں ہے، یہ ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی، اس میں علماء کے دو قول ہیں، راجح یہی ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی رحمہم اللہ تعالی کا یہی مسلک ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۶۵۹

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۷۱، ۲۷۲، فتح الباري: ۵/۴۰، ۴۱

(۳) دیکھئے، ردالمحتار: ۵/۲۸۳، المغني: ۵/۵۸۰، شرح الزرقاني: ۷/۷۴، عمدة القاري: ۱۲/۲۷۲، إرشاد الساري: ۵/۳۴۳، فتح الباري: ۵/۴۱، اختلاف الائمة العلماء: ۲/۴۴

یہ ممانعت صرف مویشی کے حق میں ہے کہ کھیتی کے متعلق بھی ہے، شوافع اور حنفیہ تو کہتے ہیں کہ صرف مویشیوں کے متعلق ہے، کہ اگر کوئی اپنے جانوروں کو پانی پلانا چاہتا ہے، تو اس سے صاحب ماء کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے، رہا یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی کھیتی کو سینچنا چاہے، تو اس کو روکنے کی اجازت ہے(۱) اور یہ اس لئے کہ مواشی ذی روح کی قبیل سے ہیں اور پیاس کی وجہ سے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے، اور زمین وزراعت میں ایسا نہیں ہے(۲)۔

مالکیہ کے نزدیک کھیتی کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہے، اور کوئی اس سے اپنی زمین کو سینچنا چاہتا ہے، تو اسے روکنے کا حق حاصل نہیں ہے(۳)۔

اور حنابلہ سے دونوں روایتیں منقول ہیں(۴)۔

گھاس حقوق عامہ میں سے ہے

اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھاس حقوق عامہ میں سے ہے، اور اس سے روکا نہیں جاسکتا، تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ گھاس جو اراضی غیر مملوکہ اور اراضی مباحۃ میں اُگے، جیسے جنگلات، وادیاں، پہاڑ اور ایسی زمینیں جس کا کوئی مالک نہ ہو، وہ تو سب لوگوں کے لئے مشترک ہیں، اور وہاں کی گھاس کو لینے سے، اسی طرح وہاں اپنے جانور چرانے سے کوئی کسی کو منع نہیں کرسکتا، یہی احناف اور سبھی فقہاء کا مسلک ہے(۵)، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "المسلمون شركاء في ثلاث: الماء، والنار، والكلاء"(٦) کہ تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: ۱- پانی، ۲- آگ اور ۳- گھاس، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ثلاث لا يُمنعن: الماء والكلاء، والنار"(۷)، یعنی تین چیزوں سے لوگوں کو منع نہیں کیا جائے گا، ۱- پانی، ۲- گھاس اور ۳- آگ۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

(٤) دیکھئے، إختلاف الأئمة العلماء: ۲/ ٤٤، ٤٥

(٥) دیکھئے، شامیہ: ٥/ ٢٨٣، المغني: ٥/ ٥٨٠، شرح الزرقاني: ٧/ ٧٤

(٦) أخرجه أبو داود في سننه: ٣/ ٧٥١، باب في منع الماء، رقم: ٣٤٧٧

(٧) أخرجه ابن ماجه في سننه: ٢/ ٨٢٦، من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، وصحح إسناده بر ←

اس بات پر تو اجماع ہے کہ ان اراضی مذکورہ میں اُگنے والی گھاس سب کے لئے مشترک ہے(۱) اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس گھاس کو اپنے لئے خاص کر لے اور دیگر افراد کو اس سے روک دے۔

لیکن اراضی مملوکہ و مخصوصہ میں اُگنے والی گھاس کے حکم میں فقہاء کرام میں اختلاف ہوا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر کسی کی مملوکہ زمین میں گھاس ویسے ہی اُگ آئی ہے، اور اس کے مالک نے اس کو کاشت نہیں کیا ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو مذکور ہوا، یعنی کسی کو وہ گھاس لے جانے سے اور اپنے مویشی وہاں چرانے سے منع نہیں کیا جائے گا، لیکن مالکِ زمین کو یہ حق ضرور حاصل ہے کہ وہ کسی کو اپنی مملوکہ زمین میں آنے سے روک دے(۲)۔

علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس گھاس کے لئے کسی دوسرے کی مملوکہ زمین میں داخل ہونا چاہے، تو دیکھا جائے گا کہ آیا دوسری جگہ وہ گھاس دستیاب ہے یا نہیں، اگر دستیاب ہے تو مالکِ زمین اس کو روک سکتا ہے، اور اگر دوسری جگہ دستیاب نہیں ہے، تو مالکِ زمین سے کہا جائے گا کہ یا آپ اس کو داخلے کی اجازت دیں، اور یا خود گھاس کو اس کے حوالے کر دیں(۳)۔

اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مالکِ زمین نے اپنی زمین پر اُگنے والی گھاس جمع کر لی، یا اس نے خود اپنی زمین پر وہ گھاس کاشت کی ہے، تو وہ اس کی ملکیت ہے، اب کسی کو وہ گھاس لینے کا اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ وہ گھاس مالکِ زمین کو اپنی محنت و کسب سے حاصل ہوئی ہے(۴)۔

علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "جو گھاس کسی مملوکہ زمین میں اُگ آئے، کیا صاحبِ زمین اس کا مالک بن جائے گا" اس میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صاحبِ زمین مالک نہیں ہوگا، بلکہ جو بھی اس گھاس کو حاصل کرے گا وہی اس کا مالک ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

= حجر رحمه الله تعالیٰ في التلخيص: ٦٥/٣

(١) دیکھئے، الموسوعة الفقهية الكويتية: ١٠٧/٣٥

(٢) دیکھئے، شامیہ: ٢٧٢/٥

(٣) دیکھئے، بدائع الصنائع: ١٩٣/٦

(٤) دیکھئے، شامیة: ٢٨٣/٥

مالکِ زمین اس گھاس کا بھی مالک ہوگا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے دونوں روایتیں ہیں، اور راجح روایت وہی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مالک نے اس زمین کا احاطہ واحراز کیا ہوا ہے تو مالکِ زمین ہی اس گھاس کا بھی مالک ہوگا، ورنہ وہ مالک نہیں ہوگا (۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ قولہ: "لا یمنع فضل الماء" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر پانی زائد اور فاضل نہ ہو تو صاحبِ ماء اس کا زیادہ حق دار ہے (۲)۔

(۲۲۲۷): حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ). [٦٥٦١]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاضل پانی کو نہ روکو، کہ اس کی وجہ سے فاضل گھاس کو روک دو۔

تراجمِ رجال

یحییٰ بن بکیر

یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

اللیث

یہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

---

(۱) دیکھئے، إختلاف الأئمة العلماء: ۲/۴۳، ٤٤

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۷۱

(۲۲۲۷) مرّ تخریجه انفاً

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲۳

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٤

عُقيل

یہ عُقَیل بن خالد بن عقیل اَیلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ابن شھاب

یہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیثِ سابق کے مثل ہے۔

٤ - باب : مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ .

کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودے (اور اس میں کوئی گر کر مر جائے) تو اس پر تاوان نہیں ہوگا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مملوکہ زمین کے اندر کسی نے کنواں کھودا، اور کوئی اتفاق سے اس میں مر گیا تو صاحب بئر پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر غیر مملوکہ زمین کے اندر کسی نے کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا، تو ضمان آئے گا(۴)۔

ایک اشکال

ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ اس باب کو تو کتاب الدیات میں ہونا چاہیے تھا، کتاب مذکورہ میں اس کا

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲۵، ۳/٤٥٥

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٩

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۷۳، إرشاد الساري: ٥/٣٤٥

ذکر بظاہر مناسب نہیں معلوم ہوتا؟

علامہ گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

حضرت علامہ گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس باب کی کتابِ مذکورہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب مالکِ زمین اپنی مملوکہ زمین میں کنوئیں میں گرنے والے شخص کا ضامن نہیں ہے، تو اس کا اپنی مملوکہ زمین کے پانی کے ساتھ اختصاص بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ پانی اس کو اپنی سعی و کوشش سے اپنی مملوکہ زمین میں حاصل ہوا ہے، لہٰذا اگر پانی اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہو تو کسی کو وہ پانی لینے کا حق حاصل نہ ہوگا، اور اسی طرح اس کو یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ وہ کسی کو اپنی ملک میں داخل ہونے سے روک سکے (۱)۔

فقہاء کے اختلاف کا بیان

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اسی تفریق کے قائل ہیں کہ اگر اپنی مملوکہ زمین میں کسی نے کنواں کھودا، اور کوئی اتفاق سے اس میں گر کر مر گیا تو صاحبِ بئر پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، اور اگر غیر مملوکہ زمین میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر ہلاک ہوگیا، تو ضمان آئے گا، اور حنفیہ نے اس مسئلے میں جمہور کی مخالفت کی ہے (۲)، یعنی وہ دونوں صورتوں میں ضمان کے قائل نہیں ہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جمہور کے ہم خیال ہیں (۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا تسامح

لیکن یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا تسامح ہے، اس لئے کہ قدوری میں ہے کہ "من حفر بئراً في طريق المسلمين أو وضع حجراً فتلَفَ بذلك انسانٌ فَدِيته على عاقلته" (٤) یعنی جس شخص نے

---

(١) دیکھئے، لامع الدراري: ٢٦٤/٦، ٢٦٥

(٢) دیکھئے، فتح الباري: ٤٢/٦

(٣) المصدر السابق

(٤) دیکھئے، مختصر القدوري: ٦٠٩، إدارة القرآن

کنواں کھودا، مسلمانوں کے راستے میں، یا کوئی پتھر رکھا، اور اس کی وجہ سے کوئی انسان ہلاک ہوگیا، تو اس کی دیت اس کی عاقلہ پر ہوگی۔

اور آگے صاحب قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ومن حفر بئراً في ملكه، فعطب بها انسان لم يضمن"(۱) یعنی اگر کسی نے اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودا، اور کوئی انسان اس میں گر کر ہلاک ہوگیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

ہاں!! اگر کسی نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودا، اور کوئی انسان اس میں گر کر بھوک یا غم کی وجہ سے ہلاک ہوگیا، تو اس مسئلہ میں فقہاءِ احناف میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور غم کی وجہ سے ہلاک ہونے کی صورت میں حافر پر ضمان نہیں آئے گا، "لأنه مات لمعنى في نفسه والضمان إنما يجب إذا مات من الوقوع" اس لئے کہ وہ ایسے سبب سے ہلاک ہوا ہے، جو خود اس گرنے والے کے نفس میں موجود ہے، یعنی بھوک اور غم کی وجہ سے، گویا کہ مرنے والا ایسا ہوگیا جیسے وہ خود مرا ہو، اور کنواں کھودنے والے پر ضمان تو اسی صورت میں آئے گا جب کہ وہ صرف گرنے کی وجہ سے ہلاک ہوجائے تا کہ حافر کو کنوئیں میں دھکا دینے والا شمار کیا جاسکے(۲)۔

اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بھوک اور غم میں فرق کرتے ہیں کہ بھوک میں حافر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، لیکن غم ودہشت میں اس کا عمل دخل ہے کیونکہ ساقط کو جو خوف وہراس طاری ہوا، اس کا سبب فقط کنوئیں میں گرنا ہے، لہٰذا بھوک کی صورت میں تو حافر پر ضمان نہیں ہوگا، البتہ غم وخوف کی صورت میں حافر ضامن ہوگا(۳)۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حافر ضامن ہوگا، اس لئے کہ بھوک گرنے

---

(۱) دیکھئے، مختصر القدوري: ۶۰۹، إدارة القرآن

(۲) دیکھئے، الهداية شرح بداية المبتدي: ۱۲۶/۸

(۳) المصدر السابق

کے سبب ہی سے پیدا ہوئی ہے، اور اگر یہ گرنا نہ ہوتا، تو کھانا اس کے قریب ہوتا (۱)۔

۲۲۲۸ : حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (الْمَعْدِنُ جُبَارٌ ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ) . [ر : ۱۴۲۸]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کان سے جو نقصان ہو وہ رائیگا (ومعاف) ہے، اور کنوئیں سے جو نقصان ہو وہ رائیگا (اور معاف) ہے، اور جانور سے جو نقصان ہو وہ رائیگا (ومعاف) ہے، اور گڑے ہوئے مال میں خمس ہے۔

تراجم رجال

محمود

یہ محمود بن غیلان، ابواحمد عدوی مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عبیداللہ

یہ عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام عبسی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳) اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ

(۱) المصدر السابق

(۲۲۲۸) أخرجه البخاري ايضاً في كتاب الزكاة، باب في الركاز الخمس، رقم: ۱۴۲۸، وفي كتاب الديات، باب المعدن جُبارٌ والبئر جبار، رقم: ۶۵۱۴، وفي باب العجماء جُبار، رقم: ۶۵۱۴، ومسلم رحمه الله تعالىٰ في كتاب الحدود، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار، رقم: ۴۵۶۲، ۴۵۶۵، وأبو داود رحمه الله تعالىٰ في كتاب الخراج، باب ماجاء في الركاة وما فيه (۱۴۷/۳)، والنسائي رحمه الله تعالىٰ في كتاب الزكاة، باب المعدن، رقم: ۲۴۹۴، ۲۴۹۵، وانظر، جامع الأصول، حرف الزاء، الكتاب الأول في الزكاة، الباب الثاني في أحكام الزكاة، المالية وأنواعها، الفصل الخامس: في زكاة المعدن والركاز

(۲) دیکھئے، كشف الباري كتاب الأذان، باب بدء الأذان

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۶۳۶/۱

تعالیٰ کے براہِ راست شیوخ میں سے ہیں، جیسا کہ کتاب "الإیمان" کے شروع میں ان کی روایت گزر چکی، اور کبھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ان سے بالواسطہ روایت نقل کرتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں کیا(۱)۔

اسرائیل

یہ اسرائیل بن یونس بن أبی اسحٰق سبیعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

أبی حصین

یہ أبو حصین، عثمان بن عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

أبي صالح

یہ أبو صالح، ذکوان زیات رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۵)۔

حل لغات

المَعْدِن: سونے، چاندی وغیرہ کی کان، ہر چیز کے اصل اور مرکز کو کہتے ہیں، اس کی جمع مَعَادِن آتی ہے(۶)، جُبَارٌ: رائیگاں، بیکار، بے قیمت، ہدر، کہا جاتا ہے، "ذهب دمه جُبار" اس کا خون رائیگاں گیا، یعنی اس کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا (۷)۔

---

(۱) دیکھیے، فتح الباري: ۵/۴۶، إرشاد الساري: ۵/۲٤٤

(۲) دیکھیے، کشف الباري: ٤/٥٤٦

(۳) دیکھیے، کشف الباري: ٤/١٨٩

(٤) دیکھیے، کشف الباري: ١/٦٥٨

(٥) دیکھیے، کشف الباري: ١/٦٥٩

(٦) دیکھیے، النهاية: ٢/١٦٩

(٧) دیکھیے، النهاية: ٢/٢٣٦

العَجْمَاء: أَعْجَم کا مؤنث ہے بمعنی چوپایہ(۱)۔

الرِّکاز: اہلِ حجاز کے نزدیک زمانۂ جاہلیت کے مدفون خزانوں کو کہتے ہیں، اور اہلِ عراق کے ہاں مَعادن کو کہا جاتا ہے، اور اصلِ لغت میں دونوں ہی قولوں کا احتمال ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ہی زمین میں دفن شدہ گڑے ہوئے مال کے لئے مستعمل ہیں(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "والبئر جُبار" کے ذریعے واضح ہے(۳)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت پر اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ بظاہر مذکورہ مطابقت درست معلوم نہیں ہوتی، اس لئے کہ ترجمۃ الباب مِلک کے ساتھ مقید ہے جب کہ حدیث مبارکہ مطلق ہے(۴)۔

علامہ ابنِ منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت درست ہے، وہ اس طرح کہ حدیث مبارکہ مطلق ہونے کی وجہ سے اپنی ساری ہی صورتوں کو متضمن ہے، اور ان میں سے مِلک والی صورت کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب میں بیان کر دیا، اور اس کا ثبوت اس حدیثِ مبارکہ مطلقہ سے یوں ہو جائے گا کہ جب وہ شخص جو غیر مملوکہ زمین مثلاً صحراء وغیرہ میں کنواں کھود دیتا ہے، وہ ضامن نہیں ہے، تو جو شخص اپنی مملوکہ زمین میں کنواں وغیرہ کھودے، وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے

(۱) دیکھئے، النہایۃ: ۲/۱٦٥

(۲) دیکھئے، النہایۃ: ۲/٦٨٥

(۳) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۲۷۳

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٤٢، إرشاد الساري: ٥/٣٤٥

کہ وہ ضامن نہ ہو(۱)۔

تشریح

قولہ: "المعدن جبار" الخ ...... یعنی اگر کسی شخص نے اپنی مملوکہ زمین میں یا ارضِ موات میں سونے چاندی وغیرہ کو حاصل کرنے کے لئے کوئی کان کھدوائی، اور اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا، یا اس کان کی کوئی دیوار اس پر گر گئی تو اس کا خون ہدر ہے اور حافر ضامن نہیں ہوگا(۲)، اسی طرح اگر کسی جانور نے کسی انسان کو ہلاک یا زخمی کر دیا، یا کسی کا مال ہلاک کر دیا تو بھی مالک ضامن نہیں ہوگا، اور یہ عدمِ ضمان اس صورت میں ہے کہ جب اس جانور کے ساتھ اس کا مالک یا سائق وقائد نہ ہو، اور اگر مالک وغیرہ ساتھ ہو، تو ضمان واجب ہوگا(۳)، اور پھر اس کی کئی صورتیں، فقہاء کرام نے بیان کی ہیں، اور ان میں بعض صورتوں میں فقہاء کا اختلاف بھی واقع ہوا ہے جن کی تفصیل فقہی مُطوّلات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

قولہ: "وفی الرّکاز الخُمس"

جمہور فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک رکاز اس گڑے ہوئے مدفون خزانے کو کہتے ہیں جسے زمانۂ جاہلیت میں دفن کیا گیا ہو(۴) اور حنفیہ کے نزدیک رکاز کا اطلاق ان خزانوں پر بھی ہوتا ہے، جو خالق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے زمین میں مدفون ہیں، اور ان خزانوں پر بھی ہوتا ہے جو کہ مخلوق کی طرف سے زمین میں گاڑ دیئے گئے ہوں، تو گویا حنفیہ کے نزدیک لفظ "رکاز" کا اطلاق معدِن اور کنوز دونوں پر کیا گیا ہے(۵)۔

اس بات پر تو فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ یہ حدیثِ مبارکہ جاہلیت کے زمانے کے دفن شدہ سونے،

(۱) المصدر السابق

(۲) عمدة القاري: ۱۲/۲۷۳، إرشاد الساري: ۵/۳۴۴

(۳) المصدر السابق

(۴) دیکھئے، الموسوعة الفقهیة: ۲۳/۹۸، ردالمحتار: ۲/۴۳، ۴۴، المجموع: ۶/۳۸، المغني: ۳/۱۸

(۵) المصدر السابق

B

چاندی کے خزانوں کو شامل ہے، چاہے وہ ڈھلے ہوئے ہوں یا نہ ہوں (۱)۔

لیکن سونے چاندی کے علاوہ دفن شدہ اشیاء میں فقہاء کرام میں اختلاف واقع ہوا ہے، حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قولِ قدیم تو یہی ہے کہ لفظ "رکاز" ہر ہر نوع کے دفن شدہ مال کو شامل ہے، جیسا کہ لوہا، تانبا، سیسہ، پیتل، سنگ مرمر وغیرہ، اور اسی طرح ان چیزوں کے بنے ہوئے سامان و برتن وغیرہ۔

مگر یاد رہے کہ حنفیہ نے جو رکاز کو مطلق کہا ہے اور اس کا اطلاق خلقی معدنیات پر بھی کیا ہے، وہ عام نہیں ہے بلکہ اس سے وہ خلقی معدنیات مراد ہیں جو کہ فی الحال جامد ہو مگر آگ کے ذریعے ان کو پگھلایا جاسکے جیسا کہ سونا، چاندی، لوہا، تانبا وغیرہ ہیں (۲)۔

بہر حال اس بات پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ رکاز میں خُمس واجب ہوگا۔ اور باقی چار اخماس وہ اس رکاز کو پانے والے کی ملکیت میں رہیں گے (۳)۔

٥ - باب : الخُصُومَةِ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِيهَا .

کنوئیں میں خصومت اور اس کا فیصلہ کرنا

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بئر، مملوک ہوتا ہے، لہٰذا اس میں اگر کوئی اختلاف ہوجائے، تو قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کیا جاسکتا ہے، اور قواعد شرعیہ کے مطابق قاضی فیصلہ کرسکتا ہے۔

٢٢٢٩ : حدَّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ ، هُوَ عَلَيْهَا

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

فَاجِرٌ ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى : «إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا» . الْآيَةَ . فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ : مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ؟ فِيَّ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ . كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي . فَقَالَ لِي : (شُهُودَكَ) . قُلْتُ : مَا لِي شُهُودٌ . قَالَ : (فَيَمِينُهُ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِذًا يَحْلِفَ . فَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ .

[٢٢٨٥ ، ٢٣٨٠ ، ٢٥٢٣ ، ٢٥٢٥ ، ٢٥٢٨ ، ٢٥٣١ ، ٤٢٧٥ ، ٦٢٨٣ ، ٦٢٩٩ ، ٦٧٦١ ، ٧٠٠٧]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی قسم کھائے کہ اس قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال لے لے، اور وہ شخص اس قسم میں جھوٹا ہو، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

(٢٢٢٩) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الخصومات، باب كلام الخصوم بعضهم في بعض، رقم: ٢٢٨٥، وفي كتاب الرهن، باب إذا اختلف الراهن والمرتهن ونحوه فالبينة على المدعي واليمين على المدعى عليه، رقم: ٢٣٨٠، وفي كتاب الشهادات، باب سؤال الحاكم المدعي هل لك بينة؟ قبل اليمين، رقم: ٢٥٢٣، وفي باب اليمين على المدعى عليه في الأموال والحدود، رقم: ٢٥٢٥، وفي باب يحلف المدعى عليه حيثما وجبت عليه اليمين ولا يصرف من موضع إلى غيره، رقم: ٢٥٢٨، وفي باب قول الله تعالىٰ: ﴿إن الذين يشترون﴾ الآية، رقم: ٢٥٣١، وفي كتاب التفسير، سورة آل عمران، رقم: ٤٢٧٥، وفي كتاب الأيمان والنذور، باب عهد الله عزوجل، رقم: ٦٢٥٢، وفي باب قول الله تعالىٰ: ﴿إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا﴾، رقم: ٦٢٦٩، وفي كتاب الأحكام، باب الحكم في البئر ونحوها، رقم: ٦٧٦١، وفي كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وجوه يومئذ ناضرة﴾، رقم: ٧٠٠٧، وأخرجه مسلم في كتاب الايمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، رقم: ٣٧٢، ٣٧٣، والترمذي في كتاب البيوع، باب ماجاء في اليمين الفاجرة يقتطع بها مال المسلم، رقم: ١٢٦٩، وفي التفسير، سورة آل عمران، رقم: ٢٩٩٦، وأبو داود رحمه الله تعالىٰ في كتاب الأيمان والنذور، باب فيمن حلف يمينا ليقتطع بها مالا لأحد، رقم: ٣٢٤٥، وابن ماجه رحمه الله تعالىٰ في كتاب الأحكام، باب من حلف على يمين فاجرة ليقتطع بها مالا، رقم: ٢٣٢٣

نازل فرمائی'' ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی پونجی خریدتے ہیں الخ'' (آل عمران: ۷۷)، پھر اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہا: ابوعبدالرحمٰن تم سے کیا حدیث بیان کرتے ہیں؟ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے؛ میرا ایک کنواں، میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں تھا (ہمارے درمیان جھگڑا ہوگیا، میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے گواہوں کو حاضر کرو، میں نے عرض کیا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس سے قسم لے لے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو قسم کھالے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ ان کی تصدیق کے لئے نازل فرمائی''۔

تراجم رجال

عبدان

یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ کا لقب ہے (۱)۔

أبي حمزة

یہ محمد بن میمون مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

أعمش

یہ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۴٦۱

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الغسل، باب نفض الیدین من الغسل عن الجنابة

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲٥۱

شقیق

یہ ابووائل، شقیق بن سلمۃ أزدی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

عبداللہ

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۲)۔

أشعث

یہ اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

اس حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کی خصومت کے سلسلے میں فیصلہ فرمایا، اور وہ اس طرح پر کہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدّعی سے بیّنہ کو طلب کیا، اور پھر مدعی کے اقامتِ بیّنہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے مدّعیٰ علیہ سے قسم طلب کی (۴)۔

تشریح

یہ پہلی جگہ ہے جہاں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آگے ۱۳ جگہ اس حدیثِ مبارکہ کو ذکر فرمایا ہے (۵)، اور جہاں بھی مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت کو نقل کرتے ہیں، وہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے ساتھ

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۵۵۹

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۵۷

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الکفالة، باب الکفالة في القرض والدیون بالأبدان وغیرها

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۷٤

(٥) انظر في تخریج الحدیث المذکور

حضرت اشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بھی ضرور بیان فرماتے ہیں۔

قوله: "شهودك" و"فيمينه"

ان کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے، مرفوع پڑھنے کی صورت میں تقدیرِ عبارت یوں ہوگی "المطلوب علی دعواك شهودك" یا "المثبت لحقك شهودك"(۱) اور منصوب پڑھنے کی صورت میں تقدیرِ عبارت اس طرح ہوگی: "هات شهودك" یا "أقم شهودك"(۲) اور یہی دونوں صورتیں "فيمينه" میں بھی جاری ہوں گی، یعنی نصب کی صورت میں تقدیرِ عبارت ہوگی: "فاطلبْ يمينَه" اور رفع کی صورت میں تقدیرِ عبارت اس طرح ہوگی کہ "فالحجة القاطعة بينكما يمينُه"(۳)۔

قوله: "كانت لي بئر في أرض"

علامہ کورانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیثِ باب میں تو کنوئیں میں خصومت کا ذکر ہے، جب کہ بعض دیگر روایت میں صرف "ارض" کا ذکر ہے، لیکن ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ نزاع دونوں میں ہو، اور اس لئے بھی کہ کنوئیں میں خصومت، زمین کی خصومت کو مستلزم ہے اور وہ اس وجہ سے کہ بئر کے ساتھ اس کی حریم ہوا ہی کرتی ہے(۴)۔

قوله: "ابن عم لي"

حضرت اشعث بن قیس بن معدی کرب کے چچازاد بھائی کا نام معدان بن اسود بن سعد بن معدی کرب تھا، اور ان کا لقب جَفْشِیش تھا، فعليل کے وزن پر، اور قیس اور اسود دونوں بھائی تھے(۵) اور یہ بھی کہا

(۱) دیکھئے، الكوثر الجاري: ٥/٢: ، إرشاد الساري: ٥/٢٤٦، عمدة القاري: ١٢/٢٧٩

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

(٤) دیکھئے، الكوثر الجاري: ٥/٦٢

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٧٩، فتح الباري: ٥/٤٣

گیا ہے کہ ان کا نام جریر بن معدان تھا (۱)۔

علامہ کورانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں (۲) کہ درست یہ ہے کہ وہ شخص کوئی یہودی تھا، جیسا کہ خود امام بخاری نے اس روایت کے بعض طرق میں نقل کیا ہے کہ "خاصم بعض الیهود في أرض" (۳)۔

قوله: "إذاً يحلف"

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "إذا یحلف" کو صرف منصوب پڑھا جا سکتا ہے (۴) اور اسی طرح علامہ سہیلی رحمہ اللہ تعالی نے بھی کہا ہے (۵)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالی اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کلمۂ "إذا" حروف جواب میں سے ہے، جس کی جزاء میں فعل مستقبل منصوب واقع ہوا کرتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "أنا آتيك" اور اس کے جواب میں کہا جاتا ہے "إذاً أكرمك" لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں، مثلاً تصدر، استقبال اور عدم فصل وغیرہ، تو اس صورت میں فعل کو منصوب ہی پڑھا جائے گا (۶)۔

لیکن علامہ زرکشی رحمہ اللہ تعالی نے "احکام عمدة الأحكام" میں اور ابن خروف نے "شرح سیبویہ" میں وضاحت کی ہے کہ بعض عرب ان تمام شرائط کے باوجود فعل کو مرفوع پڑھتے ہیں نہ کہ منصوب (۷)۔

اور علامہ کورانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اکثر شرّاح نے اس کو نصب کے ساتھ ضبط کیا ہے،

---

(۱) دیکھئے، الکوثر الجاري: ٥/٦٢

(۲) دیکھئے، الکوثر الجاري: ٥/٦٢

(۳) مرّ تخریجه آنفاً

(٤) دیکھئے، شرح الکرماني: ١٠/١٧٣

(٥) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٤٣، إرشاد الساري: ٥/٣٤٦، عمدة القاري: ١٢/٢٧٩

(٦) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٨٩، إرشاد الساري: ٥/٣٤٦

(٧) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٤٣، إرشاد الساري: ٥/٣٤٦

إذن ناصبہ کی وجہ سے، لیکن اس کا مرفوع ہونا زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ إذن کے منصوب ہونے کی دو شرطیں ہیں اور وہ یہاں مفقود ہیں: ۱- فعل کا اعتماد، ماقبل پر نہ ہو، ۲- وہ مستقبل کے معنی میں ہو، اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں "یحلف" سے زمانہ حال مراد ہے، اس لئے کہ اس شخص کا اسی حکم کی حالت میں قسم اٹھانا یہاں مراد ہے نہ کہ زمانہ مستقبل میں قسم اٹھانا (۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوئے:

۱- بینہ مدعی کے ذمہ ہے، اور یمین مدعی علیہ کے ذمہ ہے جب کہ وہ انکار کرے۔

۲- یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں، مدعی علیہ سے یمین طلب کرے، اگر چہ صاحب حق اس کا طالب نہ ہو۔

۳- نیز اس میں مسئلہ ''ظفر'' کا بھی رد ہے (۲)، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

(۱) دیکھئے، الکوثر الجاري: ٦٢/٥

(۲) یہاں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مشہور مسئلے کی طرف اشارہ کررہے ہیں جو کہ احناف اور جمہور علماء کے درمیان مختلف فیہا ہے۔ اور اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ احناف اور ایک قول کے مطابق حنابلہ کے نزدیک مدعی پر کسی حال میں قسم نہیں لوٹائی جائے گی، اور ایسا نہیں ہوگا کہ صرف مدعی کے قسم کھانے پر قاضی اس کے حق میں فیصلہ کرے۔

اور شوافع اور مالکیہ، اور ایک قول کے مطابق حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو، اور قاضی مدعی علیہ سے قسم طلب کرے، تو اس کے قسم اٹھانے سے انکار کرنے کے بعد، وہ قسم مدعی پر لوٹائے گا اور اس کے قسم کھانے کی صورت میں، اس کے حق میں فیصلہ صادر کرے گا، اسی طرح مدعی اگر ایک ہی گواہ پیش کرسکا، اور دوسرا گواہ پیش کرنے سے عاجز ہوگیا تو بھی قسم اس کی طرف عود کرے گی، اور اگر وہ مدعی قسم اٹھالے، تو ایک گواہ اور قسم کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ صادر کیا جائے گا (شرح الوقایة: ۲/ ۲۰۵، الهدایة: ۱۰/ ۲۷۶، إعلاء السنن: ۱۵/ ۳٤۲، المغني: ۱۲/ ۱۲٤، المحلیٰ: ۹/ ۳۷۷)

پھر فریق ثانی میں بھی بعض جزئیات [illegible] اف ہے، مثلاً امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اموال کے مسائل میں تو یمین، مدعی پر عود کرے گی، لیکن نکاح، طلاق اور عتاق کے مسائل میں عود نہیں کرے گی (المصدر السابق)۔ جب کہ امام شافعی، ابوداود رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مسائل میں یمین مدعی پر لوٹائی [illegible]ے گی۔ (المصدر السابق)

فریق ثانی کی ایک دلیل دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمین کو طالب حق پر لوٹایا تھا۔ (سنن

اس خصومت کے فیصلے کے لئے مدعی سے بینہ، اور بینہ نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ سے یمین کو طلب کیا، تو معلوم ہوا کہ کسی اور بات کا یہاں عمل دخل نہیں ہے، اور اس سے بھی زیادہ وضاحت امام مسلم کی تخریج کردہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس میں صراحت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے "ليس لك منه إلا ذلك" (۱).

آیتِ مبارکہ کی تشریح اور اس کے شانِ نزول میں اختلاف کا بیان

﴿إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا﴾ إلى آخر الآية (آل عمران: ۷۷)

= دارقطني: ۲/۵۱۵)

لیکن صاحب اعلاء السنن فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی، اس لئے یہ محمد بن مسروق عن اسحاق بن فرات کے طریق سے مروی ہے، اور محمد بن مسروق غیر معروف ہے، اور اسحاق بن فرات مختلف فیہ ہے (دیکھئے، إعلاء السنن: ۱۵/۳۴۳) ۔ اس طرح اور روایات بھی جو اس باب میں منقول ہیں، وہ ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ (المصدر السابق)

جب کہ فریقِ اول کی دلیل حدیثِ مشہور ہے کہ "البينة على المدعي واليمين على من أنكر" اس حدیث کو صاحب اعلاء السنن نے کئی طُرُق سے نقل فرمایا ہے، اور یہ حدیث اگرچہ احاد کے طرق سے مروی ہے، لیکن امت کے تلقی قبول اور استعمال کی وجہ سے متواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے۔ (المصدر السابق)

تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان دو چیزوں کو تقسیم فرمادیا، یعنی بینہ کو مدعی پر مقرر کیا اور یمین کو مدعی علیہ پر، اور ظاہر ہے کہ تقسیم شرکت کے منافی ہے۔ (الهداية: ۱۰/۲۷٤، المغني: ۱۲/۱۲٤)

نیز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "اليمين" اور "البينة" کو الف لام جنس کے ساتھ ذکر فرما کر گویا جنسِ یمین کو مدعی علیہ کے لئے اور جنسِ بینہ کو مدعی کے لئے مقرر فرمادیا، لہٰذا اب جنسِ یمین کا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہا جو مدعی کے واسطے ہو۔ (المصدر السابق)

نیز اخبارِ آحاد اخبارِ مشہورہ کے معارض نہیں ہوسکتی (حاشية شرح الوقاية: ۲/۲۰۵) ۔ اور پھر یمین کو تو دفعِ خصومت کے لئے وضع کیا گیا ہے نہ کہ اثباتِ خصومت کے لئے، پھر مدعی یمین سے کیسے استفادہ کرسکتا ہے۔ (المصدر السابق)

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۷۹، وأخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، رقم: ۲۲۳

یعنی ''جولوگ خرید کرتے ہیں اللہ تعالی کے اقرار پر، اور اپنی قسموں پر تھوڑا مول، ان کو کچھ حصہ نہیں، آخرت میں، اور نہ بات کرے گا، ان سے اللہ تعالی، اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف، قیامت کے دن، اور نہ سنوارے گا ان کو، اور ان کے لئے دکھ کی مار ہے''۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالی اس آیتِ کریمہ کے فوائد میں فرماتے ہیں، یعنی جو لوگ دنیا کی متاعِ قلیل لے کر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں، نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں، نہ خدا سے جو قول وقرار کیا تھا، اس پر قائم رہتے ہیں، ان کا انجام آگے مذکور ہے، حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ''یہ یہود میں صفت تھی کہ اللہ تعالی نے ان سے اقرار لیا تھا، اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہیو، پھر غرضِ دنیا کے واسطے پھر گئے، اور جو کوئی جھوٹی قسم کھائے دنیا لینے کے واسطے، اس کا یہ ہی حال ہے''(۱)۔

اور اس کے مثل ایک دوسری آیت میں حضرت رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ''یعنی اللہ تعالی کی نافرمانی اور خلق اللہ کی گمراہی پر بس نہیں کی، بلکہ اس حق پوشی کے عوض میں جن کو گمراہ کرتے تھے، ان سے الٹا رشوت میں مال بھی لیتے تھے، جس کا نام ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا، حالانکہ یہ حرام خوری، مردار اور خنزیر کھانے سے بھی بدتر ہے، اب ظاہر ہے کہ ایسی حرکاتِ شنیعہ پر سزا بھی سخت ہوگی، اسی کو آگے فرمادیا کہ گو ظاہرِ نظر میں ان کو وہ مال لذیذ اور نفیس معلوم ہورہا ہے، مگر حقیقت میں وہ آگ ہے، جس کو خوش ہوکر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں، جیسا کہ طعام لذیذ میں زہرِ قاتل ملا ہوا ہو، کہ کھاتے وقت لذت معلوم ہوتی ہے اور پیٹ میں جاکر آگ لگادے(۲)۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اس قسم کی آیات میں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ دیگر آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب باری تعالی قیامت کو ان سے خطاب فرمائے گا، سو کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لطف ورحمت کے ساتھ ان سے کلام نہ

(۱) دیکھئے، تفسیر عثمانی، آل عمران: ۷۷، ص: ۷٦

(۲) دیکھئے، تفسیر عثمانی، البقرة: ۱۷٤، ص: ۳۹

کیا جائے گا اور بطور تخویف وتذلیل وتہدید ووعید، جناب باری تعالیٰ ان سے کلام کرے گا، جس سے ان کو سخت صدمہ اور غم ہوگا۔

یا یوں کہئے کہ بلاواسطہ ان سے کلام نہ کیا جائے گا، اور کلام کرنے کا جو ذکر ہے، وہ ملائکہ عذاب کی وساطت سے ہوگا(۱)۔

اس آیتِ مبارکہ کا ایک شانِ نزول تو وہی ہے جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور دوسرا قول جو کہ حضرت عکرمہ، مقاتل رحمہما اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ وہ تورات میں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کو لوگوں کے سامنے بیان کریں گے، لیکن انہوں نے اس کی مخالفت کی اور دنیا کی خسیس چیزوں کو اختیار کیا(۲)۔

اور تیسرا قول جو کہ حضرت مجاہد، اور شعبی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص صبح سویرے سے بازار میں جا کر کسی چیز کو بیچ رہا تھا، جب شام ہوئی، تو کوئی خریدار اس کے پاس آکر بھاؤ تاؤ کرنے لگا، تو اس شخص نے قسم کھائی کہ اتنے روپے میں تو یہ سودا میں نے صبح سے نہیں بیچا، اور اگر شام نہ ہو چکی ہوتی تو میں اتنے روپے میں کبھی نہ بیچتا، تو اس سلسلے میں آیتِ مذکورہ نازل ہوئی(۳)۔

٦ – باب : إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ .

جو شخص مسافر کو پانی (کے استعمال) سے روکے اس کے گناہ کا بیان

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ اپنی حاجت اور ضرورت سے زیادہ پانی، مسافروں پر خرچ کرنا

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے، زاد المیسر لابن الجوزي: ۱/۲۹۷، اللباب للسیوطي رحمه الله تعالیٰ : ۵۸، أسباب النزول للواحدي رحمه الله تعالیٰ : ۲۲۰

(۳) دیکھئے، زاد المیسر لابن الجوزي: ۱/۲۹۷، أسباب النزول للواحدي رحمه الله تعالیٰ : ۲۱۹

چاہیے(۱)۔حافظ ابن حجر اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہاں "من الماء الفاضل عن حاجته" کی قید ضروری ہے، جیسا کہ حدیثِ باب میں اس کی صراحت موجود ہے(۲) اور علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر صاحب ماء کو اس پانی کی حاجت اور ضرورت ہو تو اس کا حق مسافروں کے حق سے مقدم ہے، ہاں جب وہ اپنی ضرورت کو پورا کرلے، تو اب اس کے لئے مسافروں کو پانی سے روکنا جائز نہیں ہے(۳)۔

۲۲۳۰ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ : رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا ، فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ ، وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ : وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ ، لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا ، فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ) . ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ : «إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا» . [۲۲٤۰ ، ۲٥۲۷ ، ٦۷۸٦ ، ۷۰۰۸]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں، اور

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳٤۷/٥، عمدة القاري: ۲۷۹/۱۲

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٤٤/٦، عمدة القاري: ۲۷۹/۱۲

(۳) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٤۱۰/٦

(۲۲۳۰) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في كتاب المساقاة، باب من رأى أن صاحب الحوض والقربة أحق بمائه، رقم: ۲۲٤۰، وفي كتاب الشهادات، باب اليمين بعد العصر، رقم: ۲٥۲۷، وفي كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة﴾، رقم: ۷۰۰۸، وأخرجه مسلم رحمه الله تعالى في كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمنّ بالعطية، رقم: ۳۱۰، وأبو داود رحمه الله تعالى في كتاب الإجارة، باب في منع الماء، رقم: ۳٤۷٥، وابن ماجه رحمه الله تعالى في كتاب التجارات، باب كراهة الأيمان في الشراء والبيع، رقم: ۲۲۰۷، وانظر جامع الأصول، حرف الهاء، الفصل الثاني، في الأحاديث المشتركة بين آفات النفس، النوع الأول، ص: ٦۳٥٩

نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص کہ جس کے پاس راستے میں فاضل پانی موجود تھا، اور اس نے اس پانی کو مسافر سے روک دیا، اور ایک وہ شخص جس نے کسی حاکم سے دنیا کے لئے بیعت کی، اب اگر وہ اسے کچھ دے دے تو یہ راضی رہے، اور اگر کچھ نہ دے تو یہ ناراض ہو جائے، اور ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد اپنا سودا لگایا، اور کہا: خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، مجھے اس سودے کی اتنی اور اتنی قیمت ملتی تھی (لیکن میں نے نہیں دیا) پھر کسی نے اس کو سچا سمجھا (یعنی اس سے سامان خرید لیا) پھر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿إن الذين يشترون بعهد الله وايمانهم ثمنا قليلا﴾ الآية (آل عمران: ۷۷) یعنی جو لوگ اللہ تعالی کے عہد، اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی پونجی خریدتے ہیں الخ۔

تراجم رجال

موسیٰ بن إسماعیل

یہ موسیٰ بن اسماعیل تمیمی منقری تبوذکی بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

عبد الواحد بن زیاد

یہ عبد الواحد بن زیاد بصری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

أعمش

یہ سلیمان بن مہران، اعمش رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٤٤۳، ۲/٤۷۷

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۰۱

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۵۱

أبا صالح

یہ ابوصالح، ذکوان مدنی رحمہ اللہ تعالی ہیں (۱)۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "رجل كان له فضل ماء بالطريق فمنعه من ابن السبيل" سے واضح ہے، اس لئے کہ یہ زائد پانی کو مسافر کو دینے سے منع کرنے والا بھی، ان تین میں سے ایک ہے، جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ وعید سنائی ہے، پس اگر فاضل پانی کو مسافر سے روکنے والا گناہ گار نہ ہوتا، تو وہ اس وعید کا بھی مستحق نہ ہوتا (۳)۔

٧ - باب : سَكْرِ الأَنْهَارِ .

نہروں میں روک لگانا

حل لغات

سَكرٌ: نصر سے مصدر ہے، یقال: سَكَرَ النهرَ أي: سَدَّه، یعنی نہر یا دریا میں بند لگانا، روکنا (۴)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کا مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ نہروں میں روک لگائی جاسکتی ہے، اور اس تنبیہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت مکروہ ہوگی، چونکہ انہار تو رفاہ عام کی

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٨

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٩

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/٦٨٠

(٤) دیکھئے، مختار الصحاح: ١٦٤

اشیاء میں سے ہیں، اور عامۃ الناس کا حق ان سے متعلق ہوتا ہے، تو پھر کسی آدمی کو وہاں روک لگانے کا حق کیسے ہوگا؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر انہار میں اس لیے روک لگائی جائے تاکہ پانی انسان کے کھیت تک پہنچ جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جہاں سے نہر شروع ہوتی ہے، تو وہاں کھیتوں میں پانی نہیں پہنچتا، اس لئے کہ پانی کا بہاؤ تیز ہوتا ہے، اور آگے کی طرف بڑھنا چاہتا ہے، وہاں روک لگانا پڑتی ہے، تاکہ اُن کھیتوں میں بھی پانی پہنچ جائے، اور یہ جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

باقی یہ ہے کہ جب اس کھیت میں پانی پہنچ جائے تو وہ بند ختم کر دیا جائے، تاکہ پانی آگے چلا جائے (۱)۔

٢٢٣١ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا ٱللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ ٱلزُّبَيْرِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ رَجُلًا مِنَ ٱلْأَنْصَارِ ، خَاصَمَ ٱلزُّبَيْرَ عِنْدَ ٱلنَّبِيِّ ﷺ فِي شِرَاجِ ٱلْحَرَّةِ ، ٱلَّتِي يَسْقُونَ بِهَا ٱلنَّخْلَ ، فَقَالَ ٱلْأَنْصَارِيُّ : سَرِّحِ ٱلْمَاءَ يَمُرُّ ، فَأَبَى عَلَيْهِ . فَٱخْتَصَمَا عِنْدَ ٱلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ : (أَسْقِ يَا زُبَيْرُ ، ثُمَّ أَرْسِلِ ٱلْمَاءَ إِلَى جَارِكَ) . فَغَضِبَ ٱلْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ : أَنْ كَانَ ٱبْنَ عَمَّتِكَ ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ : (ٱسْقِ يَا زُبَيْرُ ، ثُمَّ ٱحْبِسِ ٱلْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى ٱلْجَدْرِ) . فَقَالَ ٱلزُّبَيْرُ : وَٱللّٰهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هٰذِهِ ٱلْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذٰلِكَ : «فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ» .

[٢٢٣٢ ، ٢٢٣٣ ، ٢٥٦١ ، ٤٣٠٩]

---

(١) دیکھئے، الأبواب والتراجم: ١٧٣

(٢٢٣١) وأخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ ايضاً في كتاب المذكور، باب شرب الأعلى قبل الأسفل، رقم: ٢٣٦١، وفي كتاب الصلح، باب إذا أشار الإمام بالصلح فأبى حكم عليه الخ، رقم: ٢٧٠٨، وأخرجه مسلم رحمه الله تعالىٰ في كتاب الفضائل، باب وجوب اتباعه، رقم: ٢٣٥٧، وأبو داود رحمه الله تعالىٰ في كتاب الأقضية، باب من القضاء، رقم: ٣٦٣٧، والترمذي رحمه الله تعالىٰ، في كتاب الأحكام عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ماجاء في الرجلين يكون أحدهما أسفل من الآخر في الماء، رقم: ١٣٦٣، وفي كتاب التفسير، باب من سورة النساء، رقم: ٣٢٧٦، والنسائي رحمه الله تعالى، كتاب آداب القضاة، باب الرخصة للحاكم الأمين أن يحكم وهو غضبان، رقم: ٥٤٠٧

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا کیا، حرہ کے اس نالے کے بارے میں کہ جس سے (مدینہ کے لوگ) کھجور کے درختوں کو پانی دیا کرتے تھے، انصاری نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ پانی کو چھوڑ دے، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا، تو دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنا مقدمہ کو پیش کیا، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! اپنے درختوں کو پانی پلا دے، پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دے، یہ سن کر وہ انصاری غصہ ہوگیا، اور کہنے لگا کہ (اس فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ) وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد بھائی ہے، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! اپنے درختوں کو سینچ لو، پھر پانی کو روکے رکھو، یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک بھر آئے، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آیت ﴿فلا وربک لا یؤمنون﴾ الآیۃ (النساء: ٦٥)، اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حل لغات

سَرِّحِ الماءَ: باب تفعیل سے اُمر کا صیغہ ہے، بمعنی پانی کو چھوڑ دینا، سَرَّحَ المَوَاشی: جانوروں کو چرنے کے لئے چھوڑنا، سَرَّحَ القوم: آزاد کرنا، چھوڑ دینا، سَرَّحَ الشعرَ: کنگھا کرنا(۱)۔ الجَدر: دیوار، منڈیر، اس کی جمع جُدرَان ہے، اور اس طرح الجدار بھی صیغۂ واحد ہے، اور اس کی جمع جُدُر آتی ہے(۲)، شِراج: شَرَج اور شرجۃ کی جمع ہے، سنگستان سے نرم زمین کی طرف پانی بہنے کی جگہ، اور اس کی ایک جمع شُرُوج بھی آتی ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، معجم الصحاح، ص: ٤٨٦

(۲) دیکھئے، معجم الصحاح، ص: ١٥٨

(۳) النهاية: ١/٨٥٢

تراجم رجال

عبداللّٰہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی مصری رحمہ اللہ تعالی ہیں(۱)۔

الليث

یہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالی ہیں (۲)۔

ابن شهاب

یہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالی ہیں (۳)۔

عروة

آپ عروۃ بن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۴)۔

عبداللّٰہ بن زبیر

آپ حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۵)۔

زبیر

آپ صحابی رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالی عنہ ہیں (۶)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۸۹، ٤/۱۱۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۱

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ٤/١٦٤

(٦) دیکھئے، کشف الباري: ٤/١٦٩

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

B

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "سَرّح المَاءَ یَمُرُّ فأبی علیہ" سے ماخوذ ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی انصاری کی بات ماننے سے انکار کیا، اور نہر میں روک لگا کر اپنے درختوں کو پانی دیا(۱)۔

قولہ: "أن رجلاً من الأنصار خاصم الزبیر"

یہ انصاری شخص کون ہے؟ اس میں شُراحِ بخاری میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض حضرات جیسے امام داؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابواسحاق زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ کوئی منافق تھا(۲)۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلح میں جہاں اس روایت کی تخریج کی ہے اس میں "أنه من الأنصار قد شهد بدراً" کے الفاظ ہیں، اسی طرح ترمذی کی روایت بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہے، اور اس میں ہے کہ "فغضب الأنصاری، فقال: یا رسول اللہ!" اس لئے کہ غیر مسلمین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے "یارسول اللہ" کے ذریعے مخاطب نہیں ہوتے تھے بلکہ یا محمد کہہ دیا کرتے تھے(۳)۔

لیکن امام داؤدی وغیرہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بدر میں حاضری سے پہلے پیش آیا تھا(۴)۔

اور جہاں تک ان کو انصاری کہنے کا تعلق ہے تو وہ اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی جنہوں

---

(۱) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲۸۱/۱۲

(۲) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲۸۲/۱۲، فتح الباري: ۴۶/۵، إرشاد الساري: ۳۴//۵

(۳) مرّ تخریجه آنفاً

(۴) مرّ تخریجه آنفاً

(۵) عمدۃ القاري: ۲۸۲/۱۲، فتح الباري: ۴۶/۵، إرشاد الساري: ۳۴۸/۵

(۶) المصدر السابق

نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کی، نہ اس کا معنی مشہور مراد ہے کہ وہ انصارِ مدینہ میں سے تھے(۱)، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں نسباً انصاری ہونا مراد ہے نہ کہ دیناً"(۲)۔

لیکن صحیح بات یہی ہے کہ ان حضرات کا اس انصاری کو منافق کہنا درست نہیں ہے جیسا کہ خود امام بخاری کی کتاب الصلح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انصاری بدری تھے، اور غزوۂ بدر کے اندر شریک ہونے والا شخص منافق نہیں ہوسکتا، جیسا کہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے شارح مصابیح، علامہ تورپشتی سے نقل کیا ہے کہ سلف صالحین کبھی بھی کسی منافق کی، انصاری جیسی بڑی صفت کے ساتھ مدح وتعریف نہیں کیا کرتے تھے، اگرچہ وہ منافق نسباً انصار کا شریک کیوں نہ ہو(۳)۔

بہرحال اگر وہ شخص منافق نہیں تھے، تو ان سے ان کلمات کا صدور کیوں کر ہوا؟ اس کے جواب میں علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بشریت کی بناء پر، غصے کے وقت، ان کی زبان پر یہ الفاظ بے ساختہ جاری ہوگئے تھے، اور عصمت تو صرف انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہی کے لئے ثابت ہے(۴)۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کی بات اب کوئی کرے گا، تو اس قائل پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے، اور جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس انصاری شخص کو چھوڑنے کا معاملہ ہے، وہ اس لئے ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا حصہ ہے، اور اس زمانے میں لوگوں کو مانوس کیا جارہا تھا، اور نومسلموں کی تالیفِ قلب بھی مطلوب تھی، اس لئے کفار ومشرکین ومنافقین کی بڑی بڑی اذیتوں اور تکلیفوں کے جواب میں صبر وتحمل سے کام لیا جاتا تھا(۵)۔

جہاں تک اس انصاری کے نام کا تعلق ہے تو بعض شراح نے اس سلسلے میں تفصیلی بحث فرمائی ہے، لیکن بظاہر یہاں وہی بات بہتر ومناسب معلوم ہوتی ہے جو علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مشائخ سے نقل

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

(۴) المصدر السابق

(۵) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۲۸۲/۱۲

فرمائی ہے کہ "مجھے اس حدیث کے کسی طریق میں ان کا نام نہیں ملا، اور شاید حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات نے اس شخص کا نام ستر پوشی کی وجہ سے ظاہر نہیں کیا(۱)۔

قوله: "أن كان ابن عمتك"

أن ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ ہے، اور یہ اصل میں لأن تھا، پھر لام کو حذف کر دیا گیا، اور اس طرح کلامِ عرب میں شائع ہے، اور تقدیرِ کلام یوں ہوگی کہ "حكمت له بالتقديم لأجل أنه ابن عمتك"؟(۲)۔

علامہ قرطبی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہاں ہمزہ ممدودہ ہے، اس لئے کہ یہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے(۳)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی روایت میں اس طرح نہیں پایا، اگرچہ ہمزۂ استفہام کا حذف جائز ہے(۴)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہمزہ مکسورہ ہے(۵)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ بعض روایات میں ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ہے، یعنی یہ شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے، ہمیں نہیں ملا، ہاں! عبدالرحمٰن بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ "فقال: اعدل يا رسول الله! وإن كان ابنَ عمتك" اور ظاہر ہے کہ یہاں ہمزہ کسرے کے ساتھ ہے، اور "ابنَ" اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے(۶)۔

آیتِ مبارکہ کی تشریح اور شانِ نزول کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ مبارکہ ﴿فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸۱

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸۳، إرشاد الساري: ۵/۳٤۹

(۳) دیکھئے، فتح الباري: ۵/٤۷

(٤) المصدر السابق

(۵) دیکھئے، شرح الكرماني: ۱/۱۷۵

(٦) دیکھئے، فتح الباري: ۵/٤۷

شجر بينهم﴾ الآية (النساء: ٦٥) کا ذکر فرمایا، یعنی ”سو قسم ہے تیرے رب کی، ان کو ایمان نہ ہوگا، جب تک تجھ ہی کو منصف نہ جانیں، جو جھگڑا اٹھے آپس میں، پھر نہ پاویں اپنے جی میں خفگی، تیرے فیصلہ سے اور قبول رکھیں، مان کر“۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور علوِ مرتبت کے اظہار کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت، جو بے شمار آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہے، اس کی واضح تشریح بیان فرمائی ہے، اس آیت میں قسم کھا کر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن یا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے، کہ اس کے دل میں بھی اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحیثیتِ رسول خود امت کے حاکم اور ہر پیش آنے والے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے ذمہ دار ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکومت اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ کسی کے حَکَم بنانے پر موقوف نہیں (۱)۔

اور علامہ ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر قرطبی سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوگیا، یہودی نے اس خیال سے کہ وہ حق پر تھا، یہ چاہا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرایا جائے کہ آپ بلا کسی کی رعایت کے حق فیصلہ کریں گے، منافق نے چاہا کہ کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرایا جائے، یہودی نے کعب بن اشرف کے پاس جانے سے انکار کردیا، اور سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، اور کسی کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا، آخر یہ طے ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا جائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کردیا، اور یہودی حق پر تھا، تو وہ منافق اس پر راضی نہ ہوا، جب وہ دونوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے تو منافق یہودی کو چمٹ گیا اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلو، وہ ٹھیک فیصلہ کریں گے، منافق کو غالباً یہ گمان ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے حق میں بہت سخت ہیں،

(۱) دیکھئے، معارف القرآن: ۲/۴۶۰، ۴۶۱

اور میں کلمہ گو ہوں، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمقابلۂ یہودی میری رعایت کریں گے، یہودی اس بات پر راضی ہوگیا، اور سمجھا کہ گو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، مگر حق پرست ہیں، دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے فیصلہ چاہا، یہودی نے سارا ماجرا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، یہ سن کر وہ گھر میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں، اور آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں، یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر چلے گئے اور تلوار لے کر آئے، اور آتے ہی اس منافق کو قتل کردیا، اور فرمایا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو، اس کا فیصلہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کیا کرتا ہے، منافق کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قتل کا دعویٰ کیا، اور قسمیں کھانے لگے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صرف اس لئے گئے تھے کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح کرادیں، یہ وجہ نہ تھی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ تھے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، جن میں اصل حقیقت ظاہر کردی گئی (۱)۔

قوله: "قال محمد بن العباس قال أبو عبد الله: ليس احد الخ"

"قال محمد بن العباس" کے قائل فربری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور محمد بن عباس سلمی اصبہانی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصرین میں سے ہیں اور ان کا انتقال امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہوا (۲)۔

اور ابوعبداللہ سے مراد خود امام بخاری ہیں، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صراحت کی ہے کہ عروۃ بن الزبیر عن عبداللہ بن زبیر کے طریق میں امام لیث رحمہ اللہ تعالیٰ متفرد ہیں۔

لیکن علامہ عینی، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول محل نظر ہے، اس لئے کہ امام نسائی، ابن جارود اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ابن وهب عن الليث ويونس جميعا عن ابن شهاب أن عروة حدثه عن أخيه عبد الله بن زبير بن العوام" کے طریق سے اس کی تخریج

(۱) دیکھئے، معارف القرآن للشیخ کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۲/۲٤٨

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٥٠، عمدة القاري: ١٢/٢٨٧

کی ہے(۱)۔

۸ - باب : شُرْبِ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ

جس کا کھیت بلندی پر ہو، وہ نشیبی زمین والے سے پہلے پانی پلالے

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود واضح ہے کہ جس شخص کا کھیت بلندی کی طرف واقع ہو، وہ نشیبی زمین والے سے پہلے اپنے کھیت کو سیراب کرے، اور نہر جہاں سے شروع ہوئی اس کے قریب واقع ہونے والا اعلیٰ ہوگا، اور اسفل جو اس کے بعد ہوگا، اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے(۲)۔

۲۲۳۲ : حدَّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ : خاصَمَ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا زُبَيْرُ ، اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ) . فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ . فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : (اسْقِ يَا زُبَيْرُ ، ثُمَّ يَبْلُغُ الْمَاءُ الْجَدْرَ ، ثُمَّ أَمْسِكْ) . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : فَأَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذٰلِكَ : «فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ» . [ر : ۲۲۳۱]

حضرت عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا کیا، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! اپنے درختوں کو سیراب کرلے، پھر پانی (اپنے ہمسایہ کی طرف) چھوڑ دے، انصاری نے کہا کہ (یہ اس وجہ سے ہے کہ) زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! اپنے درختوں کو پانی پلالے، پھر پانی روکے رکھ،

---

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸۸

(۲۲۳۲) مرّ تخريجه في الباب السابق

یہاں تک کہ وہ کھیت کی منڈیروں تک آجائے اور پھر پانی چھوڑ دے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے میرا خیال ہے کہ یہ آیت ﴿فلا وربك لا یؤمنون﴾ الآیة (النساء: ٦٥) اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تراجم رجال

عبدان

یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عبداللہ

آپ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

معمر

یہ معمر بن راشد ازدی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

الزهری

یہ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

عروة

آپ عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

---

(١) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٦١

(٢) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٦٢

(٣) دیکھئے، کشف الباري: ١/٤٦٥، ٤/٣٢١

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ١/٣٢٦

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ١/٢٩١

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "یا زبیر! اسقه ثم أرسل" سے ہے، اس طرح سے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے زبیر! اپنے درختوں کو سیراب کرا اور پھر پانی کو چھوڑ دیں تو یہ ارسال الماء" پانی کو ہمسایہ کی طرف چھوڑ دینا، بلندی ہی سے ہوسکتا ہے(۱)۔

حدیثِ مبارکہ پر تفصیلی بحث بابِ سابق میں گزر چکی ہے۔

٩ - باب : شِرْبِ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ .

بلند کھیت والا ٹخنوں تک بھر لے

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بتایا تھا کہ جو لوگ جانب اعلیٰ میں ہیں، وہ اپنے کھیتوں کو پہلے سیراب کریں گے، اب یہ بتا رہے ہیں کہ ان کو کتنا پانی اپنے کھیتوں میں لینا چاہیے، تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ٹخنوں تک وہ اپنے کھیتوں میں پانی پہنچائیں گے(۲)۔

فقہاء کے اختلاف کا بیان

ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ ٹخنوں تک پانی وہ اپنے کھیتوں تک پہنچائیں گے(۳)، لیکن بعض حضرات، جیسے ابن کنانہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم کھجور اور دوسرے درختوں کا ہے، لیکن زراعت کا یہ حکم نہیں ہے، اس لئے کہ زراعت اور باغات میں فرق ہوا کرتا ہے(۴)۔

---

(١) دیکھئے، إرشاد الساري: ٣٥١/٥

(٢) دیکھئے، عمدة القاري: ٢٨٨/١٢

(٣) دیکھئے، فتح الباري: ٥١/٥، عمدة القاري: ٢٨٩/١٢

(٤) المصدر السابق

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ زمینیں مختلف ہوتی ہیں، جیسی زمین ہوگی ویسے ہی اس کے لئے پانی درکار ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جدر اور کعبین تک کے لئے جو فرمایا تھا، وہ وہاں کی زمین کے اعتبار سے فرمایا تھا، اب اگر کسی جگہ زمین اس سے مختلف ہے، اور اس کو زیادہ پانی کی ضرورت ہے تو وہاں زیادہ پانی بھی دینے کی اجازت ہوگی (۱)۔

پانی کی تقسیم کی مزید تفصیل

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عام اور مباح، بڑی نہروں سے اپنی زمینوں کو سیراب کرنا چاہے تو اگر نہر کا پانی سبھی کو پورا ہوسکتا ہے، تو جو چاہے، جب چاہے اور جتنا چاہے پانی وہاں سے حاصل کرسکتا ہے (۲)۔

اور اگر چھوٹی نہر ہے، اس کا پانی کم ہے، اور گھاٹ تنگ ہے تو سب سے پہلے بالائی اور قریبی زمین والا اپنی زمین کو سیراب کرے گا، پھر دوسرے کے لئے چھوڑ دے گا اور پھر اسی طرح تیسرے کے لئے پانی کو چھوڑ دیا جائے گا، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ بالائی زمین والا اپنے احیاء میں، نچلی زمین والے سے مقدم ہو، یا دونوں احیاء میں برابر ہو، اور اگر نچلی زمین والا مقدم ہو، تو پانی حاصل کرنے میں بھی وہی مقدم ہوگا (۳)۔

اور اگر بالائی حصہ دار سے کوئی چیز پانی میں سے باقی نہ رہے تو اب دوسروں کا کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے لئے تو فضلِ ماء تھا، اور یہاں فاضل پانی باقی نہ رہا، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میراث میں عصبہ محروم رہ جاتے ہیں (۴)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) رد المحتار: ۲۸۲/۵، المغني: ۵۸۳/۵، حاشية الدسوقي: ۷٤/٤، روضة الطالبين: ۳۰۵/۵، الموسوعة الفقهية: ۳۸۲/۲۵

(۳) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق.

اور اگر دو شخص اول نہر سے قرب میں برابر ہو، تو جہاں تک ممکن ہو پانی ان دونوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، اور اگر ممکن نہ تو ان دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا، اور جس کے حق میں قرعہ نکلے، اس کو مقدم کیا جائے گا، ہاں مگر اس کو سارے پانی کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی، اس لئے کہ دوسرا بھی پانی کے استحقاق میں اس کے مساوی ہے، قرعہ تو تقدیم کے لئے ہے، نہ کہ پانی کے اصل حق کے لئے۔ اور یہ اس صورت کے برخلاف ہے جب کہ ایک بالائی حصہ میں اول نہر کے قریب ہو، اور دوسرا اس سے نچلے حصے میں ہو(۱)۔

اور اگر ایک کی زمین دوسرے کی زمین سے زیادہ ہو، تو پانی زمینوں کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا، اس کے لئے کہ جس کی زمین زائد ہے، وہ باعتبارِ قرب کے کم زمین والے کے مساوی ہے، لہٰذا یہ پانی کے پورے حصے کا حق دار ہوگا، جیسا کہ اگر ان کے ساتھ کوئی تیسرا شخص بھی ہو، تو اس کو بھی حصہ دیا جاتا ہے(۲)۔

۲۲۳۳ : حدَّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خاصَمَ الزُّبَيْرَ في شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ ، يَسْقِي بِهَا النَّخْلَ . فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (اسْقِ يَا زُبَيْرُ – فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ – ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جارِكَ) . فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : أَنْ كانَ ابْنَ عَمَّتِكَ ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ . ثُمَّ قالَ : (اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ ، حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ) . وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : وَاللهِ إِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذٰلِكَ : «فلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيما شَجَرَ بَيْنَهُمْ» . قالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ : فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ : (اسْقِ ، ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ) . وَكانَ ذٰلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ . [ر : ۲۲۳۱]

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے حرہ کے نالے میں، جس سے کھجور کے درختوں کو سیراب کرتے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا کیا، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! اپنے درختوں

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۲۲۳۳) مرّ تخریجه في باب سکر الأنهار

کو سیراب کرلے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حسنِ سلوک کا حکم دیا اور فرمایا: پھر پانی اپنے ہمسایہ کی طرف چھوڑ دے، انصاری نے کہا: یہ اس وجہ سے کہ زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں، یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زبیر! اپنے درختوں کو پانی پلا دو، پھر پانی روکے رکھ، یہاں تک کہ وہ کھیت کی منڈیروں تک آجائے، اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو واجبی حق تھا، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورا دلا دیا، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ واللہ! یہ آیت ﴿فلا وربك لا يؤمنون﴾ الآية اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(ابن جریج فرماتے ہیں کہ) ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا کہ انصار اور دوسرے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد "اسق ثم احبس" یعنی پانی روک لے، یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک پہنچے، سے یہ اندازہ کیا کہ پانی ٹخنوں تک بھر جائے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ منڈیر ہی اصل ہے۔

تراجمِ رجال

محمد

یہ محمد بن سلام بیکندی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

مَخْلَد

یہ مخلد بن یزید قرشی حرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن جُریج

عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۹۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب أبواب الأذان، باب ماجاء في الثوم النيء والبصل الخ

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله

ابن شهاب

یہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عروۃ

آپ عروۃ بن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۲)۔

حلِ لغات

استوعیٰ: باب استفعال سے بمعنی پورا لینا، سارا لینا، مجرد میں ضرب سے مستعمل ہے، وَعَی یَعِی وعیاً، بمعنی جمع کرنا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "وکان ذلك إلی الکعبین" سے واضح ہے(۴)۔

قولہ: "قال لی ابن شهاب رحمه الله تعالیٰ فقدرت الأنصار الخ"

یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری کا مقولہ ہے جو کہ ان سے عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کر رہے ہیں(۵)۔

قولہ: "الجذر هو الأصل"

یہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لفظ "جذر" کی تفسیر ہے، اور یہ یہاں صرف مستملی کے

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۱

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۸٦٦

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۸۸

(٥) المصدر السابق

نسخے میں ہے(۱)۔

صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ یہاں "جدر" سے مراد منڈیر ہے، جو کہ کھیت کے اطراف میں قائم کی جاتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جدار (دیوار) میں ایک لغت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دیوار کی جڑ کو کہتے ہیں(۲)، اور بعض روایات میں جُدر بھی ضبط کیا گیا ہے جو کہ "جدار" کی جمع ہے(۳)۔

۱۰ – باب : فَضْلِ سَقْيِ المَاءِ.

پانی پلانے کی فضیلت

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ پانی پلانے میں بڑی فضیلت ہے، اور اس فضیلت کے لئے انہوں نے عبداللہ بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت نقل فرمائی ہے، اور اس میں ہے کہ "فی کل کبد رطبة أجر" یعنی "ہر جاندار جو زندہ ہے، اس کو پانی پلانے میں ثواب ہوتا ہے، چاہے اس کا پالنا جائز ہو یا ناجائز، اور دیگر کئی احادیثِ مبارکہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں(۴)۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں دونوں طرح کے جانوروں پر رحم کرنے کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

۲۲۳٤ : حدثنا عبد الله بن يوسف : أخبرنا مالك ، عن سُمَيٍّ ، عن أبي صالح ، عن أبي هريرة رضي الله عنه : أن رسول الله ﷺ قال : (بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ ، يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ ، فَقَالَ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي ، فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ) . قالوا : يا رسول الله ، وإنَّ لنا في البهائم أجرًا ؟ قال : (في كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٥٤

(۲) دیکھئے، النهاية: ١/٢٤

(۳) المصدر السابق

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٨٩، الأبواب والتراجم: ١٧٤

أجْرٌ) .

تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، وَالرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ : عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ . [ر : ۱۷۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستہ میں جارہا تھا کہ اس کو شدت کی پیاس لگی، چنانچہ وہ کنویں میں اترا، اور پانی پیا، پھر اندر سے نکلا تو دیکھا ایک کتا ہانپ رہا ہے، اور پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے، تو اس نے (اپنے دل میں) کہا کہ بلاشبہ اس کو وہی تکلیف پہنچی جو مجھ کو پہنچی، پھر یہ کنویں میں اترا، اور اپنا موزہ پانی سے بھرا، پھر اس کو منہ میں تھام کر، اوپر چڑھا، اور کتے کو پانی پلایا، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر کی، اور اس کی مغفرت کردی، یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا جانوروں کو پانی پلانے میں بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر تازہ جگر والے میں ثواب ہے۔

تراجم رجال

عبداللّٰہ بن یوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

(۲۲۳٤) أخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ أيضاً في كتاب الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم الخ، رقم: ۱۷۳، وفي كتاب الأذان، باب فضل التهجير إلى الظهر، رقم: ٦٥٢، وفي كتاب الأدب رحمة الناس والبهائم، رقم: ٦٠٠٩، ومسلم رحمه الله تعالىٰ في كتاب السلام، باب فضل سقي البهائم المحترمة وإطعامها، رقم: ٢٢٤٤، وأبو داود رحمه الله تعالىٰ في كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم، رقم: ٢٥٥٠، ومالك رحمه الله تعالىٰ في موطئه، في كتاب صفة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ....، باب جامع ما جاء في الطعام والشراب إلخ، رقم: ١٦٦٦، وأحمد رحمه الله تعالىٰ في مسنده، رقم: ٨٦٧٦، ١٠٥٢٦

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۸۹، ٤/۱۱۲

مالك

امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

سُمَی

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے مولیٰ ہیں(۲)۔

أبی صالح

یہ ابوصالح ذکوان مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے(۴)۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔

فوائد

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں مخلوق کے ساتھ احسان واکرام کی ترغیب ہے، اور یہ بھی کہ پیاسوں کو پانی پلانا بڑی نیکیوں میں سے ہے، حتیٰ کہ بعض تابعین سے منقول ہے کہ جس کے گناہ زیادہ ہوجائے، وہ لوگوں کو پانی پلانے کا اہتمام کرے، اس لئے کہ جب اس شخص کے گناہوں کو بخش دیا گیا جس نے پیاسے کتے کو پانی پلایا، تو آپ کا کیا گمان ہے، اس شخص کے گناہوں کی بخشش کے سلسلے میں جو کہ مسلمانوں کو پانی پلائے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۰، ۲/۸۰

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب أبواب الأذان، باب الإستهام في الأذان

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٨

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٩

(٥) دیکھئے، عمدۃ القاري: ۱۲/۲۹۲، إرشاد الساري: ٥/۳٥٦

قوله: "تابعه حمّاد بن سلمة والربيع بن مسلم عن محمد بن زياد"

یہ متابعت بعض نسخوں میں نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے متداولہ نسخے کے متن میں موجود نہیں ہے(۱)، شُرّاحِ بخاری نے بھی اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے(۲)۔

حماد بن سلمۃ کی متابعت کا ذکر تو کتبِ حدیث میں نہیں ملا، اور ربیع بن مسلم کی متابعت کو حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المستخرج علی صحیح مسلم" میں اپنی سند سے موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔

٢٢٣٥ : حدّثنا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوفِ ، فَقَالَ : (دَنَتْ مِنِّي النَّارُ ، حَتَّى قُلْتُ : أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ . فَإِذَا امْرَأَةٌ – حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ – تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ ، قَالَ : مَا شَأْنُ هٰذِهِ ؟ قَالُوا : حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا) . [ر : ٧١٢]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھی، پھر (نماز کے بعد) فرمایا کہ دوزخ مجھ سے اتنی قریب ہوئی کہ میں کہنے لگا: اے پروردگار! کیا میں بھی دوزخ والوں میں سے ہوں، دیکھا کہ ایک عورت ہے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ

(۱) دیکھئے، صحیح البخاري: ۱/۳۱۸، قدیمی

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٥٤، عمدة القاري: ۱۲/۲۹۳، إرشاد الساري: ٥/٣٥٦

(۳) دیکھئے، تغلیق التعلیق: ٣/٣١٥

(٢٢٣٥) أخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ أيضاً في كتاب الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، رقم: ٧٤٥، وفي الأدب المفرد: رقم: ٣٧٤، ومسلم رحمه الله تعالىٰ في كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في صلاة الكسوف من أمر الجنة الخ، رقم: ٩٠٤، والنسائي رحمه الله تعالىٰ، في سننه الكبرىٰ، كتاب كسوف الشمس والقمر، رقم: ١٨٤٨، والدارمي رحمه الله تعالىٰ في سننه، في كتاب الصلاة، أبواب العيدين، رقم: ٢٧٢٤، وابن ماجه رحمه الله تعالىٰ في سننه، رقم: ١٠٥٢

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی اس عورت کو نوچ رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟ فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے (دنیا میں) اس بلی کو باندھ کر رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی۔

تراجم رجال

ابن أبي مريم

یہ سعید بن حکم بن ابی مریم جمحی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

نافع

یہ نافع بن عمر بن عبداللہ جمحی قرشی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن أبي مليكه

اس سے مراد عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہما اللہ تعالیٰ کا تسامح

ان حضرات نے "ابن ابی ملیکہ" کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہے (۴)، حالانکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب التہذیب میں اور علامہ مزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تہذیب الکمال (۵) میں صراحت کی ہے کہ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مراد عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٤/١٠٦

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٤/١٠٧

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٥٤٨

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٩٣، إرشاد الساري: ٣٥٦

(٥) دیکھئے، تقریب التهذیب: ٢/٤٨٤، تهذیب الکمال: ١٥/٢٥٦

أسماء بنت أبي بكر

آپ ذات النطاقین حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہما ہیں(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طور پر ہے کہ اس عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو پیاسا رکھا تو اس حدیث کا مقتضی یہی ثابت ہوا کہ اگر وہ اس کو پانی پلا دیتی تو اس کو عذاب نہ دیا جاتا(۲)۔

قوله: "فإذا امرأة"

یہاں یہ بحث ہوئی ہے کہ یہ عورت مسلمہ تھی یا کافرہ۔ روایتِ باب میں اس پر کوئی تصریح نہیں ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ عورت کافرہ تھی اور اس کو عذاب اس کے کفر ہی کی وجہ سے دیا جا رہا تھا، اور اس عذاب میں زیادتی بلی کو بھوکا پیاسا مارنے کی وجہ سے تھی، اور وہ مؤمنہ نہ ہونے کی وجہ سے اس زیادتیِ عذاب کی بھی مستحق ہوئی تھی، اگر وہ مؤمنہ ہوتی تو اس کے صغائر تو کبائر سے اجتناب کی وجہ سے ویسے ہی معاف کر دیئے جاتے(۳)۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وہ عورت مسلمہ تھی، اور اس کو عذاب اس بلی کی وجہ سے دیا جا رہا تھا، جیسا کہ ظاہرِ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے، اور یہ گناہ صغائر میں سے نہیں تھا، بلکہ اس کے اصرار کی وجہ سے کبیرہ بن چکا تھا، اور پھر حدیث میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ وہ عورت مخلّد فی النار تھی(۴)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٣/٤٨٧

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٥٤

(۳) دیکھئے، المنهاج شرح صحيح مسلم: ١٤/٤٦٠

(٤) المصدر السابق

لیکن مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایات نقل کی ہے(۱)۔ جس میں انہوں نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ عورت کافرہ تھی۔

۲۲۳۶ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (عُذِّبَتِ ٱمْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْها حَتَّى ماتَتْ جُوعًا ، فَدَخَلَتْ فِيها ٱلنَّارَ) . قالَ : فَقالَ وَٱللهُ أَعْلَمُ : (لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِها وَلَا سَقَيْتِها حِينَ حَبَسْتِيها ، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِها فَأَكَلَتْ مِنْ خَشاشِ ٱلْأَرْضِ) . [۳۲۹۵ ، ۳۱٤۰]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کو عذاب دیا گیا ایک بلی کی وجہ سے، کہ اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا، یہاں تک کہ وہ بھوک (پیاس) سے مرگئی، چنانچہ اس بلی کی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں داخل ہوئی اور فرمایا پھر (اللہ تعالی نے یا جہنم کے داروغہ مالک نے) اس سے کہا، اللہ خوب جانتا ہے، نہ تُو نے اس کو کھلایا اور نہ پانی پلایا، جب تو نے اس کو باندھا، اور نہ تو نے اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔

حل لغات

خَشاش: کیڑے مکوڑے، حشرات الارض، اس کا واحد خَشاشَةٌ ہے(۲)۔

تراجم رجال

إسماعيل

یہ اسماعیل بن ابی اُویس رحمہ اللہ تعالی ہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، مجمع الزوائد: ۱/۱۲۱، ۱۰/۱۹۳

(۲۲۳٦) مرّ تخريجه في الحديث السابق

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/۳٥۷

(۳) دیکھئے، النهاية: ۱/٤۹۲

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۱۱۳

مالك

امام مالک بن أنس بن مالک بن أبی عامر، ابوعبداللہ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

نافع

آپ نافع رحمہ اللہ تعالیٰ مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۲)۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیث سابق کی طرح ہے۔

١١ - باب : مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الحَوْضِ وَالقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ .

حوض یا مشکیزے کا مالک اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

ترجمۃ الباب کا مقصد

ترجمۃ الباب کی غرض تو ظاہر ہے کہ جو آدمی کسی حوض یا مشکیزے کا مالک ہے، وہ اپنے پانی کا زیادہ حق رکھتا ہے، اور اس میں دوسروں کا حق نہیں ہے(۴)۔

صاحب بدائع، علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی چار قسموں پر ہے(۵):

۱- وہ پانی جو برتنوں وغیرہ میں محفوظ کرلیا جائے، تو وہ پانی صاحب برتن وغیرہ کا مملوک ہے، اور اس کو

(١) دیکھیے، کشف الباري: ١/٢٩٠، ٢/٨٠

(٢) دیکھیے، کشف الباري: ٤/٦٥١

(٣) دیکھیے، کشف الباري: ١/٦٣٧

(٤) دیکھیے، عمدة القاري: ١٢/٢٩٤

(٥) دیکھیے، بدائع الصنائع: ٨/٢٩٣، باختصار

اس میں مالکانہ تصرف کا مکمل اختیار ہے، اور کسی دوسرے کا اس پانی میں کوئی حق نہیں ہے۔

۲- وہ پانی جو کہ حوض یا چشمے میں ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے وہ اس کو اپنی ضرورتوں میں صرف کرے، اور جو اس کی ضرورت سے زائد پانی ہے، اس سے کسی کو روکنا اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

۳- انہارِ صغیرہ کا پانی ہے۔

۴- انہارِ کبیرۃ کا پانی ہے، جیسے دجلۃ وفرات ہیں، ان میں تمام لوگ مساوی الحکم ہیں، کسی کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان مذکورہ صورتوں میں سے پہلی صورت کا حکم بیان کیا ہے۔

٢٢٣٧ : حدثنا قتيبة : حدثنا عبد العزيز ، عن أبي حازم ، عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال : أتي رسول الله ﷺ بقدح فشرب ، وعن يمينه غلام هو أحدث القوم ، والأشياخ عن يساره . قال : (يا غلام ، أتأذن لي أن أعطي الأشياخ) . فقال : ما كنت لأوثر بنصيبي منك أحدا يا رسول الله . فأعطاه إياه . [ر : ٢٢٢٤]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوش فرمایا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا، جو لوگوں میں سب سے کم سن تھا، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں جانب عمر دراز حضرات تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں پہلے بوڑھوں کو دوں، تو اس نے کہا کہ میں آپ کے جھوٹے (تبرک) کا اپنا حصہ کسی کو دینے والا نہیں ہوں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔

(٢٢٣٧) مرّ تخريجه في باب في الشرب وقول الله تعالى: ﴿وجعلنا من الماء كلّ شيء حيّ﴾ الآية

تراجم رجال

قتيبة

یہ قتیبہ بن سعید ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

عبد العزيز

یہ عبدالعزیز بن ابی حازم سلمۃ بن دینار مخزومی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابو حازم

یہ سلمۃ بن دینار مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

سهل بن سعد

حضرت سہل بن سعد ساعدی انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۴)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت پر اشکال

علامہ مہلب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارکہ اور ترجمۃ الباب میں کوئی مناسبت نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث میں تو صرف اس کا تذکرہ ہے کہ دائیں جانب بیٹھنے والا پیالے یا کسی چیز کا زیادہ حق دار ہے، اور اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ صاحبِ ماء اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے (۵)۔

علامہ ابن المنیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیثِ باب اور ترجمۃ الباب میں مناسبت موجود

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱۸۹/۲

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد

(۳) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب غسل المرأة أباها الدم عن وجهه

(٤) المصدر السابق

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۹٤/۱۲، إرشاد الساري: ۳۵۸/۵

ہے اور وہ اس طرح کہ جب صرف دائیں طرف بیٹھنے کی وجہ سے، کوئی شخص پانی کے پیالے کا مستحق ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے کسی اور کو دینے کی اجازت طلب فرما رہے ہیں، تو جو شخص برتن میں پانی لے لے گا تو بدرجہ اولیٰ اپنے اس پانی میں اس کا استحقاق ثابت ہو جائے گا(۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رد

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ یہ جواب درست نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں استحقاقوں میں فرق بالکل واضح ہے، داہنی جانب ہونے کی وجہ سے اس کو جو استحقاق حاصل ہوا ہے وہ لازم نہیں ہے، اسی لئے اگر اسے منع کر دیا جائے تو اب اس مستحق کو طلبِ شرعی کا حق حاصل نہیں ہے، بخلاف صاحبِ ید کے استحقاق کے کہ اسے طلبِ شرعی کا بھی حق حاصل ہے(۲)۔

علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ کا جواب

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت برتن اور حوض کے پانی کو پیالے کے مشروب پر قیاس کرنے کی وجہ سے ہے، اس طرح سے کہ صاحبِ پیالہ کو اس پیالہ کو پینے اور اس میں تصرف کرنے کا حق یقیناً دوسروں سے زیادہ ہے(۳)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقد

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا(۴)، پھر وہ فرماتے ہیں کہ اگر بہت تکلف کیا جائے تو حدیثِ مبارک کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ثابت ہو سکتی ہے کہ استحقاق

(۱) المتواري على تراجم البخاري، ص: ۲٦٥

(۲) عمدة القاري: ۱۲/۲۹٥

(۳) دیکھئے، شرح الكرماني: ۱۰/۱۸۰، فتح الباري: ٥/٥٥

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۹٥

کے لزوم یا عدم لزوم سے قطع تعلق کرتے ہوئے صاحب حوض مجرد استحقاق میں صاحب پیالہ کی طرح ہے(۱)۔

۲۲۳۸ : حدثني محمد بن بشار : حدثنا غندر : حدثنا شعبة ، عن محمد بن زياد : سمعت أبا هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : (والذي نفسي بيده ، لأذودن رجالاً عن حوضي ، كما تذاد الغريبة من الإبل عن الحوض) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تو (قیامت کے دن) کچھ لوگوں کو اپنے حوض سے اس طرح ہٹاؤں گا جیسے پرایا اونٹ حوض سے ہٹایا جاتا ہے۔

حلِ لغات

لأذودن: نصر سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، ذاد ذوداً وزیاداً بمعنی دفع کرنا، ہٹانا، دھتکارنا (۲)۔

تراجمِ رجال

محمد بن بشار

یہ بندار ابوبکر، محمد بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

غندر

یہ غندر، محمد بن جعفر بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲۲۳۸) وأخرجه مسلم في الفضائل، باب إثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته، رقم: ۵۹۹۳، ولم يخرجه أحد سوى البخاري ومسلم من أصحاب الستة، وانظر جامع الأصول، الكتاب التاسع في القيامة، الباب الثاني، الفصل الرابع، النوع الثاني، رقم: ۸۰۰۳

(۳) دیکھئے، النهاية: ۱/۶۱٤

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۳/۲۵۸

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۵۰

شعبة

یہ شعبۃ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

محمد بن زیاد

یہ ابوحارث، محمد بن زیاد جمحی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے(۳)۔

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "کما تُذاد الغریبة من الإبل عن الحوض" سے ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا کہ میں بعض لوگوں کو اپنے حوض سے اسی طرح بھگاؤں گا جیسا کہ صاحب حوض اجنبی اونٹوں کو بھگا دیتے ہیں، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر بھی نہیں فرمائی، جس سے صاحب حوض کا اپنے حوض کے پانی پر زیادہ استحقاق ثابت ہوتا ہے(۴)۔

علامہ عینی اور علامہ مہلب رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قولہ: "لأذودنّ رجالاً عن حوضي" کی وجہ سے ہے، یعنی چونکہ حوض کی نسبت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی، تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس حوض کے پانی کے زیادہ حق دار ہے، اسی طرح پینے میں بھی صاحب حوض اپنے پانی کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباری: ۱/۶۷۸

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الوضوء، باب غسل الأعقاب

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۶۵۹

(٤) دیکھئے، فتح الباري: ٥/٥٦

(٥) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۹۵، فتح الباري: ٥/٥٦

علامہ ابن المنیر مالکی کا ان حضرات کے جواب پر رد

علامہ ابن منیر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا قول درست نہیں ہے، اس لئے کہ احکامِ دنیا کو احکامِ آخرت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (۱)، لہٰذا درست یہ ہے کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قولہ "کما تذاد الغریبة من الإبل" سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

تشریح

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکور اپنے معنی کے اعتبار سے تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہے، اسی لئے حوضِ کوثر پر ایمان لانا، اہلِ سنت والجماعت کے معتقدات کا ایک جزوِ لازمی ہے (۲)، اسی لئے اہلِ عقائد وکلام نے اپنے متون میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ "والحوض الذي أكرمه الله تعالىٰ به غياثاً لأمته حق (العقيدة الطحاوية) والحوض حق لقوله تعالىٰ: ﴿إنا أعطينك الكوثر﴾ (العقيدة النسفية).

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہت بڑی جماعت نے اس مضمون کی احادیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت أبو بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت أبو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حارثۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مستورد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت أبو برزۃ

---

(۱) دیکھئے، المتواري على تراجم البخاري: ٢٦٥

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٩٥، ٢٩٦

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو اُمامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سوید بن جبلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خولۃ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم (۱)۔

قوله: "لأذودن رجالا عن حوضي"

وہ لوگ جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حشر کے دن اپنے حوض سے ہٹائیں گے، ان سے کون مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ابن التین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ منافقین ہیں (۲)، ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مراد اہلِ بدعت ہیں (۳)، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مرتدین مراد ہیں (۴)۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان لوگوں کا حال رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسے پوشیدہ رہا، حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ میرے سامنے میری امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں (۵)۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے مؤمنین موحدین کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، نہ کہ منافقین اور کافرین کے (۶)۔

---

(۱) عمدة القاري: ۱۲/۲۹٦، إرشاد الساري: ٥/۳٥۹

(۳) المصدر السابق

(٤) المصدر السابق

(٥) عمدة القاري: ۱۲/۲۹٦

(٦) المصدر السابق

٢٢٣٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَرْحَمُ ٱللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ : لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - كَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا) . وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ ، فَقَالُوا : أَتَأْذَنِينَ أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ . قَالُوا : نَعَمْ . [٣١٨٣ – ٣١٨٥]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں پر رحم کرے، اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتی، یا یوں فرمایا: اگر وہ زمزم سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ ایک جاری چشمہ ہوتا، اور قبیلہ جرہم کے لوگ ان کے پاس آئے، اور کہنے لگے: کیا آپ ہمیں اپنے پاس اترنے کی اجازت دیتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

تراجم رجال

عبد اللّٰہ بن محمد

یہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفی مسندی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔ یاد رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیوخ میں عبداللہ بن محمد نامی شیوخ کی تعداد آٹھ ہیں (۳)۔

---

(١) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في أحاديث الأنبياء، باب "يزفون"، رقم: ٢٣٦٢، ٢٣٦٤، ٢٣٦٥، ولم يخرجه أحد من أصحاب الستة سوى البخاري رحمه الله تعالى ، انظر: جامع الأصول: ٢٩٧/١٠، الكتاب الثامن، قصة ابراهيم واسماعيل وأمه عليهم السلام، رقم: ٧٨١٩

(٢) دیکھئے، كشف الباري: ٦٥٧/١

(٣) دیکھئے، مفتاح صحيح البخاري: ٩٤، ٩٥

عبد الرزاق

یہ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

معمر

یہ معمر بن راشد ازدی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

أیوب

یہ أیوب بن أبی تیمیہ کیسان سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

كثیر بن كثیر

نام ونسب

آپ كثیر بن كثیر بن مُطَّلِب بن أبی وَدَاعة بن صُبَیْرة بن سُعَید بن سَعْد بن سَهْم قُرشی سَہْمِی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

آپ جعفر بن کثیر اور عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھائی ہیں(۵)۔

اساتذہ

آپ سعید بن جُبیر، علی بن عبداللہ ازدی بارقی اور اپنے والد محترم کثیر بن مطلب بن ابی وداعۃ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۶)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ٤٢١/٢

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ٤٦٥/١، ٣٢١/٤

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ٢٦/٢

(٤) دیکھئے، تهذیب الکمال: ١٥١/٢٤

(٥) المصدر السابق

(٦) دیکھئے، تهذیب الکمال: ١٥١/٢٤، ١٥٢

تلامذه

ابراہیم بن نافع مکی، سالم خیاط، سفیان بن عیینہ، عبدالملک بن جریج، معمر بن راشد اور ہشام بن حسان آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات نقل کرتے ہیں(۱)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة"(۲)۔

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة"(۳)۔

محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كان شاعراً، قليل الحديث" (٤)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لا بأس به"(۵)۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تذکرہ "ثقات" میں کیا ہے(۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ثقة، من السادسة"(۷)۔

سعید بن جبیر

آپ سعید بن جبیر کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۸)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ بھی گزر چکا(۹)۔

---

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے، العلل ومعرفة الرجال: ۱۲۹/۱

(۳) دیکھئے، الجرح والتعدیل: ۷، رقم الترجمة: ۸۶۷

(٤) دیکھئے، طبقات لابن سعد رحمه الله تعالیٰ: ٤٨٥/٥

(۵) دیکھئے، تهذيب الكمال: ۱۵۲/۲٤

(۶) دیکھئے، "الثقات": ۳٤۹/۷

(۷) دیکھئے، تقريب التهذيب: ۱٤۲/۲

(۸) دیکھئے، کشف الباري: ٤۳۵/۱، ٤۱۸/٤

(۹) دیکھئے، کشف الباري: ٤۳۵/۱، ۲۰۵/۲

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولها لجرهم "ولا حق لكم في الماء" سے مأخوذ ہے، یعنی حضرت ہاجرہ کا قبیلہ جرہم والوں سے یہ کہنا کہ "پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں" یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دیگر لوگوں سے زیادہ اس چشمے کی حق دار تھی، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قصے پر کوئی انکار بھی نہیں فرمایا، اور شرائع ما قبلنا اگر بغیر نکیر کے بیان کی جائے تو ہمارے حق میں بھی حجت ہوتی ہے (۱)۔

قوله: "يزيد أحدهما على الآخر"

یعنی ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور کثیر بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں اس روایت میں کچھ مضمون زائد نقل کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "صاحبِ کواکب" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی روایت، دو اعتباروں سے مزید اور مزید علیہ دونوں کی حیثیت رکھتی ہے (۲)۔

قوله: "يرحم الله أم اسماعيل"

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (۳) کہ جب شام میں قحط سالی ہوئی، تو ابراہیم علیہ السلام اپنے ساتھ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہم السلام کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے، اور اس وقت مصر میں فراعنۂ مصر میں سے پہلے فرعون کی حکومت تھی، اور پھر حضرت ابراہیم وحضرت سارہ علیہم السلام کو فرعونِ مصر کی طرف سے جو تکلیف پہنچی، اس کا قصہ اہلِ تاریخ وسِیَر میں معروف ہے، بہر حال آخری بات یہ ہوئی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سارہ کو اس فرعون سے نجات عطا فرمائی، اور اس پر ان کا ایسا رعب طاری فرمایا کہ اس نے ان کی خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ کو انہیں دے دیا، مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۹۶/۱۲، بتفصيل

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۵۹/۱۰

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۹۷/۱۲

ہاجر حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی، جب کہ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی، اور پھر جب مصر پر ایک دوسرے بادشاہ نے حملہ کیا اور غلبہ حاصل کیا تو ان کے والد کو قتل کر دیا، اور ان کو باندی بنا دیا، اور پھر انہی کو اس بادشاہ نے حضرت سارہ کی خدمت میں پیش کیا، اور حضرت سارہ نے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا، اور پھر انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل اور ہاجر علیہما السلام کو حکمِ خداوندی سے مکہ کے بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑا، جس کا طویل قصہ معروف ہے، مختصر یہ کہ حضرت ہاجر کے پاس اس وقت پانی کی ایک چھوٹی مشک تھی، وہ ختم ہو گیا اور جب پیاس کی شدت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہیں لے کر زمزم کی جگہ تک آئے، اور وہاں اپنی ایڑی ماری، تو وہاں ایک چشمہ جاری ہو گیا، اور اس لئے زمزم کو "رکضۃ جبریل" بھی کہا جاتا ہے، جب چشمہ ابلنے لگا تو حضرت ہاجرا اپنے مشک میں اس کا پانی ذخیرہ کرنے لگی، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی قصہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ "یرحم اللہ ام إسماعیل لو ترکت زمزم لکانت عیناً معیناً" اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اب آپ اس شہر میں رہنے والوں پر پیاس کا خوف نہ کریں، بے شک یہ ایسا چشمہ ہے کہ اس میں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مہمان پانی پیا کریں گے، پھر یہاں سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ شام جانے کے ارادے سے گزرے، اور انہوں نے مکہ مکرمہ کی وادی کے نیچے کی طرف پڑاؤ ڈالا، تو انہوں نے پہاڑ پر پرندوں کو اڑتے دیکھا وہ کہنے لگے یہ پرندے تو پانی پر اڑا کرتے ہیں، اور ہم تو اس وادی سے گزرتے رہتے ہیں، یہاں تو کہیں پانی کا نام ونشان نہیں تھا، تو اس طرح وہ پانی کی طرف آ گئے، پھر انہوں نے حضرت ہاجر سے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں رہا کریں، اور پانی آپ ہی کا ہوگا، انہوں نے اجازت دے دی، تو اس طرح یہ اولین لوگ تھے، جنہوں نے وہاں سکونت اختیار کی، اور وہ وہیں رہے یہاں تک کہ حضرت اسماعیل جوان ہوئے اور انہیں سے فصیح وبلیغ عربی سیکھی، اور پھر حضرت ہاجر کا انتقال ہو گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انہی کی ایک خاتون سے شادی کی، جس کا نام جداء بنت سعد عملاقی تھا۔ اور ان کے قصے میں

بہت سی تفاصیل ہیں جو کہ تاریخ وسِیَر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں(۱)۔

بنو جرہم کی کچھ تفصیل

بنو جرہم دو قسموں پر ہیں، پہلے وہ جرہم جو قوم عاد کے زمانے میں تھے، وہ تو ہلاک ہو گئے اور ان کے نشانات وآثار بھی مٹ گئے اور وہ عرب بائدہ کہلاتے ہیں اور دوسرے وہ جو جرہم بن قحطان کی اولاد میں سے ہیں، یہ جرہم بن قحطان، یعرب بن قحطان کا بھائی تھا، یعرب یمن کے علاقوں کا حکمران تھا اور جرہم حجاز کا، ان کا نسب بعض اہلِ تاریخ نے یوں نقل کیا ہے کہ جرہم بن قحطان بن عامر بن شالخ بن أرفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام(۲)۔

۲۲٤۰ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ : رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِيَ وَهُوَ كَاذِبٌ . وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ . وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ . فَيَقُولُ اللهُ : الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ) .

قَالَ عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ . [ر : ۲۲۳۰]

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۲۹۷

(۲) المصدر السابق

(۲۲٤۰) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في المساقاة، باب إثم من منع ابن السبيل من الماء، رقم: ۲۳٥۸، وفي الشهادات، باب اليمين بعد العصر، رقم: ۲٦۷۲، وفي الأحكام، باب من بايع رجلاً لا يبايعه إلا للدنيا، رقم: ۷۲۱۲، وفي التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة﴾ رقم: ۷٤٤٦، وأخرجه مسلم رحمه الله تعالى في الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية الخ، رقم: ۲۹۷، وأبو داود رحمه الله تعالى في البيوع، باب في منع الماء، رقم: ۳٤۷٤، ۳٤۷٥، والنسائي رحمه الله تعالى في البيوع، باب الحلف الواجب للخديعة في البيع، رقم: ٤٤٦۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں، جن سے قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ بات نہیں کریں گے اور نہ ان کی طرف نظرِ (کرم) فرمائے گا، ایک وہ شخص جس نے اپنے سامان پر قسم کھائی کہ مجھ کو اس سامان کے اتنے روپے ملتے تھے، حالانکہ وہ جھوٹا ہے، دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی، تاکہ ایک مسلمان آدمی کا مال مار لے، اور تیسرا وہ شخص جس نے فاضل پانی روک لیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ جیسے تو نے (دنیا میں) اس فاضل پانی کو روک لیا تھا، جو تیرا بنایا ہوا نہیں تھا آج میں اپنا فضل تجھ سے روک لیتا ہوں۔

تراجمِ رجال

عبدالله بن محمد

یہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفی مسندی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

سفيان

یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

عمرو

یہ عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

أبي صالح

یہ ابوصالح ذکوان مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

(١) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٥٧

(٢) دیکھئے، کشف الباري: ١/٢٣٨، ٣/١٠٢

(٣) دیکھئے، کشف الباري: ٤/٣٠٩

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ١/٦٥٨

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۱)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "ورجل منع فضل ماء" سے ماخوذ ہے، اس لئے کہ وہ شخص زائد اور فاضل پانی کو لوگوں سے روکنے کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوا، تو یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنے اصل اور ضرورت کے مطابق پانی کا، جو کہ اس کے حوض یا مشکیزے میں موجود ہے، دوسروں سے زیادہ حق دار ہے(۲)۔

قوله: "قال علي حدثنا سفيان الخ"

یعنی علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ہمارے سامنے کئی مرتبہ عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا، اور انہوں نے اس حدیث کو ابوصالح ذکوان رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا اور ابوصالح اس حدیث کی سند کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔

تعلیق کا مقصد

مقصود یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ اس حدیث کو اکثر مرسل بیان کیا کرتے تھے، تو اس وجہ سے اس کے مرسل ہونے کا وہم نہیں کرنا چاہئے بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث موصول ہے اور انہوں نے اسے حفاظِ حدیث سے موصولاً سنا ہے، جیسا کہ حدیثِ باب میں ہے اور عمرو الناقد نے بھی اس کو موصولاً ذکر کیا ہے، اسی طرح امام مسلم نے بھی سفیان عن عمرو عن أبي صالح عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق سے اس کو موصولاً ذکر کیا ہے(۳)۔ اور علامہ اسماعیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرماتے ہیں کہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی، عبداللہ بن یونس، محمد ابن ابی الوزیر اور محمد بن یونس وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی متابعت کی

---

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ١/٦٥٩

(۲) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٢٦٨، إرشاد الساري: ٥/٣٦١

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٦١، عمدة القاري: ١٢/٢٩٨

ہے اور روایتِ مذکورہ کو موصولاً بیان کیا ہے (۱)۔

۱۲ – باب : لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ .

محفوظ چراگاہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے

حلِ لغات

حِمَى: چراگاہ کہ جس میں دوسروں کے جانوروں کو چَرانے کی ممانعت ہو، ہر وہ چیز جس کی حفاظت کی جائے (۲)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امراءِ عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جنگلوں میں کوئی بھی چراگاہ اپنے لئے مخصوص کرلیا کرتے تھے، ان کے جانور تو اس میں چرتے تھے، دوسرے لوگوں کو اس میں جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمادیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ان کے قائم مقام خلیفہ کے سوا کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے زمانہ جاہلیت کی طرح دوسروں کو روک کر اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کرلے (۳)۔

٢٢٤١ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ) . وَقَالَ : بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّقِيعَ ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ . [٢٨٥٠]

---

(۱) دیکھئے، فتح الباري: ٤٤/٥

(۲) دیکھئے، النهاية: ٤٣٨/١، ٤٣٩

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ٣٦٣/٥، عمدة القاري: ٢٩٩/١٢

(٢٢٤١) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في الجهاد، باب أهل الدار يُبيّتون فيصاب الولدان والذراري، رقم: ٣٠١٢، وأبو داود رحمه الله تعالى في الخراج والإمارة، باب في الأرض يحميها الإمام الخ، رقم: –

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت صعب بن جثامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محفوظ چراگاہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

تراجم رجال

يحيى بن بكير

یہ یحیٰ بن عبداللہ بن بکیر مخزومی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ليث

یہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

يونس

یہ یونس بن یزید ایلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

ابن شهاب

محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

عبيد الله

یہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۵)۔

- ۳۰۸۳، ۳۰۸٤، ۳، وانظر جامع الأصول: ۲/۷۳۵، الكتاب الأول في الجهاد، الباب الثاني في فروع الجهاد، الفصل الثالث في الغنائم والفيء، الفرع السادس في أحاديث متفرقة الخ، رقم: ۱۲۳۲

(۱) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲۳

(۲) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲٤

(۳) دیکھئے، كشف الباري: ۱/٤٦٣، ۳/۲۸۲

(٤) دیکھئے، كشف الباري: ۱/۳۲٦

(٥) دیکھئے، كشف الباري: ۱/٤٦٦، ۳/۳۷۹

ابن عباس

یہ صحابی مشہور عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں(۱)۔

صعب بن جثامة

یہ حضرت صَعب بن جَثّامہ لیثی حجازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارکہ تو عینِ ترجمہ ہے اور اس سے قوی مطابقت متصور نہیں ہے(۳)۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ جنگلات میں کسی چراگاہ کو اپنے لئے مخصوص کر دے، اور دوسرے لوگوں کو وہاں سے روک دے، ہاں! صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جو آپ کے قائم مقام ہوں، یعنی خلیفۂ وقت ہو اور عام مسلمانوں ہی کی مصلحت کے لئے وہ اس کو ضروری سمجھے، تو ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی چراگاہ کو مخصوص کر لیں(۴)۔

اور امام بھی کسی ایسی چراگاہ ہی کو مخصوص کر سکتا ہے جو کہ کسی کی مملوک نہ ہو، جیسا کہ وادیاں، جنگلات اور اراضیٔ موات وغیرہ(۵)۔

جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایسا کرنا

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۴۳۵، ۲/۲۰۵

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب جزاء الصید، باب إذا أهدی للمحرم حمارا وحشیا حیا الخ

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۳۰۰

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۳۰۰، إرشاد الساري: ٥/٣٦٢

(٥) دیکھئے، إرشاد الساري: ٥/٣٦٢

ثابت ہے، اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک شخص نے اعتراض کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی زمینیں ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے مال کی حفاظت کے لئے ان کو مخصوص قرار دیا گیا ہے(۱)۔

قوله: "وقال بلغنا أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ"

یہاں بخاری کے تقریباً سب ہی راویوں کے نسخوں میں اسی طرح ہیں کہ "وقال بلغنا الخ" سوائے ابوذر کے نسخے کے، اس میں ہے: "وقال أبو عبدالله" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے بعض شراح کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہ مصنف یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ کلام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ روایت مُرسل یا مُعضل ہے۔ اور اسی حدیثِ باب کی اسناد کے ساتھ موصولاً بھی نقل کی گئی ہے(۲)۔

جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس بات کی صراحت کی ہے(۳)، اسی طرح ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو موصولاً ذکر کیا ہے(۴)۔

اور مطلب اس تعلیق کا یہ ہے کہ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "نقیع" کو محفوظ کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "سرف" اور "ربذة" کو محفوظ کیا۔

قوله: "النَقِيْع"

نَـقِيع، ن کے فتحہ اور ق کے کسرہ کے ساتھ ہے، اور یہ مدینہ منورہ سے بیس فرسخ کے فاصلے پر ایک

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/ ۳۰۰

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ٥/ ٥٧، إرشاد الساري: ٥/ ٣٦٢، عمدة القاري: ١٢/ ٣٠١

(۳) دیکھئے، سنن أبي داود، كتاب الخراج والامارة والفيء، باب في الأرض يحميها الإمام أو الرجل، رقم: ٣٠٨٣، وقال بعده: قال ابن شهاب رحمه الله تعالىٰ: وبلغني أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حمى النقيع اهـ

(٤) دیکھئے، الطبقات لابن سعد رحمه الله تعالىٰ: ٣/ ٣٠٥، ترجمة عمر رضي الله تعالىٰ عنه

جگہ ہے، اوراصل میں نقیع ہراس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پانی جمع ہو، اور وہاں گھاس اُگ آئے (۱)۔

قوله: "الشرف"

یہ ش اور ر کے فتحہ کے ساتھ ہے، ہمارے متداولہ نسخوں اور بعض شراحِ بخاری کے نسخوں میں یہ اسی طرح ہے (۲) اور یہ مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک جگہ کو کہتے ہیں (۳)، جب کہ بعض شراح کے نسخوں میں یہ "س" کے ساتھ ہے (۴) علامہ دمیاطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ خطاء ہے اور صحیح "شرف" ہی ہے، جیسا کہ بخاری کے بعض راویوں نے ذکر کیا ہے، اور مؤطا ابن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی اسی طرح ہے، اور جہاں تک سرف کا تعلق ہے تو وہ مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ میل دور ایک جگہ کا نام ہے (۵)، اور اس لفظ پر الف ولام بھی داخل نہیں ہوسکتا (۶)۔

قوله: "الرَّبَذة"

یہ "ر" اور "ب" کے فتحے کے ساتھ ہے، اور ذات عرق کے قریب ایک بستی کا نام ہے، اور مدینہ منورہ سے تقریباً تین مراحل کے فاصلے پر ہے (۷)۔

☆☆......☆☆

---

(۱) دیکھئے، إرشاد الساري: ٣٦٢/٥

(۲) دیکھئے، صحیح البخاري: ٣١٦/١١، قدیمی، فتح الباري: ٥٨/٥، عمدة القاري: ٣٠١/١٢

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ٣٠١/١٢

(٤) دیکھئے، إرشاد الساري: ٢٦٢/٥، عمدة القاري: ٣٠١/١٢

(٥) المصدر السابق

(٦) دیکھئے، فتح الباري: ٥٨/٥

(٧) دیکھئے، عمدة القاري: ٣٠١/١٢

۱۳ - باب : شُرْبِ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ .

نہروں سے انسان اور جانور پانی پی سکتے ہیں

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ انہار عامة میں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو پانی پینے سے، یا جانوروں کو پانی پلانے سے روکے، اور یہ مسئلہ متفق علیہا ہے(۱)، جس کی تفصیل پچھلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

۲۲٤۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قَالَ : (الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ : فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ ٱللّٰهِ ، فَأَطَالَ بِهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا ، فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ ، كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ ، وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ ، فَهِيَ لِذٰلِكَ أَجْرٌ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ ٱللّٰهِ فِي رِقَابِهَا ، وَلَا ظُهُورِهَا ، فَهِيَ لِذٰلِكَ سِتْرٌ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ ، فَهِيَ عَلَى ذٰلِكَ وِزْرٌ) . وَسُئِلَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ ، فَقَالَ : (مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ»)(۲) .

[۲۷۰۵ ، ۳٤٤٦ ، ٤٦٧٨ ، ٤٩٧٩ ، ٦٩٢٣]

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۳۰۱/۱۲

(۲) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في الجهاد، باب الخيل ثلاثة الخ، رقم: ۲۸٦۰، وفي المناقب، باب، رقم: ۳٦٤٦، وفي التفسير، سورة إذا زلزلت، رقم: ٤۹٦۲، ٤۹٦۳، وفي الإعتصام، باب الأحكام التي تعرف بالدلائل الخ، رقم: ۷۳۵٦، وأخرجه النسائي رحمه الله تعالى في كتاب الخيل والسبق والرمي، باب الخيل معقود في نواصيها الخير إلى يوم القيمة، رقم: ۳۵۹۳، ومسلم رحمه الله تعالى في =

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑا ایک شخص کے لئے (باعث) اجر وثواب ہے، اور ایک شخص کے لئے پردہ (بچاؤ) ہے، اور ایک شخص کے لئے وبال ہے، بہر حال وہ شخص جس کے لئے (باعث) اجر وثواب ہے، وہ تو وہ شخص ہے جس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ کے لئے اس کو باندھ رکھا ہے، چنانچہ چراگاہ میں یا باغ میں اس کی رسی دراز کرتا ہے، تو وہ گھوڑا چراگاہ یا باغ میں اپنی رسی کی لمبائی میں (جتنا) کھائے پئے اس کے لئے نیکیاں لکھ دی جاتی ہے، اور اگر اس کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ ایک بلندی یا دو بلندی تک بھاگ جائے تو اس کے نشانات قدم اور اس کی لیدیں، سب اس کے لئے نیکیاں شمار ہوں گی، اور اگر وہ کسی ندی پر گزرے اور اس سے پانی پی لے، گو اس کے مالک نے پانی پلانے کا ارادہ نہیں کیا ہو، تب بھی اس کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی، ایسے شخص کے لئے تو گھوڑے ثواب ہی ثواب ہیں۔ اور ایک وہ شخص ہے جس نے گھوڑا باندھا ہے روپیہ کمانے اور سوال سے بچنے کے لئے، پھر ان کی گردنوں اور پیٹھوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جو حق ہے، اس کو نہ بھولے، تو ایسے شخص کے لئے (گھوڑے) پردہ (یعنی بچاؤ) ہیں، اور جو شخص گھوڑا باندھے فخر وتکبر اور دکھانے اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے، تو ایسے شخص کے لئے یہ گھوڑے وبال وعذاب ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے متعلق (کوئی خاص) حکم مجھ پر نازل نہیں فرمایا، مگر (سورۂ اذا زلزلت) کی یہ اکیلی آیت، جو کہ جامع ہے، ﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره﴾ الآیة یعنی جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اسے بھی دیکھ لے گا۔

= الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، رقم: ٢٢٩٠، وانظر: جامع الأصول، الكتاب الأول في الزكاة، الباب الأول في وجوبها وإثم تاركها، رقم: ٢٦٥٧

تراجم رجال

عبداللّٰه بن يوسف

یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

مالك بن انس

امام دارالہجرۃ، مالک بن انس بن مالک بن أبی عامر، ابوعبداللہ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

زيد بن أسلم

یہ زید بن اسلم عدوی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

أبي صالح السمان

یہ ابوصالح ذکوان مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۵)۔

حلِ لغات

المَرْج: چراگاہ، وسیع وکشادہ گھاس والی زمین، اس کی جمع مُرُوج آتی ہے(۶)۔

الطِّيَل والطِّوَلُ: وہ طویل رسی جس کا ایک سرا کسی کیل وغیرہ میں ہو، اور دوسرا سرا گھوڑے کے

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۸۹، ٤/۱۱۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۲۹۰، ۲/۸۰

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۲/۲۰۳

(٤) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٨

(٥) دیکھئے، کشف الباري: ۱/٦٥٩

(٦) دیکھئے، النهاية: ۲/٦٤٨

پاؤں میں ہو، تا کہ وہ گھوم سکے اور گھاس چر سکے، لیکن کہیں جانہ سکے(۱)۔

استنان: گھوڑے کا بغیر سوار کے، نشاط کے ساتھ آگے پیچھے دوڑنا(۲)۔

نِواءً: مفاعلہ سے مصدر ہے، ناواہ مُناوَاۃً ونِوَاءً: فخر کرنا، دشمنی کرنا، مقابلہ کرنا(۳)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "ولو أنها مرت بنهرٍ فشربت منه الخ" سے ہے، اور اس کی توضیح یہ ہے کہ اگر نہروں کا پانی کسی کے لئے خاص ہوتا تو ضرور اس کی اذن واجازت کی ضرورت پڑتی، لیکن شارع نے جب مطلقاً ذکر کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ نہروں کا پانی کسی کے لئے مخصوص نہیں ہے(۴)۔

قوله: "ثم لم ينس حق الله في رقابها ولا ظهورها"

"پھر ان کی گردنوں اور پیٹھوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جو حق ہے، اس کو نہ بھولے" یعنی ان کی تجارت میں زکوۃ کو ادا کیا کرے(۵) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "ولا ظهورها" سے مراد یہ ہے کہ اُس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے راستے میں سواری کرے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خیلِ سائمہ کی زکوۃ کے سلسلے میں اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کی تفصیل کتاب الزکوۃ میں گزر چکی(۶) اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے(۷) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ذریعے

---

(۱) دیکھئے، النهاية: ۱۲۸/۲

(۲) دیکھئے، النهاية: ۸۱٤/۱

(۳) دیکھئے، النهاية: ۸۰۰/۲

(٤) دیکھئے، عمدة القاري: ۲۰٦/۱۲

(٥) ارشاد الساري: ۳٦٤/٥، عمدة القاري: ۲۰۳/۱۲

(٦) المصدر السابق

(٧) المصدر السابق

سے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی فریادرسی کرے (۱)۔

قوله: "وسئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الحمر"

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گدھوں کے حکم کے بارے میں سوال کیا گیا، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سائل حضرت صعصعہ بن ناجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو کہ مشہور شاعر فرزدق کے دادا ہیں (۲)۔

اور سوال گدھوں کی زکوۃ وصدقہ کے بارے میں تھا جیسا کہ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا گیا ہے (۳) تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره ومن يعمل مثقال ذرة شراً يره﴾ (الزلزلة: ۷، ۸) کے عموم کے ذریعے سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا، یعنی جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا (ضرور) اس کو دیکھ لے گا (خواہ وہ عمل اور نیکی کتنی ہی معمولی اور چھوٹی ہو، بلاشبہ اس کو کی ہوئی نیکی کا بدلہ مل کر رہے گا) اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا (یقیناً) وہ اس کو دیکھ لے گا (اور اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا) (۴)۔

بعض حضرات علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ انتہائی جامع اور یکتا ہے، اور تھوڑے سے الفاظ میں انتہائی کثیر معانی کو جامع ہونے میں کوئی دوسری آیت اس کے مثل نہیں ہے، اس لئے کہ یہ خیر اور شر کے ہر ہر معنیٰ کو شامل ہے (۵)۔

جیسا کہ خود رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إلا هذه الآية الجامعة الفاذة" اور ایک روایت میں کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ یہ دو

---

(۱) المصدر السابق

(۲) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳٦٤/٥

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳٦٤/٥، عمدة القاري: ۳۰٤/۱۲

(٤) دیکھئے، معارف القرآن للشیخ الکاندھلوي رحمه الله تعالى: ۵۱۹/۸

(۵) دیکھئے، عمدة القاري: ۳۰٤/۱۲، الکوثر الجاري: ٦٨/٥

آیات ایسی نازل ہوئی ہیں کہ تورات وانجیل کا خلاصہ، اور لب لباب ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ سورہ إذا زلزلت الأرض کی تلاوت کا ثواب نصف قرآن کے ثواب کے برابر ہے(۱)۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان آیات کے عموم پر تمام علماء کا اتفاق ہے(۲)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ کے ذریعے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ گویا کہ ان کا سوال یہ تھا کہ آیا گدھوں کا بھی وہی حکم ہے جو کہ گھوڑوں کا ہے؟ تو آیتِ مبارکہ کے ذریعے جواب دے دیا گیا کہ اگر وہ گدھے خیر کے کاموں کے لئے ہیں تو ضرور ان کا بھی بدلہ وثواب دیا جائے گا اور اگر شر کے کاموں کے لئے ہیں تو یقیناً ان کا بھی بدلہ وعتاب دیا جائے گا(۳)۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اب ایک سوال یہ وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے بغال (خچروں) کے متعلق سوال کیوں نہ کیا؟

اس کے جواب میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ خچر کے بارے میں سوال اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ گدھوں ہی کی طرح ہیں، اور ان ہی کے حکم میں داخل ہے(۴)۔

ایک دوسرا جواب علامہ ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ نقل کیا ہے کہ اس وقت تک سرزمینِ حجاز میں خچروں کا وجود ہی نہیں تھا، اور پہلا خچر جو وہاں پہنچا وہ "دلدل" نامی خچر تھا جو کہ مُقَوْقِس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیۃً بھیجا تھا(۵)۔

٢٢٤٣ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ . فَقَالَ : (اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ

(۱) دیکھئے، معارف القرآن للشیخ کاندھلوی: ٨/٥١٩

(۲) دیکھئے احکام القرآن لابن العربي رحمه الله تعالیٰ : ٤/٤٤٠

(۳) دیکھئے، عمدة القاري: ١٢/٣٠٤

(٤) دیکھئے، احکام القرآن لابن العربي رحمه الله تعالیٰ : ٤/٤٤٠

(٥) المصدر السابق

بها)، قال: فضالة الغنم؟ قال: (هي لك أو لأخيك أو للذئب). قال: فضالة الإبل؟ قال: (ما لك ولها، معها سقاؤها وحذاؤها، ترد الماء وتأكل الشجر حتى يلقاها ربها).

[ر: ۹۱]

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور لقطہ (گری پڑی چیز) کے بارے میں سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا ظرف (تھیلی) اور اس کا بندھن پہچان لے، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کروائیں، اب اگر اس کا مالک آگیا (تو اس کو دے دیں) ورنہ آپ جو چاہے کریں، اس نے کہا: گم شدہ بکری؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ آپ کی ہے، یا آپ کے بھائی کی، یا بھیڑیئے کی، اس نے کہا: گم شدہ اونٹ؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ سے آپ کو کیا غرض، اس کے ساتھ اس کا مشک اور موزہ سب موجود ہے، پانی پر اترتا ہے (یعنی خود ہی پانی پی لیتا ہے) اور درخت کے پتے کھالیتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو لے لے۔

حلِ لغات

اللقطة: وہ شی جو تم کو راستے میں پڑی ہوئی ملے، اور تم اس کو اٹھالو، یا وہ شی متروک جس کا مالک

(۲۲۴۳) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في صحيحه، كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم الخ، رقم: ۹۱، وكتاب اللقطة، باب ضالة الإبل الخ، رقم: ۲٤۲۷، وباب إذا لم يوجد صاحب اللقطة الخ، رقم: ۲٤۲۹، وباب إذا جاء صاحب اللقطة بعد سنة الخ، رقم: ۲٤۳٦، وباب من عرف اللقطة ولم يدفعها إلى السلطان، رقم: ۲٤۳۸، وكتاب الطلاق، باب حكم المفقود في أهله وماله، رقم: ۵۲۹۲، وكتاب الأدب، باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله تعالى، رقم: ٦۱۱۲، ومسلم رحمه الله تعالى في صحيحه، كتاب اللقطة، باب معرفة العفاص والوكاء وحكم ضالة الغنم والإبل، رقم: ٤٤۹۸-٤۵۰۵، وأبو داود رحمه الله تعالى في سننه، كتاب اللقطة، باب التعريف باللقطة، رقم: ۱۷۰٤-۱۷۰۸، والترمذي رحمه الله تعالى في جامعه، كتاب الأحكام، باب ما جاء في اللقطة وضالة الإبل والغنم، رقم: ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، وابن ماجة رحمه الله تعالى في سننه، كتاب اللقطة، باب ضالة الإبل والبقر والغنم، رقم: ۲۵۰٤، وباب اللقطة، رقم: ۲۵۰۷.

معلوم نہ ہو، اللَّقِيط، اٹھایا ہوا بچہ، وہ نومولود بچہ جو پھینک دیا جائے، مِن لَقَطَ لَقطاً(ن): زمین سے اٹھانا، والتَقَطَ الشيءَ: بغیر قصد وطلب کے کسی چیز پر مطلع ہونا، اللُّقَطَة سُمِّيت بها لأنها تُلْتَقَطُ غالباً: اور گری پڑی گمشدہ چیز کو "لـــقـــطة" اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا قصد وطلب کے زمین پر ملتی ہے اور اٹھائی جاتی ہے(۱)۔

عـــفـــاص: کاگ، ڈاٹ، شیشی کا سربند، چمڑے وغیرہ کی بنی ہوئی تھیلی، جس میں سامان رکھا جائے(۲)۔ وِکَـــاء: مشک وغیرہ کا بندھن، برتن وغیرہ جس کے سرے کو باندھ دیا گیا ہو، اس کی جمع أوْكِيَة آتی ہے(۳)۔

تراجم رجال

إسماعيل

یہ اسماعیل بن أبی أویس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

مالك

آپ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

ربيعة بن أبي عبدالرحمن

آپ ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن فروخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، ربیعۃ الرأی کے نام سے مشہور ہیں(۶)۔

(۱) دیکھئے، النهاية: ۶۰۹/۲، طلبة الطلبة للنسفي: ۲۰۸

(۲) دیکھئے، النهاية: ۲۲۷/۲

(۳) دیکھئے، النهاية: ۸۷۷/۲

(۴) دیکھئے، کشف الباري: ۱۱۳/۲

(۵) دیکھئے، کشف الباري: ۲۹۰/۱، ۸۰/۲

(۶) دیکھئے، کشف الباري: ۴۳۴/۳

يزيد مولى المُنْبَعِث

آپ یزید مولی المنبعث مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

زيد بن خالد جهني رضي الله تعالىٰ عنه

آپ ابوعبدالرحمٰن زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۲)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قولہ: "ترد الماء" سے ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی گم شدہ اونٹ کو لینے سے منع فرمادیا اس لئے کہ بھوک و پیاس کی وجہ سے اس کے مرنے کا اندیشہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ خود پانی کے چشمے میں سے پانی پی لیتا ہے، اور اس کو کوئی منع نہیں کرسکتا، اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چشمے و نہریں تمام لوگوں اور جانوروں کے فائدے کے لئے بنائے ہیں اور ان کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مالک نہیں ہے(۳)۔

حدیثِ مبارکہ کے متعلقہ مسائل پر تفصیلی بحث کشف الباری، کتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم، إذا رأى ما يكره میں گزرچکی ہے۔

١٤ - باب : بَيْعِ الحَطَبِ وَالْكَلَإِ.

لکڑی اور گھاس کی بیع کا بیان

ترجمۃ الباب کا مقصد

یہ باب لکڑی اور گھاس کی فروخت کرنے کے بیان میں ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۵۴۳/۳

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۵۴۴/۳

(۳) دیکھئے، إرشاد الساري: ۳۶۵/۵، عمدة القاري: ۳۰۴/۱۲

ہے کہ ان دونوں کی فروخت جائز ہے، اگر کسی آدمی نے ان کا احراز کرلیا ہو، اور ان کو اپنی تحویل میں لے لیا ہوتو وہ ان کا مالک ہوگیا، اب وہ انہیں فروخت کرسکتا ہے(۱)۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ مباح لکڑیوں اور گھاس کو چُن لینا متفق علیہا مسائل میں سے ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ لکڑی یا گھاس کوئی اپنی مملوکہ زمین میں لگائے، تو پھر ان کی ہر ایک لئے اباحت مرتفع ہوجاتی ہے(۲)۔

لیکن ہمیں شرح ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کے متداولہ نسخوں میں ''متفق علیہ'' کے الفاظ نہیں ملے(۳)۔

اگر کوئی گھاس اپنی مملوکہ زمین میں لگائے تو اس کا کیا حکم ہے، اس پر تفصیلی بحث پچھلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ باب، ابواب الشرب میں کیوں ذکر فرمایا تو اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

۱-اصل میں تین چیزیں ایسی ہیں جو کہ حقوقِ عامہ میں سے شمار کی گئی ہیں، حطب، کلاء اور ماء، ہر شخص کو ان سے انتفاع کا حق حاصل ہوتا ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہاں پانی کا ذکر فرمایا، وہیں ان دونوں چیزوں کا ذکر بھی کردیا، چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ماقبل میں یہ بتلا آئے ہیں کہ صاحب الحوض، اور اسی طرح صاحب القربة أحق بمائه کہ یہ لوگ اپنے پانی کا زیادہ حق رکھتے ہیں، تو اب اس کے بعد ضمناً کلاء اور حطب کا تذکرہ بھی فرمادیا کہ اگر کوئی آدمی لکڑیاں چنتا ہے، یا گھاس جمع کرتا ہے تو وہ بھی

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۱۲/۳۰۵، فتح الباري: ٥/٦٠

(۲) المصدر السابق

(۳) دیکھئے، شرح ابن بطال: ٦/٤١٨، طبع: دار الكتب العلمية

ان کا مالک ہے(۱)۔

۲- اور دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اصل میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آدمی جب احتطاب اور احتشاش کی وجہ سے مالک بن جاتا ہے، اور اس کو ان میں مالکانہ تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے، تو احیاءِ موات کی وجہ سے تو بطریق اولیٰ وہ زمین کا مالک ہو جائے گا، تو گویا اس سے وہ احیاء موات کے مسئلے کو ثابت فرما رہے ہیں(۲)۔

٢٢٤٤ : حدَّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلاً ، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ ، فَيَبِيعَ ، فَيَكُفَّ اللهُ بِهِ وَجْهَهُ ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ ، أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ) . [ر : ١٤٠٢]

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی رسیاں لے اور لکڑی کا گٹھا لاکر فروخت کردے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس (کے ثمن کے ذریعے) سے اس کی عزت بچائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، اور پھر اس کو دیا جائے یا منع کر دیا جائے۔

حل لغات

أَحْبُل: یہ حَبْل کی جمع ہے، رسی، باندھنے کی کوئی چیز، اس کی جمع حِبال، حُبُول، اَحْبال بھی آتی ہے(۳)۔

---

(۱) دیکھئے، عمدة القاري: ۳۰۵/۱۲، بتفصیل

(۲) دیکھئے، فتح الباري: ۶۰/۵، بتفصیل

(٢٢٤٤) أخرجه البخاري رحمه الله تعالىٰ ايضاً في الزكاة، باب الإستعفاف عن المسئلة، رقم: ١٤٧١، وفي البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، رقم: ٢٠٧٥، وقد تفرد به الإمام البخاري رحمه الله تعالىٰ، وانظر جامع الأصول: ١٤٦/١٠، رقم: ٧٦٢٦

(۳) دیکھئے، النهاية: ۳۲۵/۱، ۳۲۶

تراجم رجال

معلّی بن أسد

آپ ابوالہیثم معلّی بن اسد العمی البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

وهیب

آپ وہیب بن خالد بن عجلان الباہلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

هشام

آپ ہشام بن عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۳)۔

عن أبیه

آپ عروۃ بن زبیر بن العوام رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۴)۔

زبیر بن العوام

آپ صحابیٔ مشہور حضرت زبیر بن العوام بن خُویلد بن أسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب، ابو عبداللہ القرشی الأسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں(۵)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "فیأخذ حزمة من حطب فیبیع" سے

(۱) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الحیض، باب المرأة تحیض بعد الإفاضة

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۱۱۸/۲

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱۲۹/۱، ۴۳۲/۲

(۴) دیکھئے، کشف الباري: ۲۹۱/۱

(۵) دیکھئے، کشف الباري: ۱۶۹/۴

واضح ہے(۱)۔

٢٢٤٥ : حدّثنا يحيى بن بكير : حدّثنا اللّيث ، عن عقيل ، عن ابن شهاب ، عن أبي عبيد ، مولى عبد الرّحمٰن بن عوف : أنّه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يقول : قال رسول الله ﷺ : (لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره ، خير له من أن يسأل أحدا فيعطيه أو يمنعه) .
[ر : ١٤٠١]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لادکر لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے، پھر وہ اس کو دے یا نہ دے۔

تراجم رجال

یحیی بن بکیر

آپ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مخزومی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

اللیث

آپ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

---

(۱) دیکھئے، کشف الباري: ۳۰۵/۱۲

(٢٢٤٥) أخرجه البخاري رحمه الله تعالیٰ ایضاً في الزكاة، باب الإستعفاف عن المسألة، رقم: ١٤٧٠، وفي باب قول الله عزوجل: لا يسئلون الناس إلحافا، رقم: ١٤٨٠، وفي البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، رقم: ٢٠٧٤، ومسلم رحمه الله تعالیٰ في الزكاة، باب كراهية المسألة للناس، رقم: ٢٤٠٠، والترمذي رحمه الله تعالیٰ في الزكوة، باب ماجاء في النهي عن المسألة، رقم: ٦٨٠، والنسائي رحمه الله تعالیٰ في الزكاة، باب الإستعفاف عن المسئلة، رقم: ٢٥٩٠

(۲) دیکھئے، کشف الباري: ۳۲۳/۱

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۳۲٤/۱

عُقَیل

آپ عُقَیل بن خالد بن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۱)۔

ابن شهاب

آپ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۲)۔

أبي عبيد مولى عبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالىٰ عنه

آپ سعد بن عبید، ابو عبید مولیٰ عبد الرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور آپ کو مولیٰ ابن ازہر بھی کہا جاتا ہے(۳)۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بھی گزر چکا(۴)۔

حدیثِ مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت حدیثِ سابق کے مثل ہے۔

٢٢٤٦ : حدثنا إبراهيم بن موسى : أخبرنا هشام : أن ابن جريج أخبرهم قال : أخبرني ابن شهاب ، عن علي بن حسين بن علي ، عن أبيه حسين بن علي ، عن علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أنه قال : أصبت شارفًا مع رسول الله ﷺ في مغنم يوم بدر ، قال : وأعطاني رسول الله ﷺ شارفًا أخرى . فأنختهما يومًا عند باب رجل من الأنصار ، وأنا أريد أن أحمل عليهما إذخرًا لأبيعه . ومعي صائغ من بني قينقاع ، فأستعين به على وليمة فاطمة ، وحمزة ابن عبد المطلب يشرب في ذلك البيت معه قينة ، فقالت : ألا يا حمز للشرف النواء . فثار إليهما حمزة بالسيف . فجب أسنمتهما وبقر خواصرهما ، ثم أخذ من أكبادهما . قلت

(۱) دیکھیے، کشف الباري: ١/٣٢٥، ٣/٤٥٥

(۲) دیکھیے، کشف الباري: ١/٣٢٦

(۳) دیکھیے، کشف الباري، کتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده

(٤) دیکھیے، کشف الباري: ١/٦٥٩

لِابْنِ شِهَابٍ : وَمِنَ السَّنَامِ ؟ قَالَ : قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي ، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ ، فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ ، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ ، فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ : هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي . فَرَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ . [ر : ۱۹۸۳]

حضرت علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پائی، اور ایک دوسری اونٹنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے (خمس کے مال میں سے) عطاء فرمائی، ایک دن میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری شخص کے دروازے پر بٹھایا، اور میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان دونوں اونٹنیوں پر اذخر لاد کر لاؤں تا کہ اسے فروخت کروں، اور میرے ساتھ قینقاع کا ایک سُنار بھی تھا، اور اس (اذخر کی رقم) سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولیمے میں مدد لوں، اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب (اس وقت) اسی گھر میں شراب پی رہے تھے، اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی، اس نے اپنے گانے میں یہ مصرع کہا "اٹھو اے حمزہ! موٹی موٹی اونٹنیوں کی طرف" یہ سُن کر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر ٹوٹ پڑے، اور ان اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے، اور ان کی کوکھیں پھاڑ کر کلیجیاں نکال لیں، (ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ) میں نے ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: اور کوہان؟ تو انہوں نے کہا: کوہان بھی کاٹ کر لے گئے، ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا منظر دیکھا جس سے میں گھبرا گیا، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ صلی

(٢٢٤٦) أخرجه البخاري رحمه الله تعالى أيضاً في البيوع، باب ما قيل في الصواغ: ٢٠٨٩، وفي الجهاد، باب فرض الخمس، رقم: ٣٠٩١، وفي المغازي، باب، رقم: ٤٠٠٣، وفي اللباس، باب الأدوية، رقم: ٥٧٩٣، ومسلم رحمه الله تعالى في الأشربة، باب تحريم الخمر الخ، رقم: ٥١٢٧، وأبو داود رحمه الله تعالى في الخراج، باب بيان مواضع قسم الخمس، رقم: ٢٩٨٦، وانظر في جامع الأصول، الفصل الثالث في الخمر وتحريمها، ومن أي شي، هي؟ رقم: ٣١٤٤

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، میں نے انہیں سارا قصہ سُنایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے چلے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور میں بھی چلا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان پر غصہ ہوئے، اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جونشہ میں تھے) اپنی نظر اٹھائی اور کہنے لگے: تم تو میرے باپ دادا کے غلام ہو، (یہ دیکھ کر) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الٹے پاؤں (یعنی رجعت قہقری) واپس لوٹ آئے، اور یہ واقعہ شراب حرام ہونے سے قبل کا ہے۔

حل لغات

شارفاً: بڑی عمر کی بوڑھی اونٹنی، اس کی جمع شُروف وشُرّف وشُرُوْف آتی ہے(۱)۔

إذْخِرَ: سبز گھاس، ایک قسم کی خوشبودار گھاس، جسے فارسی میں "کوم" کہتے ہیں، جمع أذاخِر آتی ہے(۲)۔

قَيْنَة: باندی، لونڈی، گانے والی، کنگھی کرنے والی، اس کی جمع قِیان وقَیْنات آتی ہے(۳)۔

يقهقر: قَهْقَرَ قَهْقَرَةً وتَقَهْقَرَ: پچھلے پاؤں لوٹنا، وكذا يقال رَجَعَ القَهْقَرَى: وہ پچھلے پاؤں لوٹا(۴)۔

تراجم رجال

ابراهيم بن موسى

آپ ابراہیم بن موسیٰ بن یزدی الرازی الفراء رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں(۵)۔

---

(۱) دیکھئے، النهاية: ۱/۸۵۸

(۲) دیکھئے، النهاية: ۱/۴۶، طلبة الطلبة للنسفي رحمه الله تعالیٰ: ۱/۱۸۱

(۳) دیکھئے، النهاية: ۲/۵۱۱

(۴) دیکھئے، النهاية: ۲/۵۰۶

(۵) دیکھئے، کشف الباري، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله

هشام

آپ ابو عبدالرحمن بن ہشام بن یوسف الصنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۱)۔

ابن جریج

آپ ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۲)۔

ابن شهاب

آپ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۳)۔

علی بن حسین رحمه اللّٰه تعالیٰ

آپ علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں (۴)۔

حسین بن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما

آپ حسین بن علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں (۵)۔

علی بن ابی طالب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

آپؓ کا تذکرہ بھی گزر چکا (۶)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

حدیث مبارکہ کی ترجمۃ الباب سے مطابقت قولہ: "وأنا أريد أن أحمل عليهما إذخراً

(۱) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیله

(۲) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیله

(۳) دیکھئے، کشف الباري: ۱/۳۲٦

(٤) دیکھئے، کشف الباري، کتاب الغسل، باب الغسل بالصاع ونحوه

(۵) دیکھئے، کشف الباري، کتاب التهجد، باب تحریض صلی اللہ تعالی علیه وسلم علی قیام اللیل

(٦) دیکھئے، کشف الباري: ٤/١٥٠

لابیعه" سے واضح ہے، کہ ترجمۃ الباب بھی لکڑی اور گھاس کی بیع کے جواز کے بارے میں ہے اور حدیث میں بھی اس کی صراحت ہے(١)۔

قوله: "أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاء"

شعر کے اس مصرع کے ساتھ اور بھی مصرعے ہیں، لیکن بخاری شریف میں صرف یہی ایک مذکور ہے، شُرّاح بخاری نے اس قصیدے کے چند مزید اشعار ذکر کئے ہیں:

الا يا حمز للشرف النواء — وهن معقلات بالفناء

"ارے اے حمزہ! (اٹھ) موٹی موٹی اونٹنیوں کی طرف دوڑ لگاؤ، جو بندھی ہوئی ہیں گھر سے باہر میدان میں"۔

ضع السكين في اللبات منها — وضرجهن حمزة بالدماء

"اُن کے گلے پر چھری رکھ دو اور اے حمزہ! ان کو خون میں لت پت کردے"۔

وعجل من أطائبها لشرب — قديداً من طبيخ أو شواء

"اور ان کا بہترین گوشت شراب پینے والوں کے لئے جلدی لے آ، بوٹیاں پکائی گئی ہو، یا بھونا ہوا ہو" (٢)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "معجم الشعراء" میں مرزبانی نے لکھا ہے کہ یہ اشعار عبداللہ بن السائب بن ابی السائب المخزومی کے ہیں، پھر حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ اشکال کیا کہ روایت میں تصریح ہے کہ اُس وقت جو لوگ شراب پینے والے تھے، وہ انصار تھے اور عبداللہ بن سائب انصاری

---

(١) دیکھئے، الکوثر الجاري: ٥/٧١، عمدة القاري: ١٢/٢٠٦، إرشاد الساري: ٥/٣٦٩

(٢) دیکھئے، فتح الباري: ٧/٢٤٦، عمدة القاري: ١٢/٢٠٧، إرشاد الساري: ٥/٣٦٨، انعام الباري في شرح أشعار البخاري: ٤٨

نہیں ہے، پھر حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ تمام حاضرین پر "انصار" کا اِطلاق بالمعنی الأعم یعنی بطور تغلیب کے کردیا گیا ہو(۱)، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جس نے یہ شعر منظوم کئے اور گانے والی باندی سے کہا کہ ان کو گا، اس کا مقصود یہ تھا کہ حضرت حمزۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر اونٹیوں کے کاٹنے کا جوش پیدا ہو جائے، تاکہ سب حاضرین اُن کا گوشت کھالیں، کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت پہلے مشہور تھی ان کو اشعار میں خطاب کرکے اس طرف متوجہ کیا، کہ اونٹنیاں کاٹ ڈالیں(۲)۔

قوله: "وذلك قبل تحريم الخمر"

یعنی یہ سارا قضیہ وقصہ اس وقت کا ہے جب تک شراب حرام نہ ہوئی تھی، اس لئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال نصفِ شوال میں پیش آیا، اور شراب کی حرمت اس کے بعد نازل ہوئی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو معذور قرار دیا، اور مؤاخذہ نہ فرمایا(۳)، لہٰذا اس بارے میں جو سوال وجواب پیدا ہوتے ہیں، اُن سب کا یہی جواب ہے کہ اس وقت تک وہ احکام نازل نہیں ہوئے تھے، گانے والی سے گانا سُننا بھی اسی ذیل کی بات ہے، جب بعد میں احکامات نازل ہوئے تو پردہ کا حکم بھی نازل ہوگیا، اور عورتوں سے اختلاط اور گانا بجانا حرام قرار دیا گیا۔

(۱) دیکھیے، فتح الباري: ۷/۲٤٦، انعام الباري في شرح أشعار البخاري: ٤٩

(۲) المصدر السابق

(۳) المصدر السابق

مختصر مختصر

السلم

(Predecessor, Anticipation)

سَلَم

بیع آجل بعاجل، یعنی ایسی چیز کی بیع جس کی قیمت فوراً ادا کردی جائے اور وہ چیز (مسلم فیہ) مخصوص صفت کے ساتھ کسی کے ذمہ واجب الادا ہو۔

اس کے ارکان ایجاب وقبول ہے، خریدار کو رب السلم(Hanower) فروخت کنندہ کو مسلم الیہ (Perdecessor)اور قیمت کو راس المال (Capital)اور سامان کو مسلم فیہ (Salam Asset) کہاجاتا ہے۔

سلم سے متعلق شرطیں بھی تین طرح کی ہیں:

۱-نفس معاملہ سے متعلق ہے۔

۲-جو قیمت (راس المال) سے متعلق ہو۔

۳-سامان (مسلم فیہ) سے متعلق ہو۔

مسلم فیہ ایسی چیزوں میں درست ہوگا جن کی مقدار اور صفات کی تعیین کی جاسکتی ہو۔ تاکہ ادائیگی کے وقت سامان کی بابت فریقین میں نزاع کا اندیشہ نہ ہو۔

موجودہ زمانہ میں سلم کا ایک استعمال امپورٹ اور ایکسپورٹ سائٹ بل کی ڈسکاؤنٹنگ کے متبادل کے طور پر ہے۔

کتاب الشفعہ (Pre - emption Priorty)

کسی خریدی ہوئی زمین یا عمارت کو حق شفعہ کے ذریعے سے اسی قیمت میں جبراً حاصل کر لینے کا نام ہے۔ حق شفعہ انہی چیزوں میں حاصل ہوگا جو جائیداد غیر منقولہ کی قبیل سے ہو جیسے زمین اور مکان وغیرہ۔

حق شفعہ بالترتیب تین طرح سے حاصل ہو سکتا ہے:

۱- نفس مبیع میں شریک ہو۔

۲- حق مبیع میں شریک ہو۔

۳- پڑوسی ہو۔

کتاب الاجارہ (Lease)

اجارہ یعنی کرایہ پر دینا، اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جس میں ایک فریق یعنی اجیر (Lessor) کی طرف سے منفعت کی پیش کش ہو اور دوسرے مستأجر (lesee) کی جانب سے معاوضہ اور اجرت کی۔

اجارہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک فریق کی طرف سے منفعت اور استفادہ کی نوعیت اور دوسرے فریق کی طرف سے اجرت اور معاوضہ کی مقدار متعین ہو جائے۔

موجودہ زمانہ میں اجارہ کا ایک استعمال لیزنگ کے متبادل کے طور پر ہے۔

کتاب الحوالات (Transference of a debt to third, Assignment)

حوالہ ایک شخص کے ذمہ سے دوسرے شخص کے ذمہ میں دین منتقل کرنے کا نام ہے اور اس کے ارکان ایجاب وقبول ہے۔ یعنی مدیون (Transferer) اپنی طرف سے ایجاب کر لے کہ قرض خواہ فلاں شخص سے اپنے واجبات وصول کر لے اور صاحب دَین (قرض خواہ) اور وہ شخص جس کو ادائیگی کا ذمہ دار بنایا گیا ہے دونوں اس کو قبول کر لیں۔ مقروض کو فقہاء محیل اور صاحب دین کو محال یا محتال کہتے ہیں اور جو شخص ادائیگی کا ذمہ

لے لے اس کو محال علیہ یا محتال علیہ اور جس دین کی ادائیگی کا ذمہ قبول کیا گیا اس کو محتال بہ کہتے ہیں۔

حوالہ کی شرائط میں سے ہے کہ محیل محال اور محال علیہ اس پر رضامند ہو۔

موجودہ زمانہ میں صک یعنی (Cheque) کے طور پر استعمال ہے، اسی طرح السکات السیاحیہ یعنی (Traveller's Cheque) ٹریولر چیک کے طور پر، الکمبیالہ یعنی بل آف ایکسچینج کے طور پر بھی مستعمل ہے۔

کتاب الکفالہ (Guarantee)

لغۃً ملانے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحِ شریعت میں ایک کے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ملانے کو کہتے ہیں۔ فقہاء کفالت کرنے والے کو کفیل (Guarantor) اور جس کی طرف سے کفالت کی جائے اس کو مکفول عنہ اور جس چیز کی کفالت کی جائے، اس کو مکفول بہ اور جس کے لئے کفالت کی جائے اس کو مکفول لہ کہتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں Guarantees یعنی ضمانت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

وکالۃ (Agency Aggrement)

وکالۃ کا لغوی معنی ہے حوالہ کرنا اور اصطلاحِ شریعت میں کسی دوسرے شخص کو جائز و معلوم تصرف میں اپنا قائم مقام بنانے کو کہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

۱- وکالتِ خاص (Restricted Agency) یعنی کسی معین تصرف کے لئے دوسرے کو وکیل بنانا۔

۲- وکالت مطلقۃ (Un resistricted Agency) یعنی ایک شخص دوسرے کو کہے کہ ہر چیز میں آپ میری طرف سے وکیل ہیں۔

مزارعت (Share-Cropping)

لغۃً: کھیتی باڑی کرنا اور اصطلاحاً: پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کا معاملہ کرنا۔

اس میں ایک عاقد، رب الارض (Honour of Land) ہے، اور دوسرا عاقد، عامل (Former) ہے۔

☆☆......☆☆

41

علو اسناد اور ثلاثیات کا مقام ورتبہ اور صحیح بخاری کی فوقیت

علم صحیح کا بنیادی منبع دو بنیادی چیزیں ہیں: اول قرآن کریم جو منزل من اللہ ہے اور بحمد اللہ آج تک اس میں ایک حرف کی کمی وبیشی نہیں ہوسکی اور نہ قیامت تک ہوسکے گی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود قادرِ مطلق نے لیا ہے اور دوئم حدیث شریف ہے اللہ تعالی کے فضل وکرم سے امت مسلمہ نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور حدیث وسنت کی ایسی حفاظت کی ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال موجود نہیں۔

اور حدیث وسنت کی حفاظت کے ذرائع میں سے سب سے مضبوط ذریعہ علم اسناد ہے۔

اسناد اس امت کی ان خصوصیات میں سے ہے جن سے اللہ تعالی نے اس امت کو شرافت بخشی ہے، یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں سے کسی کو نہیں بخشی ہے کہ وہ اپنے نبی کی کوئی بات متصل سند کے ساتھ نقل کریں۔

احادیث کی صحت اور سقم کا مدار سند پر ہے اگر سند صحیح ہے تو حدیث بھی صحیح ہے، اس لئے محدثین نے اس طرف بہت زیادہ توجہ دی ہے اور بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ اس کو محفوظ رکھا ہے، اور اس کی اہمیت کو بھی بہت تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

چنانچہ مشہور محدث عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے قول کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب الجامع الصحیح کے مقدمے میں نقل کیا ہے کہ: "الإسناد من الدین لو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء" (۱).
ترجمہ: "اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد کو ضروری نہ قرار دیا جائے تو کوئی شخص بھی کوئی بات دین کے نام پر کہہ سکتا ہے"۔ اور انہی سے یہ بھی منقول ہے: "ومثل الذي يطلب أمر دينه بلا إسناد كمثل الذي يرتقي

(۱) مقدمه صحيح مسلم: ۱/ ۱۵

1B

السطح بلا سطح"(۲) ترجمہ: "اس آدمی کی مثال جو دین کی کوئی بات سند کے بغیر لینا چاہتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنا چاہے (جیسے آدمی بغیر سیڑھی کے چھت پر نہیں چڑھ سکتا اسی طرح بغیر اسناد کے بات کہنے والے کی رسائی صحیح دین تک نہیں ہوسکتی)، اور مشہور محدث سفیان الثوری رحمہ اللہ اسناد کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"الإسناد سلاح المؤمن، فإن لم يكن معه سلاح فبأي شيء يقاتل"(۳) ترجمہ: "اسناد مؤمن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو وہ کس چیز سے لڑے گا"۔ (گویا کہ اسناد کے بغیر حدیث بیان کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بغیر ہتھیار کے لڑنا)۔

چونکہ احادیث کی صحت وسقم کا دارومدار سند پر ہے تو سند کے اندر جتنے واسطے کم ہوں گے اتنا ہی وہ حدیث خلل اور خطا کے واقع ہونے سے زیادہ محفوظ ہوگی۔

اور کم واسطوں والی سند اس سند مقابلے میں کہ جس میں واسطے زیادہ ہوں سندِ عالی کہلاتی ہے، چونکہ اس میں خلل اور خطاء کے وقوع کا احتمال کم ہوتا ہے اس لئے اس کی فنِ حدیث میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔

چنانچہ شارحِ مشکاۃ ملا علی قاری الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۱۴ھ سندِ عالی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اعلم أن أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذه الأمة وسنة بالغة من السنن المؤكدة، بل من فروض الكفاية ...... ثم طلب العلم أمر مطلوب، وشأن مرغوب"(۱) یعنی "تو جان لے کہ اصل اسناد اس امت کے خصائص میں سے ایک بڑی خصوصیت ہے، اور سننِ مؤکدہ میں سے ہے بلکہ فرض کفایہ میں سے ہے...... اور پھر اس میں سندِ عالی کو طلب کرنا ایک امرِ مطلوب ہے، اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا امرِ مرغوب ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

(۲) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة، ص: ۲۱، ۲۲

(۳) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العاشرة الكاملة، ص: ۲۳

(۱) شرح شرح نخبة الفكر، ملا علي قاري، ص: ٦١٧، قديمي

"طلب الإسناد العالي سنة عمن سلف"(۲) ترجمہ: طلب علوِ اسناد سلف صالحین کی سنت ہے۔

اور جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ان کی زندگی کے آخری ایام میں پوچھا گیا "ما تشتهي؟ قال: بيت خالي، وإسناد عالي"(۳) ترجمہ: آپ کی خواہش وچاہت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ چاہے گھر خالی ہو لیکن سند عالی ہو۔

اور احمد بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قرب الإسناد قرب إلى الله عزوجل؛ فإن القرب من الرسول بلا شك قرب إلى الله"(٤) ترجمہ: قربِ اسناد قربِ باری تعالیٰ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت علو سند کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔

علوِ اسناد کی اہمیت حدیثِ نبوی سے بھی ثابت ہے چنانچہ مشہور حدیث ہے جس میں ضمام ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جو کہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے، اور طویل حدیث ہے، لیکن یہاں صرف علوِ سند کی اہمیت کو بتلانا مقصود ہے، کہ ان کے پاس رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے آکر دین کے اہم امور کے بارے میں بتایا، حالانکہ یہ قاصد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور صحابی کے ثقہ ہونے میں اور سچا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن ضمام ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد کی خبر کو حق وسچ ماننے کے باوجود محض اس سماعت پر اکتفاء نہ کیا بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں براہِ راست سننے کے لئے (جیسا کہ علو اسناد میں ہوتا ہے) حاضر ہوئے۔

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ معرفۃ علوم الحدیث میں بھی نقل کیا ہے، اور نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: "ولو كان طلب العلو في الإسناد غير مستحب لأنكر عليه سؤاله عما أخبره رسوله عنه ولأمره بالاقتصار على ما أخبره الرسول عنه"(٥) یعنی: اگر طلب

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

(٤) فتح المغيث شرح ألفية الحديث للسخاوي رحمه الله: ۸۷/۳، بحث العالي والنازل

(٥) معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: ٥، سيد معظم حسين رحمه الله، دار الكتب العلمية بيروت

علوِ اسناد مستحب نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر انکار فرماتے اور قاصد کی خبر ہی پر اکتفاء کرنے کا حکم دیتے (حالانکہ ایسا نہ ہوا)، تو معلوم ہوا کہ طلبِ علو اسناد مستحب امر ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے فتح المغیث شرح ألفية الحديث میں مزید چند احادیث نبویہ سے علوِ سند کی اہمیت پر استدلال کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"قد استدل له بقول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لتميم الداري رضى الله عنه لما رواه في بعض طرق حديثه في الجساسة يا تميم! حدث الناس بما حدثني، وبقوله أيضاً خير الناس قرني ...... الحديث؛ فإن العلو يقربه من القرون الفاضلة......"(۱).

چونکہ اس واقعہ کو تمیم داری رضی اللہ عنہ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس کا مشاہدہ نہیں کیا تھا اس لئے یہاں علوسند کی صورت یہ ہوگی کہ لوگ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے سن لیں، اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ذکر کی ہیں، جن کی تفصیل فتح المغیث میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ علو اسناد کی بڑی اہمیت ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ مشہور ہے جو کہ حدیث کی کئی کتب میں موجود ہے اور صحیح بخاری میں بھی تعلیقاً مذکور ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بلغني حديث عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم أسمعه، فابتعت بعيراً، فشدت عليه رحلي، وسرت شهراً حتى قدمت الشام، فأتيت عبد الله بن أنيس" الحديث یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے ایک واسطہ کم کرنے کے لئے ایک مہینہ کا مسلسل سفر کیا۔

(۱) فتح المغيث شرح ألفية الحديث: ۳/۸، دار الكتب العلمية بيروت

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ الشیخ طاہر الجزائری الدمشقی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۳۸ھ توجیہ النظر میں لکھتے ہیں کہ: یہ واقعہ علو اسناد کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے(۲)۔

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی علو حدیث کے لئے سفر کیا ہے، اس پر مزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات حاکم ابوعبداللہ نیشاپوریؒ کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں(۳)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سندِ عالی کے بہت سارے فوائد ہیں، جو حدیث اور علوم حدیث کا ذوق رکھنے والے کے لئے باعث نشاط وافتخار محمود ہے، اور سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان واسطے کم ہوجاتے ہیں اور محب اور محبوب کے درمیان جتنے واسطے کم ہوں گے، محبِ صادق کو اتنی ہی خوشی محسوس ہوگی۔

ایک اور اہم فائدہ یہ ہے کہ سندِ عالی کی وجہ سے اکابر اور اصاغر کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے، جس کی سند جتنی عالی ہوگی ان کو اتنا ہی مقام دیا جائے گا اور اس اعتبار سے ان کو اکابر واصاغر کے طبقات میں شمار کیا جائے گا۔

پھر علوِ اسناد کی چار قسمیں ہیں، ہر ایک کی تعریف اور اقسام ملاحظہ ہوں:

۱۔علو مطلق

القرب من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من حيث العدد بإسناد نظيف غير ضعيف(۱).

(۲) توجيه النظر إلى اصول الاثر: ۲/۷۲۰، المطبوعات الاسلامي

(۳) معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: ۷

(۱) شرح التبصرة والتذكرة للعراقي: ۲/۶۱، ماهر ياسين الفحل، دار الكتب العلمية بيروت

ترجمہ: علوِ مطلق عددِ رواۃ کے لحاظ سے صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونا ہے، اور یہ قربت ضعیف سند کے ساتھ نہ ہو۔ یہ پہلی قسم سب سے زیادہ عظمت اور بڑی شان والی ہے، چنانچہ حافظ احمد بن علی بن محمد العسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

"فإن اتفق أن يكون سنده صحيحاً كان الغاية القصوى"(۲).

۲-علونسبی

وهو ما يقل العدد فيه إلى ذلك الإمام ولو كان العدد من ذلك الإمام إلى منتهاه كثيراً"(۳).

ترجمہ: اگر ایسے امامِ حدیث تک (جس میں فقاہت، عدالت ضبط وغیرہ صفاتِ مرجّحہ موجود ہوں، جیسے امام بخاری، شعبہ، مالک وغیرہ رحمہم اللہ تعالی) رواۃِ حدیث کی تعداد کم ہو اگرچہ اس کے بعد حضور نبی کریم تک رواۃ کی تعداد زیادہ ہو تو اسے علوِ نسبی کہتے ہیں۔

علوِ نسبی کی دوسری صورت:

القرب من كتاب من كتب الحديث المعتمدة كالكتب الستة والموطأ، ونحو ذلك، حديث رواه البخاري مثلاً، فيتأتى أحد الرواة فيرويه بإسناد إلى شيخ البخاري أو شيخ شيخه وهكذا، ويكون رجال الرواي في الحديث أقل عدداً مما لو رواه من طريق البخاري(٤).

ترجمہ: حدیث کی معتمد کتابوں جیسے کتب ستہ اور موطاء وغیرہا میں سے کسی کی سند کے اعتبار سے قریب ہونا، مثلاً ایک شخص ایک حدیث کو امام بخاریؒ کے شیخ سے یا ان کے شیخ الشیخ سے روایت کرتا ہے، اور اس طریق میں امام بخاری کی طریق کی بنسبت راویان کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

(۲) نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر، ص: ۱۱۲، الرحیم اکیڈمی

(۳) نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر، ص: ۱۱٤، الرحیم اکیڈمی

(٤) الثلاثيات في الحديث النبوي، ص: ۲۷، دار الكتب العلمية

پھر علوِ نسبی کی چار قسمیں ہیں: ۱-الموافقة، ۲-الابدال، ۳-المساواۃ، ٤-المصافحة.

۳-علو بوجہ قدم وفاۃ الشیخ

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی دو شیوخ سے ایک حدیث کی روایت کرتا ہے ان کی سندیں تعداد اور رجال میں برابر ہیں لیکن ان دونوں میں سے ایک کا انتقال پہلے ہو جاتا ہے، تو پہلے انتقال کر جانے والے شیخ کی سند دوسرے شیخ کے مقابلے میں عالی سمجھی جائے گی۔

علامہ نوویؒ اپنی کتاب تقریب النواوی میں لکھتے ہیں:

"فما أرويه عن ثلاثة عن البيهقي عن الحاكم أعلىٰ مما أرويه عن ثلاثة عن أبي بكر بن خلف عن الحاكم لتقدم وفاة البيهقي عن ابن الخلف".

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جس کو میں تین واسطوں سے ہوتے ہوئے امام بیہقی رحمہ اللہ، پھر امام حاکم رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہوں، تو یہ سندِ عالی ہے اس سے جس کو میں تین واسطوں سے ہوتے ہوئے ابوبکر ابن خلف رحمہ اللہ سے پھر حاکم رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہوں، کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا انتقال ابن خلف رحمہ اللہ سے پہلے ہوا ہے(۱)۔

۴-علو بوجہ قدیم الاستفادۃ

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی شخص نے ایک شیخ سے حدیث سنی، دوسرے شخص نے اس کے بعد اسی شیخ سے وہی حدیث سنی تو پہلے سماع کرنے والے شخص کی سند عالی سمجھی جائے گی، مثلاً دو آدمیوں نے کسی ایک شیخ سے ایک ہی حدیث سنی ہے ایک نے ساٹھ سال پہلے سنی اور دوسرے نے چالیس سال پہلے سنی ہے تو پہلے شخص کی سند دوسرے کے مقابلے میں عالی ہوگی۔ جیسا کہ ہمارے حضرت صاحب کشف الباری استاذ المحدثین زید مجدہم کے تلامذہ میں اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں، فلله الحمد والفضل ونسئل الله

(۱) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: ۲/۹۸، قديمي

تعالیٰ ان یحفظه من جمیع الشرور والفتن آمین.

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا، جب شیخ پر اختلاط کا زمانہ آ گیا ہو، اس صورت میں پہلے سماع کرنے والے شخص کی حدیث اصح وارجح کہلائے گی (۲)۔

علو سند میں طبقہ کا اعتبار ہوتا ہے چنانچہ تابعین کے طبقہ میں وحدان اور تبع تابعین کے طبقہ میں ثنائیات، یعنی ہر طبقہ میں جو سند کم واسطوں والی ہوتی ہے، وہ اس طبقہ کی عالی سند شمار ہوتی ہے۔

اسی طرح کتب ستہ میں جو سب سے عالی سند ہے وہ ثلاثیات کی ہے، اور اس میں سب سے فائق امام بخاری رحمہ اللہ ہیں اس لئے کہ سب سے زیادہ ثلاثیات امام بخاری کی ہی ہیں، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہیں لیکن ترمذی میں ایک اور سنن ابن ماجہ میں کل پانچ ہیں، لیکن امام بخاری کی بائیس ثلاثیات ہیں، اور دیگر کئی حیثیتوں کے ساتھ اس اعتبار سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کو دوسری کتابوں کے مقابلے میں فوقیت حاصل ہے۔

ثلاثی حدیث اس کو کہا جاتا ہے جس میں راوی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تین واسطے ہوں، چنانچہ علامہ محمد بن عبدالدائم البرماوی الشافعی رحمہ اللہ المتوفی ۸۳۱ھ شرح ثلاثیات البخاری لکھتے ہیں:

"وهو ما یکون بین البخاري وبین النبي (علیه الصلوة والسلام) فیه ثلاثة"(۳).

اور کشف الظنون میں حاجی خلیفہؒ لکھتے ہیں:

"ما اتصل إلی رسول الله من الحدیث بثلاثة رواة"(۱).

کتب ستہ میں سے الجامع الصحیح لمسلم میں اور سنن ابی داود اور سنن النسائی میں کوئی ثلاثی حدیث نہیں

(۲) تدریب الراوی في شرح تقریب النواوي: ۲/۹۹، قدیمی.

(۳) ت: مصطفی مخدوم؛ ص: ۲۰، (غیر مطبوع)

(۱) ۵۲۲/۱

ہے جب کہ سنن الترمذی میں ایک ثلاثی حدیث ہے چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تہذیب التہذیب میں عمر بن شاکر البصری کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

"روى عنه الترمذي حديثا واحداً، "يأتي على الناس زمان، الصابر فيه على دينه كالقابض على الجمر. وقال: غريب من هذا الوجه، وليس في جامع الترمذي حديث ثلاثي سواه"(۲).

اور سنن ابن ماجہ میں پانچ ثلاثی احادیث ہیں، چنانچہ ڈاکٹر اشرف بن عبدالرحیم، الثلاثیات فی الحدیث النبوی میں لکھتے ہیں:

سنن الإمام ابن ماجة بها خمسة أحاديث ثلاثية الإسناد كلها من طريق جبارة بن المغلس عن كثير بن سليم عن أنس"(۳).

اور الجامع الصحیح للبخاری میں بائیس ثلاثی احادیث ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں اور علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

"ويبلغ جميعها أكثر من عشرين حديثاً"(٤).

جب کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا "لامع الدراری" اور حاجی خلیفہ صاحب "کشف الظنون" میں اور محمد بن عبدالدائم البرماوی الشافعی شرح ثلاثیات البخاری میں اور عبدالرحمان مبارک پوری تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ بخاری میں کل بائیس ثلاثی احادیث ہیں (۵)۔

ان میں سے سترہ احادیث حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے اور چار احادیث حضرت انس

(۲) ۲۱/۳۸۵، بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة

(۳) ص: ۱۲۷، دار الكتب العلمية بيروت

(٤) فتح الباري: ۱/۲۰۲، دار الفكر، عمدة القاري: ۲/۲۲۱، رشيديه

(۵) لامع الدراري: ۱/۲۹، كشف الظنون: ۱/۴۳۰، شرح ثلاثيات البخاري، ص: ۲۰،

بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور ایک حدیث حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (٦)۔

اور امام بخاری نے ان بائیس ثلاثیات میں سے بیس روایتیں امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے یا شاگردوں کے شاگردوں سے لی ہیں، چنانچہ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ "لامع الداری" میں لکھتے ہیں:

"ولا يدرون أن العشرين منها عن تلامذه الإمام أبي حنيفة أو تلامذة، فإنه أخرج منها إحدى عشرة رواية عن مكي بن إبراهيم ...... وأخرج البخاري الستة عن أبي عاصم النبيل ضحاك بن مخلد...... وأخرج ثلثة عن محمد بن عبد الله الأنصاري".(١)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ثلاثیات، علمِ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے کہ راویٔ حدیث اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوتے ہیں، ان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو سارے ہی عدول ہیں اور تابعین اور تبع تابعین یہ سب خیر القرون کے حضرات ہیں، علماء نے ثلاثیات پر مستقل کتابیں وشروحات لکھی ہیں۔ یہ ثلاثیات حضرات محدثین کا مابہ الافتخار سرمایہ ہوتی ہیں اور بخاری شریف میں جیسا کہ گزرا بائیس احادیث ثلاثیات میں سے ہیں، جن کی عام طور پر ہمارے متداولہ نسخوں میں جلی حروف میں نشاندہی کی گئی ہے۔

نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی مقبولِ عام تصنیف "تقریرِ بخاری شریف" میں فرماتے ہیں:

"یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ فقہ حنفی تو اس سے بھی اہتم بالشان ہے کیونکہ وہ تو ثنائی ہے، یعنی اس میں ایک واسطہ تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور دوسرا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، کیونکہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلّمہ طور پر رؤیۃً تابعی ہیں اور احناف کے نزدیک تو روایۃً بھی تابعی ہیں، بعض روایات میں کچھ زائد واسطے بھی آجاتے ہیں لیکن وہ جزوی ہے

(٦) الثلاثيات في الحديث النبوي، ص:٥٨، مكتبه حنفيه

(١) لامع الدراري: ١/٣٠، مكتبه يحيويه مظاهر العلوم سهارنپور ١٣٧٩ﻫ.

ورنہ کلی طور پر ثنائی ہے، لہٰذا اگر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یا دیگر حضرات کے زمانے میں آ کر کوئی روایت ضعیف بھی ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں بھی وہ روایت ضعیف رہی ہو، پھر بھی اگر کوئی کسی تابعی، یا تبع تابعی پر اشکال کرے تو احناف کا جواب ایک کلیہ کی شکل میں یہ ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے استاذ کو یقیناً زیادہ جانتے ہیں، پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ بخاری کی بائیس ثلاثیات میں سے بیس کے استاذ تو حنفی ہیں اور دو کے متعلق کتب رجال میں معلومات نہیں مل سکی کہ حنفی ہیں یا شافعی، ان شاء اللہ حنفی ہی ہوں گے''۔

اب عزیز قارئین کے فائدے کے لئے تمام بائیس ثلاثیات، ان کے رواۃ کے مسالک کی تصریح کے ساتھ یکجا ذکر کر دی گئی ہیں:

بخاری شریف کی بائیس ثلاثیات میں سے تیرہ جلد اول میں اور نو جلد ثانی میں ہیں، اب علماء کرام اور عزیز طلبہ کے فائدے کے لئے ان کو علی الترتیب لکھا جاتا ہے:

رقم السلسل	رقم الكتاب	عنوان الكتاب	رقم الباب	عنوان الباب	رقم الصفحه	رقم الحديث	شيخ البخاريؒ ومسلكه
۱	۳	كتاب العلم	۳۸	باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم	۲۱/۱	۱۰۹	الإمام الحافظ مكي بن ابراهيم بن بشير التيمي البلخي رحمه الله (۲۱۵ھ)
۲	۸	كتاب الصلاة	۹۱	باب قدر كم ينبغي ان يكون بين المصلي والسترة	۷۱/۱	۴۹۷	من تلاميذ أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ تهذيب الكمال: (۱۰۴/۱۹)، وتذكرة الحفاظ للذهبيؒ (۳۶۵/۱)، "هو مكي بن إبراهيم البلخي إمام بلخ دخل الكوفة سنة أربعين ومائة ولزم أبا حنيفةؒ وسمع منه الحديث والفقه وأكثر عنه الرواية...... وكان يحب أبا حنيفة حباً شديداً ويتعصب لمذهبه، (المناقب للموفق (۲۰۳/۱، ۲۰۴)، والمناقب للكردري (۲۴۲/۲))
۳	۸	كتاب الصلاة	۹۵	باب الصلاة إلى الأسطوانة الخ	۷۲/۱	۵۰۲	
۴	۹	كتاب مواقيت الصلاة	۱۸	باب وقت المغرب الخ	۷۹/۱	۵۶۱	

۵	۳۰	كتاب الصوم	۲۱	باب إذا نوى بالنهار صوماً إلخ	۲۵۷/۱	۱۹۲٤	أبو عاصم ضحاك بن مخلد (م۲۱۲) من أصحاب زفر تلميذ أبي حنيفة (الجواهر المضية: ۲٦۳/۱، ۲٦٤)، وذكره السيوطي في الرواة عن الإمام الأعظم (تبييض الصحيفة، ص: ۷۳)، وهكذا الصالح الشامي في "عقود الجمان"، ص: ۱۱۹، وجامع المسانيد: ٤۸٤/۲)
٦	۳۸	كتاب الحوالة (كتاب الحوالات)	۳	باب إذا أحال دين الميت على رجل جاز إلخ	۳۰۵/۱	۲۲۸۹	
۷	۳۰	كتاب الصوم	٦۹	باب صيام يوم عاشوراء	۲٦۸/۱	۲۰۰۷	
۸	۳۹	كتاب الكفالة	۳	باب من تكفل عن ميت ديناً فليس له أن يرجع وبه قال الحسن	۳۰٦/۱	۲۲۹۵	
۹	٤٦	كتاب الغصب (أبواب المظالم والقصاص)	۳۲	باب هل تكسر الدنان التي فيها الخمر أو تخرق الزقاق فإن كسر صنماً أو صليباً أو طنبوراً أو ما لا ينتفع بخشبه وأتي شريح في طنبور كسر فلم يقض فيه بشيء	۳۳٦/۱	۲٤۷۷	

۱۰	۵۳	كتاب الصلح	۸	باب الصلح في الدية	۳۷۲/۱	۲۷۰۳	محمد بن عبدالله بن مثنى أويس (م۲۱۵ھ) عدّه القرشيّ من الحنفية (الجواهر المضية: ۷۰/۲، ۷۱) من أصحاب زفرؒ تلميذ أبي حنيفةؒ، وحكى الخطيبؒ: أنه كان من أصحاب زفر وأبي يوسفؒ
۱۱	۵۶	كتاب الجهاد (كتاب الجهاد والسير)	۱۱۰	باب البيعة في الحرب أن لا يفروا وقال بعضهم على الموت لقول الله تعالى: ﴿لقد رضي الله عن المومنين إذ يبايعونك تحت الشجرة﴾	۴۱۵/۱	۲۹۶۰	
۱۲	۵۶	كتاب الجهاد والسير	۱۶۶	باب من رأى العدو فنادى بأعلى صوته: يا صباحاه، حتى يسمع الناس	۴۲۷/۱	۳۰۴۱	
۱۳	۶۱	كتاب المناقب	۲۳	باب صفة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم	۵۰۲/۱	۳۵۴۶	عصام بن خالد حضرمي أبو إسحاق الحمصيّ (م۲۱۴ھ) عن جرير بن عثمان وصفوان بن عمرو وحسان بن نوح وأرطاة بن منذر وعبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان (تاريخ الإسلام للذهبيّ: ۶۰۵/۵، رقم الترجمة: ۵۸۷۶)
۱۴	۶۴	كتاب المغازي	۳۹	باب غزوة خيبر	۶۰۵/۲	۴۲۰۶	

١٥	٦٤	كتاب المغازي	٤٦	باب بعث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم اسامة بن زيد إلى الحرقات من جهينة	٦١٢/٢	٤٢٧٢	
١٦	٦٥	كتاب التفسير	٢٣	باب قوله تعالىٰ: ﴿يايها الذين امنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحرّ بالحرّ﴾	٦٤٦/٢	٤٤٩٩	
١٧	٧٢	كتاب الذبائح والصيد	١٤	باب آنية المجوس والميتة	٨٢٦/٢	٥٤٩٧	
١٨	٧٣	كتاب الأضاحي	١٦	باب ما يوكل من لحوم الأضاحي وما يتزوّد منها	٨٣٥/٢	٥٥٦٩	
١٩	٨٧	كتاب الديات وقول الله: ﴿ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم......﴾	١٧	باب إذا قتل نفسه خطأ فلا دية له	١٠١٧/٢	٦٨٩١	
٢٠	٨٧	كتاب الديات وقول الله: ﴿ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم......﴾	١٩	باب السن بالسن	١٠١٨/٢	٦٨٩٤	
٢١	٩٣	كتاب الأحكام	٤٤	باب من بايع مرّتين	١٠٧٠/٢	٧٢٠٨	

٢٢	٩٧	كتاب التوحيد	٢٢	باب قوله: ﴿وكان عرشه عسى الماء﴾ (هود: ١٧) ﴿وهو رب العرش العظيم﴾ (توبه: ١٢٩)	١١٠٤/٢	٧٤٢١	خلاد بن يحيى بن صفوان السلمي الكوفي (م٢١٣هـ) ذكره جماعة من العلماء من الرواة عن الإمام الأعظمؒ (جامع المسانيد: ٤٤٦/٢، عقود الجمان، ص: ١١٠، المناقب للكردري: ٢١٩/٢)

١- حدثنا المكي بن إبراهيم قال: حدثنا يزيد بن أبي عبيد عن سممة بن الأكوع رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من يقل عليّ ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار".

٢- حدثنا المكي بن إبراهيم قال: حدثنا يزيد بن أبي عبيد عن سلمة رضي الله عنه قال: كان جدار المسجد عند المنبر ما كادت الشاة تجوزها

٣- حدثنا المكيّ بن إبراهيم: قال حدثنا يزيد بن أبي عبيد قال: كنت آتي مع سَلَمَةَ بن الأكوع رضي الله عنه فيصليّ عند الأسطوانة التي عند المصحف فقلت: يا أبا مسلم! أراك تتحرّى الصلاة عند هذه الأسطوانة قال: فإني رأيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتحرّى الصّلوة عندها.

٤- حدثنا المكي بن إبراهيم قال: حدثنا يزيد بن أبي عبيد عن سلمة رضي الله عنه قال: كنّا نصليّ مع النبي صى الله تعالىٰ عيه وسلم المغرب إذا توارت بالحجاب.

٥- حدثنا أبو عاصم عن يزيد بن أبي عبيد عن سلمة بن الأكوع، رضي الله عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعث رجلًا ينادي في الناس يوم عاشوراء: "أنّ مَن أكل فليتم، أو فليصم، ومن لم يأكل فلا يأكل".

٦- حدثنا المكي بن إبراهيم قال: حدثنا يزيد بن أبي عبيد عن سممة بن الأكوع

رضي الله تعالى عنه، قال: كنا جلوساً عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذ أتي بجنازة فقالوا: صَلِّ عليها. فقال: "هل عليه دين؟" قالوا: لا، قال: "فهل ترك شيئاً" قالوا: لا، فصلى عليه. ثم أتي بجنازة أخرى فقالوا: يا رسول الله! صلِّ عليها. قال: "هل عليها دين؟" قيل: نعم! قال: "فهل ترك شيئاً" قالوا: ثلاثة دنانير. فصلى عليها. ثم أتي بالثالثة فقالوا: صلِّ عليها. قال: "هل ترك شيئاً؟" قالوا: لا، قال: "فهل عليه دين؟" قالوا ثلاثة دنانير. قال: "صلوا على صاحبكم" قال أبوقتادة: صل عليه يا رسول الله وعليّ دينه، فصلى عليه.

٧- حدثنا المكي بن إبراهيم قال: حدثنا يزيد عن سلمة بن الأكوع، رضي الله تعالىٰ عنه، قال: أمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رجلا من أسلم "أن أذّن في الناس أن من كان أكل فليصم بقية يومه ومن لم يكن أكل فليصم، فإنّ اليوم يوم عاشوراء".

٨- حدثنا أبوعاصم عن يزيد بن أبي عبيد عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالىٰ عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتي بجنازة ليصلي عليها فقال: "هل عليه من دين؟" قالوا: لا، فصلى عليه ثم أتي بجنازة أخرى فقال: "هل عليه من دين؟" قالوا: نعم. قال: صلوا على صاحبكم. قال أبوقتادة: عليّ دينه يا رسول الله، فصلى عليه.

٩- حدثنا أبوعاصم الضحاك بن مَخلد عن يزيد بن أبي عبيد عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالىٰ عنه، أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رأى نيرانا توقد يوم خيبر فقال: "على ما تُوقَد هذه النيران؟" قالوا: على الحُمر الإنسية. قال: "اكسروها وأهرقوها". قالوا: ألا نهريقها ونغسلها؟ قال: "إغسلوا". قال أبو عبدالله: كان ابن أبي أويس يقول: الحمر الأنسية بنصب الألف والنون.

١٠- حدثنا محمد بن عبدالله الأنصاري قال: حدثني حميد أنّ أنساً رضي الله عنه حدثهم أن الرُّبَيِّع وهي ابنة النضر كسرت ثنية جارية، فطلبوا الأرش وطلبوا العفو فأبوا، فأتوا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فأمرهم بالقصاص، فقال أنس بن النضر: أتكسر ثنية الرّبيع يا

رسول الله؟ لا والذي بعثك بالحق لا تكسر ثنيتها فقال: "يا أنس! كتاب الله القصاص" فرضي القوم وعفوا فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن من عباد الله من لو أقسم على الله لأبرّه" زاد الفراري عن حُميد عن أنس: فرضي القوم وقبلوا الأرش.

١١- حدثنا المكيّ بن إبراهيم قال: حدثنا يزيد بن أبي عبيد عن سلمة، رضي الله تعالىٰ عنه، قال: بايعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم عدلت إلى ظل الشجرة، فلمّا خفّ الناس قال: "يا ابن الأكوع ألا تبايع؟" قال: قلت: قد بايعت يا رسول الله. قال: "وأيضا". فبايعته الثانية فقلت له: يا أبا مسلم! على أيّ شيءٍ كنتم تبايعون يومئذٍ؟ قال: على الموت.

١٢- حدثنا المكي بن إبراهيم قال: أخبرنا يزيد بن أبي عبيد عن سلمة رضي الله عنه أنه أخبره قال: خرجت من المدينة ذاهبا نحو الغابة، حتى إذا كنت بثنية الغابة لقيني غلام لعبد الرحمن بن عوف قلت: ويحك؟ مابك؟ قال: أخذت لقاح النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلت: مَن أخذها؟ قال: غطفان وفزارة. فصرخت ثلاث صرخات أسمعت ما بين لا بتيها: يا صباحاه! يا صباحاه! ثم اندفعت حتى ألقاهم وقد أخذوها، فجعلت أريهم وأقول:

أنا ابن الأكوع   واليوم يوم الرُّضع

فاستنقذتها منهم قبل أن يشربوا، فأقبلت بها أسوقها. فلقيني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقلت: يا رسول الله! إن القوم عطاش وإنيّ اعجلتهم أن يشربوا سقيهم، فابعث في إثرهم. فقال: "يا ابن الأكوع! ملكت فأسجح، إن القوم يُقْرَون في قومهم".

١٣- حدثنا عصام بن خالد، حدثنا جرير بن عثمان أنه: سأل عبدالله بن بسر صاحب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: أرأيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان شيخا؟ قال: كان في عنفقته شعرات بيض.

۱۴– حدثنا المكي بن إبراهيم، حدثنا يزيد بن أبي عبيد قال: رأيت أثر ضربة في ساق سلمة فقلت يا أبا مسلم ماهذه الضربة؟ فقال: هذه ضربة أصابتني يوم خيبر، فقال الناس أصيب سلمة رضي الله عنه فأتيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فنفث فيه ثلاث نفثات فما اشتكيتها حتى الساعة.

۱۵– حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد حدثنا يزيد بن أبي عبيد، عن سلمة بن الأكوع، رضي الله تعالىٰ عنه، قال: غزوت مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سبع غزوات، وغزوت مع ابن حارثة استعمله علينا.

۱۶– حدثنا محمد بن عبدالله الأنصاري، حدثنا حميد أن أنساً حدثهم عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "كتاب الله القصاص".

۱۷– حدثنا المكي بن إبراهيم (قال) حدثني يزيد بن أبي عبيد عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالىٰ عنه قال: لمّا أمسَوْا يوم فتحوا خيبر أوقدوا النيران قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: على ما أوقدتم هذه النيران؟ قالوا: لحوم الحمر الإنسية! قال: "أهريقوا مافيها واكسروا قدورها؟" فقام رجل من القوم فقال: نهريق ما فيها ونغسلها! فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "أوْ ذاك".

۱۸– حدثنا أبوعاصم، عن يزيد بن أبي عبيد عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ضحّى منكم، فلا يصبحن بعد ثالثة، وفي بيته منه شيء". فلما كان العام المقبل قالوا: يا رسول الله! نفعل كما فعلنا العام الماضي؟ قال: كلوا واطعموا وادّخروا، فان ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها".

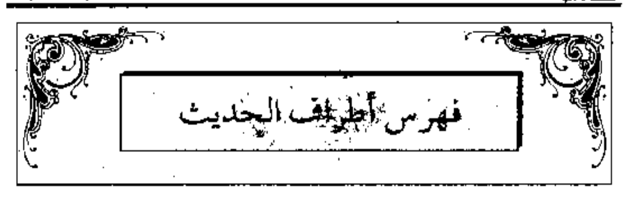
۱۹– حدثنا المكي بن إبراهيم، حدثنا يزيد بن أبي عبيد، عن سلمة رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرجنا مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى خيبر، فقال رجل منهم: أسمعنا يا عامر من هُنَيْهَاتك، فحدابهم فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من السائق؟" قالوا:

عامر. فقال: "رحمه الله" فقالوا: يا رسول الله هلّا أمتعتنا به؟ فأصيب صبيحة ليلته فقال القوم: حبط عمله، قتل نفسه فلما رجعت وهم يتحدثون أن عامرا حبط عمله، فجئت إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقلت: يا نبي الله! فداك أبي وأمّي! زعموا أن عامرا حبط عمله؟ فقال: "كذب من قالها، إن له لأجرين اثنين: إنه لَجاهد مجاهد وأي قتل يزيده عليه؟".

٢٠– حدثنا الأنصاري، حدثنا حُميد، عن أنس، رضي الله تعالىٰ عنه، أن ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها، فاتوا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأمر بالقصاص.

٢١– حدثنا أبوعاصم، عن يزيد بن أبي عبيد، عن سلمة رضي الله تعالىٰ عنه قال: بايعنا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تحت الشجرة، فقال لي: "يا سلمة! ألا تبايع؟" قلت قد بايعت في الأول. قال: "وفي الثاني".

٢٢– حدثنا خلاد بن يحيى، حدثنا عيسىٰ بن طهمان قال: سمعت أنس بن مالك، رضي الله تعالىٰ عنه، يقول: نزلت أية الحجاب في زينبَ بنت جحش، وأطعم عليها يومئذ خُبزا ولحماً، وكانت تفخر على نساء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وكانت تقول: إن الله أنكحني في السماء.


فهرس أطراف الحديث

واستأجر النبي ﷺ	الإجارة	باب استئجار المشركين عند الضرورة	٢١٤٤
واستأجر رسول الله ﷺ	الإجارة	إذا استأجر أجيرا الخ	٢١٤٥
واغد يا أنيس	الوكالة	الوكالة في الحدود	٢١٩٠
وقفت على سعد بن أبي وقاصؓ	الشفعة	عرض الشفعة على صاحبها قبل البيع	٢١٣٩
وكلني رسول الله ﷺ	الوكالة	إذا وكل رجل رجلاً فترك ...... الخ	٢١٨٩
ولكل جعلنا موالي "قال: ورثة"	الكفالة	باب قول الله تعالىٰ: ﴿والذين عقدت﴾ الآية	٢١٧٠
ولن تجزى من أحد بعدك	الوكالة	باب وكالة الشريك الشريك الخ	ص: ٣٢٤
وما يدريك أنها رقية	الإجارة	ما يعطى في الرقية ...... الخ	٢١٥٦
يا رسول الله، إن لي جارين	الشفعة	اى الجوار أقرب	٢١٤٠

مصادر ومراجع

١- القرآن الكريم

٢- الآحاد والمثاني، الإمام الحافظ أبو بكر أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الشيباني، رحمه الله، المتوفى ٢٨٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

٣- الأبواب والتراجم لصحيح البخاري، شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ١٤٠٢هـ/١٩٨٢م، ايچ ايم سعيد كمپنى، كراچى.

٤- الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، إمام أبو حاتم محمد بن حبان بستي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٣٥٤هـ، مؤسسة الرسالة، بيروت.

٥- أحكام القرآن، إمام أبو بكر أحمد بن علي رازي جصاص، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٣٧٠هـ، دار الكتاب العربي بيروت، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ.

٦- أحكام القرآن، الإمام أبو بكر محمد بن عبد الله المعروف بابن العربي، رحمه الله، المتوفى ٥٤٣هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ.

٧- أحكام القرآن، تأليف جماعة من العلماء الربانيين، على ضوء ما أفاده حكيم الأمة أشرف علي التهانوي، رحمه الله، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

٨- إحياء علوم الدين، إمام محمد بن محمد الغزالي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٥٠٥هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

٩- أخبار المدينة، الإمام أبو زيد عمر بن شبة النميري البصري، رحمه الله، المتوفى ٢٦٢هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤١٧هـ.

١٠- أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه، الإمام أبو عبد الله محمد بن إسحاق المكي

الفاكهي، رحمه الله، المتوفى ٢٧٢هـ، دار خضر، بيروت ١٤١٤، الطبعة الثانية.

١١– إرشاد الساري شرح صحيح البخاري، أبو العباس شهاب الدين أحمد القسطلاني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٩٢٣هـ، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، طبع سادس ١٣٠٤هـ.

١٢– الأسامي والكنى، الإمام أبو عبد الله أحمد بن حنبل الشيباني، رحمه الله، المتوفى ٢٤١هـ، مكتبة دار الأقصى، الكويت، الطبعة الاولى ١٤٠٦هـ.

١٣– الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار ......، أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٤٥٣هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.

١٤– الإستيعاب في أسماء الأصحاب (بهامش الإصابة)، أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٤٥٣هـ، دارالفكر، بيروت، ومطبوع في مجلدين، الطبعة الأولى، ١٤٢٣هـ.

١٥– أسد الغابة في معرفة الصحابة، عز الدين أبو الحسين علي بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٦٣٠هـ، دارالكتب العلمية، بيروت.

١٦– الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي، العلامة زين الدين بن إبراهيم المعروف بابن نجيم الحنفي، رحمه الله، المتوفى ٩٧٠هـ، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي.

١٧– أشعة اللمعات

١٨– أعلام الحديث، إمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٣٨٨هـ، مركز إحياء التراث الإسلامي، جامعة أم القرى، مكة مكرمة.

١٩– إعلاء السنن، علامه ظفر أحمد عثماني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ١٣٩٤هـ، إدارة القرآن، كراچی.

٢٠– إكمال تهذيب الكمال، العلامة الهمام علاء الدين مغلطاي بن قليج الحنفي، رحمه الله، المتوفى ٧٦٤هـ، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

٢١- الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف في الأسماء والكنى والأنساب، الأمير الحافظ ابن ماكولا، رحمه الله، المتوفى ٤٧٥هـ، دائرة المعارف العثمانية، الهند.

٢٢- إكمال المعلم شرح صحيح مسلم، العلامة القاضي أبو الفضل عياض اليحصبي، رحمه الله، المتوفى ٥٤٤هـ.

٢٣- إكمال إكمال المعلم شرح صحيح مسلم، أبو عبد الله محمد بن خلفة الوشتاني الأبي المالكي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٨٢٧هـ، أو ٨٢٨هـ، دارالكتب العلمية، بيروت.

٢٤- الأم (انظر كتاب الأم).

٢٥- الأنساب، أبو سعد عبد الكريم بن محمد بن منصور السمعاني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٥٦٢هـ، دارالجنان، بيروت، طبع اول ١٤٠٨هـ/١٩٨٨م.

٢٦- أوجز المسالك إلى مؤطا مالك، شيخ الحديث حضرت مولانا زكريا كاندهلوي، رحمه الله، متوفى ١٤٠٢هـ، مطابق ١٩٨٢م، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ.

٢٧- اوزان شرعية، مفتي محمد شفيع صاحب رحمه الله تعالىٰ

٢٨- البحر الرائق شرح كنز الدقائق، العلامة ابن نجيم المصري الحنفي، رحمه الله، المتوفى ٩٧٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

٢٩- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ملك العلماء علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٥٨٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

٢٩- بداية المجتهد، علامه قاضي أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبي، متوفى ٥٩٥هـ، مصر طبع خاص، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ.

٣٠- البداية والنهاية، حافظ عماد الدين أبو الفداء اسماعيل بن عمر المعروف بابن كثير، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٧٧٤هـ، مكتبة المعارف بيروت، طبع ثاني ١٩٧٧م.

٣١- البدر الساري حاشية فيض الباري، حضرت مولانا بدر عالم ميرٹهي صاحب، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ١٣٨٥هـ، رباني بك ڈپو، دهلي، ١٩٨٠م.

٣٢- بذل المجهود في حل أبي داود، علامه خليل احمد سهارنبوري، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ١٣٤٦هـ، مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ ١٣٩٣هـ/١٩٧٢م، ومركز الشيخ أبي الحسن الندوي، يو بي، الهند، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ.

٣٣- البناية شرح الهداية، العلامة بدر الدين عيني محمود بن أحمد، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٨٥٥هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ، ومكتبه حقانيه ملتان.

٣٤- تاج العروس من جواهر القاموس، أبو الفيض سيد محمد بن محمد المعروف بالمرتضىٰ الزبيدي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ١٢٠٥هـ، دار مكتبة الحياة، بيروت، ودار الهداية.

٣٥- تاريخ الاسلام اردو، مولانا اكبرشاه نجيب آبادى، نفيس اكيڈمى، اردو بازار كراچى.

٣٦- تاريخ الأمم والملوك (تاريخ الطبري)، الإمام أبو جعفر محمد بن جرير الطبري، رحمه الله، المتوفى ٣٢هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٤٢٦هـ.

تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، حافظ أبو عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد الذهبيّ، متوفى: ٧٤٨هـ، دار الكتب العلمية.

٣٧- تاريخ بغداد أو مدينة السلام، حافظ أحمد بن علي المعروف بالخطيب البغدادي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٤٦٣هـ، دارالكتاب العربي، بيروت.

☆- تاريخ الطبري (انظر تاريخ الأمم والملوك).

٣٨- تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي، المتوفى ٢٨٠هـ، عن أبي زكريا يحيى بن معين، المتوفى ٢٢٣هـ، دارالمامون للتراث، ١٤٠٠هـ.

٣٩- التاريخ الصغير، أمير المومنين في الحديث محمد بن إسماعيل البخاري، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٢٥٦هـ، دار المعرفة، بيروت.

٤٠- التاريخ الكبير، أمير المومنين في الحديث محمد بن اسماعيل البخاري، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٢٥٦هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

3B

٤١- تاريخ مدينة دمشق وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل، أبو القاسم علي بن الحسن ابن هبة الله الشافعي، رحمه الله، المتوفى ٥٧١هـ، دار الفكر، بيروت ١٩٩٥م.

۴۲- تحفۂ اثنا عشریہ (فارسی)، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، رحمہ اللہ، متوفی ۱۲۳۹ھ، سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان۔

٤٣- تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبد الرحمن المزي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٢هـ، المكتب الإسلامي بيروت، طبع دوم ١٤٠٣هـ.

٤٤- تحفة الباري، شيخ الإسلام زكريا بن محمد الأنصاري، رحمه الله، المتوفى ٩٢٦هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢٥هـ.

٤٥- تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي، حافظ جلال الدين عبد الرحمن سيوطي، رحمه الله تعالى، متوفى ٩١١هـ، المكتبة العلمية، مدينة منورة.

٤٦- تذكرة الحفاظ، حافظ أبو عبد الله شمس الدين محمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٨هـ، دائرة المعارف العثمانية، الهند.

٤٧- التصريح بما تواتر في نزول المسيح، إمام العصر، المحدث الكبير محمد أنور شاه الكشميري، رحمه الله، المتوفى ١٣٥٢هـ، مكتبة دار العلوم كراتشي.

٤٨- التعليق الممجد المطبوع مع الموطأ لمحمد، أبو الحسنات محمد عبد الحي اللكنوي، رحمه الله، المتوفى ١٣٠٤هـ، قديمى كتب خانه، كراتشي.

٥٠- تعليقات على بذل المجهود، شيخ الحديث محمد زكريا كاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤٠٢هـ، المكتبة التجارية، ندوة العلماء لكهنؤ، الطبعة الثالثة ١٣٩٣هـ/١٩٧٣م، ومركز الشيخ أبي الحسن الندوي، الهند.

٥١- تعليقات على تحرير تقريب التهذيب الدكتور بشار عواد معروف والشيخ شعيب ارنؤوط، حفظهما الله، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٧هـ.

٥٢- تعليقات على تهذيب التهذيب، المطبوع بذيل تهذيب التهذيب.

٥٤– تعليقات على الكاشف للذهبي، شيخ محمد عوامة / شيخ أحمد محمد نمر الخطيب حفظهما الله، مؤسسة دار القبلة / مؤسسة علوم القرآن، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

٥٥– تعليقات على الكوكب الدري، مولانا شيخ الحديث محمد زكريا الكاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤٠٢هـ.

٥٦– تعليقات على لامع الدراري، شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحب، رحمه الله تعالى، متوفى ١٤٠٢هـ/١٩٨٢م، مكتبه امداديه، مكه مكرمه.

٥٧– تعليقات على المصنف، الشيخ محمد عوامه، حفظه الله ورعاه، إدارة القران والعلوم الإسلامية، كراتشي، الطبعة الثانية، ١٤٢٨هـ.

٥٩– تغليق التعليق، حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ، المكتب الإسلامي، ودار عمار، والمكتبة الأثرية، لاهور، باكستان.

٦٠– تفسير آيات الأحكام من القرآن، الشيخ محمد على الصابوني، حفظه الله ورعاه، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢٥هـ.

٦١– تفسير البغوي المسمى بمعالم التنزيل، الإمام ابو محمد الحسين بن مسعود البغوى، رحمه الله، المتوفى ٥١٦هـ، دار المعرفة، بيروت.

٦٤– تفسير الطبري (جامع البيان)، إمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله تعالى، متوفى ٣١٠هـ، دار المعرفة، بيروت.

تفسير عثماني، لشيخ الإسلام علامه شبير أحمد عثمانيؒ

٦٥– تفسير القرآن العظيم، حافظ أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر ابن كثير دمشقي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٧٤هـ، دار إحياء الكتب العربية.

٦٦– تفسير القرطبي (الجامع لأحكام القرآن)، إمام أبو عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٧١هـ، دار الفكر، بيروت.

٦٧– التفسير الكبير (تفسير الرازي أو مفاتيح الغيب)، الإمام أبو عبد الله فخر الدين

محمد بن عمر الرازي، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦هـ، مكتب الإعلام الإسلامي، إيران.

٦٩– تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، أبو البركات عبد الله بن أحمد النسفي، رحمه الله، المتوفى ٧١٠هـ، المكتبة العلمية، لاهور، باكستان.

٧٠– تقريب التهذيب، حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٧٥٢هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٣هـ، ومؤسسة الرسالة بيروت.

٧١– تقريرات الرافعي المسماة: التحرير المختار لرد المحتار، الإمام العلامة عبد القادر بن مصطفى البيساري الرافعي الحنفي، رحمه الله، المتوفى ١٣٢٣هـ، مكتبه رشيديه، كوئٹه.

٧٢– التقرير والتحبير في علم الأصول، الجامع بين اصطلاحي الحنفية والشافعية، ابن أمير الحاج رحمه الله، المتوفى ٨٧٩هـ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٧هـ.

٧٣– تكملة فتح الملهم، مولانا مفتي محمد تقي عثماني صاحب مدظلهم، مكتبه دارالعلوم كراچي، ودار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ.

تكملة فتح القدير

٧٤- التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله، متوفى ٨٥٢هـ، دار نشر الكتب الإسلامية، لاهور، ودارالكتب العلمية، بيروت، ١٤١٩هـ.

٧٥– تلخيص المستدرك (مع المستدرك)، حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٧٤٨هـ، دار الفكر، بيروت.

٧٦ - التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد، حافظ أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر مالكي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٤٦٣هـ، المكتبة التجارية، مكة المكرمة.

٧٧– تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة، الإمام أبو الحسن علي بن محمد بن عراق الكناني، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٩٦٣هـ، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٠١هـ.

٨٠– تهذيب الأسماء واللغات، إمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي،

رحمه الله تعالى، متوفى ٦٧٦هـ، إدارة الطباعة المنيرية.

٨١- تهذيب تاريخ دمشق الكبير، الإمام الحافظ أبو القاسم علي المعروف بن عساكر الشافعي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٥٧١هـ، دار المسيرة، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ.

٨٢- تهذيب التهذيب، حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ، دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد دكن، ١٣٢٥هـ.

٨٣- تهذيب سنن أبي داود، الإمام ابن قيم الجوزية، رحمه الله، المتوفى ٧٥١هـ، مطبعة أنصار السنة المحمدية، ١٣٦٧هـ.

٨٤- تهذيب الكمال، حافظ جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن مزي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٢هـ، مؤسسة الرسالة، طبع أول، ١٤١٣هـ.

٨٥- الثقات (كتاب الثقات)، حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بستي، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٥٤هـ، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، ١٣٩٣هـ.

٨٦- جامع الأصول من حديث الرسول، علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن الأثير الجزري، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٦٠٦هـ، دارالفكر، بيروت.

٨٧- جامع الترمذي (سنن ترمذي)، إمام أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ بن سورة الترمذي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٢٧٩هـ، ايچ ايم سعيد كمپنى، كراچى/ دار إحياء التراث العربي.

٨٨- الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، الإمام جلال الدين السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

☆- الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي)، طبع: دار الكتاب العربي بيروت.

٨٩- جامع المسانيد والسنن، الإمام المحدث إسماعيل بن عمر ابن كثير الدمشقي، رحمه الله، المتوفى ٧٧٤هـ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٣هـ.

٩٠- الجرح والتعديل، الإمام الحافظ عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٣٢٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ، ١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م.

٩١- الجمع بين الصحيحين: البخاري ومسلم، الإمام محمد بن الفتوح الحميدي، رحمه الله، المتوفى ٤٨٨هـ، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٣هـ.

٩٢- جمع الجوامع (الجامع الكبير والجامع الصغير وزوائده) الإمام جلال الدين السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢١هـ.

☆- حاشية ابن عابدين (انظر رد المحتار).

٩٨- حاشية السندي على البخاري، إمام أبو الحسن نور الدين محمد بن عبد الهادي السندي، رحمه الله تعالى، متوفى ١١٣٨هـ، دار المعرفة، بيروت.

٩٩- حاشية السندي على مسلم، المطبوع مع صحيح مسلم، الإمام أبو الحسن السندي، رحمه الله، متوفى ١١٣٨هـ، قديمي كتب خانه، كراتشي.

١٠٠- حاشية السهارنفوري، المطبوع مع صحيح البخاري، مولانا أحمد علي السهارنفوري، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٢٩٧هـ، طبع قديمي.

الحدود والأحكام، لبسطامي

١٠٣- الخصائص الكبرى، الإمام جلال الدين السيوطي، رحمه الله تعالى، ٩١١هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٠٤- خصائل نبوى شرح شمائل ترمذى (اردو) شيخ الحديث محمد زكريا كاندهلوى رحمه الله، متوفى ١٤٠٢هـ.

١٠٧- الدر المختار، علامة علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي، رحمه الله تعالى، متوفى ١٠٨٨هـ، مكتبة عارفين، پاكستان چوك، كراچى.

الدراية في تخريج احاديث الهداية، لابن حجر

١٠٨- دلائل النبوة، الحافظ أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالى، متوفى ٤٥٨هـ، مكتبه أثرية، لاهور.

١٠٩- الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، أبو الفضل عبد الرحمن بن أبي بكر جلال

الدين السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ، إدارة القرآن كراتشي، الطبعة الأولى، ١٤١٢هـ.

١١١- ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث، العلامة عبد الغني بن إسماعيل بن عبد الغني النابلسي، رحمه الله تعالى، متوفى ١٢٤٣هـ، دار المعرفة، بيروت.

١١٢- رد المحتار، علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين شامي، رحمه الله تعالى، متوفى ١٢٥٢هـ، مكتبة رشيديه، كوئته.

١١٣- رسالة شرح تراجم أبواب البخاري، (مطبوعه مع صحيح البخاري)، حضرت مولانا شاه ولي الله، رحمه الله تعالى، متوفى ١١٧٦هـ، قديمي.

☆- روائع البيان (انظر تفسير آيات الأحكام).

١١٥- روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، أبو الفضل شهاب الدين سيد محمود آلوسي بغدادي، رحمه الله تعالى، متوفى ١٢٧٠هـ، مكتبه إمداديه، ملتان.

١١٧- زاد المعاد من هدي خير العباد، حافظ شمس الدين أبو عبدالله بن أبي بكر المعروف بابن القيم، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٥١هـ، مؤسسة الرسالة.

١١٨- سبل السلام شرح بلوغ المرام، السيد الإمام محمد بن إسماعيل الصنعاني المعروف بالأمير، رحمه الله، المتوفى ١١٨٢هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الخامسة.

١١٩- سنن ابن ماجه، إمام أبو عبد الله محمد بن ماجه، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٧٣هـ، قديمي/ دار الكتاب المصري، قاهره.

١٢٠- سنن أبي داود، إمام أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٧٥هـ، ايچ ايم سعيد كمپنى / دار إحياء السنة النبوية.

١٢١- سنن الدارقطني، حافظ أبو الحسن علي بن عمر الدار قطني، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٨٥هـ، دار نشر الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ/٢٠٠٢م.

١٢٢- سنن الدارمي، إمام أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٥٥هـ، قديمي.

١٢٣– سنن سعيد بن منصور، الإمام الحافظ سعيد بن منصور بن شعبة الخراساني المكي، رحمه الله، المتوفى ٢٢٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٢٤– السنن الصغرى للنسائي، إمام أبو عبد الرحمن بن شعيب النسائي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٣٠٣هـ، قديمي/ دارالسلام رياض.

١٢٥– السنن الكبرى للنسائي، إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٣٠٣هـ، نشر السنة، ملتان.

١٢٦– السنن الكبرى للبيهقي، إمام حافظ أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٤٥٨هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٢٧– سير أعلام النبلاء، حافظ أبو عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٧٤٨هـ، مؤسسة الرسالة، وبيت الأفكار الدولية.

☆– السير الكبير (انظر كتاب السير الكبير).

١٢٨– السيرة الحلبية (أنسان العيون)، علامه علي بن برهان الدين الحلبي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ١٠٤٤هـ، المكتبة الإسلامية، بيروت.

سيره المصطفى صلى الله عليه وسلم لشيخ الحديث، علامه ادريس كاندهلوىؒ

١٢٩– السيرة النبوية، الإمام أبو محمد عبد الملك بن هشام المعافري، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٢١٣هـ، مطبعة مصطفى البابي الحلبي بمصر، ١٣٥٥هـ، والمكتبة العلمية، بيروت.

سؤالات أبي عبيدؒ

١٣٠– شرح علل الترمذي، الإمام الحافظ ابن رجب الحنبلي، رحمه الله، المتوفىٰ ٧٩٥هـ.

١٣١– الشرح الكبير، للإمام الدردير المالكي، رحمه الله، المتوفى ١٢٠١هـ، المطبوع من حيث المتن مع حاشية الدسوقي، رحمه الله، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٣٢– شرح التوضيح (التلويح)، العلامة سعد الدين التفتازاني الشافعي، رحمه الله،

المتوفى ٧٩٢هـ، مير محمد كتب خانه، كراچی.

١٣٣- شرح ابن بطال، امام أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك المعروف بابن بطال، رحمه الله تعالى، متوفى ٤٤٩هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى، ١٤٢٠هـ.

١٣٤- شرح الزرقاني على المؤطأ، شيخ محمد بن عبد الباقي بن يوسف الزرقاني المصري، رحمه الله تعالى، متوفى ١١٢٢هـ، دار الفكر، بيروت.

١٣٥- شرح السنة، الإمام المحدث أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي، رحمه الله ٥١٦هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ.

☆- شرح الطيبي (ديكهئے، الكاشف عن حقائق السنن).

١٣٦- شرح سنن ابن ماجه المسمى ـ إنجاح الحاجة، الشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي، رحمه الله، المتوفى ١٢٩٥هـ، والمسمى بـ مصباح الزجاجة، الحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ، وتعليقات لفخر الحسن المحدث الگنگوهي، رحمه الله، قديمي كتب خانه، كراتشي.

١٣٧- شرح السير الكبير، الإمام محمد بن أحمد السرخسي، رحمه الله، المتوفى ٤٩٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

☆- شرح الشفاء (انظر: نسيم الرياض).

☆- شرح القسطلاني (ديكهئے، إرشاد الساري).

١٣٨- شرح الكرماني (الكواكب الدراري) علامه شمس الدين محمد بن يوسف بن علي الكرماني، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٨٦هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

١٣٩- شرح مشكل الآثار، الإمام المحدث أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١هـ، مؤسسة الرسالة، الطبعة الثانية، ١٤٢٧هـ.

١٤٠- شرح معاني الآثار، الإمام المحدث أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١هـ، مير محمد، آرام باغ، كراچی.

☆- شرح المهذب (ديكهيے، المجموع).

١٤١- شرح النقاية، الإمام علي بن محمد سلطان القاري الحنفي، رحمه الله، المتوفى ١٠١٤هـ، ايچ ايم سعيد كمپنی، كراچی.

١٤٢- شرح النووي على صحيح مسلم، إمام أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٦٧٦هـ، قديمي.

١٤٣- الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ، للإمام القاضي عياض المالكي اليحصبي، رحمه الله، المتوفى ٥٤٤هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٢هـ.

١٤٤- الشمائل المحمدية، الإمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي، رحمه الله، المتوفى ٢٧٩هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٧هـ.

١٤٥- الصحاح (قاموس عربي - عربي)، الإمام إسماعيل بن حماد الجوهري، رحمه الله، المتوفى ٣٩٣هـ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٨هـ.

١٤٦- الصحيح للبخاري، إمام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٢٥٢هـ، قديمي كتب خانه، كراچی / دار السلام، رياض، الطبعة الأولىٰ، ١٤١٧هـ.

١٤٧- الصحيح لمسلم مع شرحه للنوويؒ، إمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٢٦١هـ، قديمي كتب خانه، كراچی / دار السلام، رياض.

☆- الضعفاء الكبير (انظر كتاب الضعفاء الكبير).

١٤٨- الطبقات الكبرى، الإمام أبو محمد بن سعد، رحمه الله، المتوفى ٢٣٠هـ، دار صادر بيروت.

١٤٩- طرح التثريب في شرح التقريب، إمام زين الدين، أبو الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي، المتوفى ٨٠٦هـ، وولده الحافظ أبو زرعة العراقي، المتوفى ٨٢٦هـ، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز، مكة مكرمة.

طلبة الطلبة للنسفيؒ، قديمی كتب خانه.

١٥٠- العلل الواردة في الأحاديث النبوية، الشيخ الإمام أبو الحسن علي بن عمر الدار قطني، رحمه الله، المتوفى ٣٨٥هـ، دار طيبة، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ.

١٥١- العلل المتناهية في الأحاديث الواهية، الإمام عبد الرحمن ابن الجوزي، رحمه الله، المتوفى ٥٩٧هـ.

١٥٢- عمدة القاري، الإمام بدر الدين أبو محمد بن محمود أحمد العيني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٨٥٥هـ، إدارة الطباعة المنيرية.

١٥٣- غريب الحديث، الإمام أحمد بن محمد الخطابي البستي، رحمه الله، المتوفى ٣٨٨هـ، جامعة أم القرى، مكة المكرمة، ١٤٠٢هـ.

١٥٤- الفاروق، مولانا شبلی نعمانی، دار الاشاعت، کراچی۔

١٥٥- فتاوىٰ قاضي خان بهامش الفتاوى الهندية (العالمكيرية)، الإمام فخر الدين حسن بن منصور الفرغاني، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٥٩٢هـ، نوراني كتب خانه پشاور.

١٥٦- الفتاوىٰ الهندية (العالمكيرية)، العلامة الإمام الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، نوراني كتب خانه، پشاور.

١٥٨- فتح الباري، حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٨٥٢هـ، دار الفكر، بيروت.

١٥٩- فتح الملهم، شيخ الإسلام علامه شبير أحمد عثماني، رحمه الله، متوفى ١٣٦٩هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

١٦٠- فتح القدير (تفسير) الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، الإمام محمد بن علي الشوكاني، رحمه الله، المتوفى ١٢٥٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٦١- فتح القدير، إمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله تعالىٰ، متوفى ٨٦١هـ، مكتبه رشيديه، كوئٹه.

١٦٣- الفردوس بمأثور الخطاب، أبو شجاع شيرويه بن شهردار بن شيرويه الديلمي الهمداني، الملقب بـ إلكيا، رحمه الله، المتوفى ٥٠٩هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٦٤- الفقه الحنفي وأدلته، الشيخ أسعد محمد سعيد الصاغرجي، حفظه الله، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٤٢٤هـ.

١٦٥- فيض الباري، إمام العصر علامه أنور شاه كشميري، رحمه الله تعالى، متوفى ١٣٥٢هـ، مطبعة دار المامون، الطبعة الأولى.

١٦٦- فيض القدير شرح الجامع الصغير، العلامة محمد عبد الرؤوف المناوي، رحمه الله، المتوفى ١٠٣١هـ، دار الكتب العلمية، الطبعة الثالثة، ١٤٢٧هـ.

١٦٧- القاموس الوحيد، مولانا وحيد الزمان بن مسيح الزمان قاسمي كيرانوي، رحمه الله تعالى، متوفى ١٤١٥هـ/١٩٩٥م، إدارة اسلاميات، لاهور ـ كراچى.

١٦٨- قواعد في علوم الحديث، العلامة المحقق ظفر أحمد العثماني، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٣٩٤هـ، إدارة القرآن، كراچى.

١٦٩- الكاشف، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٨هـ، شركة دار القبلة / مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٤١٣هـ.

١٧٠- الكاشف عن حقائق السنن، (شرح الطيبي) إمام شرف الدين حسين بن محمد بن عبد الله الطيبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٣هـ، إدارة القرآن، كراچى.

١٧١- الكامل في التاريخ، علامه أبو الحسن عز الدين علي بن محمد ابن الأثير الجوزي، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٣٠هـ، دار الكتب العربي، بيروت.

١٧٢- الكامل في ضعفاء الرجال، إمام حافظ أبو أحمد عبد الله بن عدي جرجاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٢٥هـ، دار الفكر، بيروت.

☆- كتاب أخبار المدينة (أنظر: أخبار المدينة).

☆- كتاب أخبار مكة (انظر: أخبار مكة).

كتاب اختلاف الحديث بهامش كتاب الأم، دار المعرفة بيروت.

١٧٣ - كتاب الأم (ألأم)، إمام محمد بن ادريس الشافعي، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٠٤هـ، دار المعرفة، بيروت، طبع ١٣٩٣هـ/١٩٧٣م.

١٧٥- كتاب الأموال، الإمام أبو عبيد القاسم بن سلام الهروي الأزدي، رحمه الله، المتوفى ٢٢٤هـ، دار الفكر، بيروت، ١٤٠٨هـ.

كتاب التعريفات للجرجانيّ

١٧٦- كتاب الخراج، الإمام أبو يوسف يعقوب القاضي، رحمه الله، المتوفى ١٨٢هـ.

١٧٧ - كتاب الخراج، الإمام يحيى بن آدم القرشي، رحمه الله، المتوفى ٢٠٣هـ، المكتبة العلمية، لاهور، باكستان، الطبعة الاولى، ١٩٧٤م.

١٧٨- كتاب السير الكبير، الإمام محمد بن الحسن الشيباني، رحمه الله، المتوفى ١٨٩هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٧٩- كتاب السنة، الإمام الحافظ أبو بكر أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الضحاك بن مخلد الشيباني، رحمه الله، المتوفى ٢٨٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٨٠- كتاب الضعفاء الكبير، أبو جعفر محمد بن عمر بن موسىٰ بن حماد العقيلي المكي، رحمه الله تعالى، متوفى ٣٢٢هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

١٨٢- كتاب المبسوط، الإمام شمس الأئمة أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٤٨٣هـ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٣٩٨هـ.

١٨٤- كتاب المغازي، الإمام محمد بن عمر الواقدي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٢٠٧هـ، مؤسسة الأعلمي، بيروت.

١٨٦- الكتب السنة (موسوعة الحديث الشريف) بإشراف ومراجعة فضيلة الشيخ صالح بن عبد العزيز آل الشيخ، دار السلام، الرياض.

١٨٧- الكاشف عن حقائق غوامض التنزيل ......، الإمام جار الله محمود بن عمر

الزمخشري، المتوفى ٥٢٨هـ، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان.

١٨٨ – كشف الأستار عن زوائد البزار على الكتب الستة، الحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي ٨٠٧هـ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي، مؤسسة الرسالة، الطبعة الثانية، ١٤٠٤هـ.

١٨٩ – كشف الباري، شيخ الحديث حضرت مولانا سليم الله خان صاحب مدظلهم، مكتبه فاروقيه، كراچى.

١٩٠ – كشف الخفاء ومزيل الإلباس، شيخ إسماعيل بن محمد عجلوني، رحمه الله تعالى، متوفى ١١٦٢هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

١٩١ – كشف المشكل من حديث الصحيحين، الإمام عبد الرحمن ابن الجوزي، رحمه الله، المتوفي ٥٩٧هـ، دار الوطن، الرياض، ١٤١٨هـ.

١٩٣ – كنز العمال، علامه علاء الدين على المتقي بن حسام الدين الهندي، رحمه الله تعالى، متوفى ٩٧٥هـ، مكتبة التراث الإسلامي، حلب.

١٩٤ – الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري، الإمام أحمد بن إسماعيل الكوراني الحنفي، رحمه الله، المتوفى ٨٩٣هـ، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢٩هـ.

١٩٥ – الكوكب الدري، حضرت مولانا رشيد احمد گنگوهى، رحمه الله تعالى، متوفى ١٣٢٣هـ، إدارة القرآن، كراچى.

☆ – الكواكب الدراري (ديكهيے، شرح الكرماني).

١٩٦ – لامع الدراري، حضرت مولانا رشيد احمد گنگوهى، رحمه الله تعالى، متوفى ١٣٢٣هـ، مكتبه إمداديه، مكة مكرمة.

اللُباب في شرح الكتاب

١٩٧ – لسان العرب، أبو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور افريقي مصري، رحمه الله تعالى، متوفى ٧١١هـ، نشر ادب الحوزة، قم، ايران، ١٤٠٥هـ، ودار صادر، بيروت.

١٩٨- لسان الميزان، الحافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني، رحمه اللّٰه، متوفى ٨٥٢هـ، بتحقيق الشيخ عبد الفتاح، رحمه اللّٰه، دار البشائر الإسلامية، الطبع الأول، ١٤٢٣هـ.

١٩٩- الموطأ، الإمام مالك بن أنس، رحمه اللّٰه تعالى، متوفى ١٧٩هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

٢٠٠- الموطأ، الإمام محمد الحسن الشيباني، رحمه اللّٰه، المتوفى ١٨٩هـ، قديمي كتب خانه، كراچی.

٢٠١- المتواري على تراجم أبواب البخاري، علامه ناصر الدين أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الاسكندراني، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٦٨٢هـ، مظهري كتب خانه، كراچی.

٢٠٢- مجمع بحار الأنوار، علامه محمد بن طاهر پتني، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٩٨٢هـ، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، ١٣٩٥هـ.

٢٠٣- مجمع الزوائد، إمام نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٨٠٧هـ، دار الفكر، بيروت.

٢٠٤- المجموع (شرح المهذب)، إمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٢٧٦هـ، شركة من علماء الأزهر.

٢٠٥- مجموعه رسائل ابن عابدين، العلامة المحقق السيد محمد امين آفندي الشهير بابن عابدين، رحمه اللّٰه، المتوفى ١٢٥٢هـ، مكتبه عثمانيه، كوئٹه.

٢٠٦- المحلى، علامه أبو محمد علي أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٤٥٦هـ، الكتب التجاري، بيروت / دار الكتب العلمية، بيروت.

مختصر تاريخ دمشق

٢٠٧- المدونة الكبرى، الإمام مالك بن أنس، رحمه اللّٰه، المتوفى ١٧٩هـ، دار صادر، بيروت.

٢٠٨- مرقاة المفاتيح (شرح مشكاة المصابيح)، علامه نور الدين علي بن سلطان

القاري، رحمه الله تعالى، متوفى ١٠١٤ھ، مكتبه إمداديه، ملتان، ودار الكتب العلمية، بيروت.

٢٠٩- المستدرك على الصحيحين، حافظ أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري، رحمه الله تعالى، متوفى ٤٠٥ھ، دار الفكر، بيروت.

٢١٠- مسند أبي داود الطيالسي، الإمام المحدث سليمان بن داود بن الجارود، رحمه الله، المتوفى ٢٠٤ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢٥ھ.

٢١١- مسند أبي يعلى الموصلي، الإمام شيخ الإسلام أبو يعلى أحمد بن علي الموصلي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٧ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١٨ھ.

٢١٢- مسند أحمد، إمام أحمد بن حنبل، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٤١ھ، المكتب الإسلامي، دار صادر، بيروت.

٢١٣- مسند إسحاق بن راهويه، الإمام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن راهويه الحنظلي، رحمه الله، المتوفى ٢٣٨ھ، مكتبة الإيمان، المدينة المنورة، الطبعة الأولى، ١٤١٢ھ.

٢١٤- مسند البزار (البحر الزخار)، الإمام أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار، رحمه الله، المتوفى ٢٩٢ھ، مؤسسة علوم القرآن، مكتبة العلوم والحكم، بيروت، والمدينة المنورة، ١٤٠٩ھ، الطبعة الأولى.

٢١٥- مسند الحميدي، إمام أبو بكر عبد الله بن الزبير الحميدي، رحمه الله تعالى، متوفى ٢١٩ھ، المكتبة السلفية، مدينة منوره.

٢١٧- مشارق الأنوار على صحاح الآثار، القاضي أبو الفضل عياض بن موسى بن عياض اليحصبي السبتي المالكي، رحمه الله، المتوفى ٥٤٤ھ، دار التراث.

٢١٨- مشكاة المصابيح، شيخ أبو عبد الله ولي الدين خطيب محمد بن عبد الله، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٣٧ھ كے بعد، قديمي.

٢١٩- المصنف لابن أبي شيبة، حافظ عبد الله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبة، رحمه الله تعالى، متوفى ٢٣٥ھ، بتحقيق الشيخ محمد عوامة، حفظه

اللّٰه، دار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢٧هـ.

٢٢٠- المصنف لعبد الرزاق، الإمام عبد الرزاق بن همام صنعاني، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٢١١هـ، مجلس علمي، كراچى، ودار الكتب العلمية، بيروت.

٢٢١- المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، الحافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه اللّٰه، المتوفى ٨٥٢هـ، دار الباز، مكة المكرمة.

☆٢٢١- معارف القرآن، لشيخ الحديث والتفسير علامه ادريس كاندهلويؒ

٢٢٢- معالم السنن، الإمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه اللّٰه تعالىٰ، المتوفى ٣٨٨هـ، مطبعة أنصار السنة المحمدية، ١٩٤٨م/١٣٦٧هـ.

٢٢٣- المعجم الأوسط، الإمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، رحمه اللّٰه، المتوفى ٣٦٠هـ، دار الحرمين، القاهرة، ١٤١٥هـ.

٢٢٤- معجم البلدان، علامه أبو عبد اللّٰه ياقوت حموي رومي، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٦٢٦هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

معجم الصحاح، علامه إسماعيل بن حماد جوهري، دار المعرفة، بيروت.

٢٢٥- معجم الصحابة، الإمام الحافظ أبو الحسين عبد الباقي بن قانع البغدادي، رحمه اللّٰه تعالىٰ، المتوفى ٣٥١هـ، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الرياض، الطبعة الأولى، ١٤١٨هـ.

٢٢٦- المعجم الكبير، إمام سليمان بن أحمد بن ايوب الطبراني، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٣٦٠هـ، دار الفكر، بيروت.

٢٢٧- المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي، أ-وي- منسنك، و ي-ب- منسنج، مطبعة بريلي في مدينة ليدن ١٩٦٥م.

٢٢٨- معجم مقاييس اللغة، إمام أحمد بن فارس بن زكريا قزويني رازي، رحمه اللّٰه تعالىٰ، متوفى ٣٩٥هـ، دار الفكر، بيروت.

٢٢٩– المعجم الوسيط، دكتور إبراهيم أنس، دكتور عبدالحليم منتصر، عطية الصوالحي، محمد خلف الله أحمد، مجمع اللغة العربية، دمشق.

٢٣٠ - المعرفة والتاريخ، أبو يوسف يعقوب بن سفيان الفسوي الفارسي، رحمه الله، المتوفى ٢٧٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤١٩هـ.

٢٣١– معرفة السنن والآثار، الإمام أبو أحمد بن الحسين البيهقي، رحمه الله، المتوفى ٤٥٨هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٢هـ.

٢٣٢– معرفة الصحابة، الإمام الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني، رحمه الله تعالى، المتوفى ٤٣٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢٢هـ.

☆– مغازي الواقدي (انظر كتاب المغازي).

٢٣٣– المغرب، أبو الفتح ناصر الدين مطرزي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٦١٠هـ، إدارة دعوة الإسلام، كراتشي.

٢٣٤– المغني، إمام موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٢٠هـ، دار الفكر، بيروت، وبيت الأفكار الدولية.

٢٣٥– المفردات في غريب القرآن، العلامة حسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهاني، رحمه الله، المتوفى ٥٠٢هـ، قديمي كتب خانه، كراتشي.

☆– مقدمة فتح الباري، (ديكهئے، هدي الساري).

٢٣٧– مكمل إكمال الإكمال، الإمام أبو عبد الله محمد بن محمد بن يوسف السنوسي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٨٩٥هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

٢٣٨– المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، الإمام أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد ابن الجوزي، رحمه الله، المتوفى ٥٩٧، دار صادر، بيروت، ١٣٥٨هـ، الطبعة الأولى.

٢٣٩– المنتقى شرح الموطأ، القاضي أبو الوليد سليمان بن خلف الباجي، رحمه الله، المتوفى ٤٩٤هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى، ١٤٢٠هـ.

٢٤٠- منهاج السنة النبوية، الإمام الهمام أبو العباس أحمد ابن تيمية الحراني، رحمه الله، المتوفى ٧٢٨هـ، مؤسسة قرطبة، ١٤٠٦، الطبعة الأولى.

٢٤١- موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، الإمام أبو الحسن علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمه الله، المتوفى ٨٠٧هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.

٢٤٢- المواهب اللدنية المطبوع مع الشمائل المحمدية، الإمام الشيخ إبراهيم بن محمد بن أحمد الشافعي البيجوري، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٢٧٧هـ، فاروقى كتب خانه، ملتان.

موسوعة كشّاف اصطلاحات الفنون والعلوم

الموسوعة الفقهية الكويتية إصدار: وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامية الكويت.

٢٤٣- الموضوعات، الإمام أبو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٥٩٧هـ، قرآن محل، اردو بازار كراچى، ودار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ.

٢٤٤- موسوعة الإمام الشافعي (كتاب الأم)، الإمام المحدث الفقيه محمد بن إدريس الشافعي، رحمه الله، المتوفى ٢٠٤هـ، دار قتيبة، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ.

٢٤٥- ميزان الاعتدال في نقد الرجال، حافظ شمس الدين محمد أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله تعالى، متوفى ٧٤٨هـ، دار إحياء الكتب العربية، مصر، ١٣٨٢هـ.

٢٤٦- نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض، الإمام شهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الخفاجي، رحمه الله، المتوفى ١٠٦٩هـ، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٢١هـ.

٢٤٧- نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية، الحافظ جمال الدين عبد الله بن يوسف الزيلعي رحمه الله، المتوفى ٧٦٢هـ، مؤسسة الريان، بيروت / دار القبلة للثقافة الإسلامية، جدة، الطبعة الأولى، ١٤١٨هـ.

٢٤٨- النكت الظراف على الأطراف، الإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٨٥٢هـ، المكتب الإسلامي، بيروت.

٢٤٩– النهاية في غريب الحديث والأثر، علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٠٦هـ، دار إحياء التراث العربي بيروت.

٢٥٠– الوابل الصيب في الكلم الطيب، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر الزرعي الدمشقي، المعروف بابن القيم، رحمه الله، المتوفى ٧٥١هـ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٠٥هـ.

٢٥١– وفيات الأعيان، قاضي شمس الدين أحمد بن محمد المعروف بإبن خلكان، رحمه الله تعالى، متوفى ٦٨١هـ، دار صادر، بيروت.

٢٥٢– الهداية، برهان الدين أبو الحسن علي بن أبي بكر المرغيناني، رحمه الله تعالى، متوفى ٥٩٣هـ، مكتبه شركت علميه، ملتان، ومكتبة البشرى، كراتشي، الطبعة الأولى، ١٤٢٨هـ.

هداية الباري على ثلاثيات البخاريّ للشيخ يُوسى الشافعيّ (المخطوطة).

٢٥٣– هدى الساري (مقدمة فتح الباري)، حافظ ابن حجر عسقلاني، رحمه الله تعالى، متوفى ٥٩٣هـ، دار السلام، الرياض، الطبعة الأولى، ١٤٢١هـ.

